

سرکٹاتے ہیں ترے ناک پہ

مردانِ عرب

اَوَّل

عَلَّامَةُ عِبْدِ السَّامِدِ اَلْاِمَامِ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِي بَكْرٍ

مکتبہ اسلامیات برکات آباد



امام احمد رضا روڈ، پور بندر، گجرات

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب :	سرکٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب (حصہ اول)
تصنیف :	علامہ عبدالستار ہمدانی برکاتی، نوری
سن اشاعت :	بار دوم — ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء
تعداد اشاعت :	۱۰۰۰ (ایک ہزار)
کمپوزنگ :	محمد معین پور بندر
تصحیح :	مولانا نعمان اعظمی الازہری
قیمت :	Rs.
ISBN No.	

www.Markazahlesunnat.com

ملنے کے پتے

کتب خانہ امجدیہ، ۴۲۵ ٹیائل جامع مسجد، بلی ۶
 فاروقیہ بک ڈپو، ۴۲۳ ٹیائل جامع مسجد، بلی ۶
 البرکات گرافکس، ٹیائل جامع مسجد، بلی ۶

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَللّٰهُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلَّی عَلَیْهِ وَسَلَّمَا
 نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلَّی عَلَیْهِ وَسَلَّمَا

پیغام توحید کو عام کرنے کے لئے عاشقان رسول کی جانبازیاں

سرکٹاتے ہیں تیرے نام پہ

مردان عرب

(حصہ اول)

مصنف

علامہ عبدالستار ہمدانی ”مصرف“
 برکاتی، نوری

ناشر

مرکز اہلسنت برکات رضا
 امام احمد رضا روڈ، پور بندر (گجرات)

اهداء

ان برگزیدہ لوگوں کے نام...

- جو ایمان لائے
- اور ہجرت کی
- اور اللہ کی راہ میں جہاد کیے
- اور جنہوں نے جگہ دی
- اور مدد کی...
- وہی سچے ایمان الے ہیں
- ان کے لیے بخشش ہے اور پاکیزہ روزی۔

(ہمدانی)

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَ
جَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَ
نَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا

(سورة الانفال، آیت ۷۴)

فہرست مضامین

نمبر	عنوان	صفحہ
❖	حل لغات	15
❖	فتوحات شام میں اہم کردار ادا کرنے والے مجاہدین	24
❖	بلاد شام کی جنگوں میں شریک خواتین اسلام	29
❖	فتوحات شام میں شہید ہونے والے اہم مجاہدین	30
❖	ملک شام میں قتل ہونے والے اہم رومی سردار	32
❖	روسی حکام اور بطارقہ جو ایمان لائے اور اسلام کی نمایاں خدمات انجام دیں	35
❖	وہ روسی جنہوں نے اسلام کو قبول نہیں کیا مگر اپنے اہل و عیال کے لئے امان کی شرط پر اسلامی لشکر کی مدد کی	36
❖	اہم مقامات کے پرانے نام اور ان کے جدید انگریزی نام	37
❖	اس کتاب میں وارد ہونے والے مقامات کی فہرست	39
❖	اہم مراجع و مصادر	44
❖	تقدیم --- از: فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی	45
❖	آغاز کلام	47
❖	قرآن میں آیات جہاد و قتال	54
❖	غزوہ اور سریہ کی تعریف	56
❖	غزوات اور سرایا کی تفصیل	56
❖	اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا	58

نمبر	عنوان	صفحہ
❖	جنگ بدر میں دونوں لشکر کا موازنہ	62
❖	جنگ احد کی مختصر کیفیت	63
❖	جنگ احزاب کے مختصر احوال	64
❖	تاریخ کی گواہی	66
❖	حضور اقدس کی حیات ظاہری	67
❖	توجہ درکار	71
❖	اسلام اپنی حقانیت کی وجہ سے پھیلا	74
❖	حضرت عبداللہ بن سلام کا قبول اسلام	78
❖	حکم جہاد کیوں نازل ہوا؟	80
❖	اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم کو تمام علوم عطا فرمائے	84
❖	جہاد کی فضیلت	91
❖	شہید کے مراتب و درجات اور حیات	92
1	صحابہ کرام کا جذبہ عشق نبی اور شوق شہادت	97
❖	حضرت موسیٰ کے ساتھ بنی اسرائیل کا سلوک	98
❖	شیعہ رسالت پر صحابہ کی پروانہ وار جاں نثاری	100
❖	حضرت عمر الحجام کا شوق شہادت	102
❖	حضرت حظلہ غسیل الملائکہ کی فداکاری	103
❖	حضرت عمرو بن جموح انصاری کا جذبہ عشق	104
❖	حضرت سواد اور عشق رسول	106
❖	حضرت عبداللہ بن زید انصاری کو اپنے اندھے پن کی دعا و تمنا	107
❖	حضرت خبیب بن عدی کا جذبہ عشق اور تصور جان جاناں	108

نمبر	عنوان	صفحہ
❖	عبداللہ بن اُبی سلول تلوار کے سائے میں	109
2	حضور اقدس کے اخلاقی محاسن	112
❖	جنگ احد میں دندان مبارک شہید	114
❖	حضرت ابوسفیان بن حرب بن امیہ کفر و ایمان کے تناظر میں	116
❖	حضرت خالد بن ولید بن مغیرہ المخزومی القرشی	119
❖	حضرت عکرمہ بن ابو جہل بن ہشام	122
❖	حضرت عمرو بن العاص بن وائل قرشی سہمی فاتح مصر	125
❖	وحشی بن حرب حبشی غلام	127
❖	ہند بنت عتبہ بن ربیعہ زوجہ ابوسفیان بن حرب	130
❖	عدی بن حاتم بن عبداللہ بن سعد طائی	132
❖	ہبار بن الاسود کا جرم عظیم معاف	134
❖	اسلام کے خلاف کفار و یہود کی سازش	137
❖	عیسائیوں کے ساتھ جنگ کا آغاز	138
❖	ہرقل کو اپنی سلطنت کے زوال کا یقین	139
3	جنگ موتہ کا پس منظر	141
❖	موتہ پر لشکر کشی	142
❖	حضرت جعفر بن ابی طالب (جعفر طیار) کی شہادت	144
❖	شاعر اسلام حضرت عبداللہ بن رواحہ کی شہادت	144
❖	حضرت خالد بن ولید لشکر اسلام کے سپہ سالار	145
❖	محبوب خدا کا علم غیب عطائی	147
4	غزوہ تبوک (جیش العسرت)	150

نمبر	عنوان	صفحہ
❖	عیسائی تیسری مرتبہ آمادہ جنگ	152
❖	ملک الموت کی خدمت اقدس میں حاضری	154
❖	حضور اقدس کی مفارقت میں صحابہ کا اضطراب	155
❖	خلافت صدیقی میں فتنوں کا طوفان	156
5	ملک شام پر اسلامی لشکر کشی کا پس منظر	159
❖	فتوحات ملک شام اور اعلان جہاد	160
❖	حضرت صدیق اکبر کا صحابہ کرام سے مشورہ	162
❖	اسلامی لشکر کی ملک شام روانگی	164
6	پہلا معرکہ بمقام تبوک	167
❖	بھاگتے ہوئے روسیوں کا دوبارہ پلٹنا	170
❖	مال غنیمت کے احکام	174
❖	غنائم کی تقسیم سے مجاہدوں کی حوصلہ افزائی	181
❖	مجاہدوں میں غنائم کی تقسیم میں رسول اکرم کا اختیار	183
❖	احکام شریعت میں حضور اقدس کے اختیار و تصرف	191
❖	مال غنیمت میں خمس کی وضاحت	192
❖	تبوک کا مال غنیمت	197
❖	مجاہدین کے نئے لشکر کی تشکیل	198
❖	مدینہ سے اسلامی لشکر کی دوسری قطر روانہ	199
7	جنگ فلسطین	201
❖	اسلامی لشکر فلسطین میں اور جنگ کا سماں	202
❖	عبداللہ بن عمرو میوں سے برسرِ پیکار	204

نمبر	عنوان	صفحہ
❖	فلسطین کا خوں آشام معرکہ	207
❖	حضرت سعید بن خالد بن سعید کی شہادت	209
❖	حضرت سعید کے والد کو ان کی شہادت کی اطلاع	211
❖	حضرت خالد بن سعید اپنے بیٹے کی قبر پر	214
❖	حضرت خالد بن سعید کا رومیوں سے انتقام	218
❖	حضرت ابو عبیدہ کی عہدہ سے معزولی اور حضرت خالد کا تقرر	221
❖	بغیر پانی سفر طے کرنے کی نرالی تدبیر	223
❖	حضرت خالد بن ولید کے قاصد قید میں	225
8	فتح ارکہ، محنہ اور تدمر	228
9	جنگ بصری	231
❖	حاکم روماس کی نصیحت	233
❖	عین لڑائی میں لشکر خالد کی آمد	234
10	جنگ بصری کا دوسرا دن، حضرت خالد اور حاکم روماس میں مصنوعی جنگ	237
❖	حاکم روماس کی تدبیر سے رات میں ہی بصری کا قلعہ فتح	242
❖	حاکم بصری روماس کا علی الاعلان قبول اسلام	244
❖	روماس کی بیوی کا قبول اسلام	245
11	جنگ دمشق (بار اول)	249
❖	کلوں کی سپہ سالاری میں دمشق کی کمک	249
❖	حاکم دمشق عزرائیل اور سردار کلوں میں اقتدار کی جنگ	250
❖	دمشق کا خوں ریز معرکہ	252
❖	کلوں اور حضرت خالد کے درمیان مقابلہ، کلوں گرفتار	255

نمبر	عنوان	صفحہ
❖	حاکم دمشق عزرائیل اور حضرت خالد میں مقابلہ	257
❖	لشکر حضرت ابو عبیدہ کی آمد	261
12	جنگ کا دوسرا دن اور قلعہ دمشق کا محاصرہ	263
❖	سردار وردان بارہ ہزار لشکر کے ساتھ دمشق روانہ	264
❖	قلعہ دمشق کا محاصرہ جاری	266
❖	پانچ سو مجاہد سواروں کا بارہ ہزار رومی سپاہ سے مقابلہ	268
❖	پانچ سو مجاہدوں کی بارہ ہزار رومیوں سے مدد بھڑ	269
❖	مجاہدوں کی مدد کرنے حضرت خالد کا بیت لہیا پہنچنا	272
❖	ایک نقاب پوش نامعلوم مجاہد سوار	273
❖	حضرت خالد کا رومیوں پر حملہ اور حضرت خولہ بنت ازور کی شجاعت	276
❖	حضرت ضرار کی رہائی	277
13	جنگ اجنادین	281
❖	اسلامی لشکر کی ملک شام میں کیفیت اور تعداد	281
❖	اسلامی لشکر دمشق سے اجنادین کی جانب روانہ	283
❖	خواتین اسلام کا رومیوں سے مقابلہ	287
❖	حضرت خالد کا خواتین اسلام کی کمک کو پہنچنا	291
❖	متفرق اسلامی لشکروں کا اجنادین میں تجمع	293
❖	رومیوں کا لشکر اجنادین میں	294
❖	رومی لشکر کی صف بندی اور وردان کا لشکر سے خطاب	296
❖	اسلامی لشکر کی صف بندی اور حضرت خالد کی ترغیب جہاد	297
❖	دونوں لشکر مقابلہ کے لئے میدان میں آئے سامنے	298

نمبر	عنوان	صفحہ
❖	جنگ میں حضرت ضرار کی شجاعت	300
❖	اصطفان کا حضرت ضرار سے مقابلہ	303
❖	حضرت ضرار کی اپنے گھوڑے کو دھمکی	304
❖	اصطفان کی کمک کیلئے وردان اور حضرت ضرار کی کمک کیلئے حضرت خالد کمر بستہ	309
❖	حضرت خالد کو شہید کرنے کی وردان کی سازش	310
❖	وردان کا نمائندہ حضرت خالد کے پاس	312
❖	حضرت خالد، وردان کی سازش پر مطلع	314
❖	صیاد خود اپنے دام میں آ گیا	315
❖	رات ہی میں رومی سپاہیوں کا صفایا اور حضرت ضرار کا مشن کامیاب	317
❖	حضرت خالد اور وردان کی ملاقات	318
❖	لشکر اسلام کی یلغار، رومیوں کی شکست فاش	321
❖	امیر المومنین کو فتح اجنادین کی خوشخبری	322
14	جنگ دمشق (بار دوم)	324
❖	اہل دمشق کا حاکم تو ما سے مشورہ	326
15	جنگ دمشق کا دوسرا دن	328
❖	حضرت ابان بن سعید بن عاص کی شہادت	328
❖	حضرت ابان بن سعید کی زوجہ کی شجاعت	330
❖	حاکم تو ما کی شیخی بھری باتیں	333
❖	رات میں سوئے ہوئے اسلامی لشکر پر حاکم دمشق کا حملہ	334
❖	حضرت خالد بن ولید کا وائجرہ کا نعرہ	334
❖	قلعہ دمشق کے دیگر پھانکوں پر جنگ کی صورت حال	338

نمبر	عنوان	صفحہ
16	قارئین کرام سے التماس	340
❖	حدیث سے یا رسول اللہ کہنے کا ثبوت	341
❖	صحابی رسول حضرت عثمان بن حنیف اور ایک حاجت مند	344
17	جنگ دمشق کا تیسرا دن	348
❖	اہل دمشق صلح کے لئے حضرت ابو عبیدہ کے پاس	349
❖	حضرت خالد کا باب شرقی سے دمشق میں داخلہ	354
18	جنگ کے چوتھے دن دمشق پر مسلمانوں کی فتح مبین	356
❖	حاکم تو ما اپنے اہل و عیال کے ساتھ شہر بدر	359
❖	حاکم تو ما کا تعاقب	360
❖	یونس کون تھا؟ مختصر تعارف	361
❖	حضرت خالد تو ما کے تعاقب میں	363
❖	مرج دیناج کی لڑائی اور تو ما کا قتل	368
❖	نجیب اور اس کی بیوی کا قصہ	370
❖	مرج الدیناج سے حضرت خالد بن ولید لاپتہ	372
❖	حضرت خالد کی دمشق واپسی	373
❖	خلافت حضرت فاروق اعظم	379
❖	حضرت عمر فاروق اعظم کو شہید کرنے کی ہرقل کی سازش	381
❖	لشکر اسلام کے سپہ سالار اعظم کا تبادلہ	384
19	حضرت خالد کی معزولی میں حضرت عمر کی دوراندیشی	388
20	جنگ حصن ابی القدس	399
❖	حضرت عبداللہ بن جعفر طیار ملک شام کیوں آئے؟	400

نمبر	عنوان	صفحہ
❖	حضرت عبداللہ بن جعفر کی دمشق حصن ابی القدس کی جانب روانگی	405
❖	لشکر اسلام کی حصن ابی القدس آمد	406
❖	معرکہ شروع اور مجاہدین مصیبت میں گرفتار	408
❖	حضرت خالد بن ولید کی مدد پہنچی	410
❖	مجاہدوں کا صومعہ پر حملہ اور فتح کے بعد اس پر قبضہ	413
21	بعض مقامات بذریعہ صلح فتح	417
❖	جبلہ بن ابیہم غسانی کا واقعہ	419
22	جنگ قسریں	423
❖	حاکم قسریں لوقا کی صلح کی مکاری	424
❖	ایلیچی اصطر کی مسلمانوں سے صلح کی پیشکش	425
❖	قسریں کی حد بندی ہرقل کی تصویر کے نشان سے	428
❖	حمص سے اسلامی لشکر کی روانگی	431
❖	اہل رستن اور شیرز سے مصالحت	432
❖	جبلہ بن ابیہم کے سپاہیوں کی اسلامی لشکر کے خدام پر دست درازی	433
❖	حضرت خالد صرف دس ساتھیوں کے ساتھ جبلہ کے لشکر کے مقابلہ میں	436
❖	حضرت خالد حاکم لوقا پر قابض	438
❖	بارہ مجاہد دس ہزار رومی لشکر کے زرعے میں	440
❖	ایک کے مقابلہ میں ایک کی لڑائی	442
❖	حاکم لوقا کے قتل سے رومی لشکر میں زلزلہ	445
❖	حضور اقدس کے ذریعہ حضرت ابو عبیدہ کو حضرت خالد کی مصیبت کی خبر	449
❖	حضرت خالد کی زوجہ آپ کو ٹوپی پہنچانے گئیں	456

نمبر	عنوان	صفحہ
❖	حضرت ابو عبیدہ عین وقت پر حضرت خالد کی مدد کرنے پہنچ گئے	459
❖	حضرت ام تمیم مقدس گیسو والی ٹوپی لے کر حاضر	460
❖	فتح قلعة قسریں	466
23	جنگ بعلبک	468
24	جنگ بعلبک کا دوسرا دن	471
25	جنگ بعلبک کا تیسرا دن	473
26	جنگ بعلبک کا چوتھا دن	476
❖	حضرت سعید بن زید کا حاکم ہرہیس کا پہاڑ تک تعاقب	479
❖	فتح قلعة بعلبک	482
❖	حاکم ہرہیس نے حضرت ابو عبیدہ سے ایک عجیب بات کہی	483
❖	اہل بعلبک کی درخواست پر مجاہدوں کا شہر میں دخول	486
27	جنگ حمص (بار اول)	489
❖	اہل حمص کو حضرت ابو عبیدہ کا خط اور جنگ کی تیاریاں	490
28	جنگ کا دوسرا دن، اسلامی لشکر سے صرف غلام لڑے	493
29	جنگ کا تیسرا دن، عارضی صلح پر اسلامی لشکر کا کوچ	495
30	فتح رستن	497
❖	اسلامی لشکر کے بیس مجاہد صندوقوں میں بند	498
31	فتح قلعة شیرز	502
❖	روح روشن سے اٹھا دو نقاب	503



حل لغات

نمبر	لفظ	معنی و تفصیل	حوالہ
۱	بَطْرِیق	پادریوں کا سردار۔ آتش پرستوں کا پیشوا۔ رومی فوج کا سردار۔ جمع: بطارقہ Leader or a Monk of the Nazarites and five Worshippers-A chief of Roman Army.	فیروز اللغات، ص: ۲۰۵ Royoal Persian English Dictionary. Page-59
۲	رَاهِب	عیسائی عابد یا زاہد۔ تاریک الدنیا Christian Prist	فیروز اللغات ص: ۷۰۲
۳	گَبْر	آتش پرست۔ آگ کی پوجا کرنے والا زردشت کا پیرو A fire Worshipper, A follower of Zoroaster, Infidel	فیروز اللغات ص: ۱۰۸۰ R.P.E.D, Page-343
۴	قِس	عیسائیوں کا مہتر یعنی سرگروہ، امیر۔ فتوح الشام حاشیہ، ص: ۴۳	فیروز اللغات، ص: ۷۲
۵	أَحْبَار	حبر کی جمع: یہودیوں کے علماء	فیروز اللغات، ص: ۷۲
۶	مُصَاحِب	ہم نشین، ساتھی، جلیس، ندیم، ہم صحبت Courtier	فیروز اللغات ص: ۱۲۵۳
۷	نَقِیب	لوگوں کے خاندان اور ذاتی حالات سے واقفیت رکھنے والا	فیروز اللغات، ص: ۱۳۷۲

نمبر	لفظ	معنی و تفصیل	حوالہ
۸	قَيْصَر	بادشاہ روم Title of Roman Emperors	فیروز اللغات ص: ۹۶۸
۹	كِسْرِي	شاہ فارس، نوشیروان عادل، خسرو پرویز Title of king of Persia	فیروز اللغات ص: ۱۰۱۱
۱۰	دَارُ الْحَرْب	وہ ملک جہاں غیر مسلموں کی حکومت ہو اور مسلمانوں کو مذہبی فرائض ادا کرنے سے روکا جائے	فیروز اللغات ص: ۶۰۷
۱۱	صَوْمَعَة	گرجا، عیسائیوں کا عبادت خانہ Christian Church	فیروز اللغات ص: ۸۶۷
۱۲	كَنِيسَة	گرجا، یہودیوں اور عیسائیوں کا عبادت خانہ Jewish Synagogue	فیروز اللغات ص: ۱۰۳۸
۱۳	حَوَارِي	حضرت عیسیٰ کے شاگرد، دوست، مددگار، وفاداری سے کام کرنے والا	فیروز اللغات ص: ۵۷۶
۱۴	غَزْوَة	وہ جہاد جس میں رسول مقبول شریک ہوئے جمع: غزوات	فیروز اللغات ص: ۹۱۳
۱۵	سَرِيَة	وہ جہاد جس میں رسول مقبول شریک نہ ہوئے ہوں بلکہ آپ نے کسی کی سرداری میں لشکر بھیجا ہو۔ اسے بعثت بھی کہتے ہیں۔	***
۱۶	سَيِّه سَالَارِ اعظم	امیر فوج، سالار لشکر Commander-Chief	فیروز اللغات ص: ۱۰۲۸

نمبر	لفظ	معنی و تفصیل	حوالہ
۱۷	جَيْش	لشکر، فوج، دل، سپاہ، جمع: جیوش An army	R.P.E.D Page-124
۱۸	مُقَدَّمَةُ الْجَيْش	وہ لشکر جو آگے بھیج دیا جائے Advance Army Force	فیروز اللغات ص: ۱۲۷
۱۹	طَلِيعَهُ	وہ لشکر جو فوج کے آگے دشمن کی نقل وحرکت کا پتہ لگاتا ہے Vanguard	فیروز اللغات ص: ۸۸۰
۲۰	هَرَاوُلْ	وہ تھوڑی فوج جو لشکر کے آگے آگے چلے، لشکر کا پیش خیمہ	فیروز اللغات ص: ۱۳۳۸
۲۱	مَيْمَنَهُ	دائیں طرف، دائیں بازو کی فوج Right Wing of Army	فیروز اللغات ص: ۱۳۳۲
۲۲	مَيْسَرَهُ	بائیں طرف، بائیں بازو کی فوج Left Wing of Army	فیروز اللغات ص: ۱۳۳۰
۲۳	مُقَدِّمَةُ	فوج کا وہ حصہ جو آگے ہو Front Army Force	فیروز اللغات ص: ۱۲۷
۲۴	قَلْبُ	فوج کا درمیانی حصہ Middle Wing of Army	فیروز اللغات ص: ۹۶۰
۲۵	عَقَبُ	پیچھے، فوج کا پچھلا حصہ End of Army force	فیروز اللغات ص: ۸۹۹
۲۶	مَعْرِكَةُ	میدان جنگ، رزم گاہ، لڑائی Field of Battle	فیروز اللغات ص: ۱۲۶۳

نمبر	لفظ	معنی و تفصیل	حوالہ
۲۷	بَرَاوُ	لشکر یا قافلہ کے اترنے کی جگہ Travellers Resting Place	فیروز اللغات ص: ۲۹۴
۲۸	كَيْمِپ	چھاؤنی، لشکر گاہ، فوجی ڈیرا، خیمہ زن ہونا Camp	فیروز اللغات ص: ۱۰۷۴
۲۹	فِرْوَدْگَاہ	ٹھہرنے کا مقام، قیام گاہ، اترنے کی جگہ Halting Place	فیروز اللغات ص: ۹۳۱
۳۰	كَمِيْنْ گَاہ	وہ جگہ جہاں چھپ کر دشمن پر حملہ کریں Ambuscade	فیروز اللغات ص: ۱۰۳۲
۳۱	يَلْغَارُ	دشمن کی فوج پر حملہ، ہلہ، دھاوا Incursion, Expedition	فیروز اللغات ص: ۱۴۴۹
۳۲	يُورِشْ	حملہ، دھاوا، چڑھائی، یلغار Assault	فیروز اللغات ص: ۱۴۷۰
۳۳	شَبْخُونْ	رات کے وقت بے خبری میں دشمن پر حملہ کرنا Night attack	فیروز اللغات ص: ۸۳۶
۳۴	خَنْدَقْ	کھائی یا گڑھا جو شہر یا خیمہ کے ارد گرد کھودا گیا Ditch, Fosse, Moat	R.P.E.D, Page-155
۳۵	شَهْرَ پَنَّاہ	فصل، شہر کی چار دیواری Fortification, Castle	فیروز اللغات ص: ۸۵۱
۳۶	بُرْجْ	گنبد، Tower	فیروز اللغات، ص: ۱۹۴

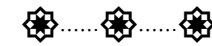
نمبر	لفظ	معنی و تفصیل	حوالہ
۳۷	رَجَز	وہ فخریہ اشعار جن میں سپاہی کی بہادری کی تعریف ہوتی ہے اور میدان جنگ میں سپاہی کو جوش دلانے کیلئے پڑھے جاتے ہیں	فیروز اللغات ص: ۷۰۵
۳۸	خَوْد	لوہے کی ٹوپی، جوڑائی میں پہنتے ہیں	فیروز اللغات ص: ۵۹۸
۳۹	زِرَّه	فولاد کا جالی دار کرتہ جوڑائی میں پہنتے ہیں	فیروز اللغات ص: ۸۴۵
۴۰	حَرْبَه	آلہ جنگ، جنگی ہتھیار، چوبدستی	فیروز اللغات ص: ۵۶۶
۴۱	عُمُوْد	گرز، ایک ہتھیار جو اوپر سے گول و موٹا اور نیچے سے پتلا ہوتا ہے، اس کو ہندی میں گدا کہتے ہیں	فیروز اللغات ص: ۱۰۹۱
۴۲	سِیْر	ڈھال، آڑ، روک، محافظ، آڑے آنے والا	فیروز اللغات ص: ۷۷۶
۴۳	سَیْف	تلمو، شمشیر، تیغ	فیروز اللغات، ص: ۸۲۸
۴۴	نِیْزَه	برچھی، بھالا، بلم	فیروز اللغات ص: ۱۳۹۳
۴۵	دَہَاثَا	کپڑے کی پٹی جو منہ چھپانے یا ڈاڑھی بٹھانے کے لئے چہرہ پر باندھی جائے	فیروز اللغات ص: ۶۸۳
۴۶	مِنْجَنِیق	ایک آلہ جس سے بڑے بڑے پتھر پھینکے جاتے ہیں سنگ باری کی قدیم دستی مشین	فیروز اللغات ص: ۱۲۹۱
		Catapult	

نمبر	لفظ	معنی و تفصیل	حوالہ
۴۷	عُرَوَات	پتھر پھینکنے کا آلہ جو منجیق سے چھوٹا ہوتا ہے	فتوح الشام، ص: ۳۰۴
۴۸	دَہْلُوَانَسِی	پتھر مارنے کا آلہ، گویا، فلاخن، گوبچن، وہ رسی کا پھندہ جس میں رکھ کر پتھر پھینکتے ہیں۔	فیروز اللغات، ص: ۶۸۵ فیروز اللغات، ص: ۹۳۷
۴۹	چَوْب	لکڑی، لاٹھی	R.P.E.D, Page-130
۵۰	کَرْتَب	کمال، ہنر، مہارت، فن سپہ گری	فیروز اللغات ص: ۱۰۰۲
۵۱	چَقَا چَاق	تلمو اور غیرہ کے چلنے کی آواز	R.P.E.D, Page-128
۵۲	عَلَم	فوج کا نشان، جھنڈا	R.P.E.D, Page-267
۵۳	تَهْلِيل	”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ کہنا	فیروز اللغات، ص: ۳۹۳
۵۴	تَكْبِير	”اللَّهُ أَكْبَرُ“ کا نعرہ لگانا	فیروز اللغات ص: ۳۷۰
۵۵	اِسْتِرْجَاع	”إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ پڑھنا	R.P.E.D, Page-19
۵۶	تَوَقُّف	دیر، وقفہ، ڈھیل	R.P.E.D Page-107
۵۷	لَفُوْن لَفُوْن	لغت رومی ہے۔ جس کے معنی ہیں امان، امان	فتوح الشام حاشیہ ص: ۶۲
		Mercy, Grace, Spare	

نمبر	لفظ	معنی و تفصیل	حوالہ
۵۸	جَزِيَّة	اسلامی حکومت میں غیر مسلم پر سالانہ محصول، خراج، ٹیکس۔ عورتیں، بچے، بوڑھے اور مذہبی پیشوا اس سے مستثنیٰ	فیروز اللغات ص: ۴۵۸ R.P.E.D, Page-117
۵۹	فِدْيَةٌ	نقد معاوضہ، مال یا روپیہ جو ادا کر کے قیدی رہا ہو	فیروز اللغات ص: ۹۲۶
۶۰	غَنِيْمَتٌ	میدان جنگ میں دشمن کے لشکر سے حاصل شدہ مال و اسباب، لوٹ کا مال	R.P.E.D, Page-282 فیروز اللغات ص: ۹۱۸
۶۱	يَرْغَمَالُ	وہ فرد یا افراد جو شرائط کی پابندی کی ضمانت میں دشمن کے حوالہ کیے جائیں	فیروز اللغات ص: ۱۴۶
۶۲	تَوْرِيَّةٌ	چھپانا	R.P.E.D Page-106
۶۳	صَلِيبٌ	عیسائیوں کا مقدس مذہبی نشان۔ اس کی شکل	فیروز اللغات ص: ۸۶۵
۶۴	مَلْحَمَةٌ	وہ کتاب جس میں آئندہ ہونے والے فتنوں اور لڑائیوں کا ذکر ہو۔ جمع: ملاحم	فتوح الشام ص: ۱۶۷
۶۵	أَوْقِيَّةٌ	چالیس درہم کا وزن، انگریزی اونس کے برابر	فیروز اللغات ص: ۱۳۸

نمبر	لفظ	معنی و تفصیل	حوالہ
۶۶	دِرْهَمٌ رِيَّامٌ	چاندی کا سکہ جو دو آنے کے برابر ہوتا ہے۔ دو ماشہ اور آدھی رتی وزن	فیروز اللغات ص: ۶۲۲
۶۷	صَاعٌ	۲۳۴، تولے کا ایک وزن	فیروز اللغات ص: ۸۵۷
۶۸	مِثْقَالٌ	ساڑھے چار ماشہ وزن سونے کا ایک سکہ جو عرب میں رائج ہے۔	فیروز اللغات ص: ۱۲۰۳
۶۹	كَتَّانٌ	ایک قسم کا باریک کپڑا جس کی نسبت یہ مشہور ہے کہ چاندنی رات میں وہ کپڑا ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہو ایسا محسوس ہوتا ہے	فیروز اللغات ص: ۹۹۰
۷۰	وَسَقٌ	ایک وزن ۶۰ صاع کا، صاع ۲۳۴، تولہ ہوتا ہے۔ اونٹ بھرو وزن	R.P.E.D, Page-490
۷۱	رَانْكَا	ایک نرم دھات، ایک قسم کا عمدہ سیدھ	فیروز اللغات ص: ۷۰۰
۷۲	مَحْمِلٌ	اونٹ کا کجاوہ، ہودج	فیروز اللغات ص: ۱۲۱۴
۷۳	قَيْلُولَةٌ	دوپہر کو کھانا کھانے کے بعد قدرے آرام کرنا	فیروز اللغات ص: ۹۶۸
۷۴	سَرَرَنْشٌ	ملامت کرنا، بُرا بھلا کہنا	فیروز اللغات ص: ۷۸۷
۷۵	خَلْعَتٌ	وہ پوشاک جو بادشاہ کی طرف سے بطور عزت افزائی ملے	فیروز اللغات ص: ۵۹۴

نمبر	لفظ	معنی و تفصیل	حوالہ
۷۶	نَقَبُ	دیوار میں بڑا سوراخ، سرنگ، شگاف Digging in Wall	فیروز اللغات ص: ۱۳۶۹
۷۷	خُمْسُ	مال غنیمت کا پانچواں حصہ جو بیت المال میں جمع کیا جائے (20%)	فیروز اللغات ص: ۵۹۶
۷۸	سَرَبْرَاهُ	منتظم، مہتمم، Supintendent, Manager	فیروز اللغات ص: ۷۸۷
۷۹	جَسْتُ	چھلانگ، پھاند، چوکڑی، کود پھاند، To spring, To Leap پھلانگ	فیروز اللغات ص: ۴۶۱
۸۰	بَاگ	لگام، راس، عنان Rein, Bridle	فیروز اللغات ص: ۱۷۱
۸۱	صَف بَنْدِی	قطار بندی، جنگ آزمائی، نبرد آزمائی	فیروز اللغات، ص: ۸۶۳
۸۲	نَبَرْدَ آزَمَا هونا	لڑائی کرنا، جنگ کرنا، مقابلہ Battle, War	فیروز اللغات ص: ۱۳۵۰
۸۳	تَبِغ زَنِی	تلوار چلانا، شمشیر زنی	فیروز اللغات، ص: ۴۰۴
۸۴	ضَرْب	مار، چوٹ، دھکا، زخم، صدمہ blow, knock, striking	R.P.E.D, Page-244



فتوحات شام میں اہم کردار ادا کرنے والے مجاہدین

(الف)

حضرت ابو عبیدہ عامر بن جراح	حضرت بادر بن عون حمیری
حضرت ابوسفیان بن حرب بن امیہ	حضرت بائیل بن عون بن مسلمہ
حضرت ابان بن عثمان بن عفان	(ث)
حضرت ابو ہریرہ الدوسی	حضرت ثابت بن علقمہ
حضرت ابویوب انصاری	(ج)
حضرت اسد بن جابر	حضرت جعد بن جیران یثکری
حضرت ابی مسلم حضرمی	حضرت جریر بن نوفل حمیری
حضرت ابوذر غفاری	حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری
حضرت ابو زبید بن عامر زبیدی	حضرت جابر بن سعید
حضرت اسود بن سوید مازنی	حضرت جزعل بن عاصم طائی
حضرت ابولبابہ بن منذر	حضرت جنذب بن عامر بن طفیل الدوسی
حضرت اسامہ بن زید طائی	(ح)
حضرت ابوالجندل بن سہیل	حضرت حسان بن عوف
حضرت اصید بن اسامہ	حضرت حمران بن اسد حضرمی
حضرت ارم بن فیاض عیسیٰ	حضرت حسان بن نعمان طائی
حضرت اوس بن خالد ربیع	حضرت حبان بن تمیم
حضرت اشہب بن سواد	حضرت حرث بن عبد اللہ
حضرت ابان بن سعید بن عاص	حضرت حرث بن ہشام
(ب)	حضرت حارث بن سلیم
حضرت بکر بن عبد اللہ تمیمی	حضرت حمزہ بن عمر
حضرت بلال بن عامر یثکری	حضرت حرب بن عدی
حضرت بلال بن حمامہ حبشی (مؤذن رسول)	حضرت حذیفہ بن یمان

(خ)

حضرت خالد بن ولید بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزومی قرشی	(س)
(د)	حضرت سیف بن عباد حضرمی
حضرت داس ابو الہلول	حضرت سلمیٰ بن ہشام
حضرت دارم بن صابر	حضرت سعید بن جبیر الدوسی
(ذ)	حضرت سالم بن فرقہ یربوعہ
حضرت ذوالکلاع حمیری	حضرت سیف بن اسلم طائی
(ر)	حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل عدوی
حضرت ربیعہ بن مالک تمیمی	حضرت سعید بن عامر بن جرتخ انصاری
حضرت راشد بن سعد	حضرت سنان بن اوس انصاری
حضرت ربیعہ بن عامر	حضرت سعید بن عمرو غنوی
حضرت رافع بن عمیرہ طائی	حضرت سراقہ بن قادم خنی
حضرت رافع بن عبد اللہ سہمی	حضرت سالم بن عدی خزاعی
حضرت راشد بن قیس نخعی	حضرت سعید بن خالد بن سعید
حضرت رافع بن سہیل	حضرت سیف بن خالد بن سعید
حضرت راشد بن سعید	حضرت سیف بن دفاع باہلی
حضرت راشد بن زبیر	حضرت سعید بن جبیر تمیمی
حضرت رفاعہ بن زہیر یمنی	حضرت سہیل بن صباح عیسیٰ
(ز)	حضرت سلام بن غنم عدوی
حضرت زمر بن سعید بیاضی	حضرت سلمیٰ بن حبیب
حضرت زبیر بن العوام (حواری رسول)	حضرت سہیل بن عمر تمیمی
حضرت زہیر بن اکال الدم	حضرت سلمہ بن سیف یربوعی
حضرت زید بن وہب	حضرت سالم بن حمید نخعی
	حضرت سراقہ بن مراؤس کنذی (داس کے مالک)
	حضرت سعد بن سعید خنی
	حضرت سالم بن مفرح

(ش)

حضرت شداد بن اوس

حضرت شرحبیل بن حسنہ (کاتب رسول)

(ص)

حضرت صابر بن حنظلہ

حضرت صفوان بن عامر اسلمی

حضرت صفوان بن فضل المعطل سلمی

حضرت صفوان بن امیہ

حضرت صابر بن اوس

(ض)

حضرت ضحاک بن حسان طائی

حضرت ضار بن ازور بن سنان بن طارق

حضرت ضحمر بن غانم

حضرت ضحاک بن سفیان

حضرت ضحمر بن حرب اموی

حضرت ضحاک بن حسان (خالد بن ولید کے

ہمشکل)

(ط)

حضرت طلحہ بن نوفل عامری

(ع)

حضرت عبداللہ بن قرطیبانی

حضرت عبداللہ بن ربیعہ

حضرت عبداللہ بن عمرو الدوسی

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب

حضرت عبداللہ بن جعفر بن عبدالمطلب

حضرت عبداللہ بن یاسر

حضرت عبداللہ بن اولیس

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی

حضرت عبداللہ بن انیس جہنی

حضرت عبداللہ بن قرطازدی

حضرت عبداللہ بن یزید

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق

حضرت عبدالرحمن بن حمید ججی

حضرت عبدالرحمن بن ابی ربیعہ عامری

حضرت عبدالرحمن بن معاذ بن جبل

حضرت عبدالرحمن بن عبید

حضرت عامر بن ابی الوقاص

حضرت عامر بن طفیل الدوسی

حضرت عامر بن ربیعہ

حضرت عامر بن قیس

حضرت عامر بن کاکل فزاری

حضرت عباد بن تعبہ نبہانی

حضرت عباد بن سعید حضرمی

حضرت عبادہ بن رافع

حضرت عبادہ بن صامت

حضرت عباس بن قیس

حضرت عبدالمند بن عوف

حضرت عبید بن اوس

حضرت عمرو بن العاص بن وائل قرشی سہمی

حضرت عمرو بن معدی کرب زبیدی

حضرت عمرو بن سعدیشکری

حضرت عمرو بن امیہ ضمری

حضرت عتبہ بن ابی وقاص زہری

حضرت عاصم بن خولیربوعی

حضرت عاصم بن عمرو

حضرت عدی بن حاتم طائی

حضرت عدی بن شہاب

حضرت عیاض بن سہیل بن سعید طائی

حضرت عیاض بن غنم الشحری

حضرت عون بن سالم

حضرت عون بن قارب

حضرت عوف بن ساعد

حضرت عکرمہ بن ابو جہل

حضرت عمار بن یاسر عسبی

حضرت عمارہ سدوسی

حضرت عمیر بن سعید بن عمیر انصاری

حضرت عرفہ بن ناصح نخعی

حضرت عروہ بن مہملہ بن یزید الجہلی

حضرت عطیہ بن ثابت

حضرت عطاء بن جعد فسانی

حضرت عیداق بن ہاشم قرشی

حضرت عید بن باہر

حضرت عبدالرحمن بن مالک حرث اشتر نخعی

حضرت عتبہ بن العاص

(غ)

حضرت غالبہ بن سالم

حضرت غانم بن عبداللہ

حضرت غیاث بن جرید عامری

حضرت غیاض بن غنم بن طارق ہلالی

(ف)

حضرت فحان بن زید طائی

حضرت فضل بن عباس بن عبدالمطلب

(ق)

حضرت قارع بن مرملہ

حضرت قثامہ بن الکتانی

حضرت قیس بن عامر انصاری

حضرت قیس بن سعید خزرجی

حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی

حضرت قیس بن سعید

حضرت قعقاع بن عمرو تميمی

(ک)

حضرت کعب بن مالک انصاری

حضرت کعب بن ضمیرہ ضمری

(م)

حضرت ماجد بن رویم عسبی

حضرت مازن بن عامر

حضرت مالک بن حرث اشتر نخعی

حضرت مالک بن قناص مرادی

حضرت مالک بن نضر

حضرت مرقال ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص

حضرت مسروق بن نہان ہنسی

حضرت مسعود بن عون جمحی

حضرت مسیب بن نجیبہ الفزاری

حضرت مشعر بن حسان

حضرت مصعب بن محارب یثکری

حضرت مصعب بن عدی تنوچی

حضرت مراہ بن مراہم ہندی

حضرت محکم بن عدی نہانی

حضرت مخلد بن عوف کندی

حضرت مطرب بن عبد اللہ تمیمی

حضرت معاذ بن جبل

حضرت معمر بن راشد

حضرت مغیث بن قیس

حضرت مغیرہ بن شعبہ

حضرت مفرح بن عاصم

حضرت مفرط بن جعدہ

حضرت مقداد بن عمر ربیع

حضرت مقداد بن اسود کندی

حضرت مہتمس بن عامر

حضرت معمر بن خویلد سلسکی

حضرت میسرہ بن مسروق عبسی

حضرت میسرہ بن قیس

(ن)

حضرت نہبہ بن مرہ

حضرت نجم بن مفرح کتانی

حضرت نجم بن مفرح فہری

حضرت نعمان بن ازدی

حضرت نعمان بن مقرن

حضرت نعیم بن عدی

حضرت نوفل بن دارم

(و)

حضرت واثلہ بن اسقع

حضرت واجد بن ابی العون

حضرت وقاص بن عوف عدوی

حضرت وہبان بن سفیان

(ہ)

حضرت ہاشم بن سعید طائی

حضرت ہشام بن العاص

حضرت ہلال بن مرہ

حضرت ہلال بن زید طائی

حضرت ہاشم بن عتبہ

(ی)

حضرت یزید بن ابی سفیان

حضرت یسار بن عون

حضرت یعقوب بن صباح طائی

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

بلاد شام کی جنگوں میں شریک خواتین اسلام

نمبر	اسمائے گرامی	نمبر	اسمائے گرامی
۱	حضرت خولہ بنت ازور	۱۴	حضرت سلمہ بنت لوی بن عاصم
۲	حضرت عفیرہ بنت عفار حمیریہ	۱۵	حضرت ام ابان زوجہ عکرمہ بن ابی جہل
۳	حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق	۱۶	حضرت غزنہ بنت عامر
۴	حضرت ہند بنت عتبہ (زوجہ ابوسفیان)	۱۷	حضرت رملہ بنت طلحہ زبیدی
۵	حضرت ام حکیم بنت حرث	۱۸	حضرت لیثی بنت جریر حمیریہ
۶	حضرت ام تمیم (زوجہ خالد بن ولید)	۱۹	حضرت سعیدہ بنت عاصم خولانی
۷	حضرت ام ابان بنت عتبہ بن ربیعہ	۲۰	حضرت خولہ بنت ثعلبہ انصاریہ
۸	حضرت فروعہ بنت عملوق	۲۱	حضرت کعبہ بنت مالک بن عاصم
۹	حضرت لینا بنت سواء	۲۲	حضرت نعم بنت قناض
۱۰	حضرت سلمہ بنت نعمان بن مقرن	۲۳	حضرت ذریعہ بنت حرث
۱۱	حضرت سلمہ بنت زارع بن عروہ	۲۴	حضرت ام حکیم بنت اعوث
۱۲	حضرت لبنہ بنت سالم	۲۵	حضرت سلمیٰ بنت عاصم
۱۳	حضرت ام ابان زوجہ ابن بن سعید عاص	۲۶	حضرت مزرعہ بنت عملوق حمیریہ

فتوحات شام میں شہید ہونے والے اہم مجاہدین

اسمائے گرامی

فلسطین

حضرت سعید بن خالد بن سعید
حضرت سراقہ بن عدی
حضرت نوفل بن عامر
حضرت سعید بن قیس
حضرت عبداللہ بن خویلد مازنی
حضرت سالم مولیٰ عامر بن بدریر بوعی
حضرت جابر بن راشد حضرمی
حضرت اوس بن سلمہ ہوازی
اجنادین
حضرت سلمہ بن ہشام مخزومی
حضرت عبداللہ بن عمرو الدوسی
حضرت ہشام بن العاص السہمی
حضرت ہبان بن سفیان
حضرت ذر بن عوف تمیری
حضرت راعت بن رہین خزرجی
حضرت قادم بن مقدم زہری
حضرت ذوالیسار بن خزرجہ تمیمی
حضرت حزام بن سالم عنوی
حضرت سعید بن عاص ابی لیلیٰ کلابی
حضرت اُمیہ بن حبیب بن یسار

اسمائے گرامی

حضرت احد بن عبداللہ بن عبدالدار
حضرت مالک بن نعمان طائی
حضرت سالم بن طلحہ غفاری
دمشق
حضرت ابان بن سعید بن عاص
حضرت خالد بن سعید (برادر عمرو بن العاص)
حمص
حضرت عکرمہ بن ابی جہل
یرموک
حضرت عبداللہ بن انزرم
حضرت سوید بن بہرام
حضرت عامر بن طفیل الدوسی
حضرت جنب بن عامر بن طفیل الدوسی
حضرت یونس (نجیب) راہبر
حلب (نہر)
حضرت سعید بن مقلہ
حضرت عباد بن عاصم نجیبی
حضرت زمر بن عامر بیاضی
حضرت خازم بن شہاب
حضرت قاعلہ بن محض طفری
حضرت قیس بن طالب ضمری

اسمائے گرامی

حلب (قلعہ کے باہر)

حضرت حسان بن حظلہ رابعی
حضرت عطاء بن سامر ملائی
حضرت سرقہ بن مسلم بن عوق عدوی
حضرت زید بن سیف عدوی
حضرت سواد بن مالک عدوی
حضرت عامر بن اسلمع رابعی
حضرت مروان بن عبید رابعی
حضرت مالک بن جز علی رابعی
حضرت سلیمان بن رخاع عامری
حضرت عاصم بن فادح عدوی
حضرت مرہ بن سفیان عدوی
حلب (جنگل)
حضرت منادس بن ضحاک طائی
حضرت یاسر بن عوف طائی
حضرت فضل بن ثابت طائی
حضرت معیطہ بن عامر طائی
حلب (قلعہ کے اندر)
حضرت ابو حامد بن سراقہ تمیری
حضرت اوس بن عامر جری
حضرت فارغ بن مسبب تمیمی
حضرت مزارہ بن شداد عنوی
حضرت ربیع بن جابر عبدری
حضرت ہلال بن یعرب شمی

اسمائے گرامی

حضرت امیہ بن قادح داری
حضرت اسود بن ملاعب بن مقدم حضرمی
بصری
حضرت بدر بن حرمہ بخیلی
حضرت علی بن رفاعہ ہمدانی
حضرت مازن بن عوف ہمدانی
حضرت سہل بن ناشطہ بخیلی
حضرت حابر صرارہ ہمدانی
حضرت ربیع بن حامد ہمدانی
حضرت عباد بن بشیر بخیلی
مرج القبائل (پھاڑی علاقہ)
حضرت حرث بن یربوع
حضرت سہم بن جابر
حضرت عبداللہ بن صاعد
حضرت جریر بن صالح
حضرت عید بن باہر
حضرت نعمان بن بکیر
حضرت زید بن ارقم
حضرت ضرادہ بن حاتم
حضرت رواحہ بن سہیل

ملک شام میں قتل ہونے والے اہم رومی سردار

نمبر	نام	مختصر تعارف	کس نے قتل کیا	بمقام
۱	بطریق باطلیق	دو ہزار سواروں کا سردار	حضرت ربیعہ بن عامر	تبوک
۲	بطریق جرجیس	ایضاً - بطریق باطلیق کا بھائی	حضرت ربیعہ بن عامر	تبوک
۳	بطریق لوقا بن شمعان	ایضاً - شرط نام کے مقام کا حاکم	عام مجاہدوں کی یلغار	تبوک
۴	بطریق صلیا	ایضاً - عسقلان وغرہ کا حاکم	عام مجاہدوں کی یلغار	تبوک
۵	بطریق روبیس	ایک لاکھ کے رومی لشکر کا سردار	عام مجاہدوں کی یلغار	فلسطین
۶	بطریق سردار دریمحان	ہرقل نے بصری کی کمک کرنے بھیجا بصرہ کا حاکم بنا	حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر	بصری
۷	بطریق عزرائیل	حاکم دمشق	حضرت خالد بن ولید	دمشق
۸	رومی سردار کلوص	ہرقل پانچ ہزار سوار دے کر دمشق کی کمک کو بھیجا	حضرت خالد بن ولید	دمشق
۹	حمران بن وردان	رومی سردار وردان کا بیٹا	حضرت ضرار بن ازور	بیت لہیا
۱۰	بطریق بولص بن بلتا	کوچ کر کے دمشق سے جاتے ہوئے اسلامی لشکر پہ حملہ کرنے کی سرداری لی	بحکم حضرت خالد، حضرت مسیب بن نجیحہ الفراری	مرج راہط
۱۱	بطریق بطرس بن بلتا	بطریق بولص کا بھائی - دس ہزار پیدل کا سردار	حضرت ضرار بن ازور	نہر استریاق
۱۲	بطریق طبریہ	طبریہ کا حاکم	حضرت ضرار بن ازور	اجنادین
۱۳	بطریق طبریہ	عمان کا حاکم	حضرت ضرار بن ازور	اجنادین
۱۴	مارس بن مناف	عمان کے اطراف کے علاقہ کا حاکم	مجاہدوں کی عام یلغار	اجنادین
۱۵	مرقس بن لبنا	سمین کا حاکم	مجاہدوں کی عام یلغار	اجنادین

نمبر	نام	مختصر تعارف	کس نے قتل کیا	بمقام
۱۶	دمد بن قالا	جولان، کھف اور رقیم کا حاکم	مجاہدوں کی عام یلغار	اجنادین
۱۷	لاون بن جتبنہ	جبل السواد اور عاملہ کا حاکم	مجاہدوں کی عام یلغار	اجنادین
۱۸	بطریق مرزوع بن روبیس	غرہ اور عسقلان کا حاکم	مجاہدوں کی عام یلغار	اجنادین
۱۹	نجاب بن عبدالمسیح	حلول اور اس سے متعلق بلاد کا حاکم	مجاہدوں کی عام یلغار	اجنادین
۲۰	جرقیس بن جردن	یافا اور رملہ کا حاکم	مجاہدوں کی عام یلغار	اجنادین
۲۱	بطریق مریدنس	ارض بلقا کا حاکم	مجاہدوں کی عام یلغار	اجنادین
۲۲	بطریق کورک	تابلس کا حاکم	مجاہدوں کی عام یلغار	اجنادین
۲۳	بطریق سردار وردان	حمص کا حاکم اور نوے ہزار رومی لشکر کا سردار	حضرت ضرار بن ازور	اجنادین
۲۴	بطریق جرجی بن قالا	باب جابیہ سے رات میں ابو عبیدہ کے گروہ پر حملہ کیا	حضرت ابو عبیدہ بن جراح	دمشق
۲۵	حاکم دمشق توما	ہرقل بادشاہ کا داماد	حضرت خالد بن ولید عبدالرحمن بن ابوبکر	مرج الدیباج
۲۶	بطریق ہربیس	حاکم دمشق توما کا وزیر	حضرت خالد بن ولید	مرج الدیباج
۲۷	بطریق لوقا	قنسرین کا حاکم	حضرت خالد بن ولید	قنسرین
۲۸	بطریق مرلیس	حمص کا حاکم	حضرت سعید بن زید	حمص
۲۹	بطریق دریمحان	ایک لاکھ رومی فوج کا سردار	حضرت ضرار بن ازور	یرموک
۳۰	بطریق مربوس	لان نام کے مقام کا بادشاہ اور رومی سردار	حضرت ضرار بن ازور	یرموک
۳۱	حاکم روسیہ بطریق	لان کے مقتول بادشاہ مربوس کا داماد	حضرت خالد بن ولید	یرموک
۳۲	بطریق نسطور	مرعش کا بادشاہ اور ہرقل کا داماد	حضرت خالد بن ولید	یرموک
۳۳	بطریق سردار جرجیر	ایک لاکھ رومی سپاہیوں کا سردار	حضرت ابو عبیدہ بن جراح	یرموک
۳۴	بطریق سرجس	سردار جرجیر کا رشتہ دار اور رومی لشکر کا اہم رکن	حضرت ضرار بن ازور	یرموک

نمبر	نام	مختصر تعارف	کس نے قتل کیا	بمقام
۳۵	بطریق سردار بابان ارمنی	رومی لشکر کا سپہ سالار اعظم	حضرت نعمان بن ازدی حضرت عاصم بن خول یریوی	یریموک دمشق
۳۶	حازم بن عبد یغوث غسانی	جبلہ کا بھتیجہ اور نصرانی عربوں کے لشکر کا سردار	حضرت دامس ابوالہلول	انطاکیہ
۳۷	عنان بن جرم غسانی	باب جبلہ شہر کا حاکم اور جبلہ بن اسہم کا چچا زاد بھائی	حضرت معاذ بن جبل	لاذقیہ
۳۸	بطریق دادریس	قلعہ اعزاز کا حاکم اور حضرت یوقنا کا چچا زاد بھائی	اس کے بیٹے حضرت لوقا بن دادریس	اعزاز
۳۹	بالیس بن ریوس	ہرقل کا ہمشکل خادم خاص جو ہرقل کی جگہ ٹھہرا تھا	بحکم حضرت ابو عبیدہ گردن ماری گئی	انطاکیہ
۴۰	بطریق فلیس بن جرتج	ہرقل بادشاہ کا مصاحب اور مقرب	حضرت عبداللہ بن حذافہ	مرج القباہل
۴۱	بطریق قیدمون	ہرقل کا معتمد اور قسطنطین کا خاص محافظ اور دایاں بازو	طلیحہ بن خولید اسدی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا مگر بعد میں توبہ کر لی۔	نخل
۴۲	بطریق جرفاس	تین ہزار کا لشکر لے کر طرابلس کے قلعہ کی حفاظت کرنے قیصریہ سے گیا تھا	حضرت یوقنا عبداللہ	طرابلس
۴۳	بطریق ارمویل بن قسطہ	قلعہ صور کا حاکم	حضرت یوقنا عبداللہ	قلعہ صور

روسی حکام اور بطارقہ جو ایمان لائے اور اسلام کی نمایاں خدمات انجام دیں

نمبر	اسمائے گرامی
------	--------------

- ۱ حاکم بصرہ حضرت روماس
- ۲ حاکم حلب حضرت یوقنا عبداللہ
- ۳ حاکم حلب یوقنا کے چھوٹے بھائی جن کو حاکم یوقنا نے شہید کیا، حضرت یوحنا
- ۴ حاکم اعزاز کے بڑے بیٹے لوقا بن دادریس جنہوں نے اپنے باپ حاکم دادریس کو قتل کیا
- ۵ حاکم اعزاز کے چھوٹے بیٹے لاون بن دادریس جنہوں نے حضرت یوقنا کو آزاد کر دیا
- ۶ رومۃ الکبریٰ کے حاکم حضرت فلیطانوس جنہوں نے انطاکیہ کی جنگ میں نمایاں کام کیا
- ۷ دمشق کا رومی پیشوا راہبر یونس (نجیب) جو حضرت خالد کو حاکم دمشق توما کے تعاقب میں مرج الدیبا ج تک لے گیا
- ۸ حاکم صور کے چچا زاد بھائی باسیل بن منجائیل جنہوں نے حضور اقدس کا دیدار بحیرہ راہب کے صومعہ میں کیا تھا۔ حضرت یوقنا کو قید سے آزاد کر دیا
- ۹ صوبہ فلسطین کے سردار حضرت کعب بن احبار امیر المؤمنین کی خدمت میں بیت المقدس آئے۔ ایمان قبول کیا پھر امیر المؤمنین کے ہمراہ مدینہ منورہ آئے۔

وہ روسی جنھوں نے اسلام تو قبول نہیں کیا مگر اپنے اہل و عیال کے لئے امان کی شرط پر اسلامی لشکر کی مدد کی

۱ داؤد نصرانی، سردار وردان کا ایلچی

حضرت خالد کو شہید کرنے کے وردان کے مکرو فریب سے حضرت خالد کو آگاہ کر دیا۔ بمقام اجنادین

۲ یوسابن قرس بطریق دمشق قلعہ دمشق کی دیوار سے اپنے ملحق مکان سے حضرت خالد کے لشکر کو قلعہ میں داخل کر دیا۔

۳ حمص کا باشندہ ابوالجعد رومی رومی لشکر سے انتقام لیتے ہوئے مکرو فریب کر کے جنگ یرموک میں ہزاروں رومی سپاہیوں کو یا قوصہ ندی میں غرق کر دیا۔

www.Markazahlesunnat.com

اہم مقامات کے پرانے نام اور ان کے جدید انگریزی نام

نمبر	مقام کا نام	جدید انگریزی نام
۱	ملک شام	Syria
۲	دمشق	Damascus
۳	بصری	Bassorah
۴	انتاکیہ	Antioch
۵	بیت المقدس	Jerusalem
۶	ترک	Turkey
۷	حلب	Allepo
۸	حبشہ	Ethiopia / Abyssinia
۹	اسکندریہ	Alexandria
۱۰	مصر	Egypt
۱۱	حمص	Homs
۱۲	اردن	Jordan
۱۳	ارمن	Armenia
۱۴	فلسطین	Palastine
۱۵	فارس	Persia / Iran
۱۶	اصفہان	Ispahan

Istambol	قسطنطنیہ	۱۷
Strato's Tower	قیساریہ	۱۸
Cairo	قاہرہ	۱۹
Saudi Arabia	حجاز	۲۰
A city in Iraque	نہاوند	۲۱
Riyadh (Saudi Arabia)	نجد	۲۲

اس کتاب میں وارد ہونے والے مقامات کی فہرست

نام مقام	نام مقام
(ب)	(ا)
بَدْر	أُحُدْ
بَوَاطُهُ	أَبَوَاءْ
بَطْنِ نَخْلَهْ	أَوْطَاسْ
بَيْرِ مَعُونَهْ	إِيلَهْ
بَيْتِ لَهْيَا	أَرْكَهْ
بِلَادِ عَوَاصِمْ	أَجْنَادِيْنْ
بَعْلَبَكْ	أَرْضِ سَمَاوَهْ
بَيْتُ الْمَقْدِسْ	أَرْضِ بَلْقَا
بَحْرِ أَسْوَدْ	أَفْرَنْجْ
بُقَّة جُنْدَرَاْسْ	أَبْرَسْ
بِرَاعَهْ	أُرْدُنْ
بَنْجْ	إِعْرَازْ
بَيْرُوتْ	أَرْتَاحْ
بَصْرَى	إِنْطَاكِيَهْ
بِقَاعْ	أَدْرَغَمَهْ
پُلْ أَمِّ حَكِيمْ	أَرْضِ عَوَاصِمْ
بطاة	أَرَمَنْ
بَلْدَهْ	أَقْصُرْ
(ت)	إِسْكَنْدَرِيَهْ
تَبُوكْ	

نام مقام	نام مقام
تَدْمُرُ	تَدْمُرُ
تَلْ بَنَى سَيْفُ	تَلْ بَنَى سَيْفُ
تِيرَهُ	تِيرَهُ
تُرْكُ	تُرْكُ
تَابِلَسُ	تَابِلَسُ
(ث)	(ث)
ثَنِيَةُ الْعِقَابُ	ثَنِيَةُ الْعِقَابُ
(ج)	(ج)
جَمُومُ	جَمُومُ
جَرَفُ	جَرَفُ
جَبَلُهُ	جَبَلُهُ
جَبَلِ بَارِقُ	جَبَلِ بَارِقُ
جَرَامَقَهُ	جَرَامَقَهُ
جُوسِيَهُ	جُوسِيَهُ
جَزِيرَهُ قَيْرِسُ	جَزِيرَهُ قَيْرِسُ
جَبَلِ أَبُو قَبِيسُ	جَبَلِ أَبُو قَبِيسُ
جَابِيَهُ	جَابِيَهُ
جَامِعَهُ	جَامِعَهُ
جَوْلَانُ	جَوْلَانُ
جَزِيرَهُ أَفْرِيطَشُ	جَزِيرَهُ أَفْرِيطَشُ
جَبَلِ السَّوَادُ	جَبَلِ السَّوَادُ
جَدَّهُ	جَدَّهُ
جَعْرَانَهُ	جَعْرَانَهُ
نام مقام	نام مقام
(ح)	(ح)
حُنَيْنُ	حُنَيْنُ
حُدَيْبِيَّةُ	حُدَيْبِيَّةُ
حَوْرَانُ	حَوْرَانُ
جِمصُ	جِمصُ
حِصْنِ أَبِي الْقُدْسِ	حِصْنِ أَبِي الْقُدْسِ
حَدِّ خَلِيجُ	حَدِّ خَلِيجُ
حُمَاتُ	حُمَاتُ
حَلْبُ	حَلْبُ
حَارِمُ	حَارِمُ
حَلْحُولُ	حَلْحُولُ
حَضْرَمُوتُ	حَضْرَمُوتُ
حَجَازُ	حَجَازُ
(خ)	(خ)
خَيْبَرُ	خَيْبَرُ
خَبْطُ	خَبْطُ
خَوْرَانُ	خَوْرَانُ
(د)	(د)
دَوْمَةُ الْجَنْدَلُ	دَوْمَةُ الْجَنْدَلُ
دَيْرُ الْبَقِيعِ	دَيْرُ الْبَقِيعِ
دِرَاسُ	دِرَاسُ
دَسْتَقُ	دَسْتَقُ
دَيْرِ سَمْعَانَ	دَيْرِ سَمْعَانَ

نام مقام	نام مقام
سَيْفُ الْبَحْرِ	دَحَازِمُ
سَمِينُ	دَمِشْقُ
سُوى	دَيْرِ خَالِدُ
سِكَنْدَرُ	(ذ)
سَحَنَهُ	ذَاتُ الرِّقَاعُ
سَلْمِيْنَهُ	ذِي قَرْدُ
سُورِيَهُ	ذَاتُ السَّلَا سِلْ
سُوَيْدُ	ذَاتُ الْمَنَارُ
سَقَالِيَهُ	ذُو الْحَلِيفَةِ
سَبَا	(ر)
سَكْبَا بَرَسُ	رُومَةُ الْكُبْرَى
سَطْلِيْحُ	رُوسِيَهُ
(ش)	رَاوَنْدَانُ
شَحُورَا	رُومِيَهُ
شِيرِرُ	رَمْلَهُ
شَرْطَهُ	رَنِيَهُ
شَقُ	رَقِيمُ
(ص)	رُومَانُ
صُورُ	(ز)
صَيْقَالِيَهُ	زَرَاعَهُ
صَيْعَبُ	(س)
صَنْعَاءُ	سُويْقُ

نام مقام	نام مقام
(ط)	طَائِف
طَرْف	طَرْطُوس
طَرَابُلُس	(ع)
عَشِيرَه	عِيص
عَامِلَه	عِرَاق
عَيْن التَّمَر	عَرْقَه
عُمُورِيَه	عَم
عَكَه	عَسْقَلَان
عَمَاه	(غ)
غَطْفَان	غَرَه
غَزَوَه	غَوْطَه
غَمُوص	كَيْسَه
فَدَك	فَارَس
فَرَضَه	فَلَسْطِين
فَاغِنَه	(ق)
قَيْنَقَاع	قُرْقُرَه الْكِرَى
قَرَاقر	قَوْرَص
قلعه نَجْم	قَامِيَه
قُسْطَنْطِينِيَه	قَيْسَارِيَه
قَنْسَرِين	قَادْسِيَه
(ك)	كَدِيد
كَفَرُ الْعَزِيزَه	كَفَر طَات
كَهَف	كَيْسَه

نام مقام	نام مقام
مَاهِيَه	كُوَه سَلْمَى
مَارَحَه	كُوَه اِجَاه
مَعَان	(ل)
(ن)	لَاذِقِيَه
نَجْرَان	لَان
نَجْد	لِبْرِيَه
نَهْر اِسْتِرْيَاق	لَبُوَه
نَهْر مَقْلُوب	(م)
نَحْل	مَكَّه مُعْظَمَه
نَهْر سَاحُور	مَدِينَه مُنَوَّرَه
نَهْر مَعْلُون	مَيْفَه
نَهَاوَنَد	مَارِب
نَاعَم	مَرْج رَاهِط
(و)	مُوتَه
وَادِي خَرَار	مَرْج الصَّغِير
وَادِي الْحَيَاة	مُعْرَات
وَزِير خَالِد	مَرْج السَّلْسَلَه
وَادِي الْقُرَى	مَيْرَمِين
(ي)	مَرْج الدِّيْبَاج
يَمَن	مِصْر
يَافَا	مَرْج وَايِق
يَاقُوصَه	مَرْعَش
يَرْمُوك	مَرْج الْقَبَائِل
	مَعِيَعَه

مراجع و مصادر

نمبر	اسمائے کتب	مصنف، مفسر، مرتب، مؤلف، مترجم
۱	کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن	امام احمد رضا محدث بریلوی
۲	حدائق بخشش	امام احمد رضا محدث بریلوی
۳	انوار الایمان فی حل نداء یارسول اللہ	امام احمد رضا محدث بریلوی
۴	بدر الانوار فی آداب الآثار	امام احمد رضا محدث بریلوی
۵	برکات الامداد لابل الاستمداد	امام احمد رضا محدث بریلوی
۶	منیر العین فی حکم تقبیل الالبابین	امام احمد رضا محدث بریلوی
۷	تفسیر خزائن العرفان	صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی
۸	مدارج النبوة	شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی
۹	المغازی الصادقة	امام اجل علامہ محمد بن عمر والواقدی
۱۰	فتوح الشام	امام اجل علامہ محمد بن عمر والواقدی
۱۱	مواہب لدینی علی شمائل محمدیہ	امام احمد بن محمد مصری العسقلانی
۱۲	فیروز اللغات	الحاج مولوی فیروز الدین
۱۳	تقویت الایمان	مولوی اسماعیل دہلوی (دہلوی)
۱۴	فتاویٰ رشیدیہ	مولوی رشید احمد گنگوہی (دہلوی)
۱۵	بہشتی زیور	مولوی اشرف علی تھانوی (دہلوی)
۱۶	قرآن مجید کا ترجمہ	مولوی محمود الحسن دیوبندی (دہلوی)
۱۷	مختصر سیرت نبویہ	مولوی محمود الحسن دیوبندی (دہلوی)
۱۸	قرآن مجید کا ترجمہ	مولوی محمود الحسن دیوبندی (دہلوی)
۱۹	حسن العزیز	خواجہ عزیز الحسن خلیفہ تھانوی (دہلوی)
۲۰	کمالات اشرفیہ	مولوی محمد عیسیٰ الہ آبادی (دہلوی)
۲۱	The Oxford World Atlas Book	25th Editon
۲۲	The New Royal Persion Eng. Dictionary	Dr,S.C.Paul (3rd Edition)



کے لئے امان کی شرط پر اسلامی لشکر کی مدد کی۔ **ہفتم** ان مقامات کے نام جن کا ذکر اس کتاب میں ہے اور ساتھ ہی اہم مقامات کے پرانے اور موجودہ انگریزی نام بھی تحریر کر دئے ہیں۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے ایسے لوگوں کو پہلے مکہ آنا چاہئے کہ وہاں تلوار پیغمبر اسلام کے ہاتھ میں نہیں تھی بلکہ کفار مکہ کے ہاتھوں میں تھی۔ بیشک وہاں تلواریں بھی چلیں، نیزے بھی اٹھے، تیر بھی برسے اور طاقتیں بھی استعمال ہوئیں مگر اسلام پھیلانے کے لئے نہیں بلکہ اسے مٹانے کے لئے۔

لیکن اس کے باوجود دنیا نے پہلی بار عشق و محبت کا یہ حیرت انگیز تماشہ دیکھا کہ اسلام قبول کرنے والے تلوار اور نیزوں سے گھائل ہوتے رہے، پتھروں کی چوٹ پر چوٹ کھاتے رہے، گرم گرم چٹانوں پر چلتے رہے، انگاروں پر لوٹتے رہے اور جسم کی چربیاں نکھلتی رہیں مگر ان کے دل سے اسلام کی محبت کاشفہ اُترنے کی بجائے چڑھتا ہی رہا۔

خلاصہ یہ کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تلوار چلا کر نہیں بلکہ قرآن سنا کر اسلام پھیلا دیا ہے۔ مولانا ہمدانی صاحب نے اس کتاب میں مستند واقعات اور ٹھوس دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں بلکہ اپنی حقانیت اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسن اخلاق سے پھیلا ہے۔ غرضیکہ مولانا موصوف نے یہ ضخیم تاریخی کتاب بڑی محنت اور نہایت عرق ریزی کے ساتھ لکھی ہے۔ جو قارئین کو بڑی معلومات فراہم کرتی ہے۔ اور کتاب میں عبارت کی روانی و جملوں کی بے ساختگی بھی خوب ہے کہ ان سے یہ اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ مولانا کی مادری زبان گجراتی ہے۔

اللہ رب العزت جل مجدہ نے مولانا ہمدانی صاحب کو بہت سی خوبیوں سے نوازا ہے کہ وہ اپنی غیر معمولی مصروفیات کے باوجود تصنیف و تالیف کے لئے بھی کافی وقت نکال لیتے ہیں اس لئے اب تک سو سے زائد کتابیں وہ لکھ چکے ہیں اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ آج تقریر سے زیادہ تحریری کام کی ضرورت ہے۔ لیکن جماعت میں اکثر باصلاحیت حضرات آرام طلبی و تن آسانی کے خوگر ہیں۔ تو تحریری کام اس رفتار سے نہیں ہو رہا ہے جس کی ضرورت ہے۔ اس

تقدیم

از:- فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی (رحمہ اللہ تعالیٰ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لک الحمد یا اللہ! والصلاة والسلام عليك يا رسول الله!

عرصہ سے ایک ایسی کتاب کی سخت ضرورت محسوس کی جا رہی تھی جو آسان اُردو زبان میں اسلامی تاریخ پر مشتمل ہو اور بالخصوص اس میں عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان نثاری و سرفروشی کی مفصل داستانیں ہوں۔ بحمدہ تعالیٰ الحاج مولانا عبدالستار صاحب ہمدانی برکاتی رضوی نوری متوطن پور بندر (گجرات) نے زیر نظر کتاب لکھ کر وہ ضرورت پوری کر دی۔

ہم نے کئی جگہوں سے اس کا تھوڑا تھوڑا حصہ مطالعہ کیا جتنا پڑھا اسے بہت خوب پایا۔ مولانا موصوف نے شروع میں حل لغات بھی لکھ دیا ہے جس سے کتاب کے سمجھنے میں بڑی آسانی ہوتی ہے۔ اور کئی صفحات پر پھیلی ہوئی مفصل فہرست مضامین کے ساتھ دوسری بھی کئی طرح کی فہرستیں تحریر کی ہیں۔ جن سے کتاب کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔ **اول** ملک شام میں اہم کردار ادا کرنے والے مجاہدین۔ **دوم** ملک شام میں شجاعت دکھا کر رومیوں سے جنگ کرنے والی اسلامی خواتین۔ **سوم** ملک شام، فلسطین، اجنادین، دمشق، حمص، یرموک اور حلب وغیرہ میں شہید ہونے والے اہم مجاہدین۔ **چہارم** ملک شام میں قتل ہونے والے اہم رومی سردار۔ **پنجم** وہ رومی حاکم اور بطارقہ جو ایمان لائے اور اسلام کی نمایاں خدمات انجام دیں۔ **ششم** وہ رومی سردار جنہوں نے اسلام کو قبول نہیں کیا مگر اپنے اور اپنے اہل و عیال

لئے مولانا ہمدانی صاحب اس ضرورت کو پوری کرنے کے لئے مسلسل جدوجہد کر رہے ہیں۔ اور انھوں نے اسلام و سنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کا عزم مصمم کر لیا ہے۔ عرب شیوخ میں مفت تقسیم کرنے کے لئے عقائد اہلسنت کی تائید کرنے والی مواہب لدنیہ اور شفا وغیرہ جیسی اہم عربی کتابیں اپنے خرچ سے بڑے اہتمام کے ساتھ عمدہ کاغذ پر چھپوا چکے ہیں اور اسی مقصد سے آئندہ بھی اسی طرح کی دوسری کتابیں شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

مولانا ہمدانی صاحب پر سلسلہ برکاتیہ کے بانی حضرت سید شاہ برکت اللہ، دیگر بزرگان ماہرہ مطہرہ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی و حضرت مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں علیہم الرحمۃ والرضوان کا خصوصی فیضان ہے جو اس طرح کی اپنی خدمات وہ انجام دے رہے ہیں۔

دعا ہے کہ خدائے عزوجل مولانا عبدالستار صاحب ہمدانی کو صحت و سلامتی کے ساتھ بہت دنوں کی زندگی عطا فرمائے، ہمیشہ تصنیف و تالیف اور اشاعت کتب کے سلسلہ کو جاری رکھنے کی توفیق بخشے۔ اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و بزرگان دین کے صدقہ و طفیل میں آپ کی ساری مذہبی خدمات کو قبول فرما کر اجر جزیل و جزائے جلیل سے سرفراز فرمائے۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین صلوٰۃ اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہ و علیہم اجمعین۔

جلال الدین احمد امجدی

مہتمم مرکز تربیت افتاء اوجھا گنج، ضلع بستی (یوپی)

۲۲ رجب الآخر ۱۴۲۲ھ

۲۷ جون ۲۰۰۱ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

آغاز کلام

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں

سرکھاتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب

(از:- امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

ابوالبشر، خلیفۃ اللہ فی الارض، مسجود ملائکہ، حضرت سیدنا آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے لے کر حضرت روح اللہ سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد تک اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے مقدس انبیاء و رسل خلق خدا کی ہدایت و رہنمائی کے لئے دنیا میں تشریف لائے اور اَعْلَاء کَلِمَۃُ الْحَقِّ کا فریضہ احسن طریقے سے انجام دیا۔ ہر نبی اور رسول کے زمانے میں اہل باطل نے راہ میں کانٹے بچھائے اور حق کو نیست و نابود کرنے کی سعی ناکام کی لیکن ہمیشہ انبیاء و رسل ہی فاتح اور غالب رہے۔ اہل باطل نے نور حق کی روشنی کو بجھانے کے لئے طاقت، ثروت و دولت اور حکومت کا بھرپور استعمال کیا۔ جنگ اور قتال کے کئی معرکے رونما ہوئے جن کا تفصیلی بیان قرآن مجید، کتب احادیث اور کتب سیر و تواریخ میں موجود ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد سید المرسلین، افضل الانبیاء محبوب رب العالمین، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین، حضور اقدس حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ خیر تک کے طویل عرصے میں کوئی نبی یا رسول مبعوث نہیں ہوا۔ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اصل تعلیمات و روایات کو رفتہ رفتہ فراموش کرتے گئے یا اس میں اپنی خواہش سے رد و بدل کر دیا۔ اور شرک، کفر، افعال رذیلہ و شنیعہ عام اور رائج ہو گئے۔ اس طرح سے گمراہیت و ضلالت کی ہولناکی تاریکی نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ شراب، زنا، قتل، چوری، ڈکیتی، جوا، بدعہدی، دغا، فریب اور بداخلاقی کا بازار گرم تھا۔

لوگ اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کرتے ہوئے بھی جھکے نہیں تھے۔ آدمی انسان نہیں، وحشی جانور بن گیا تھا۔ عرب، ایران، چین، ہندوستان بلکہ دنیا کا ہر خطہ کفر و ضلالت کے دلدل میں پھنسا تھا۔ رشد و ہدایت نام کو بھی نہ تھی ایسے سنگین ماحول میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت و رہبری کے لئے اپنے محبوب اعظم حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ“ (سورة المائدة، آیت: ۱۵)
ترجمہ ”بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔“ (کنز الایمان)

اس آیت میں نور سے مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ہے اور روشن کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ تفسیر میں ہے کہ ”سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نور فرمایا گیا کیونکہ آپ سے کفر کی تاریکی دور ہوئی اور راہ حق واضح ہوئی۔“

(تفسیر خزائن العرفان، ص: ۱۹۸)
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف جب چالیس سال کی ہوئی اور آپ نے اپنی نبوت کا اعلان فرما کر پرچم توحید بلند فرمایا اور بت پرستی سے روکا اور اپنی قوم کو صرف ایک خدا کی پرستش کی ہدایت فرماتے ہوئے کلمہ توحید ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“ کی دعوت دی تو آپ کی قوم آپ کی جانی دشمن ہو گئی۔ طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائیں لیکن آپ نے صبر و تحمل سے کام لیتے ہوئے فریضہ نبوت کو بخوبی انجام دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کا پیغام حق دلوں پر اثر پذیر ہوا اور سعید لوگ اسلام قبول کر کے اخروی نعمتوں سے سرفراز ہونے لگے۔ رسول اُمّی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت حق کی بڑھتی ہوئی مقبولیت دیکھ کر مشرکین عرب بغض و حسد کی آگ میں جل اُٹھے اور انھوں نے حق کے مقابل تمام باطل حربے آزمائے۔ لیکن ان کی کوئی بھی تدبیر کارآمد نہ ہوئی۔ خصوصاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ قرآن مجید ایسا دل نشین ہوا کہ ملک عرب کے امراء و اکابر اسلام کے زمرے میں شامل ہو گئے۔

اُس وقت ملک عرب کے باشندوں کی فصاحت و بلاغت کا یہ عالم تھا کہ نو عمر لڑکا بھی اعلیٰ قسم کے اشعار فی الفور کہنے کی مہارت رکھتا تھا۔ عربوں کی زبان دانی اس عروج پہ تھی کہ جابل، ان پڑھ اور جنگل میں بسنے والے شتر بان بھی بہترین شاعر کی حیثیت رکھتے تھے اور اونٹوں کے چرواہے اپنے مقابل پوری دنیا کو عجی یعنی گونگا اور جابل سمجھتے تھے۔ جب جابلوں کی زبان دانی کا یہ عالم تھا تو ملک عرب کے اُدباء و فصحاء کی زبان دانی کا کیا عالم ہوگا؟ لیکن بڑے بڑے بلغاء اور زبان آور فصحاء کی فصاحت و بلاغت نبی اُمّی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آفتاب کے مقابل ذرّہ کی بھی حیثیت نہ رکھتی تھی۔ بقول امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی:

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے، فصحاء عرب کے بڑے بڑے

کوئی جانے منہ میں زبان نہیں، بلکہ جسم میں جاں نہیں

محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ صادقہ و عظیمہ قرآن مجید کی آیات، نیز آپ کی زبان حق ترجمان سے نکلی ہوئی ہر بات ایسی فصیح اور بلیغ ہوتی تھی کہ ملک عرب کے بڑے بڑے شعراء بھی حیرت سے دانتوں تلے انگلیاں دبالتے۔ کیونکہ آپ کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات وحی خدا ہوتی تھی۔ قرآن شریف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ“

(سورة النجم، آیت: ۴۳)

ترجمہ: ”اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انھیں

کی جاتی ہے۔“ (کنز الایمان)

تفسیر روح البیان میں ہے کہ ”نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں فنا کے اس اعلیٰ مقام پر پہنچے کہ اپنا کچھ باقی نہ رہا۔ تجلی ربانی کا یہ استیلائے تام ہوا کہ جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحی الہی ہوتی ہے۔“ (بحوالہ: تفسیر خزائن العرفان، ص: ۹۴۶)
بقول امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی:

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا

چشمہ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

اور

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

مشرکین عرب نے اعجازِ کلام حق کا مقابلہ کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن
نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مبہوت و ساکت ہو گئے۔ ان کی بے مائیگی اور بے کسی کا یہ عالم تھا کہ وہ قرآن
مجید کے مقابلے میں ایک چھوٹی سی آیت بھی نہ لاسکے۔ مشرکین عرب کی بے بسی پر غیرت
دلاتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿ فَاتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ ﴾

(سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳)

ترجمہ: ”تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو
بلاؤ۔“

قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کے مقابل اپنے کلام کو بے وقعت اور بے نمک محسوس
کر کے مشرکین عرب اتنے مایوس ہو گئے کہ انھوں نے اخلاق کو بالائے طاق رکھ کر وحشیانہ
اطوار اپنائے اور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عداوت و دشمنی میں اس حد کو پہنچے کہ طرح
طرح کی ایذائیں پہنچانے اور سختیاں کرنے کے باوجود بھی دل کی بھڑاس نہ نکلی تو ”دَارُ
النَّدْوٰہ“ میں جمع ہو کر آپ کو شہید کرنے کا مشورہ کیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کافروں کی سازش سے مطلع فرمادیا۔ چنانچہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اپنے رفیقِ قلبی، اصدقِ الصادقین، سید المتقین، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
ساتھ رات کے وقت مکہ معظمہ سے نکل کر مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت فرما گئے۔

قرآن مجید میں ہجرت کا واقعہ مندرجہ ذیل آیات میں بیان کیا گیا ہے:

﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ
يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ٥﴾

(سورۃ انفال، آیت: ۳۰)

ترجمہ: ”اور اے محبوب! یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمہیں
بند کر لیں یا شہید کر دیں یا نکال دیں اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ
اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر۔“

(کنز الایمان)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعلانِ نبوت کرنے کے بعد تیرہ سال تک مکہ معظمہ
میں قیام پذیر رہے اور جب کفار مکہ و مشرکین عرب کی عداوت اور تکالیف حد سے متجاوز ہو گئیں
تب آپ نے بحکمِ رب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں سکونت اختیار فرمائی، لیکن مدینہ منورہ میں
آپ کو عرب کے کفار، مشرکین اور یہود نے ایذائیں اور تکلیفیں پہنچانے کی حسب استطاعت کو
ششیں کیں۔ مدینہ منورہ کی سرزمین کو اپنے مقدس قدموں سے مشرف فرمانے کے وقت تک
یعنی آپ کی ہجرت کے وقت تک مدینہ منورہ میں یہودی کافی تعداد میں آباد تھے۔ تجارتی،
ثقافتی، اقتصادی، سماجی و دیگر اہم امور میں یہودیوں کا کافی اثر اور تسلط تھا اور مالی اعتبار سے بھی
وہ اہل ثروت میں شمار ہوتے تھے۔ مکہ معظمہ کے کفار و مشرکین اور مدینہ منورہ کے کفار اور یہود
کے مابین تجارتی اور سماجی مراسم گہرے تھے اور ان کے تعلقات اتنے استوار تھے کہ ایک
دوسرے کے سکھ ڈھکے ساتھی ہوا کرتے تھے۔ مکہ معظمہ کے کفار نے اپنے قاصدوں کے
ذریعہ اپنے ہم خیال و ہم پیالہ لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف اُکسانے
اور اُبھارنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ لیکن مدینہ منورہ میں محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی دعوتِ توحید و رسالت عام ہو چکی تھی۔ شمعِ عشقِ نبوت کے جاں نثار پروانوں کی
تعداد میں دن بہ دن اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ علاوہ ازیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
شیدائی اور فدائی یکے بعد دیگرے مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آتے ہی جاتے تھے
اور مدینہ منورہ مرکزِ اسلام کی حیثیت سے قوی اور مستحکم ہوتا جا رہا تھا۔ ملک عرب کے رؤسا اور
قوم یہود کے علماء میں اہمیت رکھنے والے ذی اثر اور شجاع لوگ اسلام میں داخل ہو کر اسلام کی
طاقت بڑھا رہے تھے۔ اور اسلام عروج اور ترقی پر آ رہا تھا۔

مکہ کے مشرکین خصوصاً ابو جہل، ابولہب، امیہ بن خلف، عتبہ بن ربیعہ، حارث بن عامر،

ابوسفیان (جو اس وقت تک اسلام نہ لائے تھے) وغیرہ نے مدینہ کے مسلمانوں پر طرح طرح کے ظلم و ستم ڈھائے، دست درازیاں کیں، بغض و حسد اور تشدد کی حدیں پار کر گئے۔ لیکن رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صبر و تحمل سے کام لیا اور اپنے جاں نثار صحابہ کو بھی ہمیشہ صبر کی تعلیم و تلقین فرمائی۔ مسلمانوں کے صبر و تحمل کو کفار و یہود نے کمزوری میں شمار کیا اور ان کے حوصلے بہت زیادہ بڑھ گئے، نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسلمان روزمرہ کفار و مشرکین کے ہاتھ اور زبان سے ایذا و آزار پاتے۔ لیکن رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت نے صحابہ کرام میں اخلاق حسنہ کے وہ محاسن پیدا کر دیئے تھے کہ کسی نے بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ جب مسلمانوں پر ظلم و ستم کی انتہا ہونے لگی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا:

”أَذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ بِنَاهُمْ ظَلُمُوا“ (سورۃ الحج، آیت: ۳۹)

ترجمہ: ”پروا لگی (اجازت) عطا ہوئی انھیں جن سے کافر لڑتے ہیں اس بنا پر کہ ان پر ظلم ہوا۔“

اس آیت کی شان نزول میں وارد ہے کہ ”کفار مکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روزمرہ ہاتھ اور زبان سے شدید ایذائیں دیتے اور آزار پہنچاتے رہتے تھے اور صحابہ حضور کے پاس اس حال میں پہنچتے تھے کہ کسی کا سر پھٹا ہے، کسی کا ہاتھ ٹوٹا ہے، کسی کا پاؤں بندھا ہوا ہے۔ روزمرہ اس قسم کی شکایتیں بارگاہ اقدس میں پہنچتی تھیں اور اصحاب کرام کفار کے مظالم کی حضور کے دربار میں فریادیں کرتے۔ حضور یہ فرما دیا کرتے کہ صبر کرو، مجھے ابھی جہاد کا حکم نہیں دیا گیا۔ جب حضور نے مدینہ طیبہ کو ہجرت فرمائی تب یہ آیت نازل ہوئی اور یہ وہ پہلی آیت ہے جس میں کفار کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔“

(تفسیر خزائن العرفان، ص: ۶۰۵)

قرآن میں آیات جہاد و قتال

سورۃ الحج کی مذکورہ آیت میں جہاد کی اجازت عطا فرمانے کے بعد قرآن شریف میں جہاد اور قتال کے تعلق سے متعدد آیات نازل ہوئیں۔ چند آیات ذیل میں درج ہیں۔

○ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا“

(سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۹۰)

ترجمہ: ”اور اللہ کی راہ میں لڑو ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو۔“

(کنز الایمان)

تفسیر: ”یعنی جو کفار تم سے لڑیں یا جنگ کی ابتدا کریں تم ان سے دین کی حمایت اور اعزاز کے لئے لڑو۔ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا پھر منسوخ کیا گیا اور کفار سے قتال کرنا واجب ہوا۔“ (تفسیر خزائن العرفان، ص: ۵۵)

○ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

”قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ“

(سورۃ التوبہ، آیت: ۲۹)

ترجمہ: ”لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر۔“ (کنز الایمان)

○ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ“

(سورۃ النساء، آیت: ۷۵)

ترجمہ: ”اور تمہیں کیا ہوا کہ نہ لڑو اللہ کی راہ میں۔“

(کنز الایمان)

تفسیر: ”یعنی جہاد فرض ہے اس کے ترک کا تمہارے پاس کوئی عذر نہیں۔“

(تفسیر خزائن العرفان، ص: ۱۶۱)

○ اللہ تبارک و تعالیٰ مومنین کو حکم فرماتا ہے:

”وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ“

(سورة الانفال، آیت: ۳۹)

ترجمہ: ”اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فساد باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی

کا ہو جائے۔“

○ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب اعظم ﷺ سے ارشاد فرماتا ہے:

”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ“

۱- (سورة الاحزیم، آیت: ۹)

۲- (سورة التوبة، آیت: ۷۳)

ترجمہ: ”اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں

پر اور ان پر سختی کرو۔“

○ ارشاد رب تبارک و تعالیٰ ہے:

”فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَأَحْصُرُوهُمْ وَ

أَقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ“

ترجمہ: ”تو مشرکوں کو مارو جہاں پاؤ اور انھیں پکڑو اور قید کرو اور ہر جگہ ان کی تاک

میں بیٹھو۔“

○ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِيهِمْ وَيُنْصِرْكُمْ عَلَيْهِمْ“

(سورة التوبة، آیت: ۱۴)

ترجمہ: ”تو ان سے لڑو، اللہ انھیں عذاب دے گا تمہارے ہاتھوں اور انھیں رسوا

کرے گا، اور تمہیں ان پر مدد دے گا۔“

(کنز الایمان)

مذکورہ آیات کے علاوہ قرآن مجید میں جہاد و قتال کے احکام نازل فرمائے گئے

ہیں۔ جہاد کا پہلا حکم ۲ھ میں نازل ہوا۔ اس سے پہلے قتال کی اجازت نہ تھی۔ جب حضور

اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے اور صحابہ کرام کی جمعیت ہو گئی تو نصرت الہی قائم ہوئی اور اعداء دین کے ساتھ جہاد و قتال کا سلسلہ مستقل طور پر شروع ہو گیا۔

○ غزوہ اور سریہ کی تعریف

غزوہ کے متعلق ارباب سیر کی اصطلاح یہ ہے کہ ہر وہ لشکر جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنفس نفیس خود تشریف فرما ہوں اسے غزوہ کہتے ہیں۔ اور جس لشکر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود موجود نہ ہوں بلکہ کوئی لشکر روانہ فرمایا ہو اسے بعثۃ یا سریہ کہتے ہیں۔ صحابہ کرام کی مقدس جماعت نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عشق میں سرشار ہو کر ایسی شجاعت و جاں نثاری کا مظاہرہ کیا کہ کفر و شرک کے ایوان منہدم ہو گئے اور اسلام کی جڑیں اور بنیادیں ایسی مستحکم ہو گئیں کہ قلیل عرصے میں اسلام کا پیغام حق ملک عرب کی سرحدیں عبور کر کے دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچ گیا۔ ادیان باطلہ کے قلعے منہدم ہو کر ہباء منثوراً کی طرح اڑ گئے اور اُفق عالم پر اسلام کا پرچم حق لہرانے لگا۔

○ غزوات اور سریا کی تفصیل

○ غزوات کی تعداد ستائیس ہے۔ ان میں سے صرف نو غزوات میں ہی قتال واقع ہوا۔ اٹھارہ غزوات میں قتال (جنگ) واقع نہ ہوا۔

○ جن نو غزوات میں قتال وقوع میں آیا وہ حسب ذیل ہیں:

- (۱) جنگ بدر ۲ھ
- (۲) جنگ احد ۳ھ
- (۳) جنگ مریض (بنی المصطلق) ۵ھ
- (۴) جنگ احزاب (جنگ خندق) ۵ھ

(۵) جنگ بنو قریظہ ۵ھ

(۶) جنگ خیبر ۷ھ

(۷) جنگ فتح مکہ ۸ھ

(۸) جنگ حنین (ہوازن) ۸ھ

(۹) جنگ طائف ۸ھ

○ جن اٹھارہ غزوات میں قتال واقع نہیں ہوا وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) غزوہ ابواء ۲ھ	(۱۰) غزوہ بنی نضیر ۴ھ
(۲) غزوہ بواط ۲ھ	(۱۱) غزوہ بدر صغریٰ ۴ھ
(۳) غزوہ عسیرہ ۲ھ	(۱۲) غزوہ دومۃ الجندل ۵ھ
(۴) غزوہ بدر اولیٰ ۲ھ	(۱۳) غزوہ ذات الرقاع ۶ھ
(۵) غزوہ قرقرۃ الکدیٰ ۲ھ	(۱۴) غزوہ ذی قرد ۶ھ
(۶) غزوہ سویق ۲ھ	(۱۵) غزوہ بنو لحيان ۶ھ
(۷) غزوہ قیقاع ۷ھ	(۱۶) غزوہ حدیبیہ ۶ھ
(۸) غزوہ غطفان ۳ھ	(۱۷) غزوہ وادی القریٰ ۷ھ
(۹) غزوہ نجران ۳ھ	(۱۸) غزوہ حیش العسرت (تبوک) ۹ھ

○ سرایا کی تعداد سینتالیس اور بعض چھپن شمار کرتے ہیں

ان میں سے کچھ سرایا کے نام ذیل میں درج ہیں:

- (۱) سریہ دارا رقم ۲ھ (۲) سریہ سعد بن ابی وقاص بجانب وادی خراس ۲ھ (۳) سریہ عبد اللہ بن جحش بمقام بطن نخلہ ۲ھ (۴) سریہ عیمر بن عدی ۲ھ (۵) سریہ سالم بن عمیر ۲ھ (۶) سریہ قزوہ ۳ھ (۷) سریہ رجب ۳ھ (۸) سریہ ابوسلمہ مخزومی بمقام موضع قطن ۳ھ (۹) سریہ عبد اللہ بن انیس بمقام بطن عریہ ۳ھ (۱۰) سریہ بیر معونہ ۴ھ (۱۱) سریہ ابوعبیدہ

7

4

بن الجراح بجانب سیف البحر ۵ھ (۱۲) سریہ محمد بن مسلمہ بجانب بنی کلاب ۶ھ (۱۳) سریہ محمد بن مسلمہ بجانب بنی ثعلبہ ۶ھ (۱۴) سریہ محمد بن مسلمہ بمقام نجد ۶ھ (۱۵) سریہ عکاشہ بن محسن بجانب بنی اسد ۶ھ (۱۶) سریہ زید بن حارثہ بمقام وادی القریٰ ۶ھ (۱۷) سریہ زید بن حارثہ بمقام موضع جہوم ۶ھ (۱۸) سریہ زید بن حارثہ بمقام موضع عبیس ۶ھ (۱۹) سریہ زید بن حارثہ بجانب اُمّ قرقہ ۶ھ (۲۰) سریہ زید بن حارثہ بسوئے چشمہ طرف ۶ھ (۲۱) سریہ زید بن حارثہ بجانب بخشی ۶ھ (۲۲) سریہ زید بن حارثہ بمقام وادی القریٰ (بار دوم) ۶ھ (۲۳) سریہ عبدالرحمن بن عوف بجانب بنی کعب ۶ھ (۲۴) سریہ علی مرتضیٰ بجانب فدک ۶ھ (۲۵) سریہ عبد اللہ بن رواحہ بمقام خیبر ۶ھ (۲۶) سریہ ابوبکر صدیق ۷ھ (۲۷) سریہ عمر بن الخطاب ۷ھ (۲۸) سریہ بشر بن سعد انصاری ۷ھ (۲۹) سریہ غالب بن عبد اللہ لیشی بجانب میفہ ۷ھ (۳۰) سریہ غالب بن عبد اللہ بجانب بنی المویج ۷ھ (۳۱) سریہ غالب لیشی بسوئے کدید ۸ھ (۳۲) سریہ فدک ۸ھ (۳۳) سریہ موتہ ۸ھ (۳۴) سریہ عمرو بن العاص بمقام ذات السلاسل ۸ھ (۳۵) سریہ ابوعبیدہ بن الجراح بمقام الخطب ۸ھ (۳۶) سریہ ابو عامر اشعری، جنگ او طاس ۸ھ (۳۷) سریہ حضرت علی مرتضیٰ بجانب قبیلہ بنی کلب ۹ھ (۳۸) سریہ خالد بن ولید بجانب دومۃ الجندل ۹ھ (۳۹) سریہ خالد بن ولید بجانب قبیلہ بنی حارث بن کعب ۱۰ھ (۴۰) سریہ جریر بن عبد اللہ بجلی بجانب ذی الکلاع بن کور۔ ملک طائف ۱۰ھ (۴۱) سریہ اسامہ بن زید بجانب بحر روم ۱۱ھ

(بحوالہ: مدارج النبوة، از شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اردو ترجمہ، جلد دوم)

○ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا

ہر دور میں اسلام دشمن عناصر اسلام کی حقانیت کو مجروح کرنے کے لئے طرح طرح کے حربے استعمال کرتے ہیں۔ خصوصاً کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ اسلام کی عالمگیر مقبولیت کہ جس کا سبب اسلام کی حقانیت ہے اس سے قطع نظر کر کے بنظر تعصب و عناد یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے اور معاذ اللہ یہ کہتے ہوئے بھی شرم و حیا نہیں

محسوس کرتے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار تھام کر اسلام کی نشر و اشاعت کی ہے۔ کذب اور دروغ گوئی پر مشتمل اپنے اس دعوے کے ثبوت میں حضور اقدس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں واقع غزوات اور سرایا کی فہرست بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ اور ابو جہل، عتبہ بن ربیعہ، امیہ بن خلف و دیگر روسائے مشرکین عرب کے واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام اپنی حقانیت اور حضور اقدس کے اخلاق کریمہ، انسانیت پر مشتمل تعلیم، اعلیٰ اصول، تمدن اور دیگر بے شمار محاسن کی بناء پر لوگوں کے دلوں میں راسخ ہوا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا جائزہ لینے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی ظاہری حیات کے چالیس سال، یعنی جب تک آپ نے نبوت کا اعلان نہیں فرمایا تھا۔ آپ کو تمام لوگ ”محمد امین“ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے معزز لقب سے ملقب کرتے تھے۔ چالیس سال کی عمر شریف میں آپ نے دنیا کو تو حید کا پیغام دیا۔ اور تیرہ سال تک مکہ معظمہ میں رونق افروز رہ کر لوگوں کو کفر کی ظلمت سے ہدایت کی روشنی کی طرف بلاتے رہے۔ مکی زندگی کے پورے تیرہ سال میں آپ نے اپنی حیات کے ہر شعبہ میں اخلاقی محاسن کا ہی مظاہرہ فرمایا بلکہ چالیس سے تیرہ سال کے درمیان تیرہ سال کا عرصہ تو آپ نے کفار مکہ کے ظلم و ستم کی کلفت برداشت کرتے ہوئے گزارا۔ آپ پر کئے جانے والے ظلم و ستم کا جواب دینا یا انتقام لینا تو ایک طرف رہا بلکہ آپ نے کبھی بھی ان ظالموں کی کوئی شکایت تک نہیں کی اور پیکر صبر و تحمل بن کر مصائب برداشت کئے۔ جب ظلم و ستم اپنی انتہا کو پہنچے تو آپ نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔ مکہ معظمہ آپ نے بحیثیت مظلوم چھوڑا تھا۔ آپ کے خلاف ظالموں نے ایسا پراگندہ ماحول قائم کر دیا تھا کہ آپ کورات کی تاریکی میں خفیہ طور پر نکلنا پڑا۔ پھر آپ مدینہ منورہ سکونت پذیر ہوئے اور دس سال کے بعد پردہ فرمایا۔ اس حساب سے آپ کی عمر شریف ترسٹھ سال ہوئی۔ جس میں تیرہ سال مکی زندگی اور دس سال مدنی زندگی۔ آیت جہاد مدینہ منورہ میں ۲ھ میں نازل ہوئی۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف پچپن سال تھی۔ اور آیت جہاد کے نازل ہونے کے آٹھ سال بعد آپ نے دنیا سے

پردہ فرمایا۔ الحاصل جہاد و قتال کی مدت صرف آٹھ سال رہی ہے۔

اب قارئین کرام توجہ فرمائیں کہ جس ذات گرامی نے کل ترسٹھ سال کی ظاہری دنیوی زندگی پائی اس میں سے پچپن سال کا عرصہ اس طرح گزرا کہ آپ پر ظلم و ستم کئے گئے، اذیتیں دی گئیں، تکلیفیں اور مصیبتیں پہنچائی گئیں، لیکن آپ نے اُف تک نہ کیا، صبر و تحمل کرتے ہوئے دشمنوں کے آزار برداشت فرمائے، ظالموں کی بدگوئی کرنے کے بجائے انہیں دعائیں دیں، یہاں تک کہ اپنے متبعین کو بھی صبر کی تلقین کرتے ہوئے ظلم و ستم برداشت کرنے کی تعلیم و تربیت دی، جس ذات گرامی نے اپنی سماجی، خاندانی، ازدواجی، تجارتی اور روابطی زندگی میں کسی سے جھگڑا فساد تو کیا بلکہ اونچے سُر میں بات نہ کی، کسی کے ساتھ بدکلامی نہ کی، گالی کا جواب دعا سے دیا، تواضع و انکسار کا جو پیکر جمیل رہا، حسن اخلاق کا جو نمونہ عمل رہا، جو سراپا محبت و ہمدردی کا مخزن رہا، جس کے اخلاق و اطوار کی طہارت و پاکیزگی کا دشمنوں نے بھی اعتراف کیا، عفو و کرم میں جو بے مثل و مثال، بُردباری میں جو یگانہ عالم، ظلم و ستم کو نیست و نابود کرنا جس کا وطیرہ، اس ذات گرامی نے اپنی ظاہری حیات کے پچپن سال، یعنی تقریباً اٹھاسی فیصد زندگی (87.30%) تک تلوار تھاما نہیں، اس ذات گرامی پر شمشیر زنی کا گھٹیا الزام عائد کرنا دیانت و انصاف کو ذبح کرنے کے مترادف ہے۔

البتہ! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دست اقدس میں تلوار تھامی اور جہاد و قتال فرمایا لیکن آپ نے صرف اور صرف دفع ضرر کے لئے تلوار تھامی۔ آپ نے شمشیر کا وار ظلم ڈھانے کے لئے نہیں بلکہ ظلم مٹانے کے لئے کیا۔ جس کا صحیح اندازہ آپ کی حیات طیبہ میں واقع ہونے والے غزوات کا بنظر عمیق مطالعہ کرنے سے ہوگا کہ آپ نے کن حالات میں جہاد فرمایا، کن لوگوں کے سامنے جہاد فرمایا، ظالم و جفاکش، قزاق اور ستم گر گروہ کے ظلم و تشدد کے بڑھتے ہوئے سیلاب کی روک تھام کے لئے آپ نے جہاد کی آہنی دیوار قائم فرمادی اور مظلوم و بیخس لوگوں کی نصرت و حمایت کر کے عدل و انصاف کا ماحول قائم فرمایا۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر شمشیر زنی کا جھوٹا الزام عائد کرنے والے متعصب عناصر تاریخ، سیر اور گزشتہ واقعات کی معلومات سے یک لخت انجان و بے خبر ہیں یا پھر عناداً و قصداً افترا پردازی سے کام

لیتے ہیں۔ ذرا غور فرمائیں کہ جس ذات گرامی کی ظاہری حیات کا تقریباً ۸۸ فیصد حصہ گزر چکا ہو اور صرف ۱۲ فیصد ظاہری حیات کے ایام باقی رہے ہوں اور اس قلیل عرصہ میں جس ذات گرامی نے دنیا کی فلاح و بہبود کے لئے اقوال و زین یعنی احادیث کا عظیم ذخیرہ، سرمایہ حیات و نجات کی حیثیت سے عطا فرمانے کے لئے ہمہ وقت سخن طراز ہو۔ علاوہ ازیں اپنی عملی زندگی سے انسانیت، رحم دلی، اخوت، صدق، عدل، انصاف، صداقت، احسان، خدمت، تواضع، انکساری، ترک طمع، قناعت، توکل، تقویٰ، پرہیزگاری، عبادت، ریاضت، رشد و ہدایت، کرم و عنایت، جود و سخاوت، وغیرہ بے شمار اخلاقی محاسن کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہو، اس ذات گرامی نے اگر کبھی اپنے مقدس ہاتھوں میں تلوار تھامی ہے تو ظلم کو فروغ دینے کے لئے نہیں بلکہ ظلم و ستم کو نیست و نابود کرنے کے لئے۔

ایک ضروری امر کی طرف بھی توجہ درکار ہے کہ سپاہ گری کرنے والا بچپن سے ہی اس پیشہ کی طرف ملتفت ہوتا ہے یا تو اس کا خاندانی اور آبائی پیشہ سپاہ گری ہوتا ہے اور اپنے آباء و اجداد کا پیشہ اپنا کر سپاہ گری کرتا ہے۔ لیکن اس کی سپاہ گری ایام جوانی میں شباب پر ہوتی ہے۔ عموماً اٹھارہ سے پینتالیس برس کی عمر تک وہ سپاہ گری کے فن میں عروج پر ہوتا ہے اور اس عمر کے بعد اس کے فن میں زوال شروع ہوتا ہے۔ کیونکہ عمر کا تقاضا اور جسمانی ضعف کا مقتضاء یہی ہے کہ اب آرام و استراحت کرنے کے دن ہیں۔ اور تقریباً پچاس یا پچپن سال کی عمر کے بعد اس کو اپنے فن سے فطری طور پر رغبت کم ہو جاتی ہے۔ البتہ بحالت مجبوری کبھی حالات کے تیور لگا کر دیں تو وہ فن شجاعت دکھانے میں کوتاہی نہیں کرتا۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا جائزہ لینے سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ آپ نے اپنی ظاہری حیات کے پچپن سال تک آلات جنگ کی طرف قطعاً التفات نہیں فرمایا۔ ۲۷ میں سورہ حج کی آیت کے ذریعہ آپ کو جہاد کا اللہ نے حکم فرمایا۔ تب آپ کی عمر شریف پچپن سال تھی۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ جس عمر میں عام طور سے آدمی ہاتھ میں تلوار لینے سے اکتاتا ہے۔ اور استغنیٰ دے کر یا رٹائر ہو کر اپنے فن کی انتہا کرتا ہے اس عمر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہاتھ میں تلوار تھامنے کی ابتداء فرمائی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے حالات کے پیش نظر بہت ہی نازک وقت میں اپنے دست اقدس میں تلوار تھامی۔ حالانکہ آپ نے ماضی میں کبھی بھی تلوار نہیں اٹھائی۔ اور نہ ہی آپ کو اس کا تجربہ و ملکہ تھا۔ اسلام کی درخشاں تاریخ کے زرین اوراق شاہد عادل ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن غزوات میں شرکت فرمائی یا اپنے جاں نثاروں کو معرکہ جہاد میں (سریہ) ارسال فرمایا وہ تمام غزوات اور سرایا مظلومین کے دفاع اور ظالمین کے استیصال کے لئے ہی تھے۔ تمام غزوات تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ اور نَصْرُ مِنَ اللَّهِ کی بنیاد پر ہی تھے۔ کیونکہ ان تمام غزوات میں کہیں بھی مساوات اور برابری کا مقابلہ نہ تھا۔ کفار و مشرکین بھاری تعداد میں بھرپور جنگی ہتھیاروں کے ساتھ ہوتے تھے۔ اور اسلامی لشکر بہت ہی قلیل تعداد میں اور بے سروسامان ہوتا تھا۔ کفار کے لشکر میں بھاری ڈیل ڈول کے، شکم سیر، ہتھیاروں سے لیس اور گھوڑوں پر سوار لڑنے والے ہوتے تھے۔ جب کہ اسلامی لشکر کے مجاہدین نجیف و ناتواں کمزور جسم والے، بھوکے پیاسے، بغیر ہتھیاروں کے پیدل لڑنے والے ہوتے تھے۔ مثلاً:

◎ جنگ بدر (۲ھ) میں دونوں لشکر کا موازنہ حسب ذیل ہے:

لشکر اسلام	لشکر کفار	تفصیل
۳۱۳	۹۵۰	افراد
۷۰	۷۰۰	اونٹ
۳	۱۰۰	گھوڑے
۸	۹۵۰	تلواریں
۶	۹۵۰	زرہیں

نوٹ: (۱) کفار کے لشکر میں کھانے پینے کا سامان بڑی کثرت سے تھا۔ روزانہ گیارہ اونٹ ذبح کر کے کھاتے تھے۔ جب کہ اسلامی لشکر میں زادراہ کی یہ حالت تھی کہ کسی کے پاس ایک صاع تو کسی کے پاس دو صاع کھجوریں تھیں۔

(۲) کفار کے لشکر میں عیش و عشرت کا سامان بھی کافی تعداد میں تھا یہاں تک کہ کسی پانی کے کنارے پڑاؤ کرتے تو خیمے نصب کرتے اور ان کے ہمراہ گانے والی طوائف اور آلات طرب تھے۔ جب کہ مسلمانوں کے پاس ایک خیمہ تک نہیں تھا۔ صحابہ کرام نے کھجور کے پتوں اور ٹہنیوں سے ایک عریش (جھونپڑی) تیار کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس میں بٹھرایا۔ آج اس عریش کی جگہ مسجد بنی ہوئی ہے۔ (حوالہ: مدارج النبوة، اردو، جلد ۲: ص ۱۳۷)

نتیجہ: کفار کے لشکر سے ستر آدمی قتل ہوئے جن میں ابو جہل تھا۔ علاوہ ازیں لشکر کفار سے ستر آدمی قید ہوئے۔ جن میں حضرت عباس بن عبدالمطلب بھی تھے۔ جو بعد میں ایمان لے آئے۔ اسلامی لشکر سے چودہ حضرات شہید ہوئے تھے۔

◎ جنگ احد ۳ھ کی مختصر کیفیت:

- (۱) قوم قریش نے دارالندوہ میں میننگ کر کے بیس ہزار مشقال سونا لشکر کی تیاری کے لئے جمع کیا اور مکہ سے چار شخصوں کو اطراف میں گشت کرنے پر مقرر کئے تاکہ وہ لوگوں کو مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے ابھاریں اور کافی تعداد میں لشکر جمع ہو۔
- (۲) مکہ معظمہ سے لشکر کفار ابوسفیان کی سرداری میں روانہ ہوا۔ لشکر میں تین ہزار آدمی تھے۔ جن میں سے سات سو زرہ پوش، دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ تھے۔ لشکر میں تیر اندازی میں مہارت رکھنے والے لوگ بکثرت تھے۔
- (۳) کافی تعداد میں تلواریں، نیزے، خنجر، برچھیاں، تیر، کمان وغیرہ آلات حرب تھے۔
- (۴) گانے بجانے والی عورتیں اور آلات طرب، نیز کھانے پینے و دیگر آسائش کے سامان سے لشکر کو آراستہ کر کے، مدینہ منورہ کو تاخت و تاراج کرنے کے فاسد ارادے سے مکہ سے لشکر کو روانہ کیا گیا۔

(۵) ابوسفیان نے مدینہ منورہ سے پانچ میل کے فاصلے پر مقام ذوالحلیفہ میں لشکر کو بٹھرایا اور وہاں تین دن قیام کیا۔

(۶) لشکر کفار کے قیام کے دوران مشرکوں نے اپنے اونٹوں اور گھوڑوں کو مسلمانوں کے کھیتوں میں چھوڑ دیا۔ چنانچہ اونٹوں اور گھوڑوں نے کھیتوں کو روند کر پامال کر دیا اور تمام سبزہ چر گئے اور حالت یہ ہوئی کہ اطراف مدینہ کے تمام کھیتوں میں سے کسی بھی کھیت میں سبزہ باقی نہ رہا۔

(۷) لشکر کفار حملہ کر کے اہل مدینہ کو تاخت و تاراج کرنے آ پہنچے اس سے پہلے ہی ان کو روکنے اور ان کا مقابلہ کر کے ان کے شر و ضرر سے اہل مدینہ کو محفوظ و مامون رکھنے کے لئے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہزار مجاہدین کو لے کر ان سے بمقام احد مقابل ہوئے۔ لشکر اسلام میں ایک بھی گھوڑا نہ تھا۔ صرف ایک سو مجاہدین زرہ پوش تھے۔ چند حضرات کے پاس تیر اور کمان تھے۔ کچھ لوگوں کے پاس تلواریں اور نیزے تھے۔ یعنی لشکر کفار کے مقابل اسلامی لشکر تعداد اور ساز و سامان کے اعتبار سے بہت ہی قلیل اور بے سروسامان تھا۔

- (۸) اسلامی لشکر سے ستر حضرات شہید ہوئے جن میں حضرت حمزہ، حضرت حظلہ غسیل المملک، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت سعد بن ربیع، حضرت نعمان بن مالک وغیرہ تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔
- (۹) کفار کے لشکر سے تیس آدمی جہنم رسید ہوئے اور ان کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ لہذا ابوسفیان لشکر کو لے کر روانہ ہو گئے اور جاتے وقت یہ دھمکی دی کہ اب ہماری اور تمہاری ملاقات آئندہ سال بدر میں ہوگی۔

حوالہ: (۱) مدارج النبوة، اردو ترجمہ، جلد ۱: ص ۱۹۱ تا ۲۲۱

(۲) مغازی الصادقہ از علامہ واقدی، اردو ترجمہ، ص ۱۴۴ تا ۲۳۰

◎ جنگ احزاب (غزوہ خندق) ۵ھ کے مختصر احوال

(۱) خیبر سے قبیلہ بنی نضیر کے یہودیوں کا وفد مکہ معظمہ جا کر ابوسفیان سے ملا اور طے کیا کہ ہم سب متحد ہو کر مدینہ پر حملہ کر دیں۔ چنانچہ ابوسفیان مکہ سے قریش کا لشکر لے کر

روانہ ہوئے ان کے ساتھ تین سو گھوڑے اور ایک ہزار اونٹ سوار تھے۔

(۲) خیبر کے یہودیوں نے اپنے ساتھ قبیلہ قیس کے لوگوں کو برا بیچتے کر کے لڑنے کے لئے ساتھ لیا۔

(۳) عرب کے دیگر قبائل اسلام، اشجع، ابومرہ، کنانہ، فزازہ اور غطفان سے بھی بڑی تعداد میں لوگ لشکر قریش میں آ کے شامل ہو گئے۔ ان سب کی مجموعی تعداد دس ہزار ہو گئی۔

(۴) اسلامی لشکر کی تعداد تین ہزار تھی اور اسلامی لشکر میں صرف چھتیس گھوڑے تھے۔

(۵) رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کی مشرق کی جانب کوہ سلع کے قریب کھلے میدان میں خندقیں کھودوائیں تاکہ ظالم دشمن شہر کے باشندوں کو اذیتیں نہ پہنچا سکیں۔

(۶) لشکر کفار نے چوبیس دنوں تک مدینہ کا محاصرہ کیا اور اہل شہر کو تنگ کیا۔

(۷) اس غزوہ میں قتال واقع ہوا۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے مومنین کی مدد کے لئے ملائکہ کا لشکر بھیجا اور آسمان سے ایسی تیز آندھی چلی کہ مشرکین کے لشکر کے تمام خیمے منہدم ہو گئے، کھانا پکانے کے لئے دیگیں چولھوں پر چڑھائی تھیں وہ زمین پر الٹ گئیں، تیز ہوا سے سنگریزوں نے اڑاڑ کر ان کو شدید چوٹیں لگائیں اور لشکر کفار کے ہر گوشہ سے فرشتوں کی تکبیروں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ لہذا کفار خوف زدہ ہو کر اپنا مال اسباب چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

حوالہ: (۱) مدارج النبوة، اردو ترجمہ، جلد ۲: ص ۲۸۹ تا ۳۰۱

(۲) مغازی الصادقہ، از علامہ واقدی، اردو، ص ۲۸۴ تا ۲۹۲

◎ جنگ موتہ ۸ھ تین ہزار کے اسلامی لشکر کے سامنے ہرقل بادشاہ کی نصرانی فوج اور قبائل عرب کے مشرکین متحد ہو کر مقابل ہوئے تھے اور ان کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھی۔ (حوالہ: مدارج النبوة، جلد ۲: ص ۲۵۳ تا ۲۵۷)

اس جنگ کی مختصر وضاحت اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں کہ اس جنگ کی وجہ کیا تھی؟

اور اس کا پیش منظر کیا تھا؟ اس جنگ کا کیا نتیجہ ہوا؟

مذکورہ جنگوں کے علاوہ دیگر جنگوں میں بھی اسی قسم کے تفاوت پائے جاتے ہیں۔ یہاں ہم نے صرف چار مشہور و معروف جنگوں کا سرسری خاکہ پیش کیا ہے۔ الحاصل رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ضرورتاً اور دفع ضرر کے لئے ہی قتال فرمایا ہے۔ اس قتال سے ظالم کے ظلم و ستم کا استیصال فرما کر امن و امان قائم کرنا ہی مقصود تھا۔ کفر و شرک، ظلم و ستم، جور و جفا، ناانصافی و زور جنائی اور انسانیت کش جرائم کا پردہ چاک کرنے کے مستحقین عزم سے ہی آپ نے شمشیر دست اقدس میں تھامی۔ کسی پر زور یا دباؤ ڈالنے کے لئے آپ نے ہرگز تلوار نہیں اٹھائی۔

اسلام تلوار سے نہیں بلکہ حقانیت کی بناء پر ہی پھیلا ہے۔ کیونکہ اگر اسلام تلوار ہی کے بل بوتے پر پھیلا ہوتا تو اسلام کی جڑیں تادیر مستحکم نہ رہتیں۔ بلکہ قلیل عرصہ میں ہی متزلزل ہو کر اکھڑ گئی ہوتیں لیکن پندرہ سو سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود بھی اسلام اپنی شان و شوکت سے قائم و دائم رہتے ہوئے روز افزوں پھیل رہا ہے۔

اسلام تلوار سے پھیلا ہے، یہ الزام عائد کرنے والے متعصب عناصر کو دنداں شکن جواب دینے کے لئے ذیل میں کچھ اہم نکات ضیافت قارئین کی غرض سے پیش خدمت ہیں۔

◎ تاریخ کی گواہی

اب ہم تاریخ کے حوالے سے چند ایسے دلائل پیش کرتے ہیں کہ مخالفین کو بھی ناچار و مجبور ہو کر اسلام کی حقانیت کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ محبوب رب العالمین، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے ظاہری دنیوی سال کو باعتبار عیسوی تقابل کر کے پھر اس کے ضمن میں کچھ گفتگو کی جائے گی۔ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۶۳ سال کی عمر شریف اس دنیا میں بسر فرمائی۔ آپ کی ولادت باسعادت سے لے کر دنیا سے پردہ فرمانے تک ترسٹھ سال کا جو عرصہ ہے۔ اس عرصہ کے درمیان وقوع میں آئے ہوئے اہم واقعات، حالات، حوادث، امور، وغیرہ کو عیسوی سن کے اعتبار سے ٹٹولیں۔

○ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری:

پیدائش	دنیا سے پردہ فرمانا
۱۲ ربیع الاول شریف	۱۲ ربیع الاول شریف
ہجرت کے ۵۳ سال قبل	۱۱ھ

نوٹ: قمری سال کے اعتبار سے آپ کی عمر شریف ۶۳ سال اور شمسی سال کے اعتبار سے آپ کی عمر شریف ۶۱ سال ہوتی ہے۔

اب ہم شمسی سال کے اعتبار سے آپ کی حیات طیبہ دیکھیں۔

- (۱) ولادت ۵۷۰ھ ۵۳ سال قبل ہجرت
- (۲) اعلان نبوت ۶۱۰ھ جب آپ کی عمر شریف قمری اعتبار سے چالیس سال تھی۔
- (۳) ہجرت ۶۲۲ھ جب آپ کی عمر شریف قمری اعتبار سے ترپن سال تھی۔
- (۴) جہاد کا حکم ۶۲۳ھ عمر شریف ۵۵ سال ۲ھ
- (۵) رحلت ۶۳۲ھ عمر شریف ۶۳ سال ۱۱ھ

○ مذکورہ بالا تفصیل کو دو حصوں میں تقسیم کریں

حصہ اول: ولادت ۵۷۰ھ سے جہاد کا حکم نازل ہونا ۶۲۳ھ یعنی ۲ھ تک
 حصہ دوم: جہاد کا حکم ۶۲۳ھ (۲ھ) سے رحلت ۶۳۲ھ یعنی ۱۱ھ تک

نتیجہ:

حصہ اول کی مدت: ۵۳ سال

حصہ دوم کی مدت: ۸ سال

۶۱ سال

یعنی قرآن مجید کی سورہ حج کی آیت کریمہ ”اُذِنَ لِلَّذِينَ يُقْتُلُونَ بِاَنَّهُمْ ظَلَمُوا“

۶۲۳ء میں نازل ہوئی اور ۶۲۳ء (۲ھ) سے جہاد کا آغاز ہوا۔ ۶۲۳ء سے پہلے اسلامی تاریخ میں ایک بھی جنگ نہیں ہوئی جس کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے۔ (معاذ اللہ)۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اسلام کو تلوار سے پھیلانے کا آغاز ۶۲۳ھ سے ہوا۔ تو اگر اسلام تلوار ہی سے پھیلا ہوتا تو ۶۲۳ء سے پہلے اسلام کی نشر و اشاعت نہ ہوئی ہوتی۔ لیکن ہم تاریخ کے شواہد و دلائل کی روشنی میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ۶۲۳ء سے پہلے ہی اسلام اپنی حقانیت کی بناء پر لوگوں کے دلوں میں نقش ہو گیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاقی محاسن اور خصائص کبریٰ نے دنیا کو متاثر کر دیا تھا۔ آپ کے نور نبوت نے ظلمت کدہ میں بھٹکنے والوں کو ہدایت کی روشنی عطا فرمادی تھی۔

ذیل میں ہم چند ایسے واقعات اور امور کی طرف قارئین کرام کی عالی توجہات کو مرکوز کرنے کے لئے اختصاراً صرف اشارہ کرتے ہیں کہ جن پر بنظر عمیق خوض و فکر کرنے سے واضح طور پر یہ حقیقت عیاں ہوگی کہ اسلام ہرگز تلوار کے بل بوتے پر نہیں پھیلا بلکہ اسلام اپنی صداقت اور حقانیت کی بناء پر عالم گیر پیمانہ پر پھیلا ہے۔

○ ۵۸۲ھ: جب کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف صرف بارہ سال تھی۔ یعنی کہ آیت قتال کے نازل ہونے کے ۴۳ سال پہلے، آپ نے اپنے چچا ابوطالب کے ہمراہ ملک شام کا سفر فرمایا۔ جب آپ کا قافلہ بصری پہنچا تو بصری کے قریب ایک دیہات میں ایک صومعہ تھا۔ اس صومعہ میں بحیرہ نام کا ایک راہب رہتا تھا جو توریت، انجیل اور دیگر آسمانی کتابوں کا زبردست عالم تھا۔ اور اس کا شمار یہود اور نصاریٰ کے احبار میں ہوتا تھا۔ جب بھی کوئی عرب سے آنے والا قافلہ اس کے صومعہ کے قریب آ کر ٹھہرتا تو بحیرہ راہب اپنے صومعہ سے باہر آ کر قافلے کے ہر شخص کو گھور گھور کر دیکھتا۔ گویا اُسے کسی کی تلاش تھی لیکن ہر مرتبہ وہ مایوس اور ناکام ہوتا اور اپنے صومعہ میں واپس لوٹ جاتا۔ لیکن ۵۸۲ھ میں حضور اقدس، جان عالم و رحمت عالم و باعث تخلیق عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قریش کے قافلے کے ہمراہ اس صومعہ کے قریب آ کر ٹھہرے تو بحیرہ راہب نے اپنے صومعہ سے باہر آ کر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ بادل آپ پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ ہر شجر و حجر آپ کو سلام کر رہا ہے تو

اس نے یقین کر لیا کہ مجھ کو جس کی تلاش تھی وہ ذات گرامی یہی ہے۔ بحیرہ راہب نے پورے قافلے کی دعوت کی۔ جب حضور اقدس بحیرہ راہب کے پاس تشریف لے گئے تو بحیرہ راہب نے آپ سے چند سوالات کیے اور تسلی بخش جوابات پایا۔ پھر اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شانہ اقدس پر اس مہر نبوت کو بھی دیکھا جس کا ذکر اس نے آسمانی کتابوں میں پڑھا تھا۔ بحیرہ نے مہر نبوت کو بوسہ دیا اور آپ پر ایمان لایا۔ بحیرہ ان میں سے ایک ہے جو حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر آپ کے اظہار نبوت سے پہلے ایمان لائے ہیں۔

(حوالہ:- مدارج النبوة، از شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی، جلد ۲: ص ۴۱)

۵۸۲ء میں بحیرہ راہب کا مذکورہ واقعہ جب پیش آیا تب ملک شام کا ایک شخص باسیل بن منجائیل بھی بحیرہ راہب کے صومعہ میں موجود تھا۔ اور اس نے اپنی آنکھوں سے مذکورہ معاملہ دیکھا تھا۔ پھر وہ شخص اپنے گھر چلا گیا۔ باسیل بن منجائیل کو پختہ یقین تھا کہ بحیرہ راہب حق کے سوا کچھ نہیں کہتا لہذا وہ بھی اسی وقت سے گرویدہ ہو گیا۔ پھر وہ شخص قسطنطنیہ چلا گیا۔ پھر وہاں سے قیساریہ جس کا پرانا نام Strato's Tower ہے وہاں چلا گیا۔ جب باسیل بن منجائیل قیساریہ میں تھا تب اس نے سنا کہ مکہ معظمہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا ہے تو وہ آپ پر ایمان لایا۔ باسیل بن منجائیل ملک شام کے شہر قلعہ صور کے حاکم ارمویل بن قسطہ کا چچا زاد بھائی تھا۔

(حوالہ: فتوح الشام، از علامہ واقدی، اردو ترجمہ، مطبوعہ نولکشور لکھنؤ، ص ۴۱۵)

نوٹ: باسیل بن منجائیل نے اپنا ایمان پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ ۶۳۰ء (۱۹ھ) میں ملک شام میں قلعہ صور کی جنگ کے موقع پر انھوں نے اپنا ایمان ظاہر کیا اور اسلامی لشکر کی عظیم خدمات انجام دیں۔ جس کا تفصیلی بیان اس کتاب میں فتوحات ملک شام کے ضمن میں ”فتح قلعہ صور“ کے عنوان کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

۶۱۰ء سے پہلے حضرت حبیب نجار اور اصحاب قریہ وغیرہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ اگلی آسمانی کتابوں میں پڑھ کر اعلان نبوت کے پہلے ایمان لائے تھے۔

(حوالہ:- مدارج النبوة، جلد ۲: ص ۴۱)

۶۱۳ء یعنی اعلان نبوت کے پانچویں سال مکہ معظمہ سے کچھ مسلمان کفار مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ کیونکہ مکہ معظمہ میں مسلمانوں کا رہنا مشرکوں نے دو بھر کر دیا تھا۔ لہذا رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب میں مسلمانوں کی بہت بڑی جماعت نے حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ اس ہجرت کو ہجرت اول کہتے ہیں۔ ہجرت کرنے والوں میں حضرت عثمان بن عفان، حضرت جعفر بن ابی طالب، وغیرہ جلیل القدر صحابہ کرام تھے۔ جب مشرکین مکہ کو پتہ چلا کہ مسلمان ہجرت کر کے حبشہ گئے ہوئے ہیں تو انھوں نے ایک جماعت کو بحیثیت وفد بہت سارے ہدایا و تحائف کے ساتھ حبشہ کے بادشاہ کے پاس بھیجا۔ حبشہ کے بادشاہ کو نجاشی کہا جاتا ہے۔ اس وقت کے نجاشی کا نام اَصَمَحہ تھا۔ کفار مکہ کے وفد نے نجاشی بادشاہ سے مسلمانوں کی شکایتیں کیں اور زہرا گل اُگل کر بادشاہ کے کان بھرنے کی بھرپور کوشش کی اور یہ درخواست کی کہ مسلمانوں کو حبشہ سے نکال دیں، بادشاہ نجاشی اصمہ نے کہا کہ مسلمانوں نے میرے ملک میں پناہ لی ہے لہذا میں جب تک ان سے روبرو بات چیت نہ کر لوں ایسا کوئی حکم صادر نہیں کر سکتا۔ چنانچہ مسلمان شاہی دربار میں طلب کئے گئے بادشاہ نے مسلمانوں سے دین اسلام کے تعلق سے کچھ سوالات کئے۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی احکام کی ایسی نفیس ترجمانی کی کہ بادشاہ کے دل پر رقت طاری ہو گئی۔ پھر نجاشی بادشاہ نے کہا کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جو کلام نازل ہوا ہے، اس میں سے کچھ تلاوت کرو۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورہ مریم تلاوت کی۔ اللہ تعالیٰ کے مقدس کلام کو سن کر نجاشی بادشاہ اور اس کے ارد گرد پادریوں کا جو گروہ تھا وہ تمام رونے لگے۔ تمام نے یک زبان کہا کہ ”خدا کی قسم! یہ کلام اور وہ کلام جو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوا تھا، دونوں کلام ایک ہی مشکوٰۃ سے نکلے ہیں۔“

پھر نجاشی نے کہا کہ ”میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور یہ وہ ذات گرامی ہے جن کی بشارت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے دی ہے۔“ اس کے بعد نجاشی نے قریش مکہ کے تحفوں کو لوٹا دیا اور ان کو ذلیل و رسوا کر کے اپنے دربار سے نکال دیا۔ چنانچہ مشرکین مکہ کا وفد خائب و خاسر ہو کر ناکام میاب واپس لوٹا۔
(حوالہ:- مدارج النبوة، اردو ترجمہ، جلد ۲، ص: ۶۵)

◎ توجہ درکار!

مذکورہ تمام واقعات ۶۲۳ء میں جہاد کی آیت نازل ہونے سے پہلے کے ہیں۔ بحیرہ راہب، باسیل بن منجائیل، حبیب نجار اور اصحاب قریہ کے واقعات تو اعلان نبوت ۶۱۰ء کے پہلے کے ہیں۔ ان کا اعلان نبوت سے پہلے ایمان لانا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ توریت، انجیل، اور دیگر کتب سماوی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ اور دین اسلام کی صداقت و حقانیت مذکور تھی جس کو پڑھ کر انھوں نے جان لیا تھا کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کن کن اوصاف کی حامل ہوگی اور جب انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار کا شرف حاصل کیا تو انھوں نے حضور کو عین ان تمام اوصاف کے مطابق پایا جو اگلی کتابوں میں مرقوم تھے۔ لہذا انھوں نے بلا کسی تاویل و تاخیر ایمان لانے میں سبقت کی۔ انھوں نے حق پڑھا، حق سنا، حق دیکھا، حق کو جانا، حق کو مانا اور حق کو قبول کیا۔ کوئی تلوار لے کر ان کے سر پر نہ کھڑا تھا کہ بحالت اکراہ و مجبوری انھوں نے کلمہ کا اقرار کیا۔ تلوار سے ان کی کوئی گردن اڑا دینے والا نہ تھا کہ اپنی جان بچانے کے لئے کلمہ شہادت کا اعتراف کیا، بلکہ انھوں نے صدق دل سے، اسلام اور رحمت عالم کی حقانیت و صداقت کو اظہار من الشئس ظاہر و باہر دیکھ کر ایمان و اسلام قبول کیا تھا۔

اسی طرح نجاشی بادشاہ کے قصے میں تو یہ حقیقت اور واضح ہوگئی کہ اسلام کو تلوار سے نہیں پھیلا یا گیا۔ البتہ تلوار سے اسلام کو ختم کرنے کی ضرورت کوشش کی گئی۔ نبوت کے پانچویں سال مکہ سے حبشہ کی طرف مسلمانوں کی بہت بڑی جماعت کا ہجرت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ دین حق اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مکہ معظمہ کے کفار مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہو گئے تھے۔ کتب سیر و تواریخ میں بے شمار واقعات اس قسم کے پائے جاتے ہیں کہ اسلام کے ابتدائی

دور میں ایمان لانے والوں کو اسلام سے منحرف کرنے کے لئے کفار و مشرکین نے مسلمانوں پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے اور ان کا جینا مشکل کر دیا تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد مسلمان امن و امان کو ترس گئے اور امن و امان اور چین و سکون کی تلاش و جستجو میں ہی انھوں نے مکہ معظمہ سے حبشہ تک کا طویل سفر کیا تھا۔ ایک بڑی جماعت کا مکہ سے حبشہ تک ہجرت کرنا ثابت کرتا ہے کہ انھوں نے اسلام کی صداقت کو ایسا جانا اور مانا کہ تحفظ ایمان کی خاطر اپنے مادر وطن کو خیر آباد و الوداع کر دیا۔ مکہ معظمہ میں ان پر جو ظلم و ستم ڈھائے گئے وہ صرف اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ہی ڈھائے گئے تھے۔ اگر اسلام تلوار سے پھیلا ہوتا تو اسلام قبول کرنے والی ایک بڑی جماعت مکہ سے ہرگز ہجرت نہ کرتی۔ اسلام نے تلوار نہیں اٹھائی تھی بلکہ اسلام پر تلوار اٹھائی گئی تھی۔ اسلام کو تلوار سے نہیں پھیلا یا جا رہا تھا بلکہ اسلام کو تلوار سے مٹانے کی کوشش کی جا رہی تھی۔

کفار مکہ کی اسلام دشمنی تشدد و تعصب کی حدیں عبور کر چکی تھی۔ لہذا مکہ معظمہ سے ہجرت کرنے والوں کو حبشہ میں بھی پریشان کرنے کے فاسد ارادے سے کفار مکہ کا وفد مسلمانوں کے تعاقب میں حبشہ پہنچ گیا۔ حبشہ کے بادشاہ کو اپنا موافق بنانے کے لئے قیمتی تحفے بادشاہ کی خدمت میں پیش کئے یعنی اسلام کو ختم کرنے کے لئے اپنا تن، من اور دھن سب خرچ کرنے لگے۔ تحائف اور ہدایا کے ذریعے شاہی دربار میں رسائی حاصل ہونے پر انھوں نے پہلی فرمائش مسلمانوں کو حبشہ سے جلا وطن کرنے کی کی۔ لیکن انصاف پسند بادشاہ نے مسلمانوں کو گفت و شنید کا موقع دیا۔ جس وقت مسلمان نجاشی بادشاہ کے دربار میں طلب کئے گئے اس وقت مسلمان مظلومیت کی حالت میں تھے۔ ان پر شرانگیزی کا الزام تھا۔ بحیثیت ملزم وہ شاہی دربار میں کھڑے تھے۔ ان کے مستقبل کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ جلا وطنی کی تلوار ان کے سروں پر لٹک رہی تھی۔ مسلمانوں کے ہاتھوں میں تلوار نہ تھی۔ لیکن ”الْحَقُّ يَغْلُو وَلَا يَغْلَى“ یعنی حق غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا، کے مطابق شاہی دربار میں حق کی صداقت کا پرچم لہرایا۔ یہاں تک کہ نجاشی بادشاہ نے اسلام کی صداقت کا اعتراف کیا اور دولت ایمان سے مشرف ہوا تو کیا شاہ حبشہ نجاشی نے تلوار کے خوف سے اسلام کی صداقت کا اعتراف کیا تھا؟ ہرگز نہیں،

بلکہ معاملہ برعکس تھا۔ تلوار مسلمانوں کے ہاتھوں میں نہیں بلکہ بادشاہ کے تصرف میں تھی۔ بادشاہ کے ادنیٰ اشارے پر مسلمانوں کی گردنیں دھڑ سے الگ ہو سکتی تھیں۔ بادشاہ مختار تھا مجبور نہ تھا۔ اس نے تلوار کے خوف سے اعتراف حق نہیں کیا تھا بلکہ کلام اللہ کی حقانیت نے اس کے دل کو حق پذیر کیا تھا۔

شاہ حبشہ نجاشی ان سعادت مندوں میں سے ہیں جن کی نماز جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھی۔ ۹ھ میں شاہ حبشہ نے رحلت کی۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس دن شاہ حبشہ نجاشی نے وفات پائی نبی کریم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ آج تمہارے بھائی مرد صالح اسحمہ نے وفات پائی۔ اٹھو اور ان کی نماز جنازہ پڑھو اور اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔ اس کے بعد ہم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے اور ہم نے عید گاہ میں نماز جنازہ پڑھی۔ (حوالہ: مدارج النبوة، اردو ترجمہ، جلد ۲: ص ۶۳۷)

ایک ضروری امر کی وضاحت پیش خدمت ہے کہ جنازہ غائب کی نماز پڑھنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جائز ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ جائز نہیں، کیونکہ نماز جنازہ کے شرائط میں سے یہ ہے کہ نماز پڑھنے والے کے سامنے میت کا موجود ہونا ضروری ہے۔ اور غائب کی نماز جنازہ پڑھنے میں نماز پڑھنے والوں کے سامنے میت موجود نہیں ہوتی۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نجاشی بادشاہ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کا ذکر مذکورہ بالا حدیث حضرت جابر میں ہے۔ اس کا جواب ائمہ دین یہ دیتے ہیں کہ نجاشی بادشاہ کے قصبے میں بھی وہ نماز جنازہ غائب پر نہ تھی بلکہ زمین کو لپٹ کر نجاشی بادشاہ کا جنازہ عالم ماکان و مایکون غیب جاننے والے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ظاہر کر دیا گیا تھا۔ یا جنازہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے لایا گیا تھا۔ علاوہ ازیں نماز جنازہ میں مقتدیوں کا جنازہ دیکھنا شرط نہیں۔ اگر امام نے جنازہ دیکھ کر پڑھائی تو امام کا دیکھنا مقتدیوں کے لئے کافی ہے۔

شیخ الاجل، امام العدل، علامہ محمد بن عمرو الواقدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے نجاشی کے جنازہ کو پیش نظر کر دیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ آپ نے ملاحظہ فرما کر جنازہ کی نماز پڑھی۔

○ اسلام اپنی حقانیت کی وجہ سے پھیلا

○ ۱۴۱ھ یعنی نبوت کے اعلان کے چھٹے سال مکہ معظمہ میں قوم قریش کے سب سے زیادہ غیرت مند، شہ زور، شجاع اور بہادر حضرت حمزہ بن عبد المطلب ایمان لائے۔ ان کے ایمان لانے کے تین روز کے بعد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔ حضرت عمر کے ایمان لانے کا واقعہ بھی حیرت انگیز ہے۔ ان کو پتہ چلا کہ ان کی بہن فاطمہ اور ان کے بہنوئی حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ جن کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔ یہ دونوں مسلمان ہو گئے ہیں۔ لہذا وہ اپنی بہن کے پاس گئے اور خوب پینا یہاں تک کہ وہ لہو لہان ہو گئیں۔ ان کی بہن نے کہا کہ تم چاہو تو مجھے قتل کر دو لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں مسلمان ہو گئی ہوں۔ تھوڑے وقفہ کے بعد حضرت عمر فاروق نے اپنی بہن سے فرمایا کہ میں جب گھر میں داخل ہوا تو تم اور سعید بن زید کچھ پڑھ رہے تھے۔ مجھے دکھاؤ کہ تم کیا پڑھ رہے تھے؟ بہن نے کہا کہ تم ناپاک اور مشرک ہو۔ اور ہم ایسی کتاب پڑھ رہے تھے کہ جس کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ حضرت عمر نے غسل فرمایا اور سورۃ کو پڑھنا شروع کیا اور آپ پر گریہ طاری ہو گیا اور آپ نے اسی وقت کلمہ شہادت پڑھ لیا۔

(مواہب لدنیہ، از علامہ احمد بن محمد المصری القسطلانی)

حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں مکہ معظمہ کے بہادروں میں شمار ہوتے تھے۔ ان دونوں کو اسلام قبول کرنے پر کس نے تلوار دکھا کر مجبور کیا تھا؟ بلکہ حضرت عمر تو تلوار لے کر اپنی بہن اور بہنوئی کو مارنے گئے تھے لیکن قرآن مجید کی حقانیت سے اتنے متاثر ہوئے کہ جس تلوار سے اپنے بہن بہنوئی کو مارنے گئے تھے اس تلوار سے اپنے کفر کو

کاٹ ڈالا اور ایمان کی لازوال دولت سے مالا مال ہو گئے۔

۶۱۹ء یعنی اعلان نبوت کے گیارہویں سال ایام حج میں مدینہ طیبہ کے قریبی علاقہ خزرج کا ایک وفد مکہ معظمہ آیا۔ اس وقت رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمقام منیٰ عقبہ کے قریب تشریف فرما تھے۔ وہ وفد حاضر خدمت اقدس ہو کر اسلام سے مشرف ہو کر مدینہ منورہ لوٹا۔ مدینہ منورہ میں ہر گھر اور ہر مجلس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر ہونے لگا۔ سال آئندہ مدینہ طیبہ سے ایک دوسرا وفد حاضر بارگاہ رسالت ہو کر ایمان سے مشرف ہوا اور اس وفد میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اس وفد کی خواہش پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے ساتھ مدینہ منورہ بھیجا تاکہ وہ اہل مدینہ کو قرآن کی تعلیم دیں اور دین کے مسائل سکھائیں۔ اسی سال مدینہ منورہ میں جمعہ کی نماز شروع ہوئی۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشاعت دین میں سعی بلیغ فرمائی۔ چنانچہ مدینہ منورہ میں نور ایمان کی ضیائیں پھیلنے لگیں۔ اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اسلام کی صداقت کا پھر برا مدینہ طیبہ میں لہرانے لگا۔

(حوالہ:- مدارج النبوة، اردو ترجمہ، جلد ۲: ص ۸۴ تا ۸۶)

۶۲۱ء یعنی اعلان نبوت کے تیرہویں سال حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار کی ایک کثیر جماعت لے کر حج کے زمانے میں مکہ معظمہ آئے۔ مدینہ طیبہ سے مشرکین بھی کافی تعداد میں بارادہ حج مکہ معظمہ آئے ہوتے تھے۔ حضرت مصعب کے ساتھ قوم اوس اور قوم خزرج کے پانچ سو آدمی آئے ہوئے تھے۔ یہ تمام لوگ مدینہ سے آئے ہوئے مشرکوں سے چھپ کر عقبہ کے قریب پہاڑ پر جمع ہوئے وہاں حضور اقدس سید المرسلین تشریف لے گئے اور تمام کو بیعت اسلام سے مشرف فرمایا۔ مدینہ سے آئے ہوئے اس وفد میں بارہ حضرات مدینہ کے رؤسا اور اکابر تھے۔ دولت ایمان سے سرفراز ہونے کے بعد ان میں ایسا ایمانی جذبہ اور ولولہ پیدا ہوا کہ اس وفد میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو اس وقت منیٰ میں جو مشرکین جمع ہیں ہم ان کو تلوار کی دھار پر رکھ لیں اور قتل کر دیں۔ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”مجھے اس کا حکم نہیں

دیا گیا ہے کہ تلوار سونتوں اور مشرکوں کے ساتھ جنگ کروں۔“ اس کے بعد انصار کا وہ قافلہ مدینہ منورہ لوٹا۔

مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ لوٹتے وقت انصار کے قافلے نے بارگاہ رسالت میں التماس و گزارش کی کہ یا رسول اللہ! اگر آپ ہمارے ساتھ مدینہ طیبہ تشریف لے چلیں تو زہے سعادت! آپ جو بھی حکم فرمائیں گے ہم جان و دل سے تابع فرمان ہوں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”مجھے ابھی مکہ معظمہ سے نکلنے کا حکم نہیں ہوا ہے اور میری ہجرت کے لئے کوئی مقام متعین نہیں کیا گیا ہے۔ جس وقت بھی حکم ہوگا اور جہاں کے لئے بھی حکم ہوگا وہاں ہجرت کروں گا۔“ یہ فرما کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار مدینہ کے قافلے کو رخصت فرمادیا۔ جب مکہ معظمہ کے کفار کو پتہ چلا کہ انصار مدینہ کا قافلہ یہاں آیا تھا۔ اور اسلام قبول کر کے واپس لوٹ گیا ہے تو وہ حسد کی آگ میں جل اٹھے۔ حسرت و یاس سے سینہ پر ہاتھ مارنے لگے اور ذلت و ندامت کی خاک سے اپنے سروں کو آلودہ کرنے لگے۔

(حوالہ: مدارج النبوة، اردو ترجمہ، جلد ۲: ص ۸۷ تا ۹۰)

قارئین توجہ فرمائیں کہ مدینہ منورہ سے جوق در جوق مکہ معظمہ آ کر اسلام قبول کرنے کی لوگوں کو کس نے ترغیب دی؟ کس نے مستعد کیا؟ کس نے آمادہ کیا؟ صرف اور صرف اسلام اور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صداقت نے۔ اسلام میں داخل ہونے والے ان شیدائیوں کو کسی نے تلوار دکھا کر ڈرایا تھا یا دھمکی دی تھی؟ کہ مسلمان ہو جاؤ ورنہ گردن کاٹ دی جائے گی۔ ہرگز نہیں بلکہ ایمان لانے والے انصار کی جماعت کفار و مشرکین سے خوفزدہ تھی اسی لئے تو خفیہ طور پر عقبہ کے قریب واقع ایک پہاڑ پر جمع ہو کر داخل اسلام ہوئے تھے۔ ان حضرات کو مسلمانوں کی تلواروں کا بالکل خوف نہ تھا۔ البتہ کفار و مشرکین کی تشدد و شمشیروں سے ضرور خائف تھے۔ اسلام کے عالمگیر پیغام امن و امان کا تو انھوں نے ذاتی تجربہ اور مشاہدہ کر لیا کہ جب وفد میں سے ایک شخص نے کفار و مشرکین پر تلوار زنی کی اجازت طلب کی تو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ممانعت فرمادی۔

۶۲۲ء شجر اسلام کو پروان چڑھتا دیکھ کر کفار و مشرکین بوکھلا گئے۔ اسلام کی روشنی ہدایت

کو مزید پھیلنے سے روکنے کے لئے انھوں نے تمام ترکیبیں آزمائیں۔ لیکن ناکام و نامراد رہے۔ لہذا ترکش کا آخری تیر استعمال کرتے ہوئے مشرکین نے دارالندوہ میں شیخ نجدی کی رائے اور مشورے سے اتفاق کرتے ہوئے یہ طے کیا کہ آفتاب نبوت و رسالت کی روشنی کو بشکل اسلام پھیلنے سے ہم نہیں روک سکتے تو اب یہ کرو کہ آفتاب رسالت کو ہی غروب کر دو۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شہید کر دو تا کہ نہ آفتاب رہے نہ اس کی روشنی پھیلے۔ گویا کہ کفار نے ”نہ رہے بانس نہ بجے بانسری“ والی کہاوت پر عمل کرنے کا مصمم اور پختہ ارادہ کر کے جانِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی سازش کی۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفار کے فاسد ارادے سے مطلع فرما دیا اور آپ نے ۶۲۲ء میں مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت فرمائی۔

جب اہل مدینہ کو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت کی اطلاع ملی تو مدینہ منورہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ لوگ فرط مسرت سے جھوم اٹھے اور آپ کا شاندار استقبال کرنے کی غرض سے روزانہ مدینہ منورہ سے باہر نکل کر منتظر رہتے۔ بالآخر وہ وقت بھی آ پہنچا کہ آفتاب رسالت و ماہتاب نبوت جانِ عالم و رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قدمِ مہمنت لزوم فرمایا۔ وہ دن دو شنبہ مبارک کا تھا اور اسی دن سے ہجری سن (قمری ہجری) لکھنے کی ابتداء ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں رونق افروز ہونے کے بعد مسجدِ قبا شریف کی تاسیس و تعمیر فرمائی اور یہ وہ پہلی مسجد ہے جو اسلام میں تعمیر کی گئی۔ اور یہ وہ پہلی مسجد ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی جماعت کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔

مدینہ طیبہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ حق پرست پر اسلام لانے کے لئے لوگوں کا تانتا لگ گیا، اطراف کے علاقوں اور قرب و جوار کے دیہاتوں سے گروہ بندی سے لوگ آ کر داخل اسلام ہونے لگے اور اسلام کو تقویت و غلبہ حاصل ہونا شروع ہوا اور مدینہ منورہ مرکز اسلام کی حیثیت سے مشہور و معروف ہونے لگا۔ شمع رسالت کے پروانوں کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہونے لگا۔ یہ تمام واقعات ۶۲۲ء یعنی ۱ھ کے ہیں اور اس وقت تک رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اذنِ جہاد نہ ملا تھا۔ اس وقت تک کوئی بڑی جنگ تو

درکنار بلکہ معمولی مقاتلہ بھی رونما نہ ہوا تھا۔ لیکن ہزاروں کی تعداد میں لوگ مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ ان تمام کو کیا تلوار کے بل بوتے پر مسلمان بنایا گیا تھا؟ حَاشَا لِلّٰہِ حَاشَا لِلّٰہِ ! رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دلکش و متوازن شخصیت، آپ کی شیریں مقالی، تواضع، انکساری، اخلاقی محاسن اور اسلام کے حیات بخش اصولوں نے لوگوں کو ایسا گرویدہ اور فریفتہ کر دیا تھا کہ اپنے آبائی باطل دین کو آن واحد میں ترک کر کے پرستارانِ حق میں شامل ہو گئے۔

۶۲۲ء ع۔ اھ:- یہاں ایک ضروری امر کی بھی وضاحت کرنا لازمی ہے کہ مدینہ منورہ میں جانِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر جو لوگ بشوق و اشتیاق داخل اسلام ہو رہے تھے۔ ان میں قوم کے اداء، فضلاء، امراء، علماء، صلحاء، روساء اور حکماء بھی شامل تھے۔ وہ تمام صرف رواداری یا دیکھا دیکھی اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ انھوں نے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف کو دیکھا، جانچا، ٹٹولا، پرکھا اور صداقت پر مبنی پاکر اقرار تو حید و رسالت کیا تھا۔ یہاں تک کہ اسلام کی سخت ترین دشمن قوم یہود کے جید اور مایہ ناز علماء و فضلاء نے بھی سابقہ کتب سماوی کی روشنی میں اسلام کو حق پایا اور دولت ایمان کی سعادت حاصل کی۔ مثلاً:

○ حضرت عبداللہ بن سلام کا قبول اسلام

حضرت عبداللہ بن سلام حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ ان کا شمار اکابر علماء یہود میں ہوتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں قدم رنجہ ہوئے اور لوگ آپ کی مجلس مبارک کی حاضری میں سبقت کرنے لگے تو میں بھی ان کے ہمراہ حضور کی بارگاہ میں باریابی سے مشرف ہوا۔ جب میری پہلی نظر آپ کے روئے انور پر پڑی تو میں نے جان لیا کہ یہ کذابوں یعنی جھوٹوں کا چہرہ نہیں ہے۔ پھر میں نے آپ کی زبان اقدس سے چند نصیحت کے کلمات سماعت کئے۔ بعد ازاں اپنے گھر لوٹ آیا۔ آپ کی گفتگو سے میں بہت متاثر ہوا تھا۔ لہذا دوسری مرتبہ

خلوت میں حضور کی خدمت میں حاضری دی۔ اس وقت کی حاضری میں میں نے عالم ماکان و مایکون سے تین ایسے سوالات کئے جن کا جواب نبی کے سوا دوسرا کوئی نہیں دے سکتا۔ جب میں نے اپنے سوالوں کا ثانی اور کافی جواب سنا تو بآواز بلند کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام میں داخل ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن سلام نے اسلام قبول کرنے کے بعد عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہود ایسی قوم ہے جو کذب و بہتان میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔ باوجودیکہ وہ میرے علم، میری سیادت اور سرداری کے قائل ہیں لیکن جب ان کو پتہ چلے گا کہ میں ایمان لے آیا ہوں تو وہ بہتان باندھیں گے۔ لہذا آپ میرا ایمان لانا ان پر پوشیدہ رکھ کر پہلے میرے بارے میں ان کی رائے دریافت فرمائیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو پوشیدہ مقام میں بٹھا دیا اور یہودیوں کی ایک جماعت کو بلا کر حضرت عبداللہ بن سلام کے متعلق پوچھا کہ وہ کیسے شخص ہیں؟ تمام نے یک زبان ہو کر کہا کہ ”وہ ہمارے سردار، ہمارے سردار کے فرزند، ہم میں سب سے زیادہ عالم، ہمارے پیشوا، ہم میں بہترین، ہم میں دانا ترین ہیں۔“ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جماعت یہود سے بار بار حضرت عبداللہ بن سلام کے متعلق پوچھا۔ ہر مرتبہ انھوں نے یہی جواب دیا اور ان کی تعریف و توصیف کے پل باندھے۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن سلام باہر آؤ۔ حضرت عبداللہ بن سلام کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے باہر آئے اور فرمایا اے گروہ یہود! ایمان لے آؤ۔ اس پر گروہ یہود نے کہنا شروع کیا کہ عبداللہ بن سلام ہم میں بدترین و جاہل ہیں اور بدترین اور جاہل ترین کے فرزند ہیں۔ (حوالہ مدارج النبوة، اردو ترجمہ، جلد: ۲، ص: ۱۰۷ تا ۱۱۳)

اس کو کہتے ہیں بغض و عناد۔ تھوڑی دیر پہلے جنہوں نے اپنی زبانوں سے ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ جس کی تعریف میں آسمان و زمین کے قلابے ملا دیئے تھے وہی لوگ اُسی نشست میں، انھیں زبانوں سے چند لحوں کے بعد حضرت عبداللہ بن سلام کی تذلیل میں آسمان سر پر اٹھا رہے تھے۔ صرف اسلام قبول کرنے کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن سلام اپنی قوم کی نظروں میں مدح و ثنا کے بجائے طعن و تشنیع کے سزاوار ہو گئے تھے۔ لیکن حضرت عبداللہ بن سلام رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے قوم یہود کی افترا پر دازی سے قطع نظر فرما کر صداقت و ہدایت سے منحرف نہ ہوئے۔ کیا حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گردن پر تلوار کی دھار رکھ کر ایمان لانے پر مجبور کیا گیا تھا؟ ہرگز نہیں بلکہ ان کو اسلام سے منحرف کرنے کے لئے قوم یہود نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا۔ مگر وہ اپنے مذموم ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اسلام تلوار سے نہیں پھیلا البتہ سادہ مسلمانوں کو تلوار کے زور سے اسلام سے پھیرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگر اسلام تلوار سے پھیلا ہوتا تو اسلام لانے والے تلوار کے خوف سے اسلام سے پھر جاتے اور مرتد ہو جاتے لیکن تمام باطل طاقتیں متحد ہو کر بھی مسلمانوں کے اعتقاد و یقین میں تزلزل برپا نہ کر سکیں اور مسلمان دین حق پر ثابت قدم رہے اور رہیں گے۔

◎ حکم جہاد کیوں نازل ہوا؟

اسلام کی بڑھتی ہوئی شان و شوکت دیکھ کر کفار و مشرکین کے ساتھ ساتھ یہود و نصاریٰ بھی حسد و عناد میں تلملا اُٹھے۔ قوم یہود و نصاریٰ کے عالم اسلام میں علی الاعلان داخل ہوئے مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام۔ اسی طرح حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ اصفہان کے رہنے والے تھے، انھوں نے دین کی تلاش میں دور دراز کی مسافت طے کی تھی۔ حضرت سلمان فارسی نے دین نصرانی اختیار کیا تھا اور انجیل کے زبردست عالم تھے۔ جب انھوں نے مدینہ منورہ میں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل کیا تو انھوں نے حضور اقدس میں وہ اوصاف جمیلہ پائے جو انھوں نے انجیل میں نبی آخر الزماں کی تعریف میں پڑھے تھے۔ لہذا وہ بھی ایمان لا کر اسلام میں داخل ہو گئے۔ علاوہ ازیں روزانہ گروہ کے گروہ امنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح آتے اور شمع نبوت و رسالت پر پروانہ وار نچھاور ہوتے تھے۔ لہذا ادیان باطل کے سرغنہ کے سروں پر خون سوار ہو گیا۔ مدینہ منورہ کے مشرکین و یہود نے مکہ معظمہ کے کفار و مشرکین سے رابطے بڑھائے اور اسلام دشمنی پر ہاتھ ملائے اور اسلام کی تیغ کئی کے لئے کمر بستہ ہوئے۔ مکہ معظمہ، خیبر، وغیرہ مقامات پر فوجیں تشکیل دی جانے لگیں۔ جنگی ہتھیار بھاری تعداد میں جمع کئے جانے لگے۔ علاوہ ازیں سماجی اور معاشرتی زندگی میں انھوں

نے مسلمانوں کو سخت اذیتیں دینی شروع کیں۔ ظلم و جفا کا بازار گرم کیا۔ بلکہ مسلمانوں پر ظلم کرنے میں فخر اور فلاح محسوس کرنے لگے۔ بچے بوڑھے، عورتیں، ضعیف، بیمار، اور ناتواں کو ستانے میں بھی کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ مسلمان ان کے ظلم و تشدد کا آئے دن شکار ہوتے تھے۔ مجروح و زخمی ہو کر بارگاہ رسالت میں آتے اور ظالموں کے مظالم کی شکایتیں کرتے لیکن رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ مظلومین کو صبر کرنے کی تلقین فرماتے۔

حالات ایسے رونما ہو گئے تھے کہ کفار و مشرکین کی جراتیں دن بہ دن بڑھتی جا رہی تھیں۔ اپنے مسلمان بھائیوں پر کئے جانے والے ظلم و ستم دیکھ کر صاحب استطاعت، شہ زور، شجاع اور ذی قوت مومنین کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا، قوت ضبط و تحمل جواب دے جاتی تب وہ بارہ گاہ رسالت میں حاضر ہو کر جنگ و قتال کی اجازت طلب کرتے لیکن رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ یہی ارشاد فرماتے کہ مجھے جہاد کرنے کا حکم نہیں ملا۔ مسلمانوں کا صبر کرنا اور جواب نہ دینا محض رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلقین صبر کی بناء پر تھا، حالانکہ اب مسلمان ایسی پوزیشن میں تھے کہ وہ اینٹ کا جواب پتھر سے دے کر ظالموں کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے۔ لیکن مسلمانوں نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کو سر آنکھوں پر لیا اور جوابی کاروائی کی طرف التفات نہ کیا، جس کا کفار و مشرکین نے غلط مفہوم اخذ کیا کہ مسلمان ہم سے ڈرتے ہیں یا مسلمانوں میں ہمارا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں، لہذا ان کے حوصلے خوب بلند ہوئے اور ظلم کی آگ کے شعلے مزید تیز بھڑکنے لگے۔ جب ظالموں کے ظلم کی کوئی انتہا نہ رہی اور پانی سر سے اونچا ہو گیا، تب مشیت الہی نے ظالموں کی سرکوبی کے لئے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جہاد کی اجازت مرحمت فرمائی۔ چنانچہ ۲ھ یعنی ۶۲۳ء میں جہاد کی اجازت و حکم نازل ہوا۔

۲ھ میں جہاد کا حکم نازل ہونے کے بعد غزوات و سرایا کا آغاز ہوا۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب سے پہلے جنگ بدر ۶۲۳ء میں شرکت فرمائی اور سب سے آخری غزوہ کہ جس میں آپ تشریف فرما تھے۔ وہ غزوہ حیش العسرت ۶۳۰ء (تبوک ۹ھ) ہے۔ یعنی آپ نے اپنی ظاہری حیات کے صرف آٹھ سال ہی غزوات میں شرکت فرمائی ہے۔ علاوہ

ازیں آپ نے جن جن غزوات میں شرکت فرمائی ہے وہ تمام غزوات دفع ضرر و طغیان کے لئے ہی تھے آپ کی حیات طیبہ میں جو غزوات وقوع پذیر ہوئے وہ ظلم ڈھانے کے لئے نہیں بلکہ عمارت ظلم ڈھانے کے لئے تھے۔ آپ نے مظلوم پر اٹھنے والی ظالم کی تلوار کو روکنے کے لئے تلوار اٹھائی تھی۔ ظلم کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے بے سہارا مظلوموں کو نجات دلانے کے لئے آپ نے تلوار اٹھائی، آپ نے ظلم کی ان زنجیروں پر تلوار کی کاری ضربیں لگا کر پاش پاش فرمادیا۔ اور عالم دنیا کو یہ پیغام عنایت فرمایا کہ ظالم کو ظلم کرنے سے روکنے میں دوہری بھلائی ہے۔ پہلی یہ کہ ظالم کو ظلم سے باز رکھنے میں اس کی بھلائی ہے اور مظلوم کو ظلم کا شکار ہونے سے بچانے میں مظلوم کی بھلائی ہے۔

اگر رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جہاد نہ فرماتے تو ظلم کی روک تھام نہ ہوتی اور بڑھتے ہوئے ظلم کو روکنا انسانیت کا اہم فریضہ و تقاضا ہے۔ ظلم کے سامنے سینہ سپر ہو کر کھڑا ہونا اور اس کا دلیرانہ مقابلہ کرنا بہادری کی علامت ہے اور اس کے برعکس ظلم کو دیکھ کر گھٹنے ٹیک دینا اور سر پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا بزدلی اور کاہلی ہے۔ اس قسم کی بزدلی دکھانے سے ظالم کے حوصلے اور بڑھیں گے اور معاشرے سے امن و امان دائمی طور پر رخصت ہو جائے گا۔ اپنی حقیقی دختر کو اپنے ہی ہاتھوں زندہ دفن کرنا، شراب کے نشے میں دھت ہو کر کسی بھی شریف عورت سے بدسلوکی کرنا، عصمت دری کرنا، عورت کو دل بہلانے کا کھلونا سمجھ کر اس کے ساتھ وحشیانہ سلوک کرنا، چوری و دیکیتی، قزاقی، لوٹ مار، خیانت، دغا بازی، فریب کاری، دھوکہ بازی، جوا، شراب نوشی، زنا کاری، کسی کا مال ناجائز طور پر دبا لینا، بے حیائی، عریانیت، فحش کلامی، تہمت وغیرہ افعال رذیلہ و شنیعہ سے معاشرے کو پاک و صاف کرنا انسانیت کا اولین اخلاقی فریضہ ہے۔ جب تک ان امور قبیحہ کو رخصت نہ کیا جائے گا، دختر پروری، پارسائی، دیانت داری پرہیز گاری، پاک دامنی، ہمدردی، راست کلامی، حیا داری، امانت داری، صدق گوئی، وغیرہ اخلاقی محاسن کی فضا قائم کرنا دشوار ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عالم دنیا کو امن و امان کا ہی پیغام دیا ہے اور امن و امان کی بنیادیں مستحکم کرنے کے ارادے سے ہی آپ نے جہاد فرمایا تا کہ ستم شعار اور ستم ظریف لوگوں کی ستم گاری کی جڑیں اکھاڑ کر اس کا صحیح معنی میں

استیصال کیا جائے۔

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا تھا اور آپ کی رحمت عامہ سے پوری کائنات بہرہ مند ہوئی اور ہوتی رہے گی۔ لہذا آپ نے رحمت کا پہلا اختیار فرما کر ہی جہاد فرمایا تھا۔ جسم کے چھوٹے عضو، مثال کے طور پر ہاتھ کی انگلی میں جذام (Leprosy) کا مرض لاحق ہو جائے اور طبیب حاذق کہے کہ اگر انگلی کاٹ کر جسم سے الگ نہیں کی گئی تو یہ مرض پورے بدن میں پھیل جائے گا، ایسی صورت میں ذی عقل شخص فوراً ہی طبیب حاذق کی رائے پر عمل پیرا ہوگا۔ حکیم صاحب پر یہ الزام قطعاً عائد نہیں کیا جائے گا کہ حکیم جی ہاتھ کی انگلی کے پیچھے پڑ گئے ہیں اور انگلی کو قتل کرنے کے درپے ہوئے ہیں۔ یقیناً جذام سے موثر ہونے والی انگلی کٹنے سے جسم کو تھوڑی دیر کے لئے ایذا و تکلیف ہوگی لیکن اس کے نتیجے میں پورا جسم مہلک مرض سے محفوظ رہے گا۔ اسی طرح کسی شریف آدمی کے مکان میں کوئی بدمعاش گھس جائے اورنگی تلوار دکھا کر صاحب خانہ کی جوان بیٹی کی عزت و عصمت لوٹنا چاہے ایسی صورت میں اس شریف آدمی پر فرض ہے کہ وہ اپنے ہاتھ میں تلوار تھامے اور اپنی نور چشم کی عصمت و عفت کی حفاظت کرے۔ اگر اس نے وقت کی نزاکت سے لاابالی پن کیا اور میں شریف آدمی ہوں، تلوار ہاتھ میں لینا میرا کام نہیں، اس زعم و گمان میں رہا اور عزت لوٹنے والے کا مقابلہ نہیں کرے گا تو اس کی نظروں کے سامنے اس کے خاندان کی عزت ملیا میٹ ہو جائے گی۔ اس کا خاندان، اس کا سماج اور اس کی وہ بیٹی کہ جس کی عزت لوٹی گئی ہے۔ وہ اس کی بزدلی پر ملامت کرے گی اور اس کو کبھی معاف نہیں کرے گی بلکہ خود اس کا ضمیر بھی اس پر زندگی کی آخری سانس تک لعن طعن کرتا رہے گا۔ اگر اس نے اپنی بیٹی کی عزت بچانے کی خاطر تلوار اٹھالی ہوتی تو اس کی شرافت پر کوئی حرف نہیں آتا بلکہ اس کی عزت کو چار چاند لگ جاتے کیونکہ اس وقت کا تقاضا یہی تھا کہ تلوار اٹھا کر ظالم کے بچہ ستم سے مظلوم کی حفاظت کی جائے۔ اس مثال کو ذہن نشین رکھتے ہوئے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غزوات پر منصفانہ اور عادلانہ نظر کر کے غیر جانبدارانہ تجزیہ کریں گے تو یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ آپ نے انسانیت کی عزت و آبرو بچانے کے لئے ظلم و جفا اور بربریت کے خلاف ہی تلوار اٹھائی

تھی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جہاد کا حکم دیا اس سے پہلے آپ نے کبھی کسی سے، کہیں بھی، کوئی جنگ نہ کی تھی۔ اس کے باوجود آپ نے جو جنگی امور انجام دیئے ہیں وہ حیرت انگیز ہیں۔

◎ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم کو تمام علوم عطا فرمائے

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام علوم اولین و آخرین عطا فرمائے تھے۔ اور حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب کی عطا و عنایت سے ”عَالِم مَّا كَانَتْ وَمَا يَكُونُ“ کے منصب اعلیٰ پر فائز تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے انسان کامل اور بے مثل و مثال بنایا۔ اپنے محبوب کو جو علم عطا فرمایا وہ بھی تمام مخلوق میں بے مثل و بے نظیر تھا۔ آپ کے تبحر علمی کو دیکھ کر آج بھی ماہرین علم و فن انگشت بدندان ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ“ (سورۃ النساء، آیت: ۱۱۳)

ترجمہ: ”اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔“

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام کائنات کے علوم عطا فرمائے اور کتاب و حکمت کے اسرار و حقائق پر مطلع کیا۔“ (تفسیر خزائن العرفان، ص: ۱۷۴)

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے جب تمام کائنات کے علوم عطا فرمائے تھے تو ان علوم میں علم حرب یعنی جنگی معاملات کا علم بھی شامل ہے۔ آپ نے اپنے رب کی عطا سے میدان کارزار میں جس طریقے سے اسلامی لشکر کی قیادت فرمائی ہے وہ ایک سپہ سالار اعظم کی شایان شان تھی۔ آلات حرب سے آراستہ بھاری تعداد کے لشکر کفار کے سامنے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے سروسامان اور کم تعداد کے اسلامی لشکر کو ایسی اعلیٰ

ترتیب سے مرتب فرماتے کہ یلغار و دفاع کے لوازمات کی کامل طور پر ادائیگی ہو جاتی۔ میمنہ اور میسرہ کی تشکیل، مقدمہ و عقب کا اختصاص، قلب و وسط کا تقرر، صف بندی، اختلاط افراد، وغیرہ امور میں جنگی مہارت و تجربہ کی پختگی عیاں ہوتی۔ رزم گاہ کا جغرافیہ، کمین گاہ کا انتخاب، لشکر کے ہر فرد پر نگرانی، حوصلہ افزائی، جیسے باریک باریک امور کی طرف توجہ کرنا اور ان میں کوتاہی نہ ہو اس کا خیال رکھنا۔ مجاہدین کو فضیلت جہاد، راہ خدا میں قتال کرنے کا اجر عظیم اور بشارت جنت سنا کر ان میں جوش اور ولولہ پیدا کرنا، دشمن کے مقابلے میں آہنی دیوار کی طرح جبرے رہنے کی ترغیب دینا، باہمی ربط و تسلسل برقرار رکھتے ہوئے ہر محاذ سے الگ الگ طور سے حملہ آور ہونے کی تعلیم نے مٹھی بھر مجاہدوں میں وہ مہارت پیدا کر دی کہ دشمن کا زور آور لشکر پیٹھ دکھا کر راہ فرار اختیار کرنے میں ہی اپنی خیریت و عافیت محسوس کرتا۔ کیونکہ مجاہدین اسلام کی کفن بردوش مختصر سی جماعت مشرکین کے کثیر لشکر کی صفیں کی صفیں دم بھر میں الٹ کر رکھ دیتی تھی۔ اپنے کو بہت بڑا شجاع، ماہرن جنگ، اور آلات جنگ کے استعمال کا کہنہ تجربہ کار سمجھنے والا اور تکبر و غرور کے نشے میں اپنا پاؤں زمین پر نہ رکھنے والا کوئی سرکش جب کسی نحیف اور ناتواں اسلامی مجاہد سے ٹکرایا تو صرف ایک گرداؤے میں اس کی ناک خاک آلود ہو جاتی۔ اپنی جسمانی طاقت کے گھمنڈ میں اترانے والا ثقیل جسامت کا کوئی مشرک جب کبھی کسی لاغر جسم والے اسلامی مجاہد سے بھڑا تو اسلامی مجاہد کی روحانی طاقت نے اس کی پسلیاں پیس کر رکھ دیں۔

اپنے لشکر کی بھاری اکثریت اور آلات حرب کی بہتات پر اعتماد کر کے اپنی کامیابی اور غلبہ کا یقین رکھنے والا سرکش جب مجاہدوں کی قلیل جماعت سے ٹکرایا تو ایک ہی ضرب میں وہ خاک و خون میں تڑپتا نظر آنے لگا۔ اپنی شجاعت اور بہادری کے گن گانے، رجز کے فخریہ اشعار پڑھ کر گلا پھاڑ پھاڑ کر ڈکارنے والے کا کلیجا مجاہدین اسلام کی صدائے تکبیر و تہلیل سنتے ہی پھٹ جاتا۔ جب میدان جنگ میں دونوں لشکر آمنے سامنے ہوتے تو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسلامی لشکر کی صف بندی کرنے بنفس نفیس لشکر میں گشت فرماتے اور لشکر کے ہر فرد کو تنبیہ فرما کر اس طرح قطار بند کھڑا کرتے کہ کوئی شخص بھی قطار سے سرمو تجاوز نہ کرتا اور صفیں سیدھی کر کے، ایک دوسرے سے ملحق ہو کر جب استادہ ہوتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ آہنی

دیوار قائم کر دی گئی ہے۔ جس کو پھانڈنا امر محال ہے۔ لشکر کفار کے روءاء اسلامی لشکر کی صف بندی دیکھ کر متحیر اور متعجب ہوتے اور ان کے دلوں پر اسلامی لشکر کا رعب اور دبدبہ چھا جاتا۔ جنگ کے فن میں مہارت رکھنے والے بڑے بڑے سرداران مشرکین اپنے لشکر میں صف بندی کرنے کے معاملے میں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مہارت کے سامنے طفل مکتب کی بھی حیثیت نہ رکھتے تھے۔ اسلامی لشکر کی صف بندی دیکھ کر دشمن کے لشکر پر ایسی ہیبت طاری ہوتی کہ وہ بوکھلا جاتے تھے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کو مجاہدین اسلام کی میدان جہاد میں کی جانے والی صف بندی کی موزونیت اتنی پسند آئی کہ قرآن مجید میں سورہ ”الصف“ نازل ہوئی اور مجاہدین کی صف بندی کی تعریف یوں کی گئی۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

’إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَانَهُمْ
بُنْيَانٌ مَرْصُوصٌ‘ (سورۃ الصف، آیت: ۴)

ترجمہ: ”بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انھیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں
پرا (صف) باندھ کر، گویا وہ عمارت ہیں رانگا پلائی (سیسہ پلائی دیوار)“
(کنز الایمان)

تفسیر: ”یعنی ایک سے دوسرا ملا ہوا۔ ہر ایک اپنی جگہ جمع ہوا۔ دشمن کے مقابل سب کے
سب مثل شے واحد کے۔“ (تفسیر خزائن العرفان، ص: ۹۹۴)
رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری حیات طیبہ کے ۵۵ سال بسر فرمانے
کے بعد پہلی مرتبہ ۶۲۳ء بمطابق ۲ھ میں جنگ بدر میں شرکت فرمائی۔ پہلی ہی جنگ میں
آپ نے لشکر کی ترتیب ایسے بہترین سلیقہ سے انجام دی کہ دنیا کے سامنے ایک مثال قائم
فرمادی۔ اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام علوم و فنون کے ساتھ ساتھ علم و فن
حرب بھی ودیعت فرمایا تھا۔ علاوہ ازیں علم غیب کی وجہ سے آپ تمام حوادث پر مطلع تھے۔

○ جنگ بدر کے دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے ساتھ میدان

جنگ کا معائنہ فرمایا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زمین پر اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا: ”یہ فلاں کے مرکز کرنے کی جگہ ہے، یہ فلاں کے مرکز کرنے کی جگہ ہے، یہ فلاں کا مقتل ہے، اور یہ فلاں کی جائے کشتن ہے، اور ایک ایک مارے جانے والے کا نام اور اس کے مقتل کا نشان بتایا اور ان میں سے کوئی ایک بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی جگہ کے برخلاف نہ مارا گیا چنانچہ اس جگہ سے ایک باشت بھی تفاوت و تجاوز نہ ہوا۔“

(حوالہ:- مدارج النبوة، اردو ترجمہ، جلد ۲: ص ۱۴۴ اور ۱۴۷)

مذکورہ واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ غیب بتانے والے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانہ غیب سے علم غیب عطا فرمایا تھا اور آپ یہ جانتے تھے کہ کون، کب، کس طرح اور کہاں مرے گا۔

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر جنگ میں باریک بینی سے فوج کی تدوین فرمائی اور اس امر کا بڑی پابندی سے لحاظ فرمایا کہ مجاہدین کا حوصلہ ہر حال میں برقرار رہنا چاہئے۔ لہذا ان کے جذبات کو فروغ دینے کے لئے جہاد کی فضیلت کے تعلق سے نازل شدہ آیات قرآنی کو تلاوت فرما کر اور اجر عظیم کی بشارت سنا کر شجاعت کا ولولہ پیدا فرماتے تھے۔ علاوہ ازیں آپ نے جنگ کے تعلق سے کارآمد نئے امور بھی ایجاد فرمائے۔ مثلاً:

☆ **عَلَمُ**:- میدان جنگ میں سپاہی اپنی بہادری اور جوانمردی کا بھرپور استعمال کر کے لڑائی کے کرتب دکھا کر دوشجاعت حاصل کرتا ہے۔ لیکن ہر سپاہی کی دلیری کا مدار سردار پر ہوتا ہے۔ اگر لشکر کا سردار مارا جاتا ہے تو پورے لشکر کا حوصلہ پست ہو جاتا ہے اور لشکر شکست سے دوچار ہوتا ہے۔ کبھی کبھی سردار لشکر کے مارے جانے کی غلط افواہ بھی اُڑتی ہے جس کے نتیجے میں لشکر میں انتشار و اختلال پھیلتا ہے۔ جس کی وجہ سے لڑنے والوں کے حوصلے ٹوٹ جاتے ہیں۔ لہذا سردار لشکر کا بقید حیات رہنا لشکر کے لئے روح رواں کے مترادف ہے۔ اسی نظریہ کے تحت رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علم مشروع کیا۔ اور لشکر کے سردار کے ہاتھ میں علم دیا جانے لگا تا کہ لشکر کا سپاہی دور سے علم دیکھ کر مطمئن رہے کہ میرے لشکر کا سردار

سلامت ہے۔ علم کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ جس کے ہاتھ میں علم ہوتا ہے وہ تھوڑے وقفہ کے بعد علم کو جنبش دیتا ہے یعنی زور سے ہلاتا ہے۔ اور یہ ایک قسم کا اشارہ ہوتا ہے کہ میں پورے جوش و خروش سے دشمن کا مقابلہ کر رہا ہوں تم بھی ڈٹ کر مقابلہ کرو اور دشمن کے قدم اکھیڑ دو۔ علم کو جنبش میں آیا ہوا دیکھ کر ہر سپاہی میں ایک نیا جوش پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنے سردار کے اشارہ حکم کی بجا آوری میں اپنی جان پر کھیلتا ہے۔

”۲ میں سب سے پہلا علم جو اسلام میں تیار کیا گیا وہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم ہے۔ ابو جہل لعین تین سو آدمیوں کو لے کر مدینہ کے قریب آیا تھا۔ اس کی سرکوبی کے لئے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم دے کر اسی سواروں کے ساتھ روانہ فرمایا تھا لیکن کوئی قتال واقع نہیں ہوا اور ابو جہل مکہ مکرمہ کی طرف بھاگ گیا۔“ (حوالہ:- مدارج النبوة، اردو ترجمہ، جلد ۲: ص ۱۳۴)

علم ایک جھنڈا ہوتا ہے۔ تقریباً بارہ فٹ لمبی لکڑی، بانس یا نیزہ کے سرے پر ایک کپڑا باندھ دیا جاتا ہے اور وہ کپڑا پرچم کی طرح لہراتا ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو قسم کے علم تجویز فرمائے تھے:

(۱) چھوٹا علم:- اس کو عربی میں ”لواء“ کہتے ہیں۔

(۲) بڑا علم:- اس کو عربی میں ”رأیت“ کہتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے الگ الگ موقعوں پر دونوں قسم کے علم دست اقدس میں تھامے ہیں۔ مسند احمد اور ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباس سے ایک حدیث ان لفظوں میں مروی ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ”رأیت“ سیاہ تھا اور آپ کا ”لواء“ سفید تھا۔“ طبرانی کے نزدیک بھی حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسا ہی مروی ہے۔

لیکن ابن عدی کے نزدیک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اتنا زیادہ روایت کیا گیا ہے کہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ لکھا ہوا تھا۔

علم کے چھوٹے اور بڑے ہونے میں کیا حکمت ہے؟ اور اس میں کیسی بہترین دور اندیشی ہے، اس کو ملاحظہ فرمائیں۔

جب اسلامی لشکر چھوٹی تعداد میں ہوتا تو صرف ایک ہی علم ہوتا لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ لشکر کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہوتی۔ ایسی صورت میں لشکر کے الگ الگ دستے بنائے جاتے۔ اور ہر دستہ پر ایک سردار مقرر کیا جاتا۔ وہ تمام سردار سپہ سالار کے ماتحت ہوتے۔ سپہ سالار اعظم ان سرداروں کو جو حکم دیتا اس کی مطابقت میں سردار اپنے ماتحت دستہ (فوج کا حصہ) کو حکم دیتا۔ ہر سردار کو الگ الگ علم دیا جاتا۔ سردار کی حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور اس کے ماتحت سپاہیوں کی تعداد کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کو چھوٹا یا بڑا علم دیا جاتا۔ یعنی کسی کو ”لواء“ اور کسی کو ”رأیت“ دیا جاتا۔ علم کی فراہمی میں ایک ضروری بات یہ ہوتی تھی کہ ہر علم کا رنگ جدا جدا ہوتا۔ سیاہ، سفید، سرخ، ہرا، پیلا وغیرہ الگ الگ رنگ کے کپڑوں کے علم بنائے جاتے۔ علاوہ ازیں ہر سردار کے ماتحت اس کی قوم کے لوگ ہوتے۔

مذکورہ تقسیم کے نفع بخش نتائج کی طرف التفات کرنے سے بیساختہ زبان سے مرحبا اور صد آفرین کی صدا مترنم ہوگی۔ بڑی تعداد کے لشکر کو الگ الگ حصص میں منقسم کر کے ہر حصے پر ایک سردار مقرر کر دینے سے ہر سردار کو ایک محدود دستہ فوج کی ہی نگرانی کرنی پڑتی ہے جو آسان ہے۔ علاوہ ازیں ہر سردار کے ماتحت اس کی ہی قوم کے آدمیوں کی ٹکڑی رکھنے کا بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ہر سردار اپنی برادری کے لوگوں کو تلقین کرتا ہے کہ میدان جنگ میں بزدلی دکھا کر اپنی برادری کا نام مت ڈبونا۔ بلکہ میدان جنگ میں شجاعت اور دلیری میں دوسری قوموں پہ سبقت لے جانا۔ اور اللہ کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے میں ہر ممکن و ناممکن کوشش کر کے اپنی جان کی بازی لگا دینا۔ فرض کرو کہ میمنہ پر مہاجرین ہیں تو میمنہ پر قوم مہاجر سے ہی کسی شخص کو سردار بنایا جاتا۔ اس کو کسی بھی ایک رنگ کا علم دے دیا جاتا۔ اسی طرح ہر حصہ فوج کی تقسیم ہوتی۔ دوران جنگ ہر سپاہی اپنے سردار کے علم کو دیکھتا رہے گا۔ حالانکہ لشکر میں کئی علم ہوں گے لیکن ہر علم کا رنگ الگ الگ ہونے کی وجہ سے ہر سپاہی اپنے سردار کے علم کو آسانی سے پہچان لے گا۔ سردار علم کو جنبش دے دے کر اپنے زیر دست سپاہیوں کو جوش دلا کر ان کو ابھارے گا۔ سپہ سالار بھی تمام علم بیک وقت ملاحظہ کرتا رہے گا اور اگر خدا نہ خواستہ کوئی سردار شہید ہو جائے تو علم گرنے کی وجہ سے فوراً پتہ لگ جائے گا کہ

ہمارے لشکر کے اس حصے پر دشمنوں کا حملہ شدید ہے لہذا وہ ان کی کمک کرنے فوراً پہنچ جائے گا۔ نیز لشکر کے ہر سپاہی کو معلوم رہے گا کہ میرا سردار اس وقت کہاں ہے کیونکہ علم اس کے سردار کی نشاندہی کرتا رہتا ہے کہ فلاں رنگ کا علم فلاں سردار کے ہاتھ میں ہے۔

علاوہ ازیں علم میں کلمہ شریف ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لکھنا۔ تاکہ مجاہد جب علم کو دیکھے گا تو کلمہ شریف دیکھ کر تو حید و رسالت کی گواہی پر اس کا عقیدہ مزید پختہ ہوگا اور وہ یہ تصور کرے گا کہ اس میدان میں اسلام کا کلمہ بلند اور نمایاں ہے اور اس کلمہ کو بلندی سے پستی پر لانے کی کوشش میں باطل طاقت آج اپنا ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہے لیکن جب تک میرے دم میں دم ہے میں اسلام کا کلمہ ہر گز مٹنے نہیں دوں گا۔ اس کے لئے مجھے چاہے مٹ جانا پڑے۔ میں اپنے جسم کے خون کے آخری قطرے سے گلشن اسلام کی آبیاری کر کے اسلام کی آب و تاب پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔ اس تخیل کی تدقیق سے اس میں ایک ایسا جوش و ولولہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ دشمنوں پر قہر الہی کی بجلی بن کر ٹوٹ پڑتا ہے اور ”اعلاء کلمۃ الحق“ کی ٹرپ اور بیتابی میں مثل شیر حملہ آور ہو کر دشمن اسلام کے لشکر کی صفیں الٹ کر رکھ دیتا ہے۔ گویا وہ زبان تلوار سے یوں گویا ہوتا ہے:

پھیر دیجئے دیجئے دیو لعین
مصطفیٰ کے بل پر طاقت کیجیے

(از:- امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

✽ **خندق:-** ۵ھ میں غزوہ احزاب وقوع میں آیا۔ اس غزوہ کو غزوہ خندق بھی کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس غزوہ میں مدینہ طیبہ کے گرد خندقیں کھودی گئی تھیں۔ ان خندقوں کی وجہ سے مکہ معظمہ سے آیا ہوا دس ہزار کا لشکر کفار مدینہ منورہ میں داخل نہ ہو سکا۔ ملک عرب میں یہ پہلا حادثہ تھا کہ دشمنوں کے شر سے اہل شہر کو امن میں رکھنے کے لئے شہر کے گرد خندقیں کھودی گئی ہوں۔ مکہ سے آیا ہوا لشکر کفار بھی ان خندقوں کو دیکھ کر رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دفاعی انتظام پر ششدر ہو کر رہ گیا۔

مختصر یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جنگی امور کا بھی

کامل علم عطا فرمایا تھا۔ آپ نے اپنے جاں نثار صحابہ کو فن جہاد کی ایسی اعلیٰ تعلیم و تربیت فرمائی کہ آپ کی عنایت کردہ تعلیم کو مشعل راہ بنا کر انھوں نے آپ کی رحلت کے بعد قلیل عرصہ میں عظیم فتوحات حاصل کر کے اسلام کا پرچم دنیا کے گوشے گوشے میں لہرا دیا۔

◎ جہاد کی فضیلت

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

’إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ‘

(سورة التوبة، آیت: ۱۱۱)

ترجمہ: ”بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔ اللہ کی راہ میں لڑیں تو مار دیں اور مریں۔“

تفسیر: ”راہ خدا میں جان اور مال خرچ کر کے جنت پانے والے ایمان داروں کی ایک تمثیل ہے۔ جس سے کمال لطف و کرم کا اظہار ہوتا ہے کہ پروردگار عالم نے انھیں جنت عطا فرمانا ان کے جان و مال کا عوض قرار دیا اور اپنے کو خریدار فرمایا۔ یہ کمال عزت افزائی ہے کہ وہ ہمارا خریدار بنے اور ہم سے اس چیز کو خریدے جو نہ ہماری بنائی ہوئی نہ ہماری پیدا کی ہوئی ہے۔ جان ہے تو اس کی پیدا کی ہوئی ہے۔ مال ہے تو اس کا عطا فرمایا ہوا ہے۔“

(تفسیر خزائن العرفان، ص: ۳۶۸)

قرآن مجید میں رب تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

’وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ‘

(سورة البقرہ، آیت: ۲۰۷)

ترجمہ: ”اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہنے میں۔“
(کنز الایمان)

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

”فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا“ (سورة النساء، آیت: ۷۴)

ترجمہ: ”تو انھیں اللہ کی راہ میں لڑنا چاہئے جو دنیا کی زندگی بیچ کر آخرت لیتے ہیں اور جو اللہ کی راہ میں لڑے پھر مارا جائے یا غالب آئے تو عنقریب ہم اُسے بڑا ثواب دیں گے۔“
(کنز الایمان)

مذکورہ بالا آیات قرآنی میں مجاہد کو راہ خدا میں جہاد کرنے کے صلہ میں جنت کا وعدہ اور آخرت کی نعمتوں و آسائشوں کا مژدہ سنایا گیا ہے۔ رضائے الہی اور اجر عظیم کی طلب میں مجاہدین اسلام نے اللہ کی راہ میں موت کی تمنا اور شہادت کی خواہش میں اپنی جان کی قطعاً پرواہ نہ کی۔ اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا اور دنیا کے عیش و آرام، اور اپنا مال و اپنی جان اللہ کے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ بیچ کر اس کے عوض میں آخرت کی لازوال دولت و نعمت خریدی لی۔

بقول حضرت رضا بریلوی:

جان و دل تیرے قدم پر دارے
کیا نصیبے ہیں تیرے یاروں کے

◎ شہید کے مراتب و درجات اور حیات:

اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

’فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتِلُوا وَقُتِلُوا أَلْكَفَرْنَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا دُخْلَ لَهُمْ جَنَّتِ تَجْرِي‘

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ“

(سورہ آل عمران، آیت: ۱۹۵)

ترجمہ: ”تو وہ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے، میں ضرور ان کے سب گناہ اُتار دوں گا اور ضرور انھیں باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں رواں۔“

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ“

(سورۃ البقرہ، آیت: ۱۵۴)

ترجمہ: ”اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انھیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تمہیں خبر نہیں۔“

(کنز الایمان)

تفسیر: ”شان نزول: یہ آیت شہداء بدر کے حق میں نازل ہوئی۔ لوگ شہداء کے حق میں کہتے تھے کہ فلاں کا انتقال ہو گیا اور وہ دنیوی آسائش سے محروم ہو گیا۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد ہوا کہ موت کے بعد ہی اللہ تعالیٰ شہداء کو حیات عطا فرماتا ہے۔ ان کی ارواح پر رزق پیش کئے جاتے ہیں، انھیں راحتیں دی جاتی ہیں، ان کے عمل جاری رہتے ہیں، اجر اور ثواب بڑھتا رہتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ شہداء کی روہیں سبز پرندوں کے قالب میں جنت کی سیر کرتی ہیں اور وہاں کے میوے اور نعمتیں کھاتی ہیں۔“

(تفسیر خزائن العرفان، ص: ۴۲)

شہداء کی حیات کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ“

(سورہ آل عمران، آیت: ۱۷۰)

ترجمہ: ”اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انھیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں۔“

(کنز الایمان)

تفسیر: ”اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت شہداء احد کے حق میں نازل ہوئی

ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے بھائی احد میں شہید ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے قالب عطا فرمائے۔ وہ جنتی نہروں پر سیر کرتے پھرتے ہیں۔ جنتی میوے کھاتے ہیں، طلائی قنادیل جو زیر عرش معلق ہیں ان میں رہتے ہیں، جب انھوں نے کھانے پینے رہنے کے پاکیزہ عیش پائے تو کہا کہ ہمارے بھائیوں کو کون خبر دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں تاکہ وہ جنت سے بے رغبتی نہ کریں اور جنگ سے بیٹھ نہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں انھیں تمہاری خبر پہنچاؤں گا۔ پس یہ آیت نازل فرمائی (ابوداؤد)۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ ارواح باقی ہیں، جسم کے فنا ہونے کے ساتھ فنا نہیں ہوتیں اور زندوں کی طرح شہداء کھاتے پیتے عیش کرتے ہیں۔ سیاق آیت اس پر دلالت کرتا ہے کہ حیات روح اور جسم دونوں کے لئے ہے۔ شہداء کے جسم قبروں میں محفوظ رہتے ہیں۔ مٹی ان کو نقصان نہیں پہنچاتی۔ زمانہ صحابہ میں اور اس کے بعد بکثرت معائنہ ہوا ہے کہ اگر شہداء کی قبریں کھل گئیں تو ان کے جسم تر و تازہ پائے گئے۔“

(تفسیر خزائن العرفان، ۱۲۹ و ۱۳۰)

شہدائے کرام کی حیات قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیات سے بین طور پر ثابت ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں کتب سیر و تاریخ و احادیث میں ایسے سیکڑوں واقعات مرقوم ہیں کہ شہدائے کرام کے اجسام سالہا سال کا عرصہ گزرنے کے بعد بھی ان کی قبروں میں تر و تازہ اور صحیح و سالم پائے گئے ہیں۔ اور ان کے اجسام میں زندہ انسان کی طرح خون رواں ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) شیخ محقق، شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ:

”ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ چھالیس سال کے بعد کسی وجہ سے بعض شہدائے احد

کی قبروں کو کھولا گیا۔ وہ ویسی ہی تروتازہ مثل غنچہ ہائے گل اپنے کفنوں میں تھے۔ تم یہی کہو گے کہ انھیں آج ہی دفن کیا گیا ہے۔ ان میں سے بعضوں کو دیکھا گیا کہ زخموں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں جب زخموں سے ہاتھ اٹھایا گیا تو زخموں سے تازہ خون بہنے لگا۔ جب ان کے ہاتھوں کو چھوڑا گیا تو وہ زخموں پر ہی واپس پہنچ گئے۔“

(حوالہ:- مدارج النبوة، اردو ترجمہ، جلد ۲: ص ۲۳۶)

(۲) تاریخ مدینہ میں امام تاج الدین سبکی قدس سرہ سے شفاء السقام میں منقول ہے کہ: ”جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی امارت کے زمانے میں شہداء اُحد کے قریب سے نہر کھدوا رہے تھے اور وہ نہر شہدائے اُحد کے قریب سے گزری تو ایک کدال حضرت سید الشہداء امیر حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدم اقدس پر لگا اور اس سے خون بہنے لگا۔“ (حوالہ:- ایضاً)

(۳) حضور اقدس جانِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عاشق صادق حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار مکہ نے فریب اور دھوکہ سے قید کر لینے کے بعد مکہ معظمہ کے قریب ”موضع تنعیم“ نامی مقام پر لے گئے اور سولی پر چڑھا کر چالیس آدمیوں نے برچھیاں اور نیزے چھوچھو کر بڑی ہی بے دردی اور بے رحمی سے شہید کر دیا اور ان کی مبارک لاش کو دار پر ہی لٹکی ہوئی چھوڑ دیا کہ ان کے قتل کی خبر سارے عرب میں پھیل جائے اور لوگ کفار مکہ سے ڈریں۔ حضور اقدس عالم ماکان و مایکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر اس وقت ہی ہو گئی تھی جب کہ ان کو شہید کیا گیا تھا۔ بعدہ حضور نے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش کو سولی سے اتار کر مدینہ طیبہ لے آنے کے لئے حضرت زبیر بن العوام اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو روانہ فرمایا۔ یہ دونوں حضرات چھپتے چھپاتے موضع تنعیم پہنچے۔ وہاں حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش دار پر لٹکی ہوئی تھی۔ چالیس آدمی دار کے گرد برائے نگرانی سوئے ہوئے تھے۔ رات کا وقت تھا۔ یہ دونوں حضرات بہت ہی آہستگی سے دار تک پہنچے اور حضرت خبیب کو اتارا۔ حضرت خبیب کی شہادت کو چالیس دن کا عرصہ گزر گیا تھا۔ لیکن ہنوز ان کا مقدس جسم تروتازہ تھا اور ان کے زخموں سے

خون ٹپک رہا تھا۔“ (حوالہ:- مدارج النبوة، اردو ترجمہ، جلد ۲: ص ۲۳۶)

(۴) حضرت ابی فرودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہدائے اُحد کی زیارت قبور کے لئے تشریف لے گئے، فرمایا ”اے میرے رب! تو ہی عبادت کا مستحق ہے بلاشبہ تیرا یہ بندہ اور تیرا رسول گواہ ہے کہ یہ جماعت تیری رضا میں شہید ہوئی۔ اس کے بعد فرمایا ”جو شخص ان کی زیارت کرتا ہے اور ان کی تحیت و سلام بجالاتا ہے، یہ قیامت تک ان کو جواب دیتے ہیں۔“

اس حدیث کے ضمن میں محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے شہداء اُحد کی حیات کے ثبوت میں ایک واقعہ نقل فرمایا ہے، جو حسب ذیل ہے:

”عطاف بن خالد مخزومی اپنے ماموں سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے بیان کیا کہ میں شہدائے اُحد کی زیارت کو گیا۔ میرے ساتھ دو غلام تھے جو میرے گھوڑے کی حفاظت کرتے تھے۔ ان کے سوا کوئی موجود نہ تھا۔ چونکہ میں نے سنا تھا کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انھیں سلام کرو کیونکہ یہ زندہ ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ تو میں نے سلام کیا اور سلام کا جواب سنا۔ پھر شہدائے اُحد نے فرمایا ”بلاشبہ ہم تمہیں پہنچانتے ہیں۔“ اس پر میں ہیبت سے لرزہ بر اندام ہو کر گر پڑا۔ پھر میں جلدی سے سوار ہو کر روانہ ہو گیا۔“

(حوالہ:- مدارج النبوة، اردو ترجمہ، جلد ۲: ص ۲۳۶)

شہداء کی حیات کے ثبوت میں اس قسم کے واقعات معتبر و معتمد کتب میں اتنی کثرت سے پائے جاتے ہیں کہ جن کا صرف اشارۃً تذکرہ کرنے کے لئے بھی دفاتر درکار ہیں، لہذا صرف چار واقعات کا اختصار اُذکر کر کے صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے کلام صادق قرآن مجید میں شہداء کی حیات کا جو اعلان کیا گیا ہے وہ صرف کہنے تک ہی محدود نہیں بلکہ اس کی حقیقت کا بے شمار لوگوں نے مشاہدہ کیا ہے۔



صحابہ کرام کا جذبہ عشق نبی اور شوق شہادت

ہر نبی اور رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جاں نثار اور حواری ہر دور میں ہوئے، اور ہر دور کے حواریوں نے اپنی محبت و وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے نبی کی اطاعت و مدد میں ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن سید الانبیاء والمرسلین، افضل المخلوق، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حواری یعنی ساتھیوں نے عشق و محبت کا جو عالم گیر پیغام اور ثبوت دیا ہے اس کی مثال دنیا کی کسی بھی تاریخ میں نہیں پائی جاتی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مقدس اور پاکیزہ جماعت نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہمیشہ عشق صادق کا سلوک کرتے ہوئے اپنے قول و فعل سے یہی کہا اور کیا:

کروں تیرے نام پہ جاں فدا، نہ بس ایک جاں، دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

(از:- امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں سرشار ہو کر انھوں نے دنیا کی کسی بھی چیز کی پرواہ نہیں کی۔ بڑی سے بڑی طاقت کو خاطر میں نہیں لائے۔ تحفظ ناموس رسالت کی خاطر اپنا سب کچھ نچھاور کر دیا۔ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و محبت کو سب سے مقدم جان کر اس محبت کے آداب کی بجا آوری میں ہنسی خوشی اپنی جان تک قربان کر دی۔ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پر مر مٹنے میں ہی انھوں نے اپنی حیات جانی اور اس شوق میں اپنے سر کٹا کر حیات جاویدانی پائی۔

مرنے والے کو یہاں ملتی ہے عمر جاوید
زندہ چھوڑے گی کسی کو نہ مسیحائی دوست

(از:- امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

جنگ بدر کے موقع پر حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام

کے ساتھ مشورہ فرمایا اور لشکر کفار کے مقابلے میں جنگ و قتال کے متعلق ان کی رائے طلب فرمائی تو صحابہ کرام نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں یوں عرض کیا:

”حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ ”یا رسول اللہ! خدا کی قسم! آپ ہمیں عدن تک لے جائیں گے تو ہم انصار میں سے کوئی ایک شخص بھی آپ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔“

”حضرت مقداد بن عمرو نے یوں عرض کیا کہ ”یا رسول اللہ! ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ جہاں چاہیں ہمیں لے جائیں۔ ہم کبھی بھی وہ بات اپنے منہ سے نہ نکالیں گے، جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ ”فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَهُنَا قَاعِدُونَ“ (یعنی آپ جائیے اور آپ کا رب تم دونوں لڑو، ہم یہاں بیٹھے ہیں) قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا۔ ہم آپ کے ساتھ جائیں گے اور جہاں آپ جائیں گے آپ کے ساتھ مل کر مردانہ وار لڑیں گے۔

○ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بنی اسرائیل کا سلوک

جب فرعون دریائے نیل میں غرق ہو گیا اور بنی اسرائیل کی قوم نے ایمان قبول کیا اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اطمینان حاصل ہو گیا تب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ آپ بنی اسرائیل کا لشکر لے کر بیت المقدس میں داخل ہو جائیں۔ اُس وقت بیت المقدس پر قوم ”عَمَلِيقَہ“ کا قبضہ تھا۔ جو بدترین کافر اور ظالم لوگ تھے۔ قوم عمالیقہ کے لوگوں کے جسم بہت ہی بڑے اور طاقتور تھے۔ اور ان کے بدن کی جسامت دیکھ کر ہی آدمی خوفزدہ ہو جائے ایسے بڑے ڈیل ڈول والے لوگ تھے۔ علاوہ ازیں قوم عمالیقہ بہت ہی جفاکش اور جنگجو تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام چھ لاکھ بنی اسرائیل کو ہمراہ لے کر قوم عمالیقہ سے جہاد کرنے روانہ ہوئے۔ جب یہ لشکر بیت المقدس شہر کے قریب پہنچا تو بنی اسرائیل ایک دم بزدل ہو گئے اور کہنے لگے کہ اس شہر میں قوم عمالیقہ کے زور آور اور زبردست لوگ ہیں لہذا جب تک یہ لوگ ہیں اور جب تک یہ لوگ شہر میں ہیں ہم ہرگز شہر میں داخل نہ ہوں گے۔ حضرت

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قوم عیالہ کا حال دریافت کرنے کے لئے اپنے دو خلیفہ حضرت یوشع بن نون اور حضرت کالب بن یوقنا علیہما الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا۔ انھوں نے بیت المقدس شہر میں جا کر قوم عیالہ کا حال دریافت کیا اور واپس آ کر قوم بنی اسرائیل سے فرمایا کہ اے قوم! گھبراؤ نہیں۔ بے خوف ہو کر شہر میں داخل ہو جاؤ۔ اگر تم شہر میں داخل ہو گئے تو تمہارا ہی غلبہ ہے کیونکہ قوم عیالہ کے جسم بڑے بڑے ضرور ہیں لیکن ان کے دل نہایت کمزور ہیں۔ اللہ کی مدد پر بھروسہ کرو۔ اللہ نے مدد کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہوتا ہے۔ حضرت یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا کی من کوڈھارس دینے والی بات سن کر بھی بنی اسرائیل میں جہاد کا جذبہ پیدا نہ ہوا بلکہ انھوں نے نہایت ہی بزدلی اور نامردی کا ثبوت دیتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا:

”قَالُوا يَمُوسَىٰ إِنَّا لَنُ نَذْخَلُهَا أَبَدًا مَا دَامُوا فِيهَا فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هُنَا قَاعِدُونَ“
(سورۃ المائدہ، آیت: ۲۴)

ترجمہ: ”بولے، اے موسیٰ! ہم تو وہاں کبھی نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں ہیں، تو آپ جائیے اور آپ کا رب۔ تم دونوں لڑو، ہم یہاں بیٹھے ہیں۔“

(کنز الایمان)

”قوم بنی اسرائیل کی زبان سے خود غرضی اور جان پروری کی بات سن کر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بڑا رنج و صدمہ ہوا۔ اللہ کے مقدس نبی کو صدمہ پہنچانے کا یہ نتیجہ ہوا کہ قوم بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کا غضب و جلال نازل ہوا اور قوم بنی اسرائیل کے چھ لاکھ لوگ ایک وسیع میدان میں چالیس سال تک بھٹکتے رہے، لیکن اس میدان سے باہر نہ نکل سکے۔ اس میدان کا نام میدان تیرہ ہے۔“

اسی میدان تیرہ میں بنی اسرائیل کے کھانے پینے کے لئے ”من وسلوی“ نازل ہوا اور پتھر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مارا تو پانی کے بارہ چشمے جاری ہو گئے، اس واقعہ کا قرآن مجید میں کئی مقامات پر مختلف عنوانوں کے ساتھ بیان ہوا ہے لیکن قرآن مجید کی سورۃ المائدہ میں یہ واقعہ قدرے تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کی محبت و عقیدت اپنے نبی کی بابت اور حضور اقدس سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس صحابہ کے عشق میں کتنا عظیم فرق ہے کہ بنی اسرائیل چھ لاکھ کی کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود بزدلی دکھا رہے تھے جب کہ شمع نبوت و رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پروانے اپنے محبوب آقا پر اپنی جانیں چھڑکتے تھے۔ اور اپنی جانیں نثار کرنے میں دریغ نہیں کرتے تھے۔

◎ شمع رسالت پر صحابہ کی پروانہ وار جاں نثاری

صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار قریش کی جانب سے عروہ بن مسعود ثقفی کو بات چیت کرنے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بحیثیت نمائندہ بھیجا گیا تھا۔ عروہ بن مسعود ثقفی نے حضور اقدس جان ایمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ غرور اور تکبر کے لہجے میں گفتگو کرتے ہوئے شان اقدس کے خلاف جملے کہے، نیز کہا کہ آپ کے آس پاس اوباش اور آوارہ لوگ جمع ہو گئے ہیں اور جب وقت آئے گا تو آپ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ عروہ بن مسعود ثقفی نے جاں نثار صحابہ کرام کو بیوفا اور بھاگنے والا کہہ کر صحابہ کرام کے ”فَنَّا فِي السَّرَسُورِ“ کے جذبہ صادق پر کاری ضرب لگائی تھی۔ عروہ کی بات سن کر اصدق الصادقین، امام امتقین، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جلال آ گیا اور آپ نے عروہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ”أَمْصَحُ بَظَرَ اللَّاتِ“ یعنی لات (بت) کی شرم گاہ چاٹ، آگے آپ نے فرمایا کہ ”أَنْحَنُ نَفْرُ مِنْهُ وَنَدْعُهُ“ یعنی ”کیا ہم بھاگ جائیں گے اور آپ کو تنہا چھوڑ دیں گے؟“ عروہ بن مسعود ثقفی نے حضرت صدیق اکبر کی بات پر سر اٹھایا اور کہنے لگا کہ یہ کون ہیں جو ایسی بات کہتے ہیں؟ صحابہ نے بتایا کہ یہ ابوبکر صدیق ہیں۔ پس عروہ نے کوئی جواب نہ دیا۔

پھر عروہ بن مسعود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے لگا اور دوران گفتگو بار بار حضور کی ریش مبارک یعنی ڈاڑھی مبارک تک اپنا ہاتھ لے جاتا، اور کچھ گستاخانہ حرکتیں کرتا۔ عروہ کو اس طرح گستاخانہ لہجے میں بات کرتا دیکھ کر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ

عنه غصه میں لال ہو گئے اور انھوں نے اپنی تلوار کے کندے سے اس کے ہاتھ پر مار کر فرمایا کہ ”او بے ادب! اپنے ہاتھ کو بچا کے رکھ اور حد سے تجاوز نہ کر۔“ عروہ بن مسعود ثقفی نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ صحابہ نے بتایا کہ یہ مغیرہ بن شعبہ ہیں۔ عروہ نے اپنی ناز بیا حرکت تھوڑی ہی دیر میں، دو عاشقوں کی زجر و توبیخ سے سہم کر ترک کر دی، اور گستاخانہ طرز گفتگو چھوڑ کر سنجیدگی سے بات کرنے لگا۔ ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ بات چیت کے دوران عروہ بن مسعود گوشہ چشم سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں موجود صحابہ کرام کو دیکھ رہا تھا اور صحابہ کرام کے جذبہ ادب و تعظیم اور پاس و لحاظ عظمت رسول کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ صحابہ کرام کا اکرام و توقیر دیکھ کر وہ حیران و ششدر تھا۔

جب عروہ بن مسعود مشرکوں کے گروہ میں واپس گیا تو اس نے کہا کہ ”اے گروہ قریش! میں بڑے بڑے متکبر و مغرور سلاطین و بادشاہوں کی مجلسوں میں رہا ہوں، میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں گیا ہوں اور ان کی خلوت و جلوت میں رہا ہوں، لیکن میں نے ان میں سے کسی بادشاہ کے کسی خدمت گار کو ایسا ادب و احترام کرتے نہیں دیکھا جیسا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے اصحاب ان کا ادب و احترام کرتے ہیں۔ جب وہ اپنے ذہن مبارک سے لعاب شریف نکالتے ہیں تو صحابہ اُسے اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنے رخساروں پر ملتے ہیں۔ جب کسی ادنیٰ اور معمولی کام کا حکم دیتے ہیں تو اس کی تعمیل کے لئے بزرگ ترین صحابہ بھی سبقت کرتے ہیں۔ جب ان کے حضور کوئی بات کرتا ہے تو وہ آواز کو پست کر کے بات کرتا ہے۔ اور جب وہ گفتگو فرماتے ہیں تو تمام لوگ انتہائی ادب و احترام کے ساتھ ہمہ تن گوش ہو کر سنتے ہیں اور ان کے روئے مبارک پر کوئی نگاہ نہیں جما سکتا۔ جب وضو کرتے ہیں تو وضو کا پانی زمین پر نہیں گرتا بلکہ صحابہ اسے بھی اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں اور اس کے حصول میں ایسی سبقت کرتے ہیں کہ جھگڑے تک کی نوبت آ پہنچتی ہے اور ایسا گمان گزرتا ہے کہ اس پر خونریزی شروع ہو جائے گی۔ جب ڈاڑھی شریف اور سر میں کنگھا فرماتے ہیں اور کوئی موئے مبارک جسم شریف سے الگ ہوتا ہے تو اس کو عزت و احترام کے ساتھ تبرک جان کر صحابہ اپنے پاس محفوظ کر لیتے ہیں۔ یہ وہ حالات ہیں جن کا میں نے اپنے سر کی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے۔“

عروہ بن مسعود نے مذکورہ بالا باتیں کہنے کے بعد قوم قریش کے سامنے صحابہ کرام کی شجاعت، مردانگی، یک جہتی، اولوالعزمی، جوش جہاد، عالی ہمتی، شوق شہادت، آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ایثار و محبت کا ذکر کرتے ہوئے اپنی قوم سے کہا کہ خدا کی قسم! میں نے ایسا لشکر دیکھا ہے جو تم سے کبھی منہ نہ موڑے گا۔ میدان جنگ میں یہ تم سب کو مار ڈالیں گے اور تم پر غالب آ جائیں گے۔

نوٹ: حضرت عروہ بن مسعود ثقفی صلح حدیبیہ کے بعد ایمان لائے۔ ایمان لانے کے بعد اپنے وطن پہنچ کر اپنی قوم کو دعوت اسلام دی، لیکن ان کی قوم انکار کر کے سرکشی پر اتر آئی یہاں تک کہ ایک دن فجر کی نماز کے وقت وہ اپنے مکان کی کھڑکی دروازوں کو کھلا رکھ کر علی الاعلان اذان کہنے لگے۔ اذان میں جب کلمہ شہادت پر تھے کہ ان کی قوم کے کسی شخص نے تیر پھینکا اور حضرت عروہ بن مسعود شہید ہو گئے۔ (رضی اللہ عنہ)

(حوالہ:- مدارج النبوة، اردو ترجمہ جلد ۲: ص ۳۵۳ تا ۳۵۶)

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اپنے آقا و مولیٰ کے ساتھ والہانہ عشق اور اپنے آقا و مولیٰ کے نام پر مر مٹنے کا جو جذبہ صادق تھا۔ اس کی مثال کسی بھی تاریخ میں نہیں پائی جاتی ہے۔ آپ کے حکم کی بجا آوری میں اپنی جان قربان کر دینے میں ہی وہ سعادت دارین سمجھتے، جام شہادت پینے میں لمحہ بھر بھی تاخیر و تامل نہیں کرتے تھے۔

◎ حضرت عمر بن الحما م کا شوق شہادت

جنگ بدر کے دن حضور اقدس، مالک کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا:

”اور جان لو کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، جو حق تعالیٰ کی رضا اور طلب ثواب میں ان کافروں سے جنگ کرے گا، پھر وہ خدا کی راہ میں شہید ہو جائے تو اس کے لئے بہشت جاوداں ہے۔“

حضرت عمر بن الحما رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند کجھوڑیں ہاتھ میں لئے کھارہے تھے، انھوں نے کہا کہ مجھے خوشی اور مژدہ ہو کہ میرے اور جنت میں داخلہ کے درمیان اب کوئی فاصلہ نہیں۔ بجز اس کے کہ میں کافروں کے ہاتھ سے شہید ہو جاؤں۔ یہ کہہ کر انھوں نے ہاتھوں سے کجھوڑیں پھینک دیں اور تلوار ہاتھ میں لے کر کفار کے ساتھ جنگ کرنے میں مشغول ہو گئے اور شہید ہو گئے۔ (حوالہ:- مدارج النبوة، اردو ترجمہ، جلد ۲: ص ۱۵۲)

یہ تھا صحابہ کرام کا عشق رسول میں مرٹنے کا جذبہ صادق، جس کو صحابہ کرام نے ہر امر، ہر خواہش اور ہر تمنائ پر مقدم رکھا، اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کے لئے اپنی جانیں بطور نذرانہ اس طرح پیش کیں کہ تاریخ بھی اس طرح مترنم لہجے میں کہتی ہے کہ:

صدقے ہونے کو چلے آتے ہیں لاکھوں گلزار

کچھ عجب رنگ سے پھولا ہے گلستان عرب

(از:- امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

◎ حضرت خظلہ غسیل الملائکہ کی فداکاری

شیع نبوت پر ثار ہونے والے پروانوں میں حضرت خظلہ بن ابی عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ جس دن اُحد کا معرکہ وقوع میں آیا اسی دن ان کی شادی ہوئی تھی۔ اپنی زوجہ کے ساتھ حجرہ عروسی میں تھے، شب زفاف اپنی شریک حیات کی دلداری فرما رہے تھے کہ اچانک کان میں آواز آئی کہ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں پر کفار مکہ حملہ آور ہوئے۔ حضرت خظلہ کو حجام جا کر غسل کرنے کی بھی مہلت نہ مل سکی فوراً معرکہ اُحد کی طرف نکل پڑے۔ حضرت خظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب میدان اُحد میں پہنچے تو جنگ کی آگ کے شعلے بلند ہو گئے تھے۔ لڑائی کا نور گرم ہو چکا تھا۔ وہ مجاہدین کے ہمراہ مصروف جہاد ہو گئے اور اتفاق سے ان کا سامنا ابوسفیان بن حرب سے ہو گیا۔ حضرت خظلہ نے ابوسفیان کو گھوڑے سے کھینچ کر زمین پر گرا دیا۔ ابوسفیان چلائے لگا کہ اے گروہ قریش میں ابوسفیان ہوں اور

خظلہ میرے قتل پر آمادہ ہوا ہے، یہ کہہ کر وہ بھاگنے لگا۔ حضرت خظلہ نے ابوسفیان کا تعاقب کیا۔ اسی اثنا میں اسود بن شعوب ابوسفیان کی مدد کو آ پہنچا اور اس نے حضرت خظلہ پر حملہ کر کے شدت سے بھالا (نیزہ) مارا کہ نیزہ ان کے سینے کے آر پار ہو گیا اور وہ شہید ہو گئے۔

جنگ ختم ہونے پر تمام شہداء کی لاشوں کو دیکھا گیا تو کفار نے لاشوں کا مثلہ کر دیا تھا یعنی تمام شہداء کے ناک اور کان کاٹ لئے تھے، سوائے حضرت خظلہ کے، کیونکہ شہید ہونے کے بعد فرشتوں نے ان کی نعش کو آسمان کی طرف اٹھالیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”میں نے ملائکہ کو دیکھا کہ وہ خظلہ بن ابی عامر کو آسمان اور زمین کے درمیان چاندی کے ایک بڑے طشت میں ماء مزین (یعنی برسات کا سفید پانی) سے غسل دیتے تھے۔“

ایک فقہی مسئلہ عرض خدمت ہے کہ شہید کے احکام میں سے ہے کہ شہید کو غسل اور کفن نہیں دیا جاتا بلکہ اس کو غسل دیئے بغیر انھیں خون آلود کپڑوں کے ساتھ دفن کیا جاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہدائے اسلام کو اسی طرح بے غسل و کفن، صرف نماز جنازہ پڑھ کر دفن فرماتے تھے۔

”حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خظلہ کو فرشتوں کا غسل دینے کا منظر ملاحظہ فرمانے کا جب ذکر فرمایا تو ابواسید السامری نے حضرت خظلہ بن ابی عامر کی لاش کو جا کر دیکھا تو ایک عجیب منظر تھا۔ حضرت خظلہ غسل دیئے گئے تھے اور ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو بھیج کر حضرت خظلہ کی بیوی حضرت جمیلہ سے دریافت فرمایا تو انھوں نے کہا کہ حضرت خظلہ میرے پاس سے حالت جنابت میں نکلے تھے۔ حضور اقدس نے فرمایا کہ حضرت خظلہ کو فرشتوں کا غسل دینا جنابت کی وجہ سے ہے کیونکہ انھیں غسل کی حاجت تھی اور وہ شہید ہو گئے۔“

(حوالہ:- مغازی الصادقہ، از علامہ واقدی، اردو ترجمہ، ص ۲۰۲)

◎ حضرت عمرو بن جموح انصاری کا جذبہ عشق

حضرت عمرو بن جموح انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک پاؤں سے لنگڑے تھے۔ ان کے

چارنو جوان صاحبزادے ہمیشہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے، اور تمام غزوات و جہاد میں شریک رہ کر اپنی خدمات پیش کرتے۔ جب جنگ اُحدؓ کا معرکہ پیش آیا تو حضرت عمرو بن جموح انصاری نے چاہا کہ وہ بذات خود غزوہ اُحد میں حاضر ہو کر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت گزاری کا شرف، اور جہاد کا اجر عظیم حاصل کریں لیکن ان کی قوم کے لوگوں نے ان سے کہا کہ تم لنگڑے ہونے کی وجہ سے معذور ہو۔ تم پر جہاد فرض نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے: ”وَلَا عَلَى الْاَعْدَجِ حَرَجٌ“

(سورۃ الفتح، آیت: ۱۷)

ترجمہ: ”اور لنگڑے پر مضائقہ نہیں۔“ (کنز الایمان)

علاوہ ازیں تمہارے چار فرزند تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں معرکہ اُحد میں حاضر ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمرو بن جموح نے کہا کہ میرے بیٹوں کی کتنی خوش نصیبی ہے کہ وہ توجنت میں چلے جائیں اور میں یہاں بیٹھا رہوں۔ المختصر! وہ جہاد کے شوق میں بے چین و بے قرار ہو گئے۔ گھر آ کر اپنی بیوی ہندہ بنت عمر بن حرام سے اپنے ارادے کا ذکر کیا۔ ان کی بیوی نے کہا کہ تم کس طرح جہاد کر سکتے ہو؟ تم تو معذور ہو۔ اگر تم میدان جنگ میں گئے تو بھاگ کر لوٹ آؤ گے ایسا مجھے محسوس ہوتا ہے۔ اپنی بیوی کی بات سن کر حضرت عمرو بن جموح انصاری طیش میں آ گئے اور اپنا ہتھیار تھاما اور بارگاہ خداوندی میں دست بدعا ہو کر یوں عرض کی ”اللہم لَا تَرُدَّنِيْ اِلٰی اَهْلِيْ خَزِيْا وَّ اَرْزُقْنِيْ شَہَادَةً“ یعنی اے میرے پروردگار مجھے اپنے گھر والوں کی طرف شرمندہ اور خوار مت لوٹانا اور مجھے شہادت نصیب فرما۔ یہ دعا مانگ کر آپ اپنے گھر سے معرکہ اُحد کی طرف روانہ ہوئے اور مصروف جہاد ہو گئے۔

حضرت ابو طلحہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے عمرو بن جموح کو میدان کارزار میں دیکھا کہ وہ لڑکھڑا کر چلتے اور یہ کہتے ہوئے جنگ کرتے کہ خدا کی قسم! میں جنت کا مشتاق ہوں۔ ان کے چاروں بیٹوں نے اپنے والد کے ہمراہ جنگ میں دلیری اور جوانمردی دکھا کر داد شجاعت حاصل کی، یہاں تک کہ حضرت عمرو بن جموح اور ان کے چاروں صاحبزادے معرکہ اُحد میں شہید ہو گئے۔ ان کے ساتھ حضرت عمرو بن جموح کے سارے لے یعنی ان کی بیوی ہندہ بنت

عمرو بن حرام کے بھائی عبداللہ بن عمرو بن حرام بھی شہید ہو گئے۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت عمرو بن جموح کی زوجہ ہند بنت عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اطلاع ملی کہ ان کے شوہر، چاروں بیٹے اور بھائی شہید ہو گئے ہیں تو یہ میدان جنگ میں آئیں اور اپنے شوہر، بھائی اور بیٹوں کی لاشوں کو اونٹ پر لاد کر مدینہ لانا چاہتی تھیں تاکہ انھیں مدینہ میں دفن کریں۔ لیکن اونٹ زانو کے بل بیٹھ جاتا۔ جب بھی اونٹ کو جھڑک کر اٹھانا چاہتیں تو وہ مطلق ہلتا نہیں۔ ایک مرتبہ زور کر کے اونٹ کو کھڑا کیا تو وہ اُحد کی طرف چلنے لگا۔ اُحد کی طرف اونٹ کو چلاتیں تو بغیر کسی دشواری کے چلتا لیکن جب بھی اونٹ کو مدینہ کی طرف ہانکتیں تو اونٹ بیٹھ جاتا۔ پریشان ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام ماجرا بیان کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے شوہر نے گھر سے نکلتے وقت کیا کہا تھا؟ ہند بنت عمرو بن حرام نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میرے شوہر نے گھر سے نکلتے وقت رو بقلہ ہو کر دعا کی تھی کہ اے خدا! مجھے میرے گھر کی طرف نہ لوٹانا۔ حضور نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ اونٹ مدینہ کی طرف نہیں جاتا کیونکہ اونٹ خدا کے حکم پر مامور ہے۔

پھر حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ہند! تیرا شوہر، تیرے بیٹے اور تیرا بھائی یہ سب جنت میں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان تمام کو میدان اُحد میں دفن فرمایا۔ حضرت عمرو بن جموح اور عبداللہ بن عمرو بن حرام کو ایک ہی قبر میں دفن فرمایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(حوالہ:- مغازی الصادقہ، از علامہ واقدی، اُردو ترجمہ: ۱۹۵ تا ۱۹۷)

◎ حضرت سواد اور عشق رسول

جنگ بدر میں جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لشکر اسلام کے مجاہدین کی صفیں سیدھی فرما رہے تھے تو آپ کے دست پاک میں ایک چھڑی تھی۔ حضرت سواد بن عزیزہ ظریف طبع و خوش فہم صحابی تھے، صف سے نکل کر آگے کھڑے ہو گئے۔ حضور نے اس چھڑی (پتلی

لکڑی) سے ان کے سینہ پر مار کر فرمایا ”اِسْتَوِيَا سَوَادًا“ یعنی اے سواد صف میں ٹھیک کھڑے رہو۔ حضرت سواد نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے تکلیف دینے والی مار مجھ پر لگائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا اور عدل و انصاف آپ کے ہاتھ میں ہے، میرا قصاص (بدلہ) دیجئے۔ حضور اقدس سید العادلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا لباس مبارک اپنے سینہ اقدس سے دور کر کے فرمایا کہ ”اے سواد! اسی وقت اپنا قصاص لے لو۔“ حضرت سواد نے فی الفور اپنا چہرہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سینہ پاک پر رکھ کر اس کا بوسہ لے لیا۔ حضور نے فرمایا ایسا کیوں کرتے ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میرا آخری وقت ہے۔ میں اس ہنگامہ جنگ میں شہید ہو جاؤں گا۔ لہذا میں نے چاہا کہ زندگی کے آخری لمحات میں میرا جسم آپ کے جسم اقدس سے مس ہو جائے۔

(حوالہ:- مدارج النبوة، از:- شیخ عبدالحق محدث دہلوی، جلد ۲، ص: ۱۴۹)

مذکورہ تمام واقعات سے صرف عشق رسول کا جذبہ صادق عیاں ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، نے اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے قلبی لگاؤ اور والہانہ عقیدت و شفیقتی کے تقاضوں کی تکمیل میں ایثار و قربانی کی ایسی مثالیں پیش کی ہیں کہ ان کے حرکات و سکنات گویا ہیں:

کس کا منہ تکتے، کہاں جائیے، کس سے کہیے

تیرے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا

(از:- امام عشق و محبت، حضرت رضا بریلوی)

◎ حضرت عبداللہ بن زید انصاری کو اپنے اندھے پن کی دعا و تمنا

حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے کھیت پر تھے اور ان کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحلت کی اطلاع ملی۔ حضرت عبداللہ بن زید صاحب اذن اور مستجاب الدعوات تھے۔ انھوں نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی کہ اے خدا! دنیا کو دیکھنے والی میری آنکھیں لے لے۔ اب ان آنکھوں کا کیا کام! جب کہ تیرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے جمال جہاں آرا کے مشاہدے سے محروم ہو گئیں۔ میں ان آنکھوں سے تیرے محبوب کے جمال کے سوا اور کچھ دیکھنا نہیں چاہتا، اور تیرے محبوب نے پردہ فرمالیا۔ اب مجھے ان آنکھوں کا کیا کام؟ چنانچہ ان کی دعا فوراً قبول ہوئی اور وہ اسی وقت نابینا ہو گئے۔

(بحوالہ:- مدارج النبوة، اردو ترجمہ، جلد ۲، ص: ۷۵۵)

بقول امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی:

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں

کون نظروں پر چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

◎ حضرت خبیب بن عدی کا جذبہ عشق اور تصور جان جاناں

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا ذکر ”شہید کے مراتب و درجات اور حیات“ کے عنوان میں پر گزرا۔ جب کہ کفار ان کو شہید کرنے کے لئے مکہ سے موضع تنعیم کی طرف لے جا رہے تھے۔ تو اثنائے راہ کفار ان سے کہنے لگے کہ اس وقت تو تمہاری خواہش یہ ہوگی کہ تمہارے بجائے اس دار پر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہوتے اور تم اپنے گھر میں سلامتی کے ساتھ ہوتے۔ اس پر حضرت خبیب نے فرمایا کہ ”خدا کی قسم! میں تو یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک پاؤں میں ایک کاٹا چھبے اور میں گھر میں سلامت بیٹھا رہوں۔“ اس پر کفار برا بھینٹے ہوئے اور آپ کے ساتھ طرح طرح کی سختیاں اور بیہودگیاں کیں اور آپ کو قتل کرنے پر آمادہ ہوئے۔ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سنگین ماحول میں اپنے آقا و مولیٰ، جان عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد اور تصور میں مستغرق تھے اور اپنے محبوب آقا کے دربار عالی میں اپنی دلی کیفیت کو پہنچانے کے لئے پروردگار عالم جل جلالہ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ ”اے خدا! میں اس جگہ دشمنوں کے سوا کسی کو نہیں دیکھتا ہوں اور دوستوں میں سے کوئی یہاں موجود نہیں جو میرا پیغام تیرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچائے۔ اے خدا! تو ہی میرا سلام بارگاہ رسالت میں پہنچا دے۔“

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی مجلس شریف میں بمقام مدینہ منورہ ایک جماعت کے ساتھ موجود تھا کہ یکا یک حضور پر جی کے آثار و علامات ظاہر ہوئیں۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”رحمۃ اللہ علیہ“ اور فرمایا کہ خبیث کو قریش نے شہید کر دیا اور یہ جبرئیل امین ہیں جو ان کا سلام مجھے پہنچا رہے ہیں۔

(حوالہ:- مدارج النبوة، از شیخ عبدالحق دہلوی، جلد ۲، ص: ۲۳۵)

حضرت خبیث بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اپنے اعزاء و اقربا کی یاد نہیں آئی اور نہ ہی ان تک اپنا پیغام و سلام پہنچانے کی خواہش ہوئی۔ مگر اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے والہانہ عشق کی یہ کیفیت تھی کہ نظروں کے سامنے موت سر پر ناچ رہی ہے۔ گھڑی دو گھڑی میں جان جسم سے جدا ہو جائے گی۔ مگر اس کی کوئی فکر نہیں بلکہ ایمان کی جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جدائی اور فراق کا رنج و غم ہے۔ بارگاہ رسالت کی حاضری اور باریابی کی ہی خواہش ہے:

سرھانے ان کے بسمل کے یہ بیتابی کا ماتم ہے

شہ کوثر ترحم تشنہ جاتا ہے زیارت کا

اور

موت سنتا ہوں ستم تلخ ہے زہر اہ ناپ

کون لادے مجھے تلووں کا غسل تیرا

(از:- امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

◎ عبد اللہ بن ابی سلول تلوار کے سائے میں

عبد اللہ بن ابی سلول منافق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دشمن اور گستاخ تھا۔ لیکن اس کے بیٹے حضرت عبد اللہ مخلص مومن اور عاشق رسول تھے۔ غزوہ بنی مصطلق جس کو غزوہ مریسج بھی کہتے ہیں۔ غزوہ مریسج سے لوٹتے وقت عبد اللہ بن ابی منافق نے گستاخانہ جملہ کہا کہ اگر ہم عزت والے لوگ مدینہ لوٹ گئے تو ہم مدینہ شہر سے ذلیل لوگوں کو یعنی اصحاب

رسول کو نکال بھگا ئیں گے۔ جس کا بیان قرآن مجید میں اس طرح ہے:

”يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ“
(سورة المنافقون، آیت: ۸)

ترجمہ: کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اُسے جو نہایت ذلت والا ہے۔“ (کنز الایمان)

منافق عبد اللہ بن ابی سلول نے ”أَعَزُّ“ (بڑی عزت والا) سے خود کو مراد لیا تھا اور ”أَذَلُّ“ (بڑی ذلت والے) سے اصحاب رسول کو مراد لیا تھا۔ عبد اللہ بن ابی منافق کے بیٹے حضرت عبد اللہ کو جب معلوم ہوا کہ میرے باپ نے ایسا ذلیل جملہ کہا ہے تو بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کیا کہ اگر حضور چاہیں تو میں اپنے باپ کا سر اُتار کر لے آؤں۔ پھر حضرت عبد اللہ اپنی تلوار سنت کر شہر کے دروازے پر آ کر کھڑے ہو گئے اور اپنے منافق باپ کا انتظار کرنے لگے۔ جب عبد اللہ بن ابی سلول مدینہ لوٹا اور شہر کے دروازے پر پہنچا تو حضرت عبد اللہ نے اپنے باپ کو شہر میں داخل ہونے سے روکا اور کہا کہ اب تو اپنی زبان سے یہ کہہ کہ ”أَنَا أَذَلُّ النَّاسِ وَأَصْحَابُ مُحَمَّدٍ أَعَزُّ النَّاسِ“ یعنی میں لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل ہوں اور اصحاب رسول لوگوں میں سب سے زیادہ عزت دار ہیں۔ ورنہ میں تیری گردن اڑا دوں گا۔ عبد اللہ بن ابی منافق نے اپنے بیٹے سے کہا کہ کیا تو سچ کہتا ہے؟ اور یوں ہی کرے گا؟ حضرت عبد اللہ نے اپنے منافق باپ سے فرمایا کہ ہاں! میں تیری گردن اڑا دوں گا۔ جب عبد اللہ بن ابی منافق نے اپنے بیٹے کے تیور دیکھے تو سمجھ گیا کہ آج اس کا رنگ بدلا ہوا ہے اور آنکھوں سے شعلے برس رہے ہیں۔ وہ سہم گیا اور اپنی جان بچانے کے لئے مذکورہ الفاظ اپنی زبان سے کئی مرتبہ ادا کئے اور اس کا اقرار کیا تب حضرت عبد اللہ نے اسے چھوڑا۔

(حوالہ:- مدارج النبوة، اردو ترجمہ، جلد ۱، ص: ۵۳۱)

اسی طرح حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کا فر باپ عاص بن وائل کو اور امین الامت حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے اپنے کا فر باپ جراح کو اپنے ہی ہاتھوں سے قتل کر دیا اور دنیا کو یہ سبق دیا کہ نبی کی محبت و عظمت کے مقابلے میں اگر حقیقی باپ بھی

حضور اقدس ﷺ کے اخلاقی محاسن

اب ہم پھر ایک مرتبہ اس دعویٰ کا اعادہ کرتے ہیں کہ اسلام ہرگز تلوار سے نہیں پھیلا بلکہ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ و اطوار جمیلہ سے پھیلا ہے۔ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا بغور جائزہ لینے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ کی حیات طیبہ کا ہر لمحہ نوع انسانی کے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو ایسی عالی صفات اور منبع البرکات بنائی تھی کہ آپ کے تمام اخلاق و خصائل اس قدر اعلیٰ و ارفع، اتم و اکمل، احسن و اجمل اور اشرف و افضل تھے کہ جن کو احاطہ حصر میں لا کر اس کا کما حقہ بیان کرنا ممکن نہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ“ (سورہ القلم، آیت: ۴)

ترجمہ: ”اور بے شک تمہاری خوب (خلق) بڑی شان کی ہے۔“ (کنز الایمان)

○ حدیث: - حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

”أَكْمَلُ مَحَاسِنِ الْأَفْعَالِ“

ترجمہ: ”مجھے اچھے کاموں کو مکمل کرنے کے لئے بھیجا گیا۔“

○ حدیث: - سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

”بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ“

ترجمہ: ”مجھے اخلاق کی خوبیوں کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔“

○ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ سے حضور

اقدس جان عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب میں فرمایا کہ: ”كَانَ خُلُقَهُ الْقُرْآنُ“

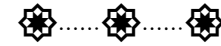
یعنی قرآن ہی آپ کا اخلاق تھا۔

آجائے تو ایک مومن نبی کی عظمت کو باپ کی حیات پر ترجیح دیتا ہے۔ صحابہ کرام کا عشق رسول اتنا پاکیزہ تھا کہ وہ اپنے عشق میں دیوانگی کی حد تک پہنچ گئے تھے۔ ان کا جینا صرف عشق رسول کی بناء پر تھا۔ عشق رسول ان کے دلوں کی دھڑکن بن چکا تھا۔ اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت و غلامی میں وہ اتنے منہمک اور مستغرق ہو چکے تھے کہ انہیں دنیا کی کسی چیز اور کسی نسبت سے کوئی غرض نہ تھی:

میں نثار ایسا مسلمان کیجئے

توڑ ڈالیں نفس کا زناں ہم

(از: امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)



○ شیخ محقق، شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ:

”جس طرح قرآن کے معنی غیر متناہی ہیں۔ آپ کے اخلاق کی خوبیاں اور محاسن جمیلہ ہر آن اور ہر حال میں تازہ بہ تازہ اور نوع بہ نوع ہوتے ہیں۔“

(حوالہ:- مدارج النبوة، اردو ترجمہ، جلد: ۱، ص: ۶۵)

امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی بارگاہ رسالت میں یوں عرض کرتے ہیں:

تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا، تیری خلق کو حق نے جمیل کیا

کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا، تیرے خالق حسن و ادا کی قسم

حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کی وہ ارفع شان ہے کہ آپ کے مقام حقیقت کو خدا کے سوا کوئی نہیں پہچان سکتا۔ جس طرح خدائے تعالیٰ کو محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا دوسرا کوئی نہیں پہچان سکا اسی طرح محمد رسول اللہ کو اللہ کے سوا کوئی نہیں پہچان سکا، خود سرکار فرماتے ہیں ”لَمْ يَعْرِفْنِي حَقِيقَةً غَيْرُ رَبِّي“ یعنی مجھ کو میرے رب کے سوا کوئی نہیں جان سکا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت ذات بے مثل و مثال ہے تو آپ کے تمام اوصاف جمیلہ بھی بے مثل و مثال ہیں اور انھیں اوصاف میں سے آپ کے اخلاق کریمہ ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسن اخلاق کی برابری کا دعویٰ کرنے والا نہ کوئی آج تک پیدا ہوا ہے اور نہ کبھی پیدا ہوگا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مادر شفیق کے شکم اطہر میں استقرار فرمانا، تولد، ایام شیر خوارگی، بچپن، جوانی اور دنیا سے پردہ فرمانے تک کی ظاہری حیات کے مختلف شعبے مثلاً: انفرادی، اجتماعی، معاشی، اقتصادی، تجارتی، معاملاتی، معاشرتی، ازدواجی، خاندانی، انتظامی، مجلسی، سماجی، خدماتی، مذہبی اور جہادی زندگی کے کسی بھی پہلو کو ٹٹول کر دیکھیں گے تو آپ صرف اور صرف دیانتداری، ایمانداری، امانتداری، رواداری، راست بازی، صدق گوئی، راست گفتاری، وفاداری، تواضع و انکساری، غریب پروری، حاجت روائی، غفو و عنایت جود و سخا، رحم و کرم، عدل و انصاف اور ایفاء عہد جیسے اخلاقی محاسن کی اعلیٰ قدروں کے آئینہ دار ہیں۔ یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ تمام اخلاقی محاسن پر سیر حاصل گفتگو کی جائے۔ لہذا صرف

جہادی زندگی سے تعلق رکھنے والے غفو و کرم پر مشتمل ان واقعات کی طرف نشاندہی کی جاتی ہے جو ہمارے موضوع سے متعلق ہیں۔

○ جنگ احد میں دندان مبارک شہید

جنگ احد میں عبداللہ بن قمیہ نے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایسا زور سے پتھر مارا کہ آپ کا رخسار مبارک خون آلود ہو گیا۔ اور عتبہ بن ابی وقاص نے جو پتھر مارا تھا اس سے آپ کا لب زیریں یعنی نیچے کا ہونٹ مبارک لہلہاں ہو گیا اور آگے کے نچلے دندان مبارک شہید ہو گئے۔ عبداللہ بن شہاب نے حضور کی کہنی مبارک کو زخمی کر دیا۔ صحابہ کرام کو آپ کی یہ حالت سخت دشوار اور ناگوار معلوم ہوئی۔ وہ عرض کرنے لگے کہ کاش! آپ ان ظالموں پر دعائے ہلاکت فرماتے تا کہ وہ اپنے کرتوتوں کی سزا پائے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ”مجھے لعنت اور بد دعا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے اور یہ دعا فرمائی: اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ“

ترجمہ: ”اے خدا میری قوم کو ہدایت فرما کیونکہ وہ مجھے جانتی نہیں۔“

دوایت: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب

روئے پُر انوار سید ابراہار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خون جاری ہوا تو

میرے والد مالک بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے منہ کو ٹپکتے ہوئے خود

کی جگہ رکھ کر خون مبارک پی جاتے تھے۔ اس پر لوگوں نے کلام کیا تو

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جس کے خون میں میرا

خون مل جائے اسے آتش دوزخ نہیں چھو سکتی۔“

(حوالہ:- مدارج النبوة، اردو ترجمہ، جلد: ۲، ص: ۲۲۲)

○ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی سازش

سے خیبر کے مقام میں بکری کی زہر آلود ران دینے والی یہودیہ زینب

بنت حارث کو اور آپ کو ضرر و نقصان پہنچانے کے فاسد ارادے سے

آپ پر جادو کرنے والے یہودی لبید بن الاعصم کو آپ نے معاف فرمادیا۔

○ ایک مرتبہ آپ قبولہ فرما رہے تھے۔ اچانک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دشمنان مبارک کھولیں تو دیکھا کہ ایک اعرابی برہنہ تلوار لئے ہوئے آپ کے سرہانے کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ اور کون مجھ سے محفوظ رکھے گا؟ آپ نے فرمایا ”اللہ“ یہ سن کر اس اعرابی کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تلوار اٹھائی اور فرمایا اب تو بتا! تجھے اب کون بچائے گا۔ وہ شخص لرزنے اور کانپنے لگا۔ اس پر حضور اقدس نے اس شخص کو چھوڑ دیا اور معاف فرمادیا۔

(حوالہ:- مدارج النبوة، اردو ترجمہ، جلد: ۱، ص: ۷۴)

حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کئے جانے والے جانی اور مالی ظلم و ستم پر آپ ہمیشہ صبر فرما کر درگزر کرتے۔ آپ کسی کے ساتھ نہ تو خود سخت کلامی فرماتے تھے اور نہ کسی کی سخت کلامی کا بدلہ لیتے۔ بلکہ عفو و کرم سے کام لیتے تھے۔ اس کا مخالفین پر اتنا گہرا اثر پڑا کہ وہ آپ کے حسن اخلاق سے متاثر اور گرویدہ ہو کر اپنے ارتکاب جرم پر پشیمان و نادم ہوئے۔ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ مخالفین کے تالیف قلوب کے لئے تریاق کا کام کرتے تھے اور آپ کے جانی دشمن اور خون کے پیاسے آپ کے اخلاق سے متاثر اور اپنے کئے پر متأسف ہو کر آپ کی صداقت و حقانیت کا اقرار کرتے اور اگر توفیق ایزدی شامل حال ہوتی تو دولت ایمان سے سرفراز ہو جاتے اور پھر وہ اپنے ماضی کے کرتوتوں کے تدارک میں صدق دل سے اسلام کی خدمت گزاری میں نمایاں کارنامے انجام دیتے۔ یہاں تک کہ مقرب بارگاہ رسالت ہونے کا انھیں شرف حاصل ہو جاتا۔

چند مثالیں اختصاراً ضیافت قارئین کی خاطر پیش خدمت ہیں:

(۱) حضرت ابوسفیان بن حرب بن امیہ کفر و ایمان کے تناظر میں

حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تک ایمان نہ لائے تھے تب تک انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عداوت و دشمنی میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی تھی۔ اسلام کو نقصان پہنچانے والوں کی سربراہی کرتے اور ان کی پشت پناہی میں وہ ہمیشہ گرم جوشی سے کام لیتے تھے۔ مثلاً:

☆ جنگ بدر کے لئے کفار مکہ کو انھوں نے ہی اُکسایا اور لشکر کفار کو مکہ سے مدینہ بلا کر بدر میں کھڑا کیا اور پھر خود بھی لشکر قریش میں شامل رہے۔

☆ جنگ بدر کے مقتولین کا انتقام لینے اور مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی غرض سے ایک عظیم لشکر کی تربیت کے لئے ابوسفیان نے دار الندوہ میں میٹنگ کی اور بیس ہزار مشقال کا چندہ مکہ کے تاجروں سے وصول کر کے لشکر کی تیاری کے لئے خرچ کیا۔

☆ ۳ھ میں حضرت ابوسفیان کی سپہ سالاری میں لشکر کفار مکہ سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے آیا اور اُحد پہاڑ کے دامن میں ایک معرکہ وقوع پذیر ہوا جو جنگ احد کے نام سے مشہور ہے۔

☆ ۵ھ میں حضرت ابوسفیان نے خیبر کے یہودیوں سے مدد طلب کی اور یہود و کفار کا مشترکہ لشکر لے کر انھوں نے مدینہ منورہ پر دس ہزار افراد کے ساتھ حملہ کیا اور غزوہ احزاب یعنی غزوہ خندق کا واقعہ پیش آیا۔

☆ غزوہ خندق سے لوٹنے کے بعد ابوسفیان نے مکہ سے ایک بدوی شخص کو مدینہ طیبہ اس غرض سے بھیجا کہ وہ موقع پاتے ہی حضور اقدس جان عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شہید کر دے۔ ابوسفیان نے اس شخص کو سواری کا اونٹ اور زادراہ اپنی طرف سے دیا تھا۔ وہ شخص مدینہ منورہ آیا۔ پکڑا گیا۔

حضور نے معاف فرمادیا۔ لہذا وہ مسلمان ہو گیا۔

(مدارج النبوة، اردو ترجمہ، جلد: ۲، ص: ۳۰۲)

☆ ۶ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے بہ نیت عمرہ مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوئے تو ابوسفیان نے حضور کا مکہ معظمہ میں داخلہ روکنے کے لئے مشرکین مکہ کو جمع کیا اور حضور کو روکنے کے لئے جدہ کے راستہ پر واقع موضع بلدہ پر لشکر کا پڑاؤ ڈلوایا۔ بعد صلح حدیبیہ ہوئی۔ ☆ صلح حدیبیہ کے بعد حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہرقل، شاہ روم کو اسلام کی دعوت کا مکتوب (خط) ارسال فرمایا۔ اس وقت اتفاق سے ابوسفیان بن حرب تجارت کے سلسلے میں ملک شام آئے ہوئے تھے جہاں انھوں نے ہرقل بادشاہ کے دربار میں جا کر حضور کے خلاف ہرقل کے خوب کان بھرے اور کذب بیانی سے کام لیا۔

(مدارج النبوة جلد: ۲، ص: ۳۸۱)

مختصر یہ کہ اسلام اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف کوئی بھی تحریک یا کوئی بھی محاذ ہو، ابوسفیان بن حرب اس میں بڑی گرم جوشی سے حصہ لیتے اور اسلام کے خلاف اپنی تمام تر طاقت و دولت صرف کرتے لیکن ان کی تقدیر میں ایمان لکھا ہوا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فتح مکہ کے دن ۸ھ میں حاضر ہوئے۔ اپنے ماضی کے افعال پر ندامت و شرمندگی کا اظہار کر کے معذرت خواہ ہوئے اور سورۃ یوسف میں مذکور برادران حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقولہ جس کی حکایت قرآن نے کی:

”لَقَدْ أَثَرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا لَخٰطِئِينَ“ (سورۃ یوسف، آیت: ۹۱)

ترجمہ: ”بے شک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور بے شک ہم خطاوار تھے۔“ (کنز الایمان)

جواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہی فرمایا جو حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تھا۔ یعنی:

”لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ“

(سورۃ یوسف، آیت: ۹۲)

ترجمہ: ”آج تم پر کچھ ملامت نہیں۔ اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔“ (کنز الایمان)

حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر ایمان لائے۔ حضور نے ان کی تمام خطائیں معاف فرما کر اخلاق کریمہ کا مظاہرہ فرمایا۔ حالانکہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام لانے سے پہلے حضور کو اتنا ستایا تھا کہ اگر حضور اقدس کے بجائے دنیا میں اور کسی کو اتنا ستانے کے بعد معافی کے طلب گار ہوتے تو معافی ملنے کی کوئی امید نہ ہوتی۔ بلکہ جان کے لالے پڑ جاتے۔ لیکن حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کمال غفو و کرم سے ان پر نگاہ لطف و عنایت فرما کر معاف فرمادیا۔ بلکہ اپنے دامن میں پناہ عطا فرمائی:

چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اس کے خلاف

ترے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا

اور

کر کے تمہارے گناہ مانگیں تمہاری پناہ

تم کہو دامن میں آ تم پہ کروڑوں درود

(از: امام عشق و محبت، حضرت رضا بریلی)

حضور اکرم، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق جمیلہ نے حضرت ابوسفیان کو ایسا گرویدہ اسلام کر دیا کہ انھوں نے اپنے ماضی کی خطاؤں کا کفارہ ادا کرتے ہوئے خلوص دل سے اسلام کی زریں خدمات انجام دیں۔ اپنی تمام صلاحیتوں کو اسلام کے فروغ کے لئے ہی استعمال کیں اور ان کا شمار اکابر صحابہ کرام میں ہونے لگا۔ حضرت ابوسفیان نے اسلام اور بانی اسلام کی جو بیش بہا خدمات انجام دیں ہیں، اس کی کچھ جھلکیاں ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

○ جنگ حنین ۸ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہم رکاب

تھے اور حضور کی سواری کی لگام تھامے ہوئے تھے۔

○ جنگ طائف ۸ھ میں حضور کے ساتھ شریک ہوئے۔ اس جنگ میں تیر

لگنے کی وجہ سے حضرت ابوسفیان کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ حضور نے انھیں

جنت میں آنکھ ملنے کا وعدہ فرمایا۔ (مدارج النبوة، جلد ۲: ص ۵۲۸)

○ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے عرب کے بڑے بت

منات کے بت خانے کو منہدم کر دیا۔

○ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہ کر وحی الہی کی

کتابت کی خدمت انجام دی۔

○ ملک شام میں لشکر اسلام کے ساتھ رہ کر بڑی جاں فشانی سے رومیوں

سے لڑے۔ خصوصاً جنگ یرموک کے بارہویں دن جب اسلامی لشکر نے

ہزیمت اٹھائی اور مجاہدین اسلام پیچھے ہٹنے لگے تب حضرت ابوسفیان نے

لگا کر دوشجاعت دیتے ہوئے اسلامی لشکر کو ثابت قدم رکھا۔

○ جنگ یرموک میں ہی حضرت ابوسفیان نے تیر لگنے کی وجہ اپنی دوسری

آنکھ بھی کھو بیٹھے اور وہ دونوں آنکھ سے نابینا ہو گئے۔

○ ملک شام میں حضرت ابوسفیان نے جنگ دمشق، جوسیہ، رستن، قسریں،

بعلبک، حمص اور یرموک میں اپنی خدمات پیش کیں۔

(۲) حضرت خالد بن ولید بن مغیرہ الحزرمی القرشی

حضور اقدس جان ایمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب سے بڑے گستاخ ولید بن مغیرہ

کے آپ بیٹے تھے۔ حضرت خالد اشرف واعیان قریش میں سے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں

گھوڑوں کی عنان ان کے ہاتھ میں تھی۔ نوعمری کے زمانہ سے ہی وہ شجاع، بہادر، جنگجو، ماہر فن

جنگ، اور تلوار کے دھنی تھے۔ صلح حدیبیہ تک وہ کافروں کے ساتھ رہے اور اسلام کے خلاف

لڑتے رہے۔ مثلاً:

☆ جنگ احد ۳ھ میں لشکر کفار و مشرکین کے آپ مقدمۃ الجیش تھے۔

☆ جنگ احد میں لشکر کفار نے ہزیمت اٹھائی اور شکست سے دوچار اور پسپا ہو کر بھاگ رہا تھا۔ لیکن

خالد نے مشرکوں کی ایک جماعت کے ساتھ پہاڑ کے پیچھے سے آ کر

اسلامی لشکر پر حملہ کر دیا اور حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان

کے ساتھیوں کو شہید کر دیا اور جنگ کا تختہ پلٹ دیا۔

☆ ۶ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صلح حدیبیہ کے موقع پر مکہ

معظمہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے جدہ کے راستے پر موضع بلدہ

میں لشکر کفار کے سرغنہ کی حیثیت رکھتے تھے۔

لیکن ۷ھ میں حضرت خالد بن ولید کی قسمت کا ستارہ چمکا۔ جنگ موتہ ۸ھ کے دو

ماہ قبل اسلام سے مشرف ہوئے۔ (حوالہ: - مدارج النبوة، اردو ترجمہ، جلد ۲: ص ۹۳۵)

بعض اہل سیر حضرت خالد کا قبول اسلام ۸ھ میں بتاتے ہیں۔

جب حضرت خالد بن ولید بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور سلام پیش کیا تو حضور

اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خندہ پیشانی سے ان کے سلام کا جواب عنایت فرمایا۔ اور تبسم

فرمایا۔ نظر سے نظر کیا ملی؟ کہ حضرت خالد نے اپنا دل سرکارِ دو جہاں کے قدموں میں رکھ دیا۔

خدا کے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ نے ایسا دیوانہ عشق کر دیا کہ ماضی

میں اسلام کشی کی جو خطائیں سرزد ہوئی تھیں ان خطاؤں پر شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے

حضرت خالد نے عرض کیا کہ:

”یا رسول اللہ! آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے کہ میں نے نیکی کی راہوں میں حق کے ساتھ

کیسی کیسی دشمنیاں کی ہیں۔ اب دعا فرمائیے کہ حق تعالیٰ انھیں معاف فرمادے۔ اور میرے

گناہوں کو بخش دے۔“

جواب میں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ”الاسلام یجب ما قبلہ“

یعنی اسلام قبول کرنا اگلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور سب خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔

(حوالہ: - مدارج النبوة، جلد ۲: ص ۲۵۰)

اپنے سامنے شرمندہ اور نادم ہونے والے کی اس طرح دلجوئی فرما کر مغفرت کی بشارت سنانے کا نسخہ ایسا کارآمد ہوا کہ اُس وقت سے لے کر دم آخر تک حضرت خالد بن ولید نے اسلام کی وہ خدمات انجام دیں کہ حضرت خالد کا مبارک اسم گرامی صرف اسلامی تاریخ میں ہی نہیں بلکہ دنیا کی تاریخ میں سنہری حروف سے منقش ہو گیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ میں اور پردہ فرمانے کے بعد بھی دین اسلام کی تائید و تقویت کے لئے مساعی جمیلہ و عظیمہ انجام دینے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی۔ مثلاً:

- ⊙ جنگ موتہ ۸ھ میں تین ہزار کا اسلامی لشکر لے کر آپ رومیوں کے ایک لاکھ کے عظیم لشکر سے بھڑ گئے اور رومیوں کو شکست فاش دی۔ جنگ موتہ میں آپ نے جو دلیری دکھائی، اس سے خوش ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو ”سیف اللہ“ کے لقب سے سرفراز فرمایا۔
- نوٹ: جنگ موتہ کا تفصیلی بیان اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

- ⊙ آپ نے اپنی زندگی میں ایک سو سے زیادہ جنگوں میں شرکت فرما کر عظیم فتوحات حاصل کیں، جنگ بازی میں ایسے منہمک و کوشاں رہے کہ آپ کے جسم میں ایک بالشت ایسا حصہ نہیں تھا جہاں نیزہ، تیر اور تلوار کے زخم نہ لگے ہوں۔ ملک شام کی فتوحات اگلے صفحات میں تفصیل سے ذکر کی جائیں گی ان فتوحات میں حضرت خالد بن ولید کی شجاعت و دلیری، جوانمردی و بہادری اور فن جنگ کی مہارت کا بیان پڑھ کر قارئین کرام واقعی حیرت زدہ رہ جائیں گے۔

- ⊙ مدعی نبوت مسیلہ کذاب کے چالیس ہزار جنگجو لشکر کے ساتھ ۱۱ھ میں جنگ یمامہ ہوئی۔ اسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اس جنگ میں مسیلہ مارا گیا۔

- ⊙ مدعی نبوت طلحہ بن خویلد اسدی کی سرکوبی کے لئے امیر المؤمنین حضرت

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد کو اسلامی لشکر کا امیر مقرر کر کے بھیجا تھا۔

- ⊙ حضرت خالد بن ولید نے کاتب بارگاہ رسالت کی حیثیت سے بھی اپنی خدمات پیش کی ہیں۔

(۳) حضرت عکرمہ بن ابوجہل بن ہشام

ابوجہل کا نام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں میں سرفہرست ہے۔ اسلام اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب سے بڑے عدو اور بدخواہ کی حیثیت سے اس نے اپنا مال پانی کی طرح بہایا اور اپنی جان بھی عداوت رسول میں جنگ بدر کے دن ضائع کی۔ اسی ابوجہل کے بیٹے عکرمہ بن ابی جہل بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر چل کر حضور اکرم رحمت عالم و جان عالم کی ایذا رسانی اور تکلیف دہی میں مشہور تھے۔ اسلام کے خلاف ہر محاذ پر وہ اشتیاء کے گروہ کے سردار اور سربراہ رہے۔ اپنے باپ کے وارث اور جانشین ہونے کی وجہ سے اسلام کی عداوت کی شجاعت انھیں ورثہ میں ملی تھی۔ مثلاً:

- ⊙ ۸ھ تک جتنے غزوات ہوئے ان تمام غزوات میں عکرمہ بن ابی جہل نے شرکت کر کے لشکر کفار کی سرداری اور قیادت کی۔

- ⊙ ۳ھ جنگ اُحد میں پہاڑ کے پیچھے سے گھوم کر اسلامی لشکر پر حملہ کرنے میں وہ حضرت خالد بن ولید کے ہمراہ تھے۔

- ⊙ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے لشکر کفار کا جو ہراول دستہ بنایا گیا تھا اس میں حضرت خالد کے ہمراہ تھے۔

- ⊙ ۸ھ فتح مکہ کے دن وہ اپنے ایک قدیم ساتھی اور دوست حضرت خالد بن ولید کے مقابلے میں کفار کی جانب سے بمقام خروہ میں شدت سے لڑے۔

جب مکہ معظمہ فتح ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا تو عکرمہ بن ابی جہل اپنی جان بچانے کے لئے ساحلی علاقے میں چلے گئے۔ عکرمہ کی بیوی حضرت ام حکیم بنت حارث نے اسلام قبول کر کے اپنے شوہر کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے امان حاصل کر کے اس کی جستجو میں نکلی ہوئی تھی۔ جب ام حکیم اپنے شوہر عکرمہ سے ملی تو اطلاع دی کہ میں نے تیرے لئے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے امان حاصل کر لی ہے۔ عکرمہ نے جب امان ملنے کی خبر سنی تو وہ حیران اور متعجب ہو کر کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو میں نے بے شمار ایذائیں اور تکلیفیں پہنچائی ہیں، اس کے باوجود بھی انھوں نے مجھے امان دی ہے؟ ام حکیم نے کہا کہ ہاں! حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنے زیادہ رحم دل اور کریم ہیں کہ ان کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ عکرمہ بن ابی جہل اپنی زوجہ ام حکیم کے ساتھ مکہ معظمہ لوٹ کر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضور نے انھیں مرحبا کہا۔ عکرمہ نے عرض کیا کہ کیا واقعی آپ نے مجھے امان دی ہے؟ فرمایا ”ہاں! میں نے امان دی ہے۔“ حضرت عکرمہ نے فوراً کلمہ شہادت پڑھا اور مشرف باسلام ہوئے۔

پھر حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتہائی شرمساری سے اپنا سر جھکا کر عرض کیا کہ ”یا رسول اللہ! ہر وہ دشمنی، بے ادبی، گستاخی، غیبت اور برائی آپ کے ساتھ جو ہو سکتی تھی میں نے کی ہے۔ اب دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور مجھے بخش دے۔ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دست اقدس اٹھا کر دعا فرمائی اور جو کچھ حضرت عکرمہ نے کیا تھا اس کی معافی و بخشش خدائے تعالیٰ سے مانگی۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حیرت تھے۔ جس ذات گرامی کو ستانے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا اور راہ میں کانٹے بچھانے میں حد درجہ کوشش کی تھی اور جس کی سزا گردن زنی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتی۔ لیکن آفریں! صد آفریں! اس ذات کریمہ کے اخلاق جمیلہ پر کہ انتقام لینا تو درکنار بلکہ دعائے مغفرت سے نواز رہے ہیں۔ ہاں ہاں! یہ وہی ہیں جو عفو و کرم میں یکتائے زمانہ ہیں۔ جو دو سخا میں بے مثل و مثال ہیں۔ ان کی غلامی سند ہے حیات جاویدانی کی۔ ان کے قدموں پر مٹ جانے میں دائمی بقا ہے۔ اب ان کے قدموں سے ہی لپٹے رہنے میں فلاح و بھلائی ہے۔ ان کے مقدس عشق

میں اپنے آپ کو جلا کر راکھ کر دینے سے ماضی کے گناہ جل کر راکھ ہو جائیں گے اب ان سے کبھی بھی دور نہ ہونا چاہئے:

شمع طیبہ سے میں پروانہ رہوں کب تک دور
ہاں جلا دے شرر آتش پنہاں ہم کو

(از: - امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں جذبات کا سمندر اُمنڈ پڑا اور اپنے ولولہ عشق کا بارگاہ رسالت میں ان الفاظ میں اظہار فرمایا کہ یا رسول اللہ! زمانہ جاہلیت میں حق کی مخالفت میں جتنا مال خرچ کیا ہے، میری تمنا ہے کہ اس سے زیادہ اب راہ حق میں صرف کروں۔ جتنی جنگیں خدا کے محبوب و مقبول بندوں سے لڑی ہیں اس سے دو گنی جنگ اب دشمنان خدا سے لڑوں۔ اس کے بعد حضرت عکرمہ نے کفار و مشرکین کے ساتھ اپنے عہد و پیمان، دوستی اور قرابت کے تمام رشتے توڑ دیئے اور پیارے آقا و محبوب مولیٰ کی غلامی کی زنجیروں میں اپنے آپ کو جکڑ دیا:

دیو کے بندوں سے ہم کو کیا غرض
ہم ہیں عبد مصطفیٰ پھر تجھ کو کیا

(از: - امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زندگی کی آخری سانس تک دین اسلام کی خدمت میں ہمہ تن مشغول و مصروف رہے اور کفار و مشرکین سے ہر محاذ پر لڑتے رہے۔ مثلاً:

○ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا اسود عنسی نے صنعاء کے بادشاہ شہر بن باذان کو قتل کر کے اہل صنعاء پر اپنا غلبہ اور تسلط قائم کیا، تو اس کی سرکوبی کے لئے حضرت عکرمہ کو اسلامی لشکر کا امیر بنا کر بھیجا گیا تھا۔

○ اسلام کی بنیادیں مستحکم کرنے آپ اسلامی لشکر کے ہمراہ ملک شام گئے تھے۔ اور دمشق، جوسہ، رستن، قسیرین، بعلبک اور حمص کی جنگ میں رومیوں سے لڑے اور داذ شجاعت دی۔

○ حصہ کے قلعہ کی جنگ میں لڑتے ہوئے۔ آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(۴) حضرت عمرو بن العاص بن وائل قرشی سہمی فاتح مصر

حضرت عمرو بن العاص عرب کے دانشوروں اور رؤسا میں سے تھے۔ وہ صاحب فہم و فراست اور مدبر و باصلاحیت شخص تھے۔ بہت ہی بہادر اور شجاع، فن جنگ اور لڑائی کے معاملات میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔ ۸ ھ تک مشرکین کے گروہ میں رہ کر اسلام کے خلاف متحرک و سرگرم رہے اور مسلمانوں سے لڑتے رہے۔

☆ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت توحید پر لبیک کہنے والے مومنین کو کفار مکہ نے شدید تکالیف دینی شروع کیں تو اعلان نبوت کے پانچویں سال (۶۱۳ء) میں کچھ مسلمانوں نے مکہ سے حبشہ ہجرت کی تھی۔ حبشہ سے مسلمانوں کو جلاوطن کرانے اور مسلمانوں کے خلاف شاہ حبشہ نجاشی کے کان بھرنے، مکہ سے مشرکوں کا ایک وفد عمرو بن العاص کی قیادت میں حبشہ گیا تھا۔

☆ ۵ ھ میں دس ہزار کفار کا لشکر مدینہ پر حملہ کرنے آ پہنچا اور غزوہ خندق (احزاب) وقوع میں آیا۔ اس جنگ میں عمرو بن العاص کفار کے لشکر کے اہم رکن تھے۔

لیکن عمرو بن العاص کی تقدیر میں اسلام اور حضور اکرم کی عظیم خدمات کرنے کی سعادت مکتوب تھی۔ ۸ ھ میں وہ حبشہ میں تھے۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے ساتھ ان کے تعلقات اور بہتر مراسم تھے بلکہ شاہی دربار تک ان کی رسائی تھی۔ اتفاقاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبارک خط لے کر حضرت عمرو بن ضمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحیثیت قاصد، نجاشی کے پاس آئے۔ جب عمرو بن العاص کو اس کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے نجاشی بادشاہ سے کہا کہ عمرو بن امیہ ضمیری کو میرے حوالے کر دو تا کہ میں انھیں قتل کر کے قریش کے سامنے سرخ رُو بنوں۔ شاہ

حبشہ نجاشی عمرو بن العاص کی یہ فرمائش سن کر توبہ کرنے کے انداز میں اپنے رخساروں کو تھپتھپایا اور کہا کہ:

”میں کیوں کر اس مقدس ہستی کے قاصد کو تمہارے حوالہ کروں جس ہستی کی خدمت میں ناموس اکبر (حضرت جبریل کا لقب) حاضر ہوتے ہیں اور وہ ہستی خدا کا رسول برحق ہے۔“

اس کے بعد شاہ نجاشی نے عمرو بن العاص کو فہمائش کرتے ہوئے فرمایا کہ:

”اے عمرو! میری بات غور سے سن! اور حضور اقدس کی پیروی اختیار کر۔“

شاہ حبشہ نجاشی کی نصیحت نے حضرت عمرو بن العاص کے دل کی دنیا پلٹ دی۔ ایمان ان کے دل میں نصب ہو گیا اور مدینہ طیبہ کی طرف چل دیئے۔ جب موضع ”ہدہ“ نامی مقام پر پہنچے تو وہاں ان کی ملاقات حضرت خالد بن ولید سے ہوئی جو ایمان لانے کی نیت سے مکہ سے مدینہ جا رہے تھے۔ دونوں میں ملاقات ہوئی، تبادلہ خیال ہوا تو راز کھلا کہ دونوں ایک ہی ارادہ سے نکلے ہیں۔ چنانچہ دونوں حضرات ایک ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور کلمہ شہادت پڑھ کر ایمان کی لازوال دولت حاصل کی۔ پہلے حضرت خالد نے کلمہ توحید کا اقرار کیا اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ:

”یا رسول اللہ! اپنا دست اقدس بڑھائیے تاکہ میں بیعت کروں۔“

حضرت عمرو بن العاص کی گزارش پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک بڑھایا لیکن عمرو بن العاص نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ حضور نے فرمایا: ”اے عمرو! کیا بات ہے؟ ہاتھ کیوں کھینچ لیا؟

عرض کیا: میری ایک شرط ہے۔

فرمایا: کیا شرط ہے؟

عرض کیا: شرط یہ ہے کہ میرے گناہ بخش دیئے جائیں۔

فرمایا: اے عمرو! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ایمان پچھلے تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ اور دار کفر سے ہجرت کر کے دار السلام آنا اور حج کرنا یہ دونوں عمل ایسے ہیں کہ ہر ایک سابقہ

تمام گناہوں کو ناپیدا اور جو کر دیتا ہے۔

(حوالہ: معارج النبوة، اردو ترجمہ، جلد ۲، ص: ۴۴۹ تا ۴۵۲)

الغرض ۸ھ میں فتح مکہ سے چھ ماہ قبل حضرت عمرو بن العاص مشرف بہ ایمان ہوئے۔

اس وقت سے لے کر تادم مرگ انھوں نے اسلام کی عظیم خدمات سرانجام دیں۔ مثلاً:

○ جنگ ذات السلاسل ۸ھ میں ان کو حضور اقدس نے امیر لشکر مقرر فرمایا۔

○ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نو ہزار کے لشکر پر انھیں سردار

بنا کر فلسطین بھیجا اور فلسطین ان کے ہاتھوں فتح ہوا۔

○ ملک شام کی تمام جنگوں میں آپ حاضر رہے اور ملک شام پر پرچم اسلام

لہرانے میں آپ نے اہم کردار ادا کیا۔

○ خلافت فاروقی میں آپ نے مصر فتح کیا۔

○ خلافت عثمانی میں آپ نے اسکندریہ فتح کیا۔

عشق رسول کے کیف میں سرشار ہو کر حضرت عمرو بن العاص ملک شام و مصر کے طاقتور اور جنگجو حاکموں سے بڑی دلیری سے ٹکرائے۔ قلیل تعداد کے اسلامی لشکر سے لاکھوں کی تعداد پر مشتمل روسی لشکروں کو خاک و خون میں ملا دیا۔

(۵) وحشی بن حرب حبشی غلام

وحشی نام کا ایک حبشی، جبیر بن مطعم بن مطعم بن عدی کا غلام تھا۔ جنگ بدر میں جبیر بن مطعم بن عدی کے بیچا طبیعہ بن عدی کو سید الشہداء حضرت امیر حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا تھا۔ علاوہ ازیں ابوسفیان بن حرب کی بیوی ہند کے باپ عتبہ بن ربیعہ کو بھی حضرت حمزہ نے قتل فرمایا تھا۔ جب مکہ معظمہ سے لشکر قریش میدان احد کی طرف روانہ ہوا تو جبیر بن مطعم بن عدی نے اپنے غلام وحشی کو لشکر قریش کے ساتھ یہ کہہ کر بھیجا کہ اگر تو حمزہ بن عبدالمطلب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قتل کر دے تو تیرے لئے آزادی ہے۔ چنانچہ وحشی غلام لشکر کفار کے ہمراہ معرکہ میدان میں حاضر ہوا۔

جب جنگ کے شعلے بلند ہوئے تو لشکر کفار سے سباع بن عبدالعزیٰ خزاعی نکلا اور لڑنے کے لئے مقابل طلب کیا۔ اسلامی لشکر سے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب نکلے اور ایک ہی گرداؤں میں سباع کو کاٹ کے رکھ دیا۔ وحشی اس وقت ایک پتھر کی آڑ میں چھپ کر بیٹھا تھا۔ سباع کو قتل کر کے حضرت حمزہ اس پتھر کے قریب ہوئے تو اچانک وحشی کو دیکھا کہ وہ حملہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے، لہذا حضرت امیر حمزہ وحشی کی طرف بڑھے تاکہ اس کا کام بھی تمام کر دیں۔ لیکن ایک گڑھے کی وجہ سے ان کا پاؤں پھسل گیا اور زمین پر گر پڑے۔ اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے وحشی نے حضرت حمزہ کے پیٹ میں بقوت تمام ایسا نیزہ مارا کہ مٹانہ سے پار ہو گیا اور وہ وار مہلک ثابت ہوا اور حضرت امیر حمزہ شہید ہو گئے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کے بعد وحشی غلام ہند بنت عتبہ بن ربیعہ (زوجہ ابوسفیان بن حرب) کے پاس آیا۔ لیکن ہند بنت عتبہ کے پاس جاتے وقت وحشی نے اپنے خنجر سے حضرت حمزہ کے شکم اطہر کو چاک کر کے آپ کا جگر (کلیجا) نکالا اور اپنے ساتھ ہند بنت عتبہ کے پاس لایا۔ وحشی نے آ کر ہند بنت عتبہ کے سامنے اس کے باپ کا روز بدر حضرت حمزہ کے ہاتھ سے قتل ہونے کا صدمہ یاد دلایا اور پوچھا کہ اگر میں تیرے باپ کے قاتل کو مار ڈالوں تو مجھے کیا انعام دوگی۔ ہند بنت عتبہ نے کہا کہ اس وقت میرے بدن پر جو لباس اور زیورات ہیں وہ تیرے ہیں۔ تب وحشی نے حضرت حمزہ کا جگر دیتے ہوئے کہا کہ لے! یہ تیرے باپ کے قاتل حمزہ کا جگر ہے۔ ہند بنت عتبہ نے حضرت حمزہ کے جگر کو وحشی سے لیا اور منہ میں ڈال کر چپایا اور پھر تھوک دیا۔

ہند بنت عتبہ نے خوش ہو کر وحشی کو اپنے دونوں کپڑے، بازو بند، پازیب وغیرہ زیورات اُتار کر بطور انعام دے دیئے اور وحشی سے کہا کہ مجھے حمزہ کی لاش دکھا دے۔ مکہ پہنچ کر تجھے سرخ سونے کی دس اشرفیاں مزید انعام کے طور پر دوں گی۔ وحشی ہند بنت عتبہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش پر لایا۔ ہند بنت عتبہ نے حضرت حمزہ کی مقدس لاش کے ساتھ ایسی گھناؤنی حرکت کی کہ تاریخ کے اوراق بھی اس پر اشک ندامت بہاتے ہیں۔ ہند بنت عتبہ نے حضرت حمزہ کو مثلہ کیا۔ یعنی آپ کے ناک اور دونوں کان کاٹ لیئے۔ مزید برآں آپ

کے مذاکیر (ذکر اور انشیں) بھی کاٹ لئے اور اپنے ساتھ مکہ لے آئی۔

(حوالہ:- مغازی الصادقہ، از علامہ واقدی ص: ۲۱۱ تا ۲۱۳)

وحشی نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا لہذا تمام صحابہ کرام اس کے قتل کے درپے تھے اور اس کی ٹوہ اور تلاش میں تھے۔ لیکن وہ بھاگ کر طائف چلا گیا اور وہیں رہنے لگا۔ جس زمانہ میں طائف کا وفد حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جا رہا تھا تو لوگوں نے کہا کہ تو بھی وفد کے ساتھ حضور کی بارگاہ میں چلا جا کیونکہ حضور اقدس قاصدوں اور ایلیجیوں کو قتل نہیں کرتے لہذا تو وفد میں شامل ہو کر پہنچ جا اور اقبال جرم و خطا کر کے معافی طلب کر لے اور اسلام قبول کر لے۔

وحشی طائف کے وفد کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور آتے ہی کہنے لگا کہ ”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ“ حضور اکرم نے سنا اور نگاہ اٹھا کر دیکھا اور پوچھا کہ کیا تو ہی وحشی ہے؟ عرض کیا ہاں! میں ہی وحشی ہوں۔ فرمایا بیٹھ جا اور مجھے بتا کہ میرے چچا کو تو نے کس طرح شہید کیا تھا؟ وحشی نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی پوری کیفیت بیان کی۔ اور بعد میں معذرت و معافی چاہی۔ حضور نے معاف فرمادیا اور فرمایا تو میرے سامنے نہ آنا اور اپنا چہرہ مجھے نہ دکھانا۔ صرف اس لئے کہ مجھے اپنے چچا کی یاد تڑپائے گی۔

وحشی کا جرم اتنا سخت تھا کہ اس جرم کی سزا سوائے گردن زدنی کے کچھ نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن حضور اکرم، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ نے عفو و کرم کی بھیک عنایت فرمائی۔ خود وحشی کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں کئی مرتبہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا لیکن جب بھی حاضر ہوتا تو حضور اقدس کے سامنے نہ آتا بلکہ آپ کی پشت کی طرف بیٹھتا۔

حضور اقدس کے حسن اخلاق نے حضرت حمزہ کے قاتل وحشی کو یہ حقیقت باور کرا دی کہ اسلام ہی ایک ایسا دین ہے کہ جس دین میں ”الْحُبُّ فِي اللَّهِ وَالْبُغْضُ فِي اللَّهِ“ یعنی اللہ ہی کے لئے دوستی اور اللہ ہی کے لئے دشمنی کا درس دیا جاتا ہے۔ اور یہی اسلام کی صداقت ہے کہ اپنے ذاتی معاملات کے مقابلے میں دین کے معاملات کو اہمیت و ترجیح دی جاتی ہے۔

اپنے خاندانی انتقام کو اقرار کلمہ پر فراموش کر دیا جاتا ہے۔ اپنے جانی دشمن اور قاتل کو بھی اللہ کے لئے معاف کر دیا جاتا ہے۔ لہذا ماضی کے ارتکاب جرائم کا کفارہ ادا کرنے کے لئے اب ہمہ وقت رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں پر اپنے آپ کو نثار کرنے کے لئے مستعد رہنا چاہیے۔ چنانچہ انھوں نے قتل حمزہ کے فعل مذموم کے مقابلہ میں قتل کذاب کا فعل مستحسن انجام دے کر اپنی خطائے عظیم کا کفارہ ادا کرنے کی کوشش کی۔

خلافت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں نبوت کے جھوٹے دعویدار مسیلمہ بن ثمامہ کذاب کے چالیس ہزار کے لشکر کے سامنے چوبیس ہزار کا اسلامی لشکر حضرت خالد بن ولید کی سرداری میں جنگ یمامہ کے محاذ پر گیا تو وحشی بھی اسلامی لشکر میں شامل تھے اور انھوں نے جس حربہ سے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا اسی حربہ کا وار مسیلمہ کذاب پر کیا اور اسے جہنم رسید کیا۔ خود وحشی فرماتے ہیں کہ ”أَنَا قَاتِلُ خَيْرِ النَّاسِ فِي الْكُفْرِ وَأَنَا قَاتِلُ شَرِّ النَّاسِ فِي الْإِسْلَامِ“ یعنی بہ حالت کفر میں نے سب سے بہتر انسان کو شہید کیا اور اسلام کی حالت میں سب سے بدتر آدمی کو قتل کیا۔

(حوالہ:- مدارج النبوة، جلد ۲: ص: ۵۰۳)

(۶) ہند بنت عتبہ بن ربیعہ، زوجہ ابوسفیان بن حرب

ہند بنت عتبہ جس نے سید الشہداء حضرت امیر حمزہ کا کلیجہ چبایا اور آپ کو مثلہ کر کے اپنی شقاوت قلبی کا مظاہرہ کیا تھا اور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سخت دلی اذیتیں پہنچائی۔ وہ ہند بنت عتبہ بعد فتح مکہ جب عورتیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت ایمان کرنے کے لئے حاضر ہوئیں تو ہند بنت عتبہ بھی اپنے چہرے پر نقاب ڈال کر مستورات کے گروہ کے ساتھ آئی اور مسلمان ہو گئی۔ کلمہ شہادت کا اقرار کرنے کے بعد اس نے اپنے چہرے سے نقاب اٹھا کر کہا کہ ”میں ہند بنت عتبہ ہوں۔“ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جب مسلمان ہو کر آئی ہے تو اچھا ہوا۔“

بس اتنی ہی تعزیر! رسول اللہ کے ارشاد گرامی میں اشارہ تھا کہ تیرا گناہ اتنا بڑا ہے کہ تیری

گردن مارنا بھی اس جرم کا خوں بہا ہونا کافی نہیں۔ لیکن تو مسلمان ہو کر آئی ہے، یہ تیرے حق میں اچھا ہوا، کہ ایمان کے اقرار نے ہماری تلوار اور تیری گردن کے درمیان ایک آہنی سپر قائم کر دی، تیرا گناہ ہرگز معاف کرنے کے قابل نہ تھا، لیکن تیرا مسلمان ہونا تیری جاں بخشی کی ضمانت ہو گیا۔ لہذا تیرے دخول اسلام کے بعد اب ہمارے ہاتھ بندھ گئے ہیں۔ اپنے عم محترم کے قصاص میں اب سوائے ہاتھ ٹھہرانے کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اچھا ہوا کہ تو مسلمان ہو کر حاضر ہوئی۔ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کی بلندی اور شرافت کی اعلیٰ مثال اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے؟ کہ آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش کے ساتھ نازیبا حرکت کرنے والی ہند بنت عتبہ کو ایک لفظ تک نہیں کہا۔ بلکہ یہ فرمایا کہ اچھا ہوا کہ تو مسلمان ہو کر آئی۔

حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ نے ہند بنت عتبہ کو اتنا متاثر کیا کہ جب وہ اپنے گھر لوٹی تو گھر میں جتنے بت تھے سب کو توڑ ڈالا اور کہنے لگی کہ انھیں بتوں کے غرور اور فریب کے باعث اب تک ہم گمراہی میں مبتلا تھے۔ بعد انھوں نے اپنی زندگی کی آخری سانس تک صدق دل سے خدمت اسلام کیں اور محبت رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قائم و دائم رہیں۔ اسلام نے ان کو وہ حوصلہ اور جذبہ ودیعت کیا کہ خلافت فاروقی میں وہ اپنے شوہر حضرت ابوسفیان اور اپنے بیٹے حضرت یزید بن ابی سفیان کے ہمراہ ملک شام کے جنگی محاذ پر گئیں اور خواتین اسلام کے ساتھ رہ کر رومی لشکر کے سوراؤں کے سامنے بہادری سے لڑ کر ان کے دانت کھٹے کر دیئے۔

جنگ یرموک میں مسلمانوں کے صرف آدھے لاکھ فوجی مجاہد کے مقابلے رومیوں کا تقریباً گیارہ لاکھ افراد پر مشتمل لشکر حملہ آور ہوا تھا اور اسلامی لشکر پر شدت اور تنگی کا وقت تھا تب حضرت ہند بنت عتبہ نے عورتوں کی جماعت کے ساتھ رہ کر جو شجاعت دکھائی اسے دیکھ کر اسلامی لشکر کے مجاہدین میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا ہوا۔ تفصیلی معلومات کے لئے اگلے صفحات میں جنگ یرموک کا مطالعہ فرمائیں۔ یہاں ذیل میں صرف ایک کارنامہ پیش ہے۔

”واقدی رحمۃ اللہ نے بیان کیا ہے کہ دیکھا میں نے ہند بنت عتبہ کو کہ اُن کے ہاتھ میں

ہندی تلوار تھی اور وہ شمشیر زنی کرتی تھیں مشرکین میں اور پکار کر کہتی تھیں اپنی بلند آواز سے کہ اے گروہ عرب کے! کاٹ ڈالو تم گہروں بے ختنہ برید کو ساتھ تلواروں کے۔“
(حوالہ:- فتوح الشام، از علامہ واقدی، اردو ترجمہ، ص: ۲۶۲)

(۴) عدی بن حاتم بن عبد اللہ بن سعد طائی

ملک عرب کے مشہور سنی حاتم طائی کے نام سے شاید ہی کوئی نا آشنا ہوگا۔ اسی عدی بن حاتم طائی کا ایک واقعہ بھی بڑا عجیب و غریب ہے۔ حضور اکرم، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ اور عفو و کرم نے عدی بن حاتم کو اسلام کا گرویدہ اور عشق رسول میں دیوانہ بنا دیا تھا۔ ۹ھ تک وہ اسلام لانے کی سعادت سے محروم تھے۔

عدی بن حاتم بھی اپنے والد حاتم طائی کی طرح سنی اور جواد تھے۔ وہ قبیلہ بنی طے کے سردار تھے۔ وہ اپنی قوم میں عزیز، شریف، فاضل، خطیب اور حاضر جواب تھے۔ قبیلہ بنی طے کی بستی میں ایک بڑا بت خانہ تھا۔ ۹ھ میں حضور اکرم، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو قبیلہ بنی طے کی اصلاح کے لئے بھیجا۔ تو قبیلہ بنی طے کے لوگ مزاحم ہوئے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقابلہ کر کے اس بت خانے کے نیچے بن اکھاڑ پھینکا۔ قبیلہ طے کا سردار عدی بن حاتم بھاگ کر ملک شام چلا گیا۔ حضرت علی قبیلہ طے سے کچھ لوگوں کو قید کر کے مدینہ منورہ لائے۔ ان قیدیوں میں عدی بن حاتم کی بہن سقانہ بنت حاتم طائی بھی تھی۔ تمام قیدیوں کو مدینہ منورہ میں ایک مکان میں مقید رکھا گیا۔

ایک دن حضور اکرم، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مکان کے قریب سے گزرے، جہاں آل حاتم طائی کو قید رکھا گیا تھا۔ حاتم طائی کی بیٹی سقانہ نہایت خوبصورت، حسین و جمیل اور فصیح اللسان عورت تھی۔ اس نے حضور کو اسیروں کے مکان کے قریب آتے دیکھا تو کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی کہ ”یا رسول اللہ! میرے باپ کا انتقال ہو گیا ہے اور میرا بھائی غائب ہے، مجھ پر احسان فرمائیے حق تعالیٰ آپ پر فضل و کرم فرمائے گا۔ حضور نے فرمایا کہ تیرا فدیہ کون ادا کرے

گا؟ اس نے عرض کیا کہ میرا بھائی عدی بن حاتم۔ فرمایا کہ ”وہ تو خدا اور رسول خدا سے بھاگا ہوا ہے۔“ یہ فرما کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔

دوسرے دن بھی ایسا ہی ہوا لیکن تیسرے دن حضور اکرم، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے توجہ فرمائی اور سقانہ کو سواری اور سفر خرچ عطا فرما کر باعزت رخصت کر دیا۔ سقانہ اپنے قبیلہ میں گئی۔ پھر وہاں سے وہ ملک شام گئی اور اپنے بھائی سے ملی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ اور احسان و عنایت کا ذکر کیا اور یہ بھی کہا کہ تمہارے متعلق حضور اقدس نے ایسا فرمایا ہے کہ ”وہ خدا اور رسول خدا سے بھاگا ہوا ہے۔“ اپنی بہن سقانہ کی بات کا عدی بن حاتم پر گہرا اثر ہوا اور وہ کہنے لگا کہ بھلا خدا اور رسول سے کہاں بھاگ سکتا ہوں۔ پھر وہ بنی طے کے وفد کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔

حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ نے حضرت عدی بن حاتم کو شیع نبوت کا پروانہ بنا دیا۔ ماضی کے جرم و عصیاں کی پاداش میں انھوں نے اپنے آپ کو دین اسلام کے لئے وقف کر دیا اور اسلام کی نشر و اشاعت میں نمایا کردار ادا کیا۔

○ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے ملک شام جانے والے اسلامی لشکر

میں شمولیت کی اور ملک شام کی تمام جنگوں میں رومیوں سے دلیرانہ قتال فرمایا۔

○ جنگ یرموک کے پہلے دن رومی لشکر کی جانب سے جبلہ بن اسہم غسانی

ساتھ ہزار عرب متصرہ کے ساتھ میدان میں آیا تھا۔ ان ساٹھ ہزار رومی

لشکر کے سپاہیوں کے سامنے لڑنے کے لئے حضرت خالد بن ولید اسلامی

لشکر سے صرف ساٹھ آدمی لے کر معرکہ جنگ میں گئے تھے۔ یعنی ایک

ہزار رومی سپاہی کے مقابلے میں صرف ایک مجاہد اسلام تھا۔ حضرت خالد

بن ولید نے لشکر اسلام سے جن ساٹھ دلیر اور شجاع مجاہدوں کا انتخاب کیا

تھا ان میں حضرت عدی بن حاتم طائی بھی تھے۔ تعداد کے اتنے عظیم فرق

سے لڑی گئی جنگ کی نظیر تاریخ میں کہیں نہیں ملے گی۔ ان کفن بردوش

مجاہدین اسلام نے رومیوں کے قدم اکھاڑ کر رکھ دیئے۔ پہلے دن کی جنگ کا نتیجہ دیکھ کر عقل حیران رہ جائے گی کہ اسلامی لشکر سے صرف دس مجاہد شہید ہوئے تھے جب کہ رومی لشکر کے پانچ ہزار سپاہی قتل ہوئے۔ اس جنگ کا تفصیلی مطالعہ کرنے کے لئے قارئین کرام اس کتاب کی اوراق گردانی کی زحمت گوارا فرمائیں۔

(۸) ہبار بن الاسود کا جرم عظیم معاف

ہبار بن اسود نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت ایذائیں اور تکلیفیں پہنچائی تھیں۔ ہجرت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی زینب کو مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ لانے کے لئے اپنے غلام حضرت ابورافع اور سلمہ بن اسلم کو بھیجا۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ معظمہ میں ابوالعاص بن الربیع کی زوجیت میں تھیں۔ جب حضرت زینب کو ان کے شوہر حضرت ابوالعاص نے اونٹ پر حمل میں بٹھا کر مدینہ طیبہ روانہ کیا تو ہبار بن الاسود کو پتہ چلا کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی بھی ہجرت کر کے جا رہی ہیں تو وہ قوم قریش کے چند اوباش لوگوں کو ساتھ لے کر راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اور ایک نیزہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مارا۔ آپ اونٹ سے ایک بڑے پتھر پر گر پڑیں۔ حضرت زینب حاملہ تھیں۔ نیزہ لگنے اور پتھر پر گرنے کی وجہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا۔ وہ بیمار ہو گئیں اور اسی بیماری میں ان کا انتقال ہو گیا۔

ہبار بن الاسود کی اس شنیع حرکت پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سخت ناراضگی اور جلال تھا۔ یہاں تک کہ آپ نے ہبار بن الاسود کو قتل کر دینے کا حکم فرمایا۔ فتح مکہ کے ایام میں اس کو بہت تلاش کیا گیا مگر وہ ہاتھ نہ آیا۔ جب حضور اقدس مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے تو ایک دن اچانک وہ مجلس شریف میں نمودار ہوا اور زور سے کہنے لگا کہ یا رسول اللہ! میں اسلام کا اقرار کرتے ہوئے حاضر ہوا ہوں۔ میں آپ کا مجرم ہوں اور اپنے گناہوں پر شرمسار ہوں۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا سربارک جھکا لیا اور ہبار

بن الاسود کی معذرت خواہی کی وجہ سے اس پر عتاب کرنے کے بجائے اس کا اسلام قبول کرتے ہوئے فرمایا کہ:

”اے ہمارے! میں نے تجھے معاف کیا اور اسلام تمام جرائم کو ختم کر دیتا ہے اور گزشتہ گناہوں کی بنیادوں کو فنا کر دیتا ہے۔“

حضور اکرم، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ کی رفعت کا اندازہ کیجیے کہ جس شخص نے آپ کی لخت جگر و نور نظر کے ساتھ ناقابل تلافی جرم کیا تھا اور جس کا خون بہانا مباح فرما دیا تھا اس شخص کو صرف قبول اسلام کی وجہ سے معاف فرما دیا اور دنیا کو یہ باور کرا دیا کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ اخلاق سے پھیلا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عمر بھر تکلیف دینے والے نے بھی جب کبھی آپ کے حسن اخلاق کا تجربہ کیا تو اس کو یہی کہنا پڑا کہ:

کر کے تمہارے گناہ، مانگیں تم ہی سے پناہ

تم کہو دامن میں آ، تم پہ کروڑوں درود

(از: - امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

○ اسی طرح عبداللہ بن الزبیری اپنی شاعری کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو کرتا اور مشرکوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتا تھا۔ اس کے ساتھ حضور اکرم، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حسن اخلاق کا سلوک فرما کر اس کے دل کی عداوت کو محبت و اطاعت سے بدل کر عالم دنیا کو یہ درس دیا کہ اخلاق سے دلوں کو فتح کیا جاتا ہے۔ تلوار سے نہیں۔ حضور اکرم، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کے ذریعہ پھیلا ہوا دین، لوگوں کے دلوں میں ایسا نقش ہو گیا کہ کسی کے مٹانے سے مٹنا ناممکن اور محال ہو گیا۔ بلکہ مٹانے والے خود مٹ کر رہ گئے۔ اسلام کی حقانیت اور صداقت کا سکہ رواں ہو گیا۔ یہاں تک کہ اسلام کے بڑے بڑے دشمنوں کے خاندان اور نسل سے ہی ایسے مجاہد و مبلغ اُٹھ کھڑے ہوئے کہ انھوں نے اسلام کی شوکت کو چار چاند لگانے کے ساتھ ساتھ عشق رسول کے بے مثال نمونہ تھے۔ چند اسمائے گرامی ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں، جن کے آباء و اجداد نے اسلام دشمنی میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی تھی لیکن ان حضرات نے خدمت اسلام میں اپنا تن من اور

دھن سب قربان کر دیا اور موقع آنے پر اپنے خون کے رشتہ داروں کو بھی تہ تیغ کرنے میں کسی قسم کی جھجک محسوس نہیں کی۔

(۱) دشمن رسول ابو جہل بن ہشام کے بیٹے حضرت عکرمہ بن ابی جہل

(۲) گستاخ رسول ولید بن مغیرہ کے بیٹے حضرت خالد بن ولید

(۳) رئیس المنافقین عبداللہ بن سلول کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عبداللہ

(۴) بدخواہ نبی عاص بن وائل سہمی کے بیٹے حضرت حضرت عمرو بن العاص

(۵) دشمن اسلام جراح کے بیٹے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح

(۶) دشمن رسول اُمیہ بن خلف کے بیٹے حضرت صفوان بن اُمیہ

(۷) منکر رسالت عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی حضرت ہند بنت عتبہ (زوجہ ابوسفیان)

ان حضرات کے علاوہ بے شمار عشاق رسول نے دین کی خاطر اپنی جانی اور مالی قربانیاں پیش کر کے اپنے خون جگر سے گلشن اسلام کی آبیاری کی اور عشق رسول کے ایسے پھول کھلائے کہ جس کی خوشبو اور مہک سے عالم معطر ہو گیا۔ صحابہ کرام کی جاں نثاری نے دنیا کو یہ پیغام دیا کہ جب تک مسلمان کے دل میں اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و محبت جلوہ گر ہے دنیا کی کوئی بھی سلطنت اور طاقت ان پر حکومت نہیں کر سکتی۔ عشق رسول وہ طاقت ہے کہ عاشق رسول جسمانی اعتبار سے نحیف و ناتواں ہونے کے باوجود اگر پہاڑ سے بھی ٹکرا جائے گا تو اس کو پاش پاش کر دے گا۔ اُمنڈتے ہوئے سمندر کی طغیانی اور طوفانی تھپیروں کے درمیان سے بھی وہ کشتی عشق سے سفینہ نوح کی مانند صحیح و سالم کنارے پر پہنچ جائے گا۔ رب العالمین کے اکرم و اعظم محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکت پر اس کا اعتقاد و یقین اتنا پختہ اور راسخ ہوتا ہے کہ مصائب و آلام کے نازک لمحات میں وہ یہی کہتا ہے:

نہ کیوں کر کہوں یَا حَبِیبِیْ اَغْنِیْ

اسی نام سے ہر مصیبت ٹلی ہے

(از: - عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

◎ اسلام کے خلاف کفار و یہود کی سازش

مدینہ طیبہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جلوہ فرمائی کو صرف پانچ یا چھ سال کا ہی عرصہ گزر رہا ہوگا کہ اسلام کی بنیادیں مضبوط ہو گئیں۔ ۶ھ تک تقریباً پچاس کے قریب غزوات و سرایا وقوع میں آچکے تھے اور ہر معرکہ میں اسلام کی فتح مبین ہوئی۔ اپنے بازوؤں کی طاقت و قوت پر اترنے والے دشمنان اسلام نے تلوار کے ذریعہ اسلام کا پرچم نیچا کرنے کی سعی میں اسلام پر ہاتھ اٹھایا، لیکن ہر محاذ پر اسلام کا پرچم اونچھا رہا۔ اسلام کا غلبہ اور دائرہ تسلط روز بروز بڑھتا رہا۔ لوگ گروہ درگروہ اور جوق درجوق داخل اسلام ہو رہے تھے۔ ملک عرب کے کفار، مشرکین اور یہود متحدہ محاذ کی تشکیل دے کر بھی اسلام کا مقابلہ نہ کر سکے۔ مدینہ منورہ اسلام کے مرکز کی حیثیت سے پورے جزیرہ عرب میں نمائندگی کرنے لگا۔ ملک عرب میں ہر جگہ اسلام اور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بول بالا ہو گیا۔ یہود اور مشرکین کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ اسلام کا مقابلہ کرنا اب ہمارے بس کی بات نہیں اس احساس نے ان کو مفلوج کر دیا۔ لیکن اسلام کی بڑھتی ہوئی شان و شوکت کسی عنوان گوارا نہ تھی۔ عداوت و حسد اور انتقام کی آگ میں ان کے سینے جھلس رہے تھے۔ پس اب انھوں نے ایک نئی چال یہ چلی کہ ملک شام میں عیسائیوں کی مستحکم حکومت قائم ہو جائے۔ ملک شام کا علاقہ بھی زرخیز اور تجارت و حرفت کا مرکز تصور کیا جاتا تھا۔ میوہ جات، پھل و دیگر اشیاء خورد و نوش میں دنیا کی اہم منڈیوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ لوگ ہر اعتبار سے آسودہ خاطر اور خوش حال تھے سیکڑوں کی تعداد میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں اور ہر ریاست کا والی (بادشاہ) الگ تھا اور ان تمام بادشاہوں کا شہنشاہ ہرقل بادشاہ تھا۔ ملک شام میں ہرقل بادشاہ کی فوجی طاقت کی زبردست دھاک و شہرت تھی۔ اس کے رعب و دبدبہ کا یہ عالم تھا کہ ملک شام کے قرب و جوار کے ممالک اس پر لشکر کشی کا تصور کرنے سے بھی کانپتے تھے کیونکہ ہرقل بادشاہ کے لشکر نے فارس اور ترک کی عظیم فوجی طاقت کے پرزے بکھیر دیئے تھے۔ عرب کے مشرکین اور یہود شام کے یہود میں تجارتی اور صنعتی تعلقات بڑے ہموار تھے۔ کیونکہ ملک عرب اور ملک شام کی سرحدیں ایک دوسرے سے ملتی

ہیں علاوہ ازیں ملک عرب کے اکثر مقامات میں ملک شام سے تجارتی سامان کثیر تعداد میں برآمد ہوتا تھا۔ دونوں ممالک کے تجارتی گاہے گاہے تجارتی سفر کی وجہ سے ایک دوسرے سے خاصے متعارف تھے۔ ملک عرب میں تجارت کی باگ ڈور اور منڈی کفار و یہود کے زیر تسلط ہونے کی وجہ سے ملک شام میں ان کی اور ان کے یہاں رومیوں کی آمد و رفت زیادہ تھی۔ ملک عرب کے کفار و یہود کی نئی سازش یہ تھی کہ اسلام کے خلاف عیسائیوں کو برا بیچنے کرنا شروع کیا۔ ہرقل بادشاہ کو اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت کا خوف دلایا اور یہاں تک ڈرایا کہ اگر مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے قدموں کو ابھی سے نہ روکا گیا اور ان کی دینی دعوت کا سد باب اور تبلیغی سرگرمیوں کا انسداد نہ ہوا تو عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ مسلمان جزیرہ العرب کی سرحدیں پار کر کے ملک شام کو تاخت و تاراج کرنے آ پہنچیں گے اور ملک شام پر قابض ہو جائیں گے۔ تم کو محکوم بنا کر رکھیں گے اور تم پر حکمرانی کریں گے۔ غرض کہ عیسائی سلطنت کو ذہنی طور پر مسلمانوں کی عداوت پر طرح طرح سے اکسایا۔

◎ عیسائیوں کے ساتھ جنگ کا آغاز

ملک عرب کے کفار اور یہود نے ملک شام کے ساتھ اپنے تجارتی روابط کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ملک شام کے شہر بصری کے گورنر تک رسائی حاصل کر لی اور بصری کے گورنر کے کان بھرنے شروع کر دیئے۔ ان کی ہمدردی اور خیر خواہی کا لبادہ اوڑھ کر پس پردہ اسلام دشمن طاقتوں کو اپنی تحریک میں شامل کرنا تھا۔ اس دوران ۷ھ میں غزوہ خیبر کا معرکہ ہوا۔ خیبر کا قلعہ یہودیوں کا مرکز تھا۔ خیبر آٹھ قلعوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ خیبر ایک بڑے شہر کا نام ہے۔ اس کے آٹھ قلعہ تھے۔ (۱) کیسہ (۲) ناعم (۳) صعب (۴) شق (۵) غموص (۶) بطاۃ (۷) سطح اور (۸) سالم۔

امیر المؤمنین سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت و قوت کا واقعہ مشہور ہے کہ آپ نے قلعہ کا دروازہ اکھاڑ کر اس کی ڈھال بنا کر جنگ لڑے تھے۔ وہ آہنی دروازہ قلعہ غموص کا تھا۔ ملک عرب میں یہودیوں کی آبادی خیبر میں بکثرت آباد تھی۔ لیکن ۷ھ میں خیبر کی فتح نے

ملک عرب کے یہودیوں کی کمر توڑ دی۔ لہذا اب ان کی تمام توجہات ملک شام کی عیسائی سلطنت کو اسلام کے خلاف ورغلانے کی طرف مرکوز ہوئیں۔ ملک عرب کے یہود کی مقام خیر میں شکست فاش نے کفار اور مشرکین کے بھی حوصلے پست کر دیئے۔ لہذا وہ بھی ملک شام کی عیسائی سلطنت کو اپنی امید گاہ کی حیثیت سے دیکھنے لگے۔ ملک عرب کے کفار و یہود ہر ممکن کوشش کرتے تھے کہ کسی بہانے ملک شام کی عیسائی سلطنت کو اسلام کے خلاف بھڑکا دیا جائے تاکہ وہ دُور کھڑے تماشا دیکھتے رہیں اور اپنی شکستوں کا انتقام لینے کا اطمینان حاصل کریں۔ سوئے اتفاق ان کی دلی خواہش پوری ہو گئی۔ کچھ ایسے حالات رونما ہوئے کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ میں ملک شام کی عیسائی سلطنت اور اسلام کے درمیان جنگ کا دروازہ کھل گیا۔ ۸ھ میں جنگ موتہ ہوئی اور ۹ھ میں غزوہ تبوک وقوع میں آیا۔

◎ ہرقل کو اپنی سلطنت کے زوال کا یقین

ملک شام کی حکومت کو ”سلطنت روم“ کہا جاتا تھا۔ اور وہاں کے بادشاہ کو ”قیصر روم“ کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ اُس وقت جو قیصر روم تھا اس کا نام ”ہرقل“ تھا۔ ہرقل وہ سب سے پہلا بادشاہ ہے جس نے سکہ اور اشرفیاں بنائیں اور دیناروں پر حکومت کا ٹھپہ لگایا۔ ہرقل بادشاہ کی حکومت کا دار السلطنت (راجدھانی) ملک شام کا مضبوط قلعہ والا شہر حمص تھا۔ بعد میں شہر انطاکیہ کو دار السلطنت بنایا گیا۔ حالانکہ ہرقل بادشاہ ملک شام کے شہر ”قسطنطنیہ“ کا باشندہ تھا۔ اس کا آبائی مکان وہیں تھا۔

جب ملک فارس کے ساتھ روم کی جنگ ہوئی تو روم (شام) کے کچھ علاقے ان کے ہاتھ سے نکل کر فارسیوں (آتش پرستوں) کے قبضے میں چلے گئے۔ لہذا ہرقل بادشاہ نے منت مانی تھی کہ اگر وہ مقبوضہ علاقہ واپس مل جائیں تو میں قسطنطنیہ سے برہنہ پابیت المقدس حاضری دوں گا اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھوں گا اور عبادت کروں گا۔ چنانچہ جب روسی لشکر نے فارسیوں کو شکست دی اور مقبوضہ علاقے رومیوں کے قبضے میں واپس آئے تو ہرقل بادشاہ نے حکم دیا کہ قسطنطنیہ سے بیت المقدس تک کے راستہ میں فرش بچھایا جائے اور فرش پر خوشبودار

پھول ڈالے جائیں۔ ہرقل بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور وہ پھولوں پر پاؤں رکھتا ہوا بیت المقدس گیا اور اپنی منت پوری کی۔

ہرقل بادشاہ جب بیت المقدس میں تھا تو ایک رات اس نے ستاروں کی گردش، فلکی اثرات اور نتائج پر غور کیا۔ علم نجوم و زیجات کے ذریعہ اس نے معلوم کر لیا کہ اس کی ذات اور سلطنت میں تغیر و تبدل واقع ہوگا۔ لہذا وہ منموم ہو کر گہری سوچ و فکر میں ڈوب گیا۔ اس کے مصاحبوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ آپ کبیدہ خاطر اور غمگین ہیں؟ ہرقل نے کہا کہ فلکی سیاروں کی گردش سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ ”ملک الختان“ نے ظہور کیا ہے یعنی اس قوم کے بادشاہ نے ظہور کیا ہے جس قوم میں ختنہ کرنے کی سنت رائج ہے۔ اور عنقریب اس کا دست تسلط ہماری مملکت کے علاقہ میں داخل ہوگا اور ہمارے شہروں کے باشندوں پر وہ فتح و غلبہ حاصل کرے گا۔ اے میرے ساتھیو! مجھے بتاؤ کہ ایسی کونسی قوم ہے جن میں ختنہ کرنے کی سنت ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ملک عرب میں ایک شخص ظاہر ہوا ہے، جس کے عجیب و غریب احوال کی خبریں آرہی ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ نبی آخر الزماں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں اور یہ بات محقق ہے کہ وہ شخص مختون ہیں یعنی ختنہ شدہ ہیں۔ ہرقل نے کہا کہ ستاروں کی رہنمائی سے مجھ پر جو منکشف ہوا ہے اور جس جماعت کے بادشاہ کے ظہور کا پتہ چلا ہے وہ یہی جماعت ہے۔

اسی وقت سے ہرقل بادشاہ کو ملک شام میں اہل اسلام کے تسلط کی فکر لاحق ہو گئی۔ لہذا اس نے دفاعی تدابیر کا اقدام کیا۔



جنگ موتہ کا پس منظر

جنگ موتہ ۸ھ میں ہوئی۔ موتہ ایک موضع کا نام ہے جو شہر بلقاء کے قریب، بیت المقدس سے تقریباً ایک سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اسلامی تاریخ میں جنگ موتہ کا شمار اہم سرایا میں ہوتا ہے۔ یہ جنگ بڑی سخت واقع ہوئی اور اس جنگ میں فتح کے بعد جزیرہ عرب کے باہر دیگر بہت سی سلطنتوں پر اسلام کی ہیبت کا سکہ بیٹھ گیا۔

جنگ موتہ کے وقوع کا سبب یہ ہے کہ رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بصری کے حاکم کو اسلام کی دعوت کا مکتوب گرامی (خط) لکھا تھا۔ یہاں جس مقام بصری کا ذکر ہو رہا ہے وہ ملک شام کا شہر ہے۔ حالانکہ ایک بصرہ نام کا شہر ملک عراق میں بھی ہے، جو دنیا کی مشہور و معروف بندرگاہ بھی ہے۔ دونوں کے مابین لطیف فرق یہ ہے کہ رسم الخط علیحدہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط دے کر بحیثیت قاصد بصری کی جانب روانہ فرمایا۔ مدینہ منورہ سے بصری جانے والے راستے میں ”موتہ“ نام کا گاؤں آیا۔ حضرت حارث جب موتہ پہنچے تو وہاں کا حاکم شریحیل بن عمر غسانی نے انھیں دیکھ لیا اور اجنبی چہرہ دیکھ کر سمجھا کہ کوئی جاسوس میرے علاقے میں آیا ہے اس کی تحقیق کرنے کے لئے ان کو روکا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ اور کہاں جا رہے ہو؟ حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میں مدینہ سے آیا ہوں، قاصد ہوں اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خط لے کر بصری کے حاکم کے پاس جا رہا ہوں۔ شریحیل غسانی ہر قل بادشاہ کے معزز امراء میں سے تھا اور اسلام کا کٹر دشمن تھا۔ شریحیل نے حضرت حارث ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کسی قصور کے، قاصد ہونے کے باوجود شہید کر دیا۔ حالانکہ بین الاقوامی قانون کے مطابق اس زمانہ میں بھی کسی قاصد کو قتل کرنا سخت ممنوع اور جرم ہے۔

اور دنیا کے ہر بادشاہ پر قاصدوں کی امان واجب امر تھا۔ جیسا کہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ نبوت کے جھوٹے دعویدار مسیلمۃ الکذاب کا اپنی بارگاہ رسالت میں آیا، کفری کلمات بکے اور حضور کی

سخت گستاخیاں کیں لیکن اپنی ہونے کی وجہ سے اسے بلا کسی تعزیر کے جانے دیا گیا۔ حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر مدینہ منورہ پہنچی۔ مسلمانوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی یہاں تک کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاطر اقدس پر یہ معاملہ بڑا شاق گزرا۔ موتہ کے حاکم شریحیل نے قتل قاصد کا سنگین جرم کر کے اپنی بربریت کا ثبوت دیا تھا، ساتھ ساتھ مسلمانوں کی غیرت و تحل کو لاکر سرکشی کا مظاہرہ کیا تھا لہذا پیکر حسن اخلاق، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے ظالم و جاہل فرماں روا کی سرکوبی کے لئے موتہ پر لشکر کشی کی اور جرم و جفا، جبر و استبداد کا قلعہ قمع کر کے وہاں امن و آشتی کی فضا پیدا کرنے کے لئے مجاہدین اسلام کو روانہ کرنے کا ارادہ فرمایا۔

○ موتہ پر لشکر کشی

جب مدینہ منورہ میں یہ خبر پھیلی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حارث کے قصاص میں حاکم موتہ پر لشکر کشی کا ارادہ فرمایا ہے تو مجاہدین اسلام جذبہ جہاد میں معمور جمع ہونے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے تین ہزار کا لشکر موضع جرف میں اکٹھا ہو گیا۔ پھر حضور اقدس وہاں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ”میں زید بن حارثہ کو تمہارا امیر مقرر کرتا ہوں۔ اگر وہ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر بن ابی طالب امیر بنیں۔ اگر جعفر بھی شہید ہو جائیں تو عبد اللہ بن رواحہ امیر مقرر ہوں۔ اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر مسلمان جس کو چاہیں امیر بنالیں۔“

اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفید کپڑے کا علم حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا اور لشکر کو رخصت کرنے ثنیۃ الوداع تک آئے، یہاں پر آپ نے توقف فرمایا اور امیر لشکر کو نصیحت فرمائی کہ میدان جنگ میں اترنے سے پہلے حاکم موتہ شریحیل کو اور ان تمام لوگوں کو جو وہاں موجود ہوں اسلام کی دعوت دینا۔ اگر وہ تمہاری دعوت پر اسلام قبول کر لیں تو ان سے ہرگز مت لڑنا اور اگر وہ تمہاری دعوت کو ٹھکرا دیں تو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ کر جہاد کرنا۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد نصیحت لشکر کو دعائے خیر دیتے ہوئے رخصت فرمایا۔

مجاہدین اسلام کا لشکر حضرت زید بن حارثہ کی قیادت میں مدینہ سے نکل کر موتہ کی طرف روانہ ہوا کہ یہ خبر موتہ کے حاکم شرحبیل غسانی کو مل گئی۔ اس نے مقابلہ کے لئے بہت بڑا لشکر جمع کیا، علاوہ ازیں ہر قل بادشاہ سے بھی مدد مانگی۔ ہر قل نے بھی بڑی تعداد میں لشکر بھیج دیا۔ ہر قل نے شرحبیل کی مدد کے لئے جو لشکر بھیجا تھا اس میں قبائل عرب کے مشرکین بھی بڑی تعداد میں شامل تھے۔ چنانچہ دشمنوں کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز تھی۔

صرف تین ہزار مجاہدین اسلام کے سامنے رومیوں کا ایک لاکھ کا لشکر مقابلہ کرنے آ پہنچا تھا۔ جب لشکر اسلام میں دشمنوں کی کثرت کی خبر آئی تو مسلمانوں نے یہ مشورہ کیا کہ اس کی اطلاع فوراً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہونی چاہئے تاکہ وہ ہماری مدد کے لئے مزید لشکر ارسال فرمائیں یا ہمیں واپس بلا لیں۔ بظاہر اسلامی لشکر میں تھوڑی تشویش و گھبراہٹ پھیلی تھی یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن رواحہ جو بارگاہ رسالت کے مقرب و مقبول شاعر تھے۔ انھوں نے مجاہدین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے تو حید و رسالت کے متوالو! کیا تم اس چیز سے گھبراتے ہو جس کی خواہش اور تمنا میں ہم اپنے گھروں سے نکلے ہیں یعنی اللہ کی راہ میں موت۔ یاد رکھو! ہم دو خوبیوں سے ہرگز خالی نہیں۔ یا تو ہم فتح مند ہو کر غالب آ کر اپنی مراد پائیں گے یا شہادت کی سعادت حاصل کر کے جنت میں اپنے ان ساتھیوں سے مل جائیں گے جو ہم سے پہلے شہادت کا مرتبہ حاصل کر چکے ہیں۔ اُس وقت اسلامی لشکر ”معان“ نامی مقام میں پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے اسلامی لشکر کو اپنی تقریر سے ایسا جوش میں لا دیا کہ لشکر کا ہر مجاہد جام شہادت نوش کرنے کی تڑپ میں اپنے سروں کا نذرانہ راہ خدا میں پیش کرنے معان سے موتہ آ پہنچا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”میں غزوہ موتہ میں حاضر تھا۔ جب مشرکوں کا لشکر نمودار ہوا تو اتنی کثرت سے گھوڑے، ہتھیار، ریشمی کپڑے اور دیگر ساز و سامان میں نے دیکھے کہ میری آنکھیں چونداں گئیں۔ دونوں لشکر آمنے سامنے آئے اور صفیں سیدھی ہوئیں۔ اسلامی لشکر کی طرف سے امیر لشکر حضرت زید بن حارثہ علم لہراتے ہوئے میدان کا رزار میں آئے اور شجاعت و دلیری کے جوہر دکھائے ان کی تلوار بجلی کی مانند گھومتی تھی اور

طوق عدو کو آن کی آن میں جسم سے جدا کرتی تھی۔ مجاہد اسلام کی شمشیر کی تاب لائیں، دشمنوں میں سکت نہ تھی۔ لہذا تیروں کی بوچھاڑ سے حضرت زید بن حارثہ کے جسم کو چھلنی کر دیا۔ حضرت زید بن حارثہ بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

◎ حضرت جعفر بن ابی طالب (جعفر طیار) کی شہادت

حضرت زید بن حارثہ کے شہید ہونے پر بموجب فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسلامی لشکر کا علم حضرت جعفر بن ابی طالب نے سنبھال لیا۔ آپ اپنے گھوڑے سے اتر کر پیادہ لڑنے لگے۔ آپ کی شمشیر زنی کے نتیجے میں دشمنوں کے لشکر میں تہلکہ مچ گیا۔ آپ نے دشمن کے لشکر کی صفیں کی صفیں الٹ کر رکھ دیں۔ کسی بھی دشمن کو ہمت نہ ہوتی تھی کہ اکیلا آ کر آپ سے ٹکرائے لہذا مجموعی طور پر حملہ آور ہوئے۔ اس حربہ میں آپ کا داہنا ہاتھ کٹ کر جسم سے الگ ہو گیا۔ آپ نے علم کو بائیں ہاتھ میں تھام لیا۔ پھر آپ کا بائیں ہاتھ بھی کٹ گیا، تو اب دشمنوں کے حوصلے بڑھے اور آپ کے قریب آنے کی ہمت ہوئی۔ ایک ظالم نے نزدیک آ کر آپ کی کمر پر تلوار کی ایسی شدید ضرب ماری کہ آپ کا جسم دو ٹکڑے ہو کر زمین پر آ گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں جنگ موتہ میں موجود تھا۔ جب میں نے میدان میں لاشوں کے درمیان حضرت جعفر کی نعش کو تلاش کیا تو ان کے مبارک جسم پر میں نے پچاس سے زیادہ زخم شمار کئے اور ان زخموں میں سے کوئی ایک زخم بھی ان کی پشت کی جانب نہ تھا بلکہ تمام زخم سینہ کی جانب ہی تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه عنہ۔

(حوالہ:- مدارج النبوة جلد ۲: ص ۴۵۸)

◎ شاعر اسلام حضرت عبداللہ بن رواحہ کی شہادت

حضرت جعفر بن ابی طالب کی شہادت کے بعد لشکر اسلام کا علم حضرت عبداللہ بن رواحہ نے تھام لیا۔ آپ رجز کے اشعار پڑھتے ہوئے میدان کا رزار میں مشغول قتال ہوئے۔ آپ

بلند آواز سے اشعار پڑھتے تھے جس کا مضمون یہ تھا کہ ”اے نفس! تو کیوں شہادت میں ذوق و شوق نہیں رکھتا اور جنت میں داخل ہونے میں دیر لگاتا ہے۔“

ارباب سیر و تاریخ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے تین دن سے کچھ نہ کھایا تھا۔ ان کے چچا زاد بھائی نے خوب اصرار کر کے تھوڑا گوشت کھانے کو دیا۔ انھوں نے گوشت کا ایک ٹکڑا منھ میں ڈالا اور دانتوں سے چبایا کہ اسی وقت حضرت جعفر بن ابی طالب کی شہادت کی خبر آئی۔ انھوں نے اسی لمحہ گوشت کو یہ فرماتے ہوئے تھوک دیا کہ ”اے نفس! جعفر تو دنیا سے چلے گئے اور تو ابھی تک دنیا میں مشغول ہے؟ اے نفس! شہادت کی طرف مائل ہو جا۔ شہادت سے مت بھاگ، خدا کے نام پر قربان ہو جا۔“ یہ کہتے ہوئے معرکہ میں داخل ہوئے اور اعدائے دین سے قتال کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

◎ حضرت خالد بن ولید لشکر اسلام کے سپہ سالار

اسلامی لشکر کو مدینہ طیبہ سے روانہ کرتے وقت عالم مَآکَانَ وَمَا يَكُونُ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسلامی لشکر کے امیر کے تقرر کے سلسلہ میں حضرت زید کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن رواحہ کے نام ارشاد فرمائے تھے اور یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ حضرت عبداللہ کے بعد مسلمان کسی ایک شخص کی امارت پر متفق ہو جائیں۔ جب حضرت عبداللہ بن رواحہ شہید ہو گئے تو حضرت ثابت بن احرام انصاری نے سبقت کر کے علم کو تھام لیا اور با واز بلند پکارا کہ اے گروہ موئین! کسی ایک کی امارت پر متفق ہو جاؤ۔ تمام نے بیک زبان کہا کہ تم ہی اس کام کو سنبھالو۔ حضرت ثابت نے جواب دیا کہ میں اس منصب کو نہیں سنبھال سکتا۔ لہذا تمام نے حضرت خالد بن ولید کا انتخاب کیا۔ اس پر حضرت خالد نے حضرت ثابت سے کہا کہ ”اے ثابت! آپ مجھ سے زیادہ اس منصب کے مستحق ہو کیوں کہ آپ اصحاب بدر میں سے ہو۔ مجھ سے عمر میں زیادہ اور بزرگ ہو۔“ حضرت ثابت نے کہا ”اے خالد! شجاعت و جوانمردی تمہارا کام ہے اور میں نے اس علم کو تمہارے لئے ہی تھاما ہے۔“

المختصر! حضرت خالد بن ولید نے تمام مجاہدوں کے اصرار پر لشکر اسلام کا علم اپنے ہاتھوں

میں لیا۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت خالد نے علم تھاما اس وقت جنگ کا نقشہ یہ تھا کہ اسلامی لشکر کو ہزیمت کا سامنا تھا۔ مشرکین اپنی تمام طاقت و قوت سے ان پر ٹوٹ پڑے تھے۔ اُمند تے ہوئے سیلاب کی طرح ہزاروں کا لشکر مجاہدوں کی چھوٹی جماعت کو اپنے نزعہ میں لے لیا۔ کہاں صرف تین ہزار پردیسی اور بے سروسامان مجاہدوں کی مختصر فوج اور کہاں ایک لاکھ مقیم اور تمام جنگی ساز و سامان سے آراستہ لشکر جبار! بظاہر ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ رومی لشکر کا سیلاب لشکر اسلام کو تنکے کی طرح بہا لے جائے گا۔ اسلامی لشکر کے اہم شہ سوار یکے بعد دیگرے شہید ہو رہے تھے، مشرکین کے حوصلے بڑھ رہے تھے اسلامی لشکر کے سپاہی بڑی شدت اور تنگی میں تھے۔ پیچھے کو ہٹ رہے تھے۔ منتشر ہو رہے تھے۔ مایوسی کا عالم تھا۔ حضرت خالد بڑی شجاعت سے مشرکوں کے حملے کو روکنے کی کوشش کر رہے تھے اور اسلامی لشکر کو ثابت قدم رکھنے میں کوشاں تھے۔ اس وقت قطنہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے با واز بلند پکارا کہ ”اے گروہ مسلمین! جنگ کرتے ہوئے مرجانا فرار ہو کر مرنے سے بہتر ہے۔“ اس لاکار نے لشکر اسلام میں ایک نیا جوش و حوصلہ پیدا کیا۔

حضرت خالد بن ولید نے لشکر اسلام کو پلٹ کر یکبارگی حملہ کرنے پر اُکسایا۔ حضرت خالد نے اس نازک وقت میں اسلامی لشکر کے ڈمگاتے ہوئے قدموں کو سنبھالا اور سب نے متحد ہو کر جوابی حملہ کیا۔ حضرت خالد مثل شیر ببر دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور مشرکین کی ایک بڑی جماعت کو تہ تیغ کیا۔ ایسا لگتا تھا کہ دشمنوں کے لشکر میں بھیڑ بکریاں ہیں جو خدا کے دین کے شیر کے سامنے مہبوت ہو کر لقمہ اجل بن رہی ہیں۔ حضرت خالد بن ولید نے جنگ موتہ کے دن اپنی ان گزشتہ غلطیوں کی تلافی کر دی جو مشرکوں کی حمایت میں کبھی انھوں نے جنگ احد میں لشکر اسلام کو نقصان پہنچا کر کی تھی۔ جنگ موتہ میں حضرت خالد کے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں اور یہ امر ان کی فضیلت بن کر ظاہر ہوا کہ ”خَالِدٌ سَيِّفٌ مِنْ سَيُوفِ اللّٰهِ“ یعنی خالد خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ”سیف اللہ“ کا لقب جنگ موتہ کے موقع پر دیا گیا۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید اور ان کے ساتھیوں نے ڈٹ کر دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ آفتاب غروب ہونے پر جنگ موقوف ہوئی اور دونوں لشکر لڑائی سے ہاتھ کھینچ کر اپنے اپنے کیمپ میں واپس ہوئے۔ دوسرے دن صبح ہوئی تو حضرت خالد نے علم اٹھایا اور لشکر کو میدان میں اُتارا۔ اُس دن حضرت خالد نے جوش کے ساتھ ہوش کی آمیزش کرتے ہوئے صفوں کی ترتیب میں ایسی تبدیلی کی کہ دشمن مبہوت ہو گئے۔ گزشتہ کل جو لوگ میمنہ پر رہ کر لڑتے تھے ان کو میسرہ پر اور جو میسرہ پر تھے ان کو میمنہ پر لے لیا۔ اسی طرح مقدمہ والے حصہ کو ساقہ اور ساقہ کو مقدمہ بنا دیا۔ لیکن عیسائیوں اور مشرکوں کا لشکر گزشتہ کل کی ترتیب سے آیا۔ ان کے میمنہ والوں نے اسلامی لشکر کے میمنہ کو دیکھا تو آج ان کے تمام سپاہی دوسرے ہی معلوم ہوئے۔ اسی طرح میسرہ، مقدمہ اور ساقہ میں بھی ہوا۔ دشمنوں نے یہ گمان کیا کہ آج اسلامی لشکر کی امداد کے لئے دوسرا لشکر آ پہنچا ہے۔ اس احساس کا نفسیاتی اثر یہ ہوا کہ ان کے دلوں میں خوف و دہشت بھر گئی۔ وہ میدان جنگ میں پچھلے جیسا جوش و خروش نہیں دکھا پارہے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے قدم اکھڑ گئے۔ پیٹھ دکھا کر بھاگنے لگے۔ حضرت خالد نے دشمن کے مفرو و لشکر کا تعاقب کیا اور کثیر تعداد میں مشرکوں کو تہ تیغ کر کے دلیری اور مردانگی کا حق ادا کیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں پر مسلمانوں کو فتح و نصرت سے نوازا اور پرچم اسلام سر بلند رہا۔

◎ محبوب خدا کا علم غیب عطائی

صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، علمائے دین، سلف صالحین اور تمام بزرگان دین کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کا علم بھی عطا فرمایا تھا۔ اور محبوب رب العالمین اپنے رب کی عنایت سے مغیبات پر مطلع تھے۔ ان کی مقدس نگاہوں کے سامنے سے حجابات ہٹا دیئے گئے تھے۔ اور روئے زمین ان کے لئے سمیٹ کر ایک ہتھیلی کی مانند کر دی گئی تھی کہ جس طرح آدمی اپنی ہتھیلی کو بلا کسی تکلف و تردد دیکھ سکتا ہے، محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پوری دنیا بلکہ کائنات کی ہر شئی کو اپنی چشمان دور رس سے ملاحظہ فرمانے کا

تصرف و اختیار رکھتے تھے۔ اس کا ثبوت جنگ موتہ کے واقعہ سے فراہم ہوتا ہے۔ بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے صحت روایت کے ساتھ مذکورہ واقعہ بیان کیا ہے:

”جب اسلامی لشکر جنگ موتہ میں لشکر کفار کے ساتھ مقابلہ میں مصروف قتال تھا اس وقت حضور اقدس، عالم ماکان و مایکون، محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں صحابہ کرام کی مقدس جماعت کے ساتھ مسجد نبوی شریف میں تشریف فرما تھے۔ آپ کی نظر مبارک سے حجابات اٹھ گئے تھے اور جنگ موتہ کے تمام حالات بچشم خود اس طرح ملاحظہ فرما رہے تھے، گویا کہ آپ میدان کارزار میں خود تشریف فرما ہو کر معائنہ فرما رہے ہوں۔ آپ اپنے صحابہ سے فرماتے جاتے کہ زید بن حارثہ نے علم اٹھایا ہے اور اب وہ شہید ہو گئے۔ ان کے بعد جعفر بن ابی طالب نے علم لیا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ اب عبد اللہ بن رواحہ نے علم تھا ما ہے۔ اب وہ بھی شہید ہو گئے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم، آپ یہ فرماتے جاتے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے، تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار یعنی خالد بن ولید نے اب علم اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور ان ہی کے ہاتھ پر فتح حاصل ہوگی۔ اسی دن سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا لقب سیف اللہ (اللہ کی تلوار) مشہور ہو گیا۔“

(حوالہ: مدارج النبوة، از شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی، جلد ۲: ص ۶۰: ۶۱)

قارئین کرام غور فرمائیں! کہاں معرکہ موتہ اور کہاں مدینہ منورہ؟ اتنی دور کی مسافت کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنگ کے تمام حالات من و عن اسی وقت مدینہ منورہ میں اپنے صحابہ کرام کے سامنے اس طرح بیان فرمادیا کہ گویا آپ میدان جنگ میں موجود ہو کر دیکھ رہے ہوں۔ ایسے تو بے شمار واقعات کتب احادیث اور کتب سیر و تواریخ میں مرقوم ہیں۔ اس وقت ان تمام واقعات کا ذکر و بیان نہ کرتے ہوئے صرف اتنا ہی کہنا ہے:

فضل خدا سے غیب شہادت ہوا انھیں

اس پر شہادت آیت و وحی و اثر کی

(از: امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

مذکورہ بالا شعر کی تشریح تفصیل کے ساتھ ملاحظہ فرمانے کے لئے فقیر سرایا تقصیر کی کتاب ”عرفان رضا در مدح مصطفیٰ“ کا مطالعہ فرمائیں۔

حضور اقدس رحمت عالم کو قطعی و یقینی طور پر بطنِ الہی غیب کا علم حاصل تھا۔ اور یہ بات حد تو اتر کو پہنچ چکی ہے کہ غیر پر مطلع ہونا اور جو کچھ ماضی میں ہو چکا ہے اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے ان تمام علوم غیبیہ کی خبر دینا آپ کے تصرف و اختیار میں تھا۔ قرآن و حدیث اس حقیقت پر شاہد عادل کی حیثیت سے ناطق ہیں، جو صاحب اس مسئلہ کی تحقیقی معلومات حاصل کرنے کا شوق رکھتے ہوں وہ امام عشق و محبت، مجدد دین و ملت، شیخ الاسلام و المسلمین، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی مندرجہ ذیل تصانیف کی طرف رجوع فرمائیں:

(۱) الدولة المکیة بالمادة الغیبیة

(۲) خالص الاعتقاد

(۳) انباء المصطفیٰ بحال سرّ و اخفی

(۴) ازاحة العیب بسیف الغیب

(۵) اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ماکان و مایکون

اس وقت ہم قارئین کرام کے ساتھ ملک شام میں اسلامی لشکر کو حاصل شدہ فتوحات کے تعلق سے تمہیدی گفتگو کر رہے ہیں اور اس کتاب کا عنوان فتوحات شام کا تذکرہ ہے، لہذا عنوان کو صرف نظر کر کے دیگر عنوانات کی طرف التفات کرنا نہیں چاہتے اس لئے عقائد کے تعلق سے جو امور ضمن آتے ہیں ان کی طرف بہت ہی اختصار کے ساتھ صرف اشارہ کر دیتے ہیں۔

اگلے صفحات میں ملک شام میں جو معرکہ جہاد رونما ہوئے تھے ان کا تفصیلی تذکرہ کرنا مقصود ہے لہذا اس وقت ہم صرف اس نظریہ کے تحت تمہیدی گفتگو کر رہے ہیں کہ ملک شام میں اسلامی لشکر بھیجنے کی ضرورت کیوں درپیش ہوئی۔ ملک عرب کے کفار و یہود کی گندی سیاست و پالیسی کی وجہ سے ملک شام کی طاقتور عیسائی سلطنت اسلام سے ٹکرانے پورے طمطراق کے ساتھ میدان میں آئی تھی۔ پہلا معرکہ، جنگ موتہ کے نام سے وقوع میں آیا اور تب سے اسلام اور نصرا نیت کی جنگ کا آغاز ہوا۔

غزوہ تبوک (جیش العسرت)

مشرکوں اور عیسائیوں کے مشترکہ ایک لاکھ سے بھی زیادہ تعداد کے لشکر نے جنگ موتہ میں صرف تین ہزار کے اسلامی لشکر سے ایسی منہ کی کھائی کہ حواس باختہ ہو گئے۔ سلطنت شام کی جنگی طاقت و قوت کا گھمنڈ ٹوٹ کر ہوا میں اڑ گیا۔ ان کے وہم و گمان سے ورا ایسی شکست فاش سے دو چار ہونا پڑا کہ وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ جنگ و قتال کے سلسلہ میں ان کی جو ہوا بندھی ہوئی تھی اس کی حقیقت کھل گئی۔ شاہ فارس خسرو پرویز کی عظیم جنگی طاقت پر غالب آنے والے رومی سپاہی، مٹھی بھر مسلمانوں سے مغلوب ہو گئے تھے۔ جنگ موتہ کی شکست سے عیسائی سلطنت کی آبرو کوڑی کی تین ہو گئی لہذا ان کے لئے اپنی آبرو بچانا لازمی اور ضروری ہو گیا تھا۔ دلوں میں انتقام کی آگ شعلہ زن ہو رہی تھی۔ جنگ موتہ میں اپنی شکست کا بدلہ لینے کی غرض سے رومیوں نے وسیع پیمانے پر جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ موضع موتہ کے حاکم شرحبیل غسانی نے شاہ روم ہرقل کو دوبارہ پھر اکسایا اور مدد طلب کی۔ چالیس ہزار کی مسلح فوج لے کر ہرقل بادشاہ بذات خود کمک کرنے آ پہنچا۔ ہرقل بادشاہ نے ملک عرب کے عیسائی یعنی عرب مقتصرہ کے جنگجو قبائل کو بھی اسلام کے خلاف اپنے لشکر میں بڑی تعداد میں شامل کئے تھے۔

ان دنوں ملک شام سے ایک تجارتی قافلہ مدینہ طیبہ آیا اور اطلاع دی کہ شاہ روم ہرقل نے بہت بڑا لشکر جمع کیا ہے۔ اس لشکر میں عرب کے نصرانی قبائل مثلاً قبیلہ لخم، قبیلہ جذام، قبیلہ عاملہ اور قبیلہ غسان وغیرہ کے لوگ بھی بھاری تعداد میں شامل ہیں، ہرقل کا جمع کردہ یہ لشکر عظیم مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے آنے والا ہے۔ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے بھی لشکر جمع کرنے کے لئے صحابہ کرام کو حکم دیا اور اطراف مدینہ کے قبائل میں منادی کرادی تاکہ لوگ مع ساز و سامان جنگ میں جمع ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ملک شام پر لشکر کشی کا ارادہ فرما کر علم نفسیات میں مہارت تامہ کا مظاہرہ

فرمایا۔ کیونکہ اگر رومی لشکر حملہ کرنے کی نیت سے جمع ہوا ہے اور مدینہ طیبہ کی جانب کوچ کر کے آتا ہے تو یہ امر درپردہ اس کی شان و شوکت کا باعث ہوتا ہے کہ ملک شام سے مدینہ پر حملہ کرنے آیا ہے۔ لہذا اگر ہم خود ہی ان کے سامنے جائیں تو یہ امر ان کے لئے باعث خوف ہوگا کہ جس پر ہم حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں وہ خود سامنے چل کر جب آیا ہے تو ضرور اس میں اتنی طاقت و قوت ہوگی کہ وہ ہم سے نبرد آزما ہو سکے۔

اس غزوہ کا ایک نام جیشِ عسرت بھی ہے۔ کیونکہ اس غزوہ میں لشکر اسلام کے مجاہدوں کو بھوک، پیاس اور دیگر مصائب و تکالیف کا بڑا سامنا کرنا پڑا تھا۔ دور دراز کا سفر، طویل مسافت، سخت گرمی کا موسم، لشکر کی تعداد کثیر، زادراہِ قلیل، ساز و سامان کی قلت، سواری کے جانوروں کی کمیابی وغیرہ وجوہات کی بناء پر یہ سفر سخت کلفت و مشقت کا تھا۔ کرم خوردہ کھجوروں کا آٹا گھن لگے جوار، بوسیدہ گھی سفر کا توشہ تھا۔ مجاہدین درختوں کے پتے کھا کر سفر کی مسافت طے کرتے تھے۔ درختوں کے پتے کھانے کی وجہ سے ان کے مسوڑھوں میں ورم آگئے تھے اور ہونٹ سوج کر اونٹ کے ہونٹوں کی مانند ہو گئے تھے۔

حالانکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے جو آسودہ حال تھے، انھوں نے بڑی فراخ دلی سے سخاوت کر کے لشکر اسلام کے لئے مال و اسباب مہیا کرنے میں اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کیا۔ مثلاً:

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا تمام مال و اسباب دے دیا۔ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تمام مال کا نصف پیش فرمایا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہزار اونٹ اور سات سو گھوڑے مجاہدوں کی سواری کے لئے عنایت کئے۔ علاوہ ازیں دو سو اونٹ مع اسباب کے اور دو سو اوقیہ چاندی پیش خدمت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان اموال کو ضرورت مندوں پر خرچ فرمایا تاکہ وہ اپنی ضروریات کا سامان فراہم کر کے سفر کی تیاری کر سکیں، تاہم لشکر کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ زادراہ کی قلت محسوس کی جاتی رہی۔ لشکر کی تعداد تقریباً چالیس ہزار تھی۔

مدینہ منورہ سے ماہِ ربیع الثانی ۹ھ بروز پنجشنبہ لشکر نے کوچ کی اور جب لشکر مدینہ منورہ کے

باہر ”ثنیۃ السوداع“ مقام پر آیا تو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علم اور جھنڈوں کی ترتیب فرمائی۔ پھر لشکر کے الگ الگ دستوں کے امیر مقرر فرمائے۔ حضرت خالد بن ولید کو مقدمہ پر، حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو میمنہ پر اور حضرت عبدالرحمن بن عوف کو میسرہ پر مقرر فرمایا۔ اسلامی لشکر منازل و مراحل طے کر کے تبوک نامی مقام میں پہنچا۔ تبوک مدینہ طیبہ سے چودہ منزل کے فاصلہ پر ملک شام کی سرحد کے قریب جزیرہ عرب کا ایک علاقہ ہے۔

(The oxford world Atlas Book, 25th Edition, Page No.33)

اسلامی لشکر نے تبوک میں کچھ دنوں کے لئے پڑاؤ کیا تاکہ لشکر کے مجاہدین طویل سفر کی مشقت سے آسودہ حال ہو جائیں اور استراحت کریں۔ ہر قتل بادشاہ اور اس کے لشکر کو جب خبر ہوئی کہ بڑی تعداد میں اسلامی لشکر تبوک تک آ پہنچا ہے تو ان پر ایک ہیبت طاری ہوئی۔ دین اسلام کی شان و عزت اور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعجاز و عظمت کا تصور ان کے ذہنوں پر چھا گیا۔ وہ یہ سوچنے لگے کہ جن پر ہم حملہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے وہ خود چل کر یہاں آ پہنچے ہیں تو ضرور وہ اتنی قوت و استطاعت کے حامل ہوں گے کہ ہم پر حملہ آور ہوں۔ ان کے ذہنوں پر ایک غیر مترقبہ اثر ہوا اور احساسِ کمتری کے شکار ہوئے، اور فطری طور پر ایک قسم کا خوف و رعب ان پر بیٹھ گیا۔ رومی لشکر میں اسلامی لشکر کی ہیبت و شوکت کا غلغلہ پھیل گیا اور انھوں نے راہِ فرار اختیار کرنے میں اپنی خیر و عافیت جان کر نود و گیارہ ہو گئے لہذا اسلامی لشکر بغیر کسی جنگ و جدال مدینہ منورہ واپس آیا۔

تبوک میں جنگ واقع نہ ہوئی لیکن بغیر جنگ کئے اسلام کی شان و شوکت میں اتنا اضافہ ہوا کہ پورے ملک شام اور اطراف و اکناف کے سلاطین کے دلوں میں مجاہدین اسلام کا رعب گھر کر گیا۔ علاوہ ازیں اس سفر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جو معجزات و علامات نبوت ظہور پذیر ہوئے وہ اس سفر کے فیض بخش نتائج کی حیثیت سے کتب سیر میں مسطور ہیں، جن کا یہاں پر تفصیلی ذکر ممکن نہیں۔

◎ عیسائی تیسری مرتبہ آمادہ جنگ

جنگ موتہ ۸ھ اور غزوہ تبوک ۹ھ کے دونوں محاذ پر رومی لشکر کی ذلت و رسوائی کے

باوجود ملک شام کی عیسائی سلطنت کے قیصر روم شاہ ہرقل کی عقل ٹھکانے نہ آئی۔ ماضی کے تجربات سے نصیحت حاصل کرنے کے بجائے مزید فضیحت کی طرف قدم آگے بڑھائے۔ ۱۱ھ میں ہرقل بادشاہ نے مدینہ منورہ پر فوج کشی کرنے کے لئے پھر وسیع پیمانے پر جنگی تیاری شروع کر دی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نصرانی سلطنت کی سرگرمیوں کا علم ہوا تو آپ نے پھر ان کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر تیار کر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر مقرر کر کے روانگی کا حکم صادر فرمایا۔

حضرت اسامہ کے والد حضرت زید بن حارثہ جنگ موتہ میں شہید ہوئے تھے۔ جس کا بیان گزشتہ اوراق میں گزرا۔ حضرت زید کے قاتلوں سے قصاص لینے اور دین اسلام کو ضرر پہنچانے والے شریک عناصر کو تازیانہ سیف لگانے کے لئے حضرت اسامہ بن زید ۲۶ / صفر ۱۱ھ کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ حضرت اسامہ نے مدینہ کے قریب مقام جرف میں پڑاؤ کیا تاکہ اطراف و جوانب کے مجاہدین، لشکر میں شامل ہونے وہاں آجائیں۔

۲۸ / صفر ۱۱ھ کو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درد سراور شدید بخار کی وجہ سے جسمانی طور پر بظاہر علیل ہوئے۔ لہذا حضرت اسامہ نے کوچ کرنے میں عجلت نہ کی اور توقف کیا اور قرب و جوار سے مجاہدوں کو جمع کرتے رہے۔ جب لشکر اسلام تمام جنگی ساز و سامان سے آراستہ ہو گیا تو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۱ھ کے دن رخصت کی اجازت حاصل کرنے حاضر ہوئے۔

حضرت اسامہ آئے اور حضور اقدس کے سرہانے کھڑے ہو گئے اور اپنا سر جھکا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر انور اور دست منور کو بوسہ دیا۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس آسمان کی جانب اٹھا کر حضرت اسامہ کے لئے دعا فرمائی۔ حضرت اسامہ حجرہ شریف سے باہر آئے اور لشکر میں چلے گئے۔ دوسرے دن ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۱ھ دو شنبہ کو لشکر کو کوچ کا حکم دیا ہی تھا کہ حضرت اسامہ کی والدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے پیغام بھیجا کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزع کے عالم میں ہیں۔ حضرت اسامہ فوراً مدینہ طیبہ آئے۔ اسی دن آفتاب رسالت و ماہتاب نبوت، رحمت عالم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پردہ فرمایا۔

○ ملک الموت کی خدمت اقدس میں حاضری

محقق علی الاطلاق، عاشق رسول، شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحلت شریف کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

”مروی ہے کہ ملک الموت نے حاضر ہونے کی اجازت مانگی۔ پھر وہ حضور اکرم کے پاس آئے اور آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور عرض کرنے لگے ”یا رسول اللہ! یا احمد! حق تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ میں آپ کی اطاعت کروں، جو کچھ بھی آپ فرمائیں کہ میں آپ کی روح قبض کروں اگر آپ اجازت دیں اور اگر فرمائیں تو قبض نہ کروں۔ اس میں حق تعالیٰ نے آپ کو اختیار مرحمت فرمایا ہے۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے آ کر عرض کیا ”اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حق تعالیٰ آپ کا مشتاق ہے اور آپ کو بلاتا ہے۔“ اس پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ”اے ملک الموت! جو تمہیں حکم دیا گیا ہے، اپنے اس کام میں مشغول ہو جاؤ۔“ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا ”زمین پر میرا آنا یہ آخری ہے۔ دنیا میں میرے آنے کی ضرورت آپ کا وجود گرامی تھا۔ میں آپ کے لئے دنیا میں آتا تھا۔“

(مدارج النبوة، اُردو ترجمہ، جلد ۲: ص ۷۹)

سبحان اللہ! اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو موت کا بھی اختیار عطا فرمایا تھا کہ اگر محبوب کی مرضی ہو تو ملک الموت روح اقدس قبض کریں اور اگر محبوب کی مرضی نہ ہو تو بغیر روح قبض کئے واپس لوٹ جائیں، نبی اعظم و رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ برابری اور ہمسری کا دعویٰ کرنے والے گروہ کو اس تصرف کی حقیقت سے سبق حاصل کرنا چاہئے کہ جن کی مرضی اور اجازت کے بغیر ملک الموت روح قبض نہ کریں۔ اس ذات گرامی سے ہمسری اور برابری کا دعویٰ کرنا ایمان کا طوطا اڑانے کے

مترادف ہے۔ نبی سے ہمسری کا دعویٰ کرنے والے کچھ افراد ایسے بھی گزرے ہیں کہ جو چلتی ٹرین میں یا بیت الخلا میں نجاست سے لٹھ پتھر چار پائی پر موت کی گہری نیند سو گئے اور بے بسی اور بے کسی کے عالم میں اس دنیا سے گئے۔ ایسے لوگوں کی عبرتناک اور ذلت کی موت سے ان کا نبی کے ساتھ ہمسری کا باطل دعویٰ کا فور ہو جاتا ہے۔

◎ حضور اقدس کی مفارقت میں صحابہ کا اضطراب

شب چہار شنبہ ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۱ھ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قبر انور میں داخل کیا گیا۔ دفن کے بعد صحابہ کرام سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے تو انھوں نے فرمایا کہ اے گروہ صحابہ! تمہارے دلوں نے کیسے گوارا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس کو سپرد خاک کرو؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے جگر گوشہ رسول! اے خاتون جنت! آپ نے ٹھیک فرمایا۔ ہم بھی یہی خیال کرتے تھے کہ جسم اقدس کو کس طرح سپرد خاک کریں؟ اسی غم میں ہم بھی مبتلا تھے لیکن ہم کربھی کیا سکتے تھے؟ شریعت کے حکم کی بجا آوری کے سوا چارہ کار نہیں تھا۔

صحابہ کرام کی یہ حالت تھی کہ وہ حسرت و یاس اور غم و اندوہ کے اتھاہ سمندر میں غرق تھے۔ اپنے محبوب آقا کے فراق و ہجر میں نڈھال تھے۔ بے چینی و بے قراری کے عالم میں دل تڑپ رہے تھے اور آنکھیں اشک بار تھیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں اس دن سے بہتر و نورانی تر کوئی دن نہ تھا جس دن سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں تشریف لائے اور مدینہ طیبہ میں اس دن سے بدتر اور تاریک تر کوئی دن نہیں تھا جس دن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جہان سے پردہ فرمایا۔

حضور اقدس جان عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحلت کے سانحہ نے صحابہ کرام کے دلوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ رنج و غم سے ان کی حالت دگرگوں تھی۔ مدینہ منورہ میں ایک کہرام مچا ہوا تھا۔ ہر طرف اداسی کا سماں تھا، نمناک آنکھیں، سسکیاں، اور نالہ غم کی ہچکیاں ہر شخص کے ساتھ لازم و ملزوم کی حیثیت سے ملحق تھیں۔ اجلہ صحابہ کرام مثلاً حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ

عنه جیسے صاحب تحمل کی قوت ضبط بھی جواب دے چکی تھی۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نورانی رخ زیبہ کے دیدار سے اب ہم محروم ہو گئے ہیں یہ خیال آتے ہی ان کو اپنی زندگی بوجھ معلوم ہوتی تھی:

اک تیرے رخ کی روشنی چین ہے دو جہان کی

انس کا انس اسی سے ہے جان کی وہ ہی جان ہے

(از: امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

صحابہ کرام پر اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فراق اتنا شاق تھا کہ کسی کے آنسوؤں کی دھارا تھم نہ رہی تھی۔ محبوب آقا کے بغیر جینا ہی ان کے لئے دشوار تھا۔ جسے دیکھو وہ شکستہ حال اور شکستہ خاطر ہے۔ ہر ایک چہرہ کا رنگ اترنا نظر آتا۔ قرار جان و دل رخصت ہو گیا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو تلوار تان لی اور فرمایا کہ جو یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فوت ہو گئے میں ان کی گردن اڑا دوں گا۔ کون کس کو سنبھالے؟ کون کس کو تسلی دے؟ کون کس کی ماتم پرسی کرے؟ لیکن ایسے نازک وقت میں خلیفہ المسلمین، امیر المؤمنین، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مضطرب و بیقرار صحابہ کرام کی جماعت کو سنبھالا۔

◎ خلافت صدیقی میں فتنوں کا طوفان

باتفاق رائے جمیع المؤمنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ المسلمین منتخب ہوئے۔ تمام صحابہ کرام نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے محبوب آقا و جان جاناں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مفارقت کے صدمے سے باہر بھی نہ ہوئے تھے۔ اور آپ نے ابھی پوری طرح امور خلافت کا انتظام بھی نہ فرمایا تھا کہ فتنوں کی آندھی شروع ہوئی۔ عرب کے کچھ قبائل نے زکوٰۃ کا انکار کر دیا، نبوت کے جھوٹے دعوے دار اٹھ کھڑے ہوئے، منافقوں نے بھی سراٹھایا، عیسائیوں نے عرب کے یہود و کفار کی اشتراکیت میں مدینہ منورہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں، حالات کی سنگینی اور وقت کی بے رحمی

دیکھ کر مسلمانوں میں بے چینی واضطراب کی کیفیت رونما ہوئی۔ لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطلق نہیں گھبرائے۔ آپ کے پائے استقامت میں ذرہ برابر لغزش نہیں واقع ہوئی۔ بلکہ کامل عزم و اعتماد کے ساتھ ہر فتنہ کا سد باب اور مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استقلال محکم اور یقین پختہ کا اندازہ اس بات سے ہو جائے گا کہ جب مذکورہ فتن کی خبریں مدینہ منورہ پہنچیں تو بعض صحابہ کرام نے مشورہ دیا کہ جب تک یہ فتنے ختم نہ جائیں آپ حضرت اسامہ کے لشکر کو ملک شام کی مہم پر روانہ نہ فرمائیں بلکہ مدینہ منورہ میں واپس بلا لیں۔ کیونکہ اس نازک وقت میں دشمنان اسلام کو معلوم ہوگا کہ لشکر اسلام مدینہ سے باہر گیا ہوا ہے تو ان کے حوصلے بڑھیں گے اور وہ دیر ہو کر رخنہ اندازی اور فتنہ پروری میں سرگرم ہوں گے۔ اس وقت حضرت اسامہ کے لشکر کا مدینہ میں موجود رہنا ضروری ہے تاکہ منافقین و مرتدین پر رعب رہے اور ضرورت پڑنے پر ان کی سرکوبی میں لشکر کام بھی آئے۔

لیکن امیر المؤمنین، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عشق رسول اور اطاعت فرمان نبوی پر ہزاروں داد و تحسین! آپ نے فرمایا کہ جس لشکر کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا ہے۔ ابوبکر میں جرأت و طاقت نہیں کہ اُسے واپس بلا لے۔ جس لشکر کو حضور اقدس نے روانہ فرمایا ہے وہ روانہ ہو کر رہے گا، حالات جیسے بھی ہوں وہ ہرگز نہیں رکے گا۔

اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ لشکر اسامہ بھیجنے سے میں مرتدوں کا لقمہ بن جاؤں گا تب بھی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا روانہ کردہ لشکر واپس نہیں بلاؤں گا۔ چنانچہ آپ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملک شام کی جانب روانہ فرمایا۔ حضرت اسامہ ماہ ربیع الآخر ۱ھ میں روانہ ہوئے۔ مقام ابنی میں عیسائیوں کے لشکر سے زبردست مقابلہ ہوا۔ کافی تعداد میں عیسائی قتل ہوئے۔ حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ نے اپنے والد کے قاتل کو بھی قتل کیا اور کثیر مقدار میں مال غنیمت حاصل کر کے چالیس دن کے بعد مدینہ منورہ فاتحانہ شان سے واپس آئے۔

○ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی پامردی سے تمام فتن کا استیصال فرمایا۔

جن لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر کے نص قطعی یعنی قرآن کے صریح حکم کی خلاف ورزی کی۔ ان کے ساتھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی قسم کی نرمی یا رعایت نہیں برتی، بلکہ سختی سے پیش آئے۔ آپ کی سختی دیکھ کر بعض صحابہ نے مشورہ دیتے ہوئے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! اس وقت اسلام بہت ہی نازک حالات سے دوچار ہے لہذا آپ نرمی اختیار فرمائیں تو بہتر ہے۔ اس وقت مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ سختی نہ کی جائے۔ اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں رسی کا ایک ٹکڑا بطور زکوٰۃ ادا کرتا تھا لیکن اب دینے سے انکار کرتا ہے تو اس کے لئے میری تلوار ہے۔ یعنی اس سے میں جنگ کروں گا۔ چنانچہ آپ نے بڑی اولوالعزمی اور ثابت قدمی سے زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والوں کے ساتھ سختی سے کام لیا اور فتنہ ارتداد کا سرکچل کر رکھ دیا۔ مرتدین نے نئے سرے سے اسلام قبول کیا اور صدق دل سے تمام اسلامی احکام پر عمل پیرا ہوئے۔

○ نبوت کے جھوٹے دعویدار (۱) مسیلہ بن ثمامہ المعروف مسیلہ الکذاب (۲) اسود بن کعب غنسی (۳) طلحہ بن خویلد اسدی (۴) سجاح بن الحارث بن سدید تمیمہ کی سرکوبی و استیصال میں عزم محکم سے کام لیا۔ مسیلہ الکذاب جنگ یمامہ میں مارا گیا۔ اس کی بیوی سجاح بنت الحارث ایک جزیرہ میں چھپ گئی اور ہلاک ہو گئی۔ اسود بن کعب غنسی، حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کے ساتھ لڑتے ہوئے مارا گیا۔ اور طلحہ بن خویلد اسدی ملک شام بھاگ گیا۔ طلحہ بن خویلد اسدی نے خلافت فاروقی میں اسلام قبول کیا۔ صدق دل سے ایمان پر قائم رہا اور اسلامی لشکر میں شامل ہو کر جہاد کرتے ہوئے، ”جنگ نہاوند“ میں شہادت پائی۔ طلحہ بن خویلد اسدی کا واپس اسلام قبول کرنے کا تفصیلی حال اس کتاب میں ”فتح طرابلس، صور، قیساریہ“ وغیرہ عنوان کے تحت مذکور ہے۔



ملک شام پر اسلامی لشکر کشی کا پس منظر

حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرماتے ہی فتنوں کی ایک زوردار آندھی چلی جس کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں ہوا، اور مسلمانوں کے درمیان انتشار پھوٹ پڑا۔ ملک شام کی نصرانی سلطنت نے یہ موقع غنیمت سمجھ کر اس سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے پھر ایک مرتبہ مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کی عظیم پیمانے پر تیاری شروع کر دی۔ جنگ موتہ، غزوہ تبوک اور سریہ اسامہ بن زید کے ذریعہ اسلامی لشکر نے ذلت و رسوائی اور شکست کا جو مزہ چکھایا تھا اس سے ان کے دلوں میں حسد اور انتقام کی آگ شعلہ زن تھی۔ ”ہارا جواری پگڑی رکھے“ کی مثال بالکل محسوس شکل میں دیکھی جاسکتی ہے۔ جب ماضی کی فضیحت و ہزیمت سے سبق نہ حاصل کر کے نصرانی پھر دوبارہ اُچھلنا شروع ہوئے۔ شامیوں کو ملک عرب پر حملہ کر کے اسلامی سلطنت کا تختہ پلٹ دینے کے خواب نظر آ رہے تھے۔ اسلام میں پیدا شدہ فتن اور اسلامی لشکر کو اندرون ملک انتظام و انصرام کی بحالی میں الجھا دیکھ کر اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ اب سنہری موقع ہاتھ لگا ہے۔ لہذا انھوں نے لشکر جمع کرنا شروع کیا۔ ملک شام میں ہو رہی لشکر کی تیاری کی خبر امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملی، لیکن اس وقت آپ نبوت کے جھوٹے دعویدار، مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کی سرکوبی میں مصروف تھے۔ حضرت صدیق اکبر کے عزم محکم و عمل پیہم نے بہت ہی جلد تمام فتنوں کے سرکچل کر رکھ دیا اور ملک عرب میں پھر امن و سکون کا ماحول قائم ہو گیا۔

جب ملک عرب کی فضا ہموار و خوشگوار ہو گئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملک شام کی نصرانی سلطنت کی طرف توجہ مرکوز فرمائی اور فکر فردا کے طور پر باہر سے ہونے والے حملوں کا تجزیہ فرمایا تو قیصر روم کا چھپورا پن اور نت نئے روز چوچ مارنے کی حرکتیں کرنا، ابھر کر سامنے آیا۔ اب اس کا کان مروڑنا ضروری ہے۔ قیصر روم ہم پر لشکر کشی کرے، اس سے قبل ہی اسلامی لشکر، شام بھیج کر فسطائی طاقت کا غرور خاک میں ملا دینا چاہئے تاکہ اس کی ہمیشہ

کی چھیڑ چھاڑ کا سدباب ہو جائے:

دل اعدا کو رضا تیز نمک کی دھن ہے
اک ذرا اور چھڑکتا رہے خامہ تیرا

(از: - امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

❶ فتوحات ملک شام اور اعلان جہاد

عیسائیوں کی چیرہ دستی نے مسلمانوں کو ملک شام پر لشکر کشی کے لئے مجبور کیا اور اسلامی لشکر کے امن پسند مجاہدین تحفظ ناموس رسالت اور بقائے اسلام کے لئے شام پر حملہ کرنے لے لئے حالات کے ہاتھوں مجبور تھے۔ لہذا انھوں نے اپنے سردھڑ کی بازی لگا کر اپنے سے بڑی طاقت سے ٹکری، مگر اللہ نے انھیں فتح دی اور پورے ملک شام پر انھوں نے پرچم اسلام لہرا دیا۔ اس خدمت عظیم کی ادائیگی میں مجاہدین اسلام نے جس شجاعت و دلیری کا مظاہر کیا ہے اور جو پر خلوص قربانیاں دی ہیں اس کی نظیر تاریخ میں نایاب ہے۔ اسلامی تاریخ میں طلائع حروف سے وہ تمام واقعات مرقوم و مسطور ہیں۔

مشہور تاریخ نگار علامہ محمد بن عمرو واقدی نے ان تمام واقعات کو اپنی تصنیف ”فتوح الشام“ میں بالتفصیل بیان فرمائی ہے۔ جن کو پڑھ کر ہر مومن کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے کہ ہمارے اسلاف نے عشق رسول کے جذبہ صادق میں اپنی جانوں پر کھیل کر شجاعت اور بہادری سے اسلام کی عظمت کو دنیا کے گوشہ گوشہ تک پہنچائی۔ تاریخ اسلام کا یہ درخشاں باب اور اقوام عالم پر مسلمانوں کی شان و شوکت اس بات کی گواہی دیتی ہے، کہ اسلام نہ کسی سے ماضی میں دبا اور نہ آئندہ کسی طاقت سے دب سکتا ہے۔ عشق رسول ایک ایسی طاقت ہے کہ اس کا سودا جس سر میں سما گیا وہ چٹان سے بھی ٹکرائے گا تو اسے بھی پاش پاش کر دے گا۔ بحر ظلمات کی طغیانی میں چھلانگ لگانے میں عاشق رسول تامل نہیں کرتا اور سفینہ عشق رسول کی بدولت اُسے آسانی سے عبور کر لیتا ہے۔ اس حقیقت کی بین شہادت ملک شام کی فتوحات کے واقعات کے مطالعہ سے ملتی ہے۔ علامہ واقدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تصنیف میں غلو سے

قطعی طور پر اعراض و احتراز کرتے ہوئے صرف بیان امر واقعی سے ہی کام لیا ہے۔ موضوع اور ضعیف روایات متروک فرما کر صحیح روایات ہی اخذ فرمائی ہیں، راویوں کی ثقاہت و عدالت کا کامل التزام فرما کر اپنی تمام تصانیف کو صحت و صداقت سے آراستہ فرما کر اپنے آپ کو ثقہ راویوں کے زمرہ میں شامل کیا ہے۔ علامہ واقدی قدس سرہ کی تصانیف علمائے ملت اسلامیہ کی نظروں میں معتمد و مستند ہیں۔ علامہ واقدی نے تاریخ اسلام کی تدوین میں جو عرق ریزی کی ہے ملت اسلامیہ تا قیامت ان کی مرہون منت و شکر گزار رہے گی۔ بلکہ ان کی تصانیف کو ایمانی و عرفانی دستاویز کا مرتبہ دے کر ان کو صحیح معنوں میں خراج عقیدت و داد تحسین کے تحائف پیش کرتی رہے گی۔ علامہ واقدی کے قلم حق ارقام نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اقوال و ارشاد اور افعال و کردار کی جو عکاسی کی ہے وہ ان کی خوش عقیدگی اور حسن سیرت کی آئینہ دار ہے۔ علامہ واقدی قدس سرہ کی تمام تصانیف کا ماحصل اور لب لباب یہی ہے کہ عشق رسول ہی صحابہ کرام کی مقدس جماعت کی فتح و نصرت کا راز تھا۔ جس کی بدولت وہ دنیا کی بڑی طاقتوں اور عظیم سلطنتوں پر غالب آئی تھی۔ عشق رسول ہی ان کے لئے سب کچھ تھا۔ ان کی جان، ان کی حیات، ان کی زندگی، ان کا ثبات، ان کے دل کی دھڑکن، ان کے سانسوں کی آمد و رفت، ان کا ہتھیار، ان کی سپر، ان کی ڈھال، ان کے غم کا ازالہ، ان کے درد کا درماں، ان کی پناہ، ان کی حفاظت ان کی نصرت، ان کی رفعت، بلکہ ان کی بقاء کا انحصار بھی عشق رسول تھا:

جان ہے عشق مصطفیٰ، روز فزوں کرے خدا

جس کو ہو درد کا مزہ، ناز دوا اٹھائے کیوں

(از: - امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

علامہ واقدی قدس سرہ کی تصانیف کا مطالعہ کرتے وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کی قلم سے روشنائی نہیں عشق رسول کی چاشنی چمکتی ہے اور مطالعہ کرنے والا کیف عشق میں مست ہو کر صدائے احسن بلند کرتا ہے۔ جس عشق رسول نے صحابہ کرام کو سر بلندی عطا فرمائی۔ اسی عشق رسول نے علامہ واقدی کو ارباب سیر و تاریخ پر برتری بخشی۔

○ ابوالحسن النوزی اور ابوطحہ بن العوام روایت کرتے ہیں کہ ابو یزید محمد بن عبدالاعلیٰ

الصنعانی نے فرمایا کہ میں نے معتمر بن سلیمان سے اس قدر حدیثیں سنی ہیں کہ نہ شمار کر سکتا ہوں نہ یاد رکھ سکتا ہوں۔ نیز وہ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ تواریخ میں علامہ واقدی کی کتاب سے زیادہ تر معتبر کسی کتاب کو نہیں پاتا ہوں۔

(حوالہ: - مغازی الصادقہ ترجمہ مغازی الرسول، ص: ۳۵۷)

○ امام عشق و محبت، امام اہل سنت، مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے اپنی تصنیف لطیف ”منیر العین فی حکم تقبیل الالبابین“ میں علامہ محمد بن عمرو واقدی قدس سرہ کا شمار ”ثقة راوی“ کے زمرے میں کر کے ان کی تصانیف کو معتمد و مستند کا درجہ دے کر علامہ واقدی کی جناب میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

اب ہم علامہ واقدی کی کتاب ”فتوح الشام“ کو مآخذ و مرجع بنا کر ملک شام میں لشکر اسلام کی فتوحات کا تذکرہ شروع کرتے ہیں، علامہ واقدی کی تصنیف سے صرف اصل واقعہ اخذ کر کے، واقعہ و معرکہ کی منظر کشی کی کوشش کی ہے نیز اس کے تعلق سے اسلامی عقیدہ، صحابہ کرام کا اعتماد و یقین، فرقہ باطلہ کے فاسد عقائد و نظریات کا رد کیا ہے اور موجودہ دور میں مسلمانوں کی پسماندگی و بزدلی اور احساس کمتری کی وجوہات، اثرات و مہلک نتائج پر سیر حاصل گفتگو کرنے کے بعد اس کے تذکرہ و معالجہ کی اہم ضرورت و تدبیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قارئین کرام کو ملک شام کی سیر و تفریح کرانے کا شرف حاصل کروں گا۔

○ حضرت صدیق اکبر کا صحابہ کرام سے مشورہ

امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملک شام پر لشکر کشی سے قبل اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشورہ کرنے اور ان کی رائے معلوم کرنے کی غرض سے انہیں جمع کر کے فرمایا کہ اے گروہ صحابہ! آپ کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہوگی کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عیسائیوں کی سرکشی اور زیادتیوں کا سد باب کرنے کے لئے ملک شام کی عیسائی سلطنت سے جہاد کرنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ لیکن آپ کے عزم سے

استکمال کے قبل اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلا لیا۔ لہذا میں لشکر اسلام کو ملک شام کی جانب ارسال کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اور یہ بھی جان لو کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمانے سے پہلے مجھ سے فرمایا تھا کہ :

”میرے لئے زمین لپیٹی گئی، پس میں نے زمین کے مشرق و مغرب کو دیکھا اور عنقریب میری اُمت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک میں نے دیکھا ہے۔“ لہذا اے جماعت مسلمین! مجھے اس امر میں اپنی عمدہ رائے اور مشورے ظاہر کرو۔ تمام صحابہ نے بیک زبان یہی جواب دیا کہ اے ہمارے سردار! ہم آپ کے حکم کے تابع و محکوم ہیں۔ آپ کی اطاعت و فرمانبرداری ہم پر فرض ہے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

”أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ“

(سورۃ النساء، آیت: ۵۹)

ترجمہ: حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں

(کنز الایمان)

لہذا اے امیر المؤمنین! آپ کو جو منظور ہو اس کا حکم فرمائیے اور جہاں فوج کشی کا قصد ہے، ہم کو ارسال فرمائیے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جملہ موئین کا یہ جواب سن کر بہت مسرور ہوئے اور آپ نے اسی دن جہاد کا اعلان فرمادیا۔ ملک عرب کے تمام شہروں اور قصبوں کے امراء کو ایک ہی مضمون و عبارت کا خط لکھا کہ میں ملک شام کی طرف اسلامی لشکر کو بھیجتا ہوں تاکہ وہ کفار و اشرار کا مقابلہ کرے۔ اور اس ملک کو فتح کرے۔ اللہ کی اطاعت کی طرف دوڑو اور اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ خط لے کر حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن، مکہ معظمہ اور اس کے اطراف میں گئے۔ امیر المؤمنین کے خط نے مسلمانوں میں جہاد کا جذبہ پیدا کر دیا۔ لوگ لبیک کہتے ہوئے سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا کی صدائیں بلند کرتے ہوئے جہاد کی تیاری میں لگ گئے۔ زادراہ اور سامان جنگ فراہم کرنے میں مصروف ہو گئے

اور حضرت انس بن مالک کو یہ کہہ کر مدینہ طیبہ روانہ کیا کہ آپ پہلے جا کر ہمارے آنے کی اطلاع امیر المؤمنین کی خدمت میں پہنچا دیں۔ ہم آپ کے پیچھے پیچھے آرہے ہیں لہذا حضرت انس نے مدینہ لوٹ کر امیر المؤمنین کو متفرق مقامات سے متعدد قبائل کی آمد کی اطلاع و خوشخبری سنائی۔ چند ہی دنوں کے بعد مجاہدین اسلام جوق در جوق اور گروہ در گروہ مدینہ طیبہ میں جمع ہونے لگے۔

- یمن سے قوم حمیر زیر سرداری حضرت ذوالکلاع الحمیری سب سے مقدم آئے۔
 - ان کے بعد قوم مذحج = ان کے سردار حضرت قیس بن ہبیرہ المرادی تھے۔
 - ان کے بعد قبائل قوم طے = ان کے سردار حضرت حابس بن سعید الطائی۔
 - ان کے بعد قوم ازد = ان کے سردار حضرت جندب بن عمرو الدوسی، اس گروہ میں حضرت ابو ہریرہ بھی تھے۔
 - ان کے بعد قوم بنو عیس = ان کے سردار حضرت میسرہ بن مسروق تھے۔
 - ان کے بعد قوم کنانہ = ان کے سردار حضرت قسم بن الشیم الکنانی تھے۔
- تمام مجاہدین کا لشکر اطراف مدینہ میں جمع ہوا۔ تمام مجاہدین اپنے ساتھ سامان جنگ، گھوڑے، سواری کے دیگر جانور، زادراہ، اور اہل و عیال بھی لے آئے تھے۔

○ اسلامی لشکر کی ملک شام روانگی

اسلامی لشکر مدینہ کے قریب ٹھہرا ہوا تھا۔ اطراف مدینہ سے بھی کافی تعداد میں مجاہدین عزم جہاد کر کے لشکر میں شامل ہوئے تھے۔ لشکر کی تعداد میں روزانہ اضافہ ہو رہا تھا۔ لشکر کے مجاہدین شہر مدینہ منورہ سے اشیاء خورد و نوش اور اپنے جانوروں کا دانہ و چارہ مول لیتے تھے۔ چند دنوں میں مدینہ کے تاجروں کا اناج و غلہ کا ذخیرہ ختم ہو چلا اور اشیاء صرف کی قلت محسوس کی جانے لگی۔ کھانے پینے اور چارے کی فراہمی میں تکلیف ہونے لگی لہذا باہر سے آئے ہوئے قبائل کے سرداروں نے مشورہ کیا کہ یہاں زیادہ اقامت کرنے میں قلت اشیاء کی تکلیف مزید بڑھے گی۔ مناسب یہ ہے کہ ہم حضرت امیر المؤمنین کی خدمت میں جا کر

(۱۱) صلح کو نہ توڑنا

(۱۲) تارک الدنیا لوگوں کو قتل نہ کرنا اور نہ ہی ان کے عبادت خانوں کو ڈھانا

(۱۳) دشمن کے سامنے تین باتیں پیش کرنا:

اول یہ کہ اسلام قبول کریں۔

دوم یہ کہ اگر اسلام قبول نہیں کرتے تو جزیہ ادا کریں۔

اور سوم یہ کہ اسلام اور جزیہ دونوں کا انکار کریں تو ان کے سروں پر اپنی تلواریں سوتنا۔

ملک شام کی طرف یہ پہلا لشکر تھا جو حضرت صدیق اکبر نے روانہ فرمایا۔ حضرت یزید بن

ابی سفیان اور حضرت ربیعہ بن عامر دونوں کے لشکر تبوک اور جابیہ کے راستے سے دمشق کی طرف

کو چلے گئے اور آگے بڑھے۔



استدعا کریں کہ وہ ہمیں ملک شام کی جانب کوچ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ تمام قبائل کے سردار متحدہ طور پر امیر المؤمنین کی خدمت میں گئے اور اپنا مدعا گوش گزار کیا۔ امیر المؤمنین نے ان کی گزارش کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے اسی وقت استادہ ہو گئے۔ اپنے ہمراہ حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی شیر خدا، حضرت سعید بن زید، حضرت عمرو بن نفیل بن زید و دیگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو لے کر اس مقام پر تشریف لائے جہاں مجاہدین اسلام فروکش تھے۔ مجاہدین نے تہلیل و تکبیر سے آپ کا خیر مقدم کیا۔ امیر المؤمنین نے تمام کو دعائے خیر سے نوازا اور بعدہ آپ نے حسب ذیل ترتیب سے اسلامی لشکر کو روانہ فرمایا۔

☆ حضرت یزید بن ابی سفیان کو علم عطا کر کے ایک ہزار سواروں پر سردار مقرر فرمایا۔

☆ حضرت ربیعہ بن عامر کو علم عطا کر کے ایک ہزار سواروں پر سردار مقرر فرمایا۔

امیر المؤمنین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لشکر کو کوچ کا حکم دیا، اور ثنیۃ الوداع نامی مقام تک لشکر کے ساتھ پیدل چلتے ہوئے گئے اور حسب ذیل وصایا فرمانے کے بعد واپس لوٹے:

(۱) سفر کے دوران بہت تیز رفتاری سے چلنے کا اصرار مت کرنا

(۲) کوئی شخص بھی لشکر سے الگ ہو کر اکیلا نہ چلے

(۳) اہم کام میں مشورہ کرنا

(۴) عدل و انصاف کا طریقہ اختیار کرنا

(۵) ظلم و ستم سے باز رہنا

(۶) جب دشمن پر فتح پاؤ تو کمسن بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا

(۷) کھجور اور پھلدار درختوں کو نہ کاٹنا

(۸) کھیتیوں کو نہ جلانا

(۹) جن جانوروں کا کھانا حلال ہے ان کے علاوہ کسی بھی جانور کو بلا وجہ قتل نہ کرنا

(۱۰) کفار سے بھی اگر عہد و پیمان کرو تو اس میں بیوفائی نہ کرنا

پہلا معرکہ بمقام تبوک

ہرقل بادشاہ نے مدینہ منورہ میں اپنے کچھ جاسوس مخبری کے لئے متعین کر رکھے تھے اور وہ عرب متصرہ یعنی نصرانی عرب تھے۔ جب اسلامی لشکر ملک شام پر حملہ کے لئے جمع ہو رہا تھا تو جاسوسوں نے ہرقل بادشاہ کو اطلاع بھیجی کہ لشکر اسلام عنقریب ملک شام پر حملہ کرنے کے لئے کوچ کرنے والا ہے۔ اطلاع ملتے ہی ہرقل نے ارکان حکومت کو جمع کیا اور ان کو اسلامی لشکر کی آمد کی تفصیل بتائی۔ ارکان حکومت نے کہا کہ ہم ضرور ان سے لڑیں گے۔ ان کو اپنے ملک میں داخل ہونے سے باز رکھیں گے بلکہ ان کے ملک پر دھاوا بول دیں گے اور ان کے کعبہ کو کھود کر پھینک دیں گے اور ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ قیصر روم ہرقل نے ارکان دولت کا یہ جواب سنا تو اس کا سینہ مارے خوشی کے پھول گیا اور اس نے فوراً آٹھ ہزار سواروں کا لشکر حسب ذیل ترتیب دے کر روانہ کیا۔

⊙ دو ہزار سواروں پر بطریق باطلیق کو سردار مقرر کیا۔

⊙ دو ہزار سواروں پر باطلیق کے بھائی بطریق جرحیس کو سردار مقرر کیا۔

⊙ دو ہزار سواروں پر شرطہ کے حاکم لوقابن شمعان کو سردار مقرر کیا۔

⊙ دو ہزار سواروں پر غزہ اور عسقلان کے حاکم صلیا کو سردار مقرر کیا۔

مذکورہ چاروں سردار شجاعت اور زیرکی میں مشہور زمانہ اور جنگی امور اور فن حرب میں یکتا روزگار تھے۔ ان چاروں کی سرداری میں آٹھ ہزار کا رومی لشکر اپنے مذہبی مراسم ادا کرنے کے بعد تبوک کی جانب روانہ ہوا۔ اسلامی لشکر تین دن سے تبوک میں پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ چوتھے دن لشکر کوچ کی تیاری کر رہا تھا کہ ناگاہ رومی لشکر دور سے آتا ہوا نظر آیا۔ آٹھ ہزار سواروں کے لشکر کے چلنے کی وجہ سے غبار مثل بادل اٹھتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ غبار دیکھ کر اسلامی لشکر ہوشیار ہو گیا۔ حضرت یزید بن ابی سفیان نے ایک ہزار مجاہدوں کو کمین گاہ میں چھپا دیا اور حضرت ربیعہ بن عامر کو ان پر امیر مقرر کیا۔ باقی ماندہ ایک ہزار کو رومی لشکر سے مقابلہ کرنے

میدان میں سامنے رکھا اور صفوں کو ترتیب دینے لگے۔

آٹھ ہزار کا رومی لشکر اکڑتا، اتراتا، آگے بڑھتا ہوا آہستہ آہستہ اسلامی لشکر سے قریب ہو رہا تھا۔ رومی لشکر کے سپاہیوں کے خود، زرہیں، نیزے، تلواریں اور سپر آفتاب کی روشنی میں مثل آئینہ چمک رہے تھے۔ اور ان سے شعائیں اٹھ رہی تھیں۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ آہنی انسانوں کا سمندری سیلاب آ رہا ہے۔ رومی سپاہی ناقوس بجا بجا کر سونے اور چاندی کی صلیبیں بلند کر کے کلمات کفر فرماتے ہوئے اور شور کرتے ہوئے، دل دھڑکا دینے والی ہیبت کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ اب دونوں لشکروں کے درمیان بہت ہی کم فاصلہ رہ گیا تھا۔ دونوں لشکر ایک دوسرے کا آسانی سے جائزہ لے سکے، اتنی نزدیکی ہو گئی تھی۔ دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ رومی لشکر کی کثرت اور ساز و سامان کی فراوانی دیکھ کر اسلامی لشکر میں کرب و اضطراب کی کیفیت تھی۔ دل کی بیقراری چہرے سے نمایاں ہونے لگی۔ حضرت یزید بن ابی سفیان نے رومی لشکر کی تعداد کا تخمینہ لگایا تو ان کو رومی لشکر کی تعداد آٹھ سے دس ہزار تک محسوس ہوئی۔ اسلامی لشکر صرف دو ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ ایک ہزار میدان میں اور ایک ہزار کمین گاہ میں پوشیدہ۔ حضرت یزید بن ابی سفیان نے مجاہدین میں بڑھتی ہوئی تشویش محسوس کر لی۔ لہذا انھوں نے مجاہدین کو ڈھارس دیتے ہوئے فرمایا کہ اے گروہ مومنین! اس بات کا یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کا وعدہ فرمایا ہے۔ کئی معرکوں میں فرشتوں کو بھیج کر تمہاری اعانت و مدد فرمائی ہے۔ اے اسلام کے خدمت گارو! رومی لشکر کی تعداد کو خاطر میں مت لاؤ۔ رومیوں کی کثرت اور اپنی قلت سے مطلق خوف نہ کھاؤ۔ تمہارا ناصر اور مددگار پروردگار ہے اور وہ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

”كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ“
(سورۃ البقرہ، آیت: ۲۴۹)

ترجمہ: ”بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔“
(کنز الایمان)

اے مسلمانو! ہمارے محبوب آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

”الْجَنَّةُ تَحْتَ ظِلَالِ الشُّؤْفِ“

یعنی: ”جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے“

لہذا، اے توحید و رسالت کے متوالو! غم نہ کھاؤ، خوف نہ کرو، اللہ کی مدد پر اعتماد رکھو، ملک شام میں یہ تمہارا پہلا معرکہ ہے، اسلامی لشکر کی تم پہلی قسط ہو، تم یقین اور امید رکھو کہ اسلامی لشکر کی دیگر قسطن غم قریب تمہاری کمک کو پہنچنے والی ہیں۔ تم اپنے گمان میں اپنے مسلمان بھائیوں کو اپنے قریب جانو۔ دشمن تم پر حاوی ہو کر تمہارے قتل کی جرأت نہ کریں اس بات کا خیال رکھتے ہوئے احتیاط اور ہوشیاری سے کام لو۔

حضرت یزید بن ابی سفیان پند و نصائح کے ذریعہ مجاہدین میں ایک جوش پیدا کر رہے تھے کہ رومی لشکر بالکل قریب آ پہنچا۔ رومیوں نے اسلامی لشکر کی قلیل تعداد دیکھی تو ان کے حوصلے بلند ہو گئے رومی سرداروں نے اپنے لشکر کو لاکارتے ہوئے کہا کہ ان مٹھی بھر عربوں کو نیزوں کی نوک پر لو اور ایک کو بھی زندہ بھاگنے نہ دو۔ صلیب سے مدد مانگو۔ صلیب کی برکت سے ضرورتاً کو فتح و غلبہ حاصل ہوگا۔ اپنے سرداروں کے اکسانے اور جوش دلانے پر رومی لشکر نے دفعتاً بغاوت کر دی۔ آٹھ ہزار کے رومی لشکر نے ایک ہزار کے اسلامی لشکر کو نرغہ میں لے لیا۔ جنگ کی آگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ تلواروں کی جھنکار، نیزوں کی بوچھاڑ، مصمام کی بھرمار، اسلام کے کفن بردوش مجاہدین بڑی دلیری سے دشمنوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ قتل و قتال شباب پر تھا۔ عین اسی وقت حضرت ربیعہ بن عامر ایک ہزار سواروں کو لے کر کمین گاہ سے نکلے۔ گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں اور بجلی کی مانند دشمن کے لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ دوسری جانب سے اسلامی لشکر کے نئے حملے سے رومی لشکر بوکھلا گیا۔ اسلامی لشکر کی کمک آ پہنچی ہے اس وہم و گمان میں ان کے اوسان خطا کر گئے۔ قدم ڈمگا گئے۔ دل کانپ اٹھے، حوصلے ٹوٹ گئے۔ حضرت یزید بن سفیان کے ساتھیوں نے حضرت ربیعہ بن عامر کے لشکر کی صدائے تکبیر سنی تو ان میں نیا جوش پیدا ہوا۔ حملے کی شدت اور جست و خیز کی سرعت سے رومی گھبرا اٹھے۔ تلواروں کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہاتھ لرزنے لگے۔ اپنا دفاع کرنے کی بھی سکت نہ رہی۔ رومی لشکر پورے دباؤ میں آ گیا۔ اس کے سپاہی پیچھے ہٹنے لگے۔ اسلامی لشکر کے مجاہدوں نے

ان کے سروں پر تلوار رکھ کر گاموں کی طرح کا ثنا شروع کر دیا۔ رومی لشکر کو ثابت قدم رکھنے کے لئے رومی سردار باطلیق سپاہیوں کو جنگ کی ترغیب دینے لگا۔ حضرت ربیعہ بن عامر نے قریب جا کر اس کوشدت سے نیزہ مارا جو سرین توڑ کر دوسری جانب نکلا۔ باطلیق نیزہ کی مار کی تاب نہ لاسکا۔ زور سے چیخا اور بری طرح ڈکارتا ہوا زمین پر مردہ گرا۔ باطلیق کی موت سے رومی لشکر میں کہرام مچ گیا۔ بدحواسی کے عالم میں راہ فرار اختیار کی اور پیچھے دکھا کر بھاگنا شروع کیا۔

مجاہدوں نے مفرور رومیوں کا تعاقب کیا اور شمشیر زنی کے جوہر دکھاتے ہوئے ان کو کافی دور تک ہانک بھاگایا۔ اس معرکہ میں رومی لشکر کے دو ہزار دو سو (۲۲۰۰) سپاہی قتل ہوئے۔ اسلامی لشکر سے ایک سو بیس (۱۲۰) مجاہدوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔

◎ بھاگتے ہوئے رومیوں کا دوبارہ پلٹنا

رومی لشکر کے سپاہی مجاہدوں سے خوفزدہ ہو کر اپنی جان کی خیر مناتے ہوئے دُبا کر بھاگ رہے تھے۔ مقتول روسی سردار باطلیق کے بھائی سردار جرجیس نے اچانک مفرور روسی لشکر کو ٹھہرنے کا حکم دیا اور پھر مخاطب ہو کر کہا کہ اے بندگان صلیب! ہم کون سامنے لے کر قیصر روم ہرقل کے سامنے جائیں گے۔ مسلمانوں کے چھوٹے سے لشکر نے ہمارے بڑے لشکر کو شکست فاش دے کر ہمارے بہادروں کی لاشوں سے زمین کو بھر دیا ہے۔ لہذا میں ایسی ذلت اور ہزیمت کے ساتھ بادشاہ کے روبرو جا کر شرمسار نہیں ہونا چاہتا۔ نیز میرے بھائی سردار باطلیق کو مسلمانوں نے بڑی بے دردی سے قتل کیا ہے اور جب تک میں اپنے بھائی کا انتقام نہ لے لوں گا ہرگز یہاں سے نہ جاؤں گا۔ اگر تم میرا ساتھ دو، فیہا ورنہ میں اکیلا ٹھہرتا ہوں، تمہیں بزدلوں کی طرح بھاگنا ہے تو بھاگ جاؤ۔

سردار جرجیس کی مذکورہ ولولہ خیز گفتگو نے رومی لشکر میں ایک نیا جوش پیدا کر دیا اور تبوک سے بھاگ کر جہاں تک پہنچے تھے وہیں پر لشکر ٹھہر گیا۔ خیمے نصب کر کے پڑاؤ کیا۔ لشکر کو ٹھہرا کر جرجیس سردار نے اپنے معتمد نصرانی عرب قدامت بن واثلہ کو اسلامی لشکر کی طرف بطور ایلچی بھیجا

تاکہ وہ اسلامی لشکر سے کسی عاقل و دانا شخص کو بحیثیت نمائندہ طلب کر کے اپنے ساتھ لائے اور اس سے دریافت کر کے معلوم کرے کہ اسلامی لشکر ہم سے کیا چاہتا ہے؟

علامہ محمد بن عمرو و اقدی روایت کرتے ہیں کہ جب قذاح بن وائلہ رومی سردار جرہیں کا پیغام لے کر اسلامی لشکر میں آیا تو حضرت ربیعہ بن عامر اس کے ساتھ جانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ حضرت یزید بن ابی سفیان نے حضرت ربیعہ سے سرگوشی کرتے ہوئے فرمایا کہ اے میرے ایمانی بھائی! رومی لشکر میں تمہارا جانا مجھے مناسب معلوم نہیں ہوتا کیونکہ تم نے رومی لشکر کے سردار کو قتل کیا ہے۔ لہذا اندیشہ ہے کہ رومی تمہارے ساتھ غدر اور بیوفائی کریں گے۔ حضرت ربیعہ نے قرآن مجید کی آیت تلاوت فرمائی:

”قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ“
(سورۃ التوبہ، آیت: ۵۱)

ترجمہ: ”تم فرماؤ ہمیں نہ پہنچے گا مگر جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا۔ وہ ہمارا مولیٰ ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے۔“ (کنز الایمان)

حضرت ربیعہ بن عامر، قذاح بن وائلہ کے ساتھ رومی لشکر کے کیمپ میں جانے کے لئے روانہ ہوئے لیکن روانہ ہوتے وقت انھوں نے حضرت یزید بن ابی سفیان سے کہا کہ میں جب تک رومی لشکر کے کیمپ میں رہوں تب تک آپ مسلسل رومی لشکر کی حرکات و سکنات پر نظر رکھیں اور اسلامی لشکر کو حملہ کے لئے تیار رکھیں۔ اگر رومی میرے ساتھ غدر اور بیوفائی کریں تو تم فوراً دھاوا بول دینا۔ حضرت ربیعہ بن عامر رومی لشکر کے کیمپ میں پہنچ کر جرہیں کے خیمہ میں داخل ہوئے لیکن گھوڑے کی باگ ہاتھ میں لئے ہوئے زمین پر بیٹھ گئے۔ جرہیں نے حضرت ربیعہ سے کہا کہ اے عربی برادر! تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟ فرمایا اسلام یا جزیہ یا پھر جنگ، جرہیں نے کہا کہ ہم تمہارے لشکر کے ہر پیدل سپاہی کو ایک وسق غلہ اور ایک دینار، نیز تمہارے لشکر کے ہر سردار کو دس وسق غلہ اور ایک سود دینا دیں گے۔ علاوہ ازیں تمہارے خلیفہ کو ایک ہزار دینار اور ایک سو وسق غلہ دیں گے لیکن اس شرط پر کہ تم ہم سے صلح کر لو اور صلح نامہ تحریر کر لیا جائے کہ فریقین میں

سے کوئی بھی کسی فریق پر حملہ نہ کرے۔ حضرت ربیعہ بن عامر نے جرہیں کی پیش کش نا منظور کر دی اور فرمایا کہ ہماری جو تین شرطیں ہیں یعنی (۱) قبول اسلام یا (۲) جزیہ (۳) یا جنگ، جو میں تم کو پہلے بتا چکا ہوں، ان کے علاوہ کسی دوسری شرط پر ہم تم سے صلح نہیں کر سکتے۔

ہرقل بادشاہ نے رومی لشکر کے ساتھ دین نصرانی کے زبردست راہب اور ملازم کے عالم کو برکت و نصرت کی دعا کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ اس کا نام ”صیقلہ“ تھا۔ سردار جرہیں نے صیقلہ کو اپنے خیمہ میں بلایا تاکہ وہ حضرت ربیعہ کے ساتھ دین اسلام اور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تعلق سے سوالات کرے اور تحقیق کرے کہ دین اسلام کی حقیقت کیا ہے؟ صیقلہ نے حضرت ربیعہ بن عامر سے نبی آخر الزماں، معراج، رمضان کے روزے، نیکی کا اجر درود و سلام کے تعلق سے کتب سابقہ میں مذکور شہادت و بشارت کی روشنی میں سوالات کئے۔ حضرت ربیعہ بن عامر نے صیقلہ کے تمام سوالات کے قرآن مجید کی آیات کے حوالوں سے اطمینان کن تسلی بخش جوابات مرحمت فرمائے۔ جن کو سن کر صیقلہ محو حیرت ہو گیا اور قریب تھا کہ وہ جرہیں کو اسلام کی صداقت کا اعتراف و اقرار کرنے کا حکم دیدے کہ ایک حادثہ پیش آیا...

دوران گفتگو جرہیں کے احباب میں سے ایک شخص نے حضرت ربیعہ بن عامر کو پہچان لیا کہ یہ شخص تو سردار جرہیں کے بھائی باطلیق کا قاتل ہے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر جرہیں کے پاس آیا اور حضرت ربیعہ کے متعلق کان میں بات کہی۔ سنتے ہی جرہیں آگ بگولا ہو گیا۔ غصہ کے مارے اس کی آنکھیں لال ہو گئیں۔ فوراً تلوار کو میان سے نکال کر حضرت ربیعہ پر حملہ کرنے کھڑا ہو گیا۔ حضرت ربیعہ بن عامر پہلے سے ہی محتاط اور چوکنا تھے۔ قبل اس کے کہ جرہیں ان پر وار کرنے میں کامیاب ہو، انھوں نے بجلی کی سرعت سے اپنی شمشیر کو برہنہ کر کے جرہیں کا سراڑا دیا۔ جرہیں کے ساتھی یہ دیکھ کر برا بھینٹے ہو گئے اور تمام کے تمام حضرت ربیعہ کی طرف لپکتے تاکہ ان کو پکڑ کر شہید کر دیں۔ لیکن حضرت ربیعہ نے ایک جست لگائی اور گھوڑے کی پیٹھ پر جا پہنچے اور اپنے وفادار گھوڑے کو ایڑی لگائی۔ اپنے مالک کا اشارہ پاتے ہی وفادار

اسپ چراغ پا ہو کر ایسا چمک کر دوڑا کہ جو بھی سامنے آتا اس پر چڑھ بیٹھتا۔ حضرت ربیعہ بھی گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھے ہوئے اپنی تلوار گھومانے لگے۔ رومی لشکر میں ایک ہلچل مچ گئی۔ روسی گھبراہٹ میں دوڑ بھاگ کرنے لگے۔ دُور کھڑے ہوئے حضرت یزید بن ابی سفیان نے رومیوں کی کھلبلی دیکھی تو تاڑ لیا کہ ضرور کچھ گڑبڑی ہوئی ہے۔ لہذا انھوں نے نعرہٴ تکبیر کہتے ہوئے گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں۔ ادھر حضرت ربیعہ بن عامر تن تہا رومیوں کے زعمہ میں جان ہتھیلی میں لئے دشمنوں سے ٹکر لے رہے تھے کہ اسلامی لشکر آ پہنچا اور جو مقاتلہ ہوا ہے اس کی صحیح منظر کشی الفاظ میں ممکن نہیں۔ رومی سپاہی بھی اپنی جان پر آ کر لڑتے تھے۔ لیکن اسلامی لشکر کے شیروں کا مقابلہ کرنا ان کے لئے ناممکن مرحلہ تھا۔ مجاہدوں نے رومیوں کو اپنی تلواروں اور نیزوں کی نوکوں پر لیا۔ رومیوں کو دن میں تارے نظر آنے لگے۔ اس پر طرہ یہ کہ جب دونوں لشکر اپنی پوری تاب و توانائی سے مصروف جنگ تھے عین اسی وقت حضرت شرحبیل بن حسنہ کا تب رسول اسلامی لشکر لے کر وہاں پہنچے۔ اپنے بھائیوں کو مشرکوں سے جنگ کرتے دیکھ کر وہ بھی شامل جنگ ہو گئے۔ رومیوں کو ہر طرف سے گھیر لیا اور شمشیر زنی کی وہ شدت کی کہ رومی لشکر کا ایک سپاہی بھی زندہ نہ بچا۔ سنگریزوں کے بجائے رومی لشکر کے سپاہیوں کی لاشوں سے میدان بھر گیا:

وہ چقا چاق خنجر سے آتی صدا
مصطفیٰ تیری صولت پہ لاکھوں سلام

(از:- امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

نوٹ: ابھی کا تب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت شرحبیل بن حسنہ کا ذکر ہوا ہے ان کے نام میں اکثر لوگ غلطی کرتے ہیں۔ اور ”شرحیل“ کہتے ہیں یہ غلط ہے۔ صحیح نام ش-رح-بی-ل ہے۔

رومی لشکر کی تباہی و بربادی کا یہ عالم تھا کہ آٹھ ہزار سپاہی سے ایک فرد بھی زندہ نہ بچا۔ تمام موت کی آغوش میں پہنچ کر واصل جہنم ہو گئے۔ آٹھ ہزار کے لشکر کا مال و اسباب اور سامان حرب، اشیاء صرف، ملبوسات اور دیگر بہت ساری چیزیں میدان میں لاوارث پڑی

ہوئی تھیں، جو اسلامی لشکر کے قبضہ میں بطور غنیمت آئیں۔ ملک شام میں اسلامی لشکر کی یہ پہلی فتح تھی اور سب سے پہلا مال تھا جو غنیمت میں حاصل ہوا۔

◎ مال غنیمت کے احکام

اب ہم یہاں مال غنیمت کے تعلق سے کچھ گفتگو کریں گے۔ غنیمت کے جو شرعی احکام ہیں ان تمام احکام کو یہاں بیان کرنا ممکن نہیں، ایک دو بنیادی حکم کا تذکرہ کیا جائے گا، تاکہ عوام کو معلوم ہو جائے کہ غنیمت کیا ہے؟ اور کس طرح تقسیم ہوتی ہے؟ اس طرح ایک سرسری معلومات انھیں حاصل ہو جائے۔

شرعی اصطلاح میں غنیمت اس مال کو کہا جاتا ہے جو مسلمانوں کو کفار و مشرکین سے جنگ میں بطریق قہر و غلبہ حاصل ہو۔ جیسا کہ ابھی ابھی آپ جنگ تبوک کے سلسلہ میں مطالعہ فرما چکے کہ آٹھ ہزار کے رومی لشکر کا ساز و سامان اسلامی لشکر کے ہاتھ لگا۔

یہ امر مسلم ہے کہ جب دو لشکر میدان جنگ میں ٹکراتے ہیں تو ایک کو فتح حاصل ہوتی ہے اور ایک کو شکست۔ جیتنے والا لشکر ہارنے والے لشکر کے جنگی ساز و سامان اور مال و اسباب پر قبضہ کر لیتا ہے۔ لشکر کا سپہ سالار اس مال کو اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق لشکر میں تقسیم کرتا ہے یا پھر جس بادشاہ کا لشکر ہوتا ہے، اس کو پہنچا دیتا ہے۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے لے کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس تک ہزاروں سال کا فاصلہ ہے۔ اس دوران بے شمار سلطنتیں، حکومتیں، امارات، بادشاہت و قوع میں آئیں اور ہر ایک کے پاس اپنے ملکی انتظام کی بحالی، دشمن سے حفاظت اور سرکشوں کے ضرر سے دفاع کے لئے فوجیں تھیں، جن میں گاہے گاہے جنگ و قتال ہوتا تھا۔ عہد ماضی میں روئے زمین پر ہزاروں جنگیں ہوئیں اور جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ ہر جنگ میں ایک کی جیت اور دوسرے کی ہار ہوتی ہے۔ اور جیتنے والے لشکر کا ہارنے والے لشکر کے مال و اسباب پر قبضہ جائز و درست ہوتا ہے، غصب نہیں۔ لیکن مقبوضہ مال جس کو مال غنیمت کہا جاتا ہے۔ اس کے تصرف اور تقسیم کا کوئی قاعدہ اور اصول نہ تھا۔ نتیجتاً غنیمت کے مال کی وجہ سے آپسی جنگ و جدال، جھگڑا، فساد، مار پیٹ،

چوری، ڈکیتی، خیانت، عداوت، بغاوت، وغیرہ جیسے رذیل حادثات پیش آتے تھے۔ آپسی اعتماد اور عہد و وفا پر کاری ضرب لگتی تھی۔ مثال کے طور پر زید نام کے بادشاہ کا لشکر بکر نام کے بادشاہ کے لشکر سے میدان جنگ میں ٹکرایا۔ زید بادشاہ کے لشکر کو فتح حاصل ہوئی اور بکر بادشاہ کے لشکر کو شکست۔ زید بادشاہ کے لشکر بکر بادشاہ کے لشکر کا مال و اسباب لوٹیں گے۔ اس لوٹ مار کی کیفیت پر غور کریں۔ لشکر کا ساز و سامان کسی ایک مقام پر تو نہیں ہوگا بلکہ میدان میں جہاں لشکر کا پڑاؤ ہوگا وہاں پیشار خیمے ہوں گے۔ علاوہ ازیں میدان کارزار میں ہزاروں مقتولین کی لاشیں پڑی ہوں گی اور ان مردہ جسموں پر قیمتی لباس، سونا، چاندی ہیرے اور جواہر کے زیورات، زرہ، خود، اسلحہ وغیرہ ہوں گے۔ مال غنیمت جمع کرنے اور لوٹنے والے بھی ہزاروں کی تعداد میں ہوں گے۔ اب ہر شخص کی یہی کوشش ہوگی کہ جتنا ہو سکے قیمتی اور زیادہ مال حاصل کر لوں۔ اس لالچ میں ہر ایک دوسرے پر سبقت کی کوشش کرے گا۔

فرض کیجئے ایک لاش پر قیمتی زیورات تھے اس پر دو شخص آپہنچے۔ فطری بات ہے کہ ہر ایک قیمتی زیورات خود حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ نوبت چھینا چھینی اور مار پیٹ کی آجائے گی۔ زور آور شخص کمزور کے ہاتھ کچھ نہیں آنے دے گا اور سارا مال اپنی جیب میں ڈال کر فرو چکر ہو جائے گا۔ کمزور شخص منہ تکتا رہ جائے گا اور شرکت جنگ پر کف افسوس ملتا رہے گا۔ لیکن اس جانے والے کو اچھی طرح پہچانتا ہوگا۔ پس بسا اوقات جنگ سے واپس لوٹنے کے بعد وہ کمزور شخص اپنے حلقہ کے زور آور کو لے کر اس شخص سے اپنا حق لینے کے لئے کوشش کرے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ مال اُگلوانے کے سلسلہ میں آپس میں ہی جھگڑا، فساد اور قتل و غارت گری شروع ہو جائے گی۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ سارا مال غنیمت بادشاہ کے خزانے میں جمع کرانے کا حکم ہوتا، سپاہی ”قیمتی مال اپنی جیب میں اور معمولی مال بادشاہ کے پیٹ میں“ پر عمل کرنے کی کوشش کرتے۔ ایسی صورت میں خیانت پر وان چڑھتی کہ دیانتداری سے سارا مال خزانہ میں جمع کر دیتا تو خود کچھ نہیں پاتا۔ لہذا حق تلفی ہوتی اور اگر چند ایسے یک جا جمع ہو جاتے تو بغاوت ہوتی۔

مذکورہ صورت احوال کے علاوہ اور بھی فتنے غنیمت کی وجہ سے پیدا ہو سکتے تھے۔ مثلاً: آپسی اختلافات غنیمت کی تقسیم میں جانب دارانہ رویہ اور بے اعتدالی وغیرہ، الغرض غنیمت کی وجہ سے بہت سے فتنے پیدا ہونے کے قوی امکانات تھے اور تاریخ میں ایسی کئی مثالیں پائی جاتی ہیں کہ غنیمت کی تقسیم میں انصاف نہ ہونے پر ملکی خانہ جنگی شروع ہوئی۔
الختصر! اسلام سے پہلے غنیمت کے لئے کوئی باضابطہ قانون نہ تھا۔ موقع محل کے اعتبار سے غنیمت کا معاملہ سلجھایا جاتا تھا اور عدل و انصاف کا خون کر کے جبر و غصب سے کام لیا جاتا تھا۔

لیکن اسلام ایک ایسا دین ہے جو عدل و انصاف اور اعتدال و مساوات کا علمبردار ہے۔ یہ انسانی زندگی کے ہر پہلو کو عدل و انصاف سے آراستہ کرتا ہے۔ اسلام نے بنی نوع انسان کو جو ضابطہ حیات عطا کیا وہ بڑا عادلانہ ہے۔ اسلام کے دستور العمل کے ہر قانون میں یہ خوبی پائی جاتی ہے کہ وہ عدل و انصاف کی کسوٹی پر بالکل کھرا اترتا ہے۔ اور جو ہر اعتبار سے نفع بخش ہے۔

اسلامی تاریخ کے اوراق جنگوں کے تذکرہ سے آراستہ ہیں۔ اسلامی لشکر نے قریب قریب تمام جنگوں میں فتح و نصرت حاصل کی ہے اور خاصی مقدار میں غنائم پائے ہیں۔ لیکن رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غنائم کے معاملہ میں عالم دنیا کو ایک نئی راہ اور روشنی عطا فرمائی ہے۔ عظیم سلطنتوں کے لشکر اعظم کے کمانڈر انچیف جن امور کو سطحی اور سرسری نظر سے دیکھنے سے عاجز و قاصر تھے ان امور کو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دور بین نگاہوں نے نفع بخش زاویہ سے ملاحظہ فرمایا، جو احکام و قوانین نافذ فرمائے، وہ نظام شریعت کی بنیاد کے لئے آہنی استحکام ثابت ہوئے۔ غنیمت کے تعلق سے اسلام میں جس قدر احکام صادر کئے گئے، اتنے احکام کسی بھی مذہب میں قطعاً نہیں پائے جاتے، کسی ملک کے محکمہ فوج کے آئین میں بھی شاید نہ پائے جائیں گے۔

○ اسلامی لشکر کو جب غنائم حاصل ہونے لگے اور مجاہدین اسلام کے ہاتھ غنائم سے بھرنے لگے تو غنائم کے تعلق سے احکام نازل ہونے شروع

ہوئے۔ قرآن مجید میں ہے:

”يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ ۖ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ“

(سورۃ الانفال، آیت: ۱)

ترجمہ: ”اے محبوب! تم سے غنیمتوں کو پوچھتے ہیں۔ تم فرماؤ غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں۔“

مندرجہ بالا آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے غنیمت کا تذکرہ فرمایا ہے۔ قرآن مجید میں غنیمت سے منسوب کر کے پوری سورہ نازل فرمائی ہے۔ جس کا نام الانفال ہے۔ اس سورہ میں دس رکوع اور پچتر آیات ہیں۔ الانفال کے معنی غنیمت کے ہوتے ہیں۔ لغت کے حوالے ٹولیں:

○ انفال = لوٹ کا مال = Plunder - Spoil

(حوالہ: - دی رائل پرنسین، انگلش ڈکشنری، ص: ۴۰)

○ غنیمت = لوٹ کا مال، مفت ملی ہوئی چیز، قابل قدر، عمدہ، جمع: - غنائم

Plunder, Pillage, Spoli, Booty. good fortune, Abundance

حوالہ: (۱) فیروز اللغات، ص: ۹۱۸

(۲) دی رائل پرنسین انگلش ڈکشنری، ص: ۲۸۲

چونکہ میدان جنگ میں فتح حاصل کرنے والا لشکر شکست پانے والے لشکر کا تمام مال و اسباب چھین لیتا ہے۔ لہذا اس کو اصطلاح لغت میں لوٹ کا مال کہتے ہیں۔ کیونکہ جو لوٹ کا مال ہوتا ہے وہ کسی بھی قسم کی قیمت یا معاوضہ ادا کئے بغیر مفت حاصل ہوتا ہے اور میدان جنگ میں جو غنائم حاصل ہوتے ہیں وہ بھی مفت ہی حاصل ہوتے ہیں۔ اس حقیقت اور معنی پر محمول کر کے لغت کی اصطلاح میں غنیمت کو لوٹ کا مال کہا جاتا ہے۔ چوری، قزاقی، ڈکیتی، دھوکہ، بازی، بے ایمانی، بدعہدی، فریب یا غصب کئے ہوئے مال کو ہرگز غنیمت نہیں کہا جائے گا۔

اب ہم سورۃ انفال کی مندرجہ بالا آیت کی طرف رجوع کریں۔ اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا ہے

کہ اے محبوب! تم سے غنیمت کے بارے میں لوگ پوچھتے ہیں۔ یعنی میدان جنگ میں جو غنیمت کا مال حاصل ہوتا ہے اس میں اپنا حصہ پوچھتے ہیں اور معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ حاصل شدہ مال غنیمت میں سے ہم کو کتنا ملے گا؟ اس سوال سے ان کی ذاتی مفاد پرستی، نفس کی طمع اور حریص ذہنیت کا پتہ چلتا ہے۔ اسلامی لشکر کا مجاہد دنیا کے مال کی طرف اپنی توجہ مرکوز کر کے اس کے حصول کا خواہشمند ہو یہ ایک ایسا امر ہے جو مخلص مرد مومن کی نمایان شان نہیں۔ کیونکہ اسلام کا مجاہد مال کی لالچ میں نہیں بلکہ اللہ اور رسول کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جہاد کرتا ہے۔ اس کے جہاد کی سعی کا بدلہ دنیا کا مال نہیں بلکہ آخرت کی دائمی نعمتیں اور ابدی سعادتیں ہیں۔ لہذا مجاہد کی نیت کو مال دنیا کی طمع کی آمیزش سے مبرا اور منزہ کرنے کے لئے یہ حکم نازل فرمایا گیا:

”الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ“ یعنی غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں۔ تاکہ مجاہد میدان جنگ میں اپنی تمام تر قوت و طاقت سے لڑتے وقت اپنے دل میں یہ خیال بھی پیدا نہ کرے کہ جنگ میں فتح کے انعام میں مال غنیمت بھی حاصل ہوگا بلکہ وہ مال غنیمت سے بے پرواہ، اور مستغنی ہو کر اپنی نیت کو صرف اللہ اور رسول کی رضا مندی کے لئے خالص بنائے اور پوری جاں فشانی سے مصروف جہاد و قتال ہو۔ اس کو ہر وقت یہ خیال متحضر رہے کہ جو مال غنیمت حاصل ہوگا اس میں میرا کچھ بھی نہیں۔ سب کچھ اللہ اور رسول کا ہے۔ میرا کام تو صرف ”إِعْلَاءَ كَلِمَةِ الْحَقِّ“ ہے اور اس کام کے لئے مجھے اپنی جان بھی قربان کرنی پڑے تو کوئی حرج نہیں۔ اگر زندہ رہا تو ”غازی“ اور اگر مر گیا تو ”شہید“ کا رتبہ ملے گا۔ اسی جذبہ ایثار و قربانی کو مطمح نظر بنا کر اور اسی نیک نیتی کے ساتھ مجاہدین اسلام میدان جنگ میں اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔

حزب اللہ اور جیش الرحمن کے کفن بردوش مجاہدوں نے غنائم کے حصول کی طمع سے بعید رہ کر اللہ اور رسول کی خوشنودی کی خاطر اخلاص نیت کے ساتھ اپنا سب کچھ قربان کر دکھا دیا۔ صرف زبانی اقرار تک محدود نہ رہتے ہوئے اسے عملی جامہ پہنا کر ثابت کر دیا اور دنیا کو یہ عالمگیر پیغام دیا:

دہن میں زباں تمہارے لئے ، بدن میں ہے جاں تمہارے لئے
ہم آئے یہاں تمہارے لئے ، اٹھیں بھی وہاں تمہارے لئے
(از:- امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

◎ مجاہدین اسلام کی بے لوث خدمات جہاد پر انعامات ، رب نعیم و منعم کی
رحمت و نعمت کا نزول شروع ہوتا ہے۔ اور غنیمت کے متعلق ارشاد باری
تعالیٰ ہوتا ہے:

”وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ
وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ“

(سورۃ الانفال، آیت: ۴۱)

ترجمہ: ”اور جان لو کہ جو کچھ غنیمت لو تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ اور رسول
و قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کا ہے۔“

(کنز الایمان)

اس آیت میں مجاہدوں کے لئے غنیمت میں حصہ مقرر فرمایا گیا۔ ابتدا میں تو یہ حکم تھا کہ
”غنیموں کے مالک اللہ اور رسول ہیں۔“ یعنی غنیمت کے مال سے مجاہدوں کو کچھ بھی نہ ملے
گا۔ تمام مال غنیمت اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملکیت ہے۔ مجاہدوں نے پہلے حکم پر
سر تسلیم خم کرتے ہوئے ”آمَنَّا وَصَدَّقْنَا“ کی عملی تصویر بن کر سرفروشی اور جاں نثاری
پر ثابت قدم رہے۔ اب دوسرا حکم نازل ہوا اور مجاہدوں کو غنائم سے بڑا حصہ دیا جا رہا ہے۔
ارشاد ہوتا ہے: ”فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ“ یعنی پانچواں حصہ خاص اللہ اور رسول کے
لئے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ حاصل شدہ مال غنیمت سے پانچواں حصہ یعنی ۲۰ فیصد (20%)
اللہ اور اس کے رسول کا اور باقی چار حصے یعنی ۸۰ فیصد (80%) مجاہدوں کا۔

اب ہم اللہ و رسول کا جو پانچواں حصہ ہے اس کے متعلق شرعی احکام دیکھیں۔ تفصیل
سے وضاحت کرنا یہاں ممکن نہیں۔ لہذا اختصاراً بنیادی قانون پیش خدمت ہیں۔

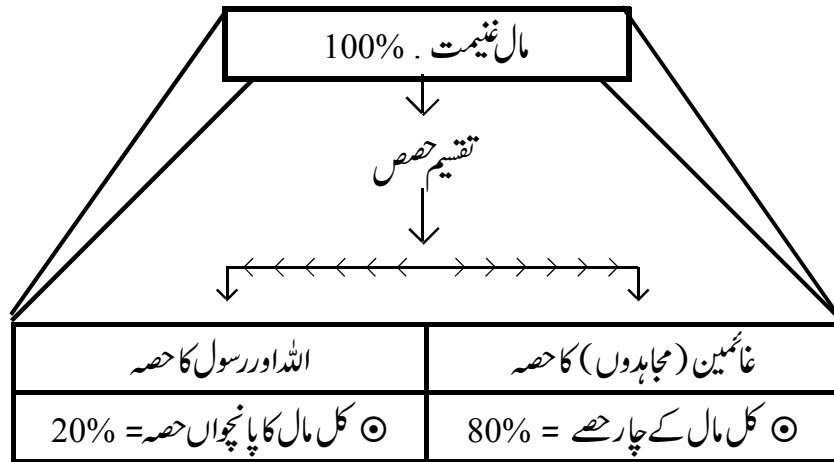
مندرجہ بالا سورۃ الانفال کی آیت: ۴۱ میں اللہ اور رسول کا پانچواں حصہ مقرر کیا گیا اس

میں قرابت والے، یتیم اور مسافر کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ پانچوں میں حصہ (20%) میں سے ذی
القربی، یتامی، مساکین اور ابن السبیل بھی حصہ پائیں گے۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین
کرام نے وضاحت فرمائی ہے:

تفسیر: مال غنیمت پانچ حصوں پر تقسیم کیا جائے۔ اس میں سے چار حصے غانمین
کے غنیمت کا پانچواں حصہ پھر پانچ حصوں پر تقسیم ہوگا۔ ان میں سے ایک
حصہ مال کا پچیسواں ۲۵ حصہ ہوا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
لئے ہے۔ اور ایک حصہ آپ کے اہل قرابت کے لئے اور تین حصے
یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے بعد حضور اور آپ کے اہل قرابت کے حصے بھی یتیموں، مسکینوں اور
مسافروں کو ملیں گے اور یہ پانچوں حصے انہیں تین پر تقسیم ہو جائیں گے۔
یہی قول ہے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔

(حوالہ:- تفسیر خزائن العرفان، ص: ۳۲۷)

مذکورہ تقسیم کو واضح طور پر سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل خاکہ ذہن نشین کرنے کی قارئین
کرام کی خدمت میں مودبانہ گزارش ہے۔



تقسیم کا طریقہ	تقسیم کا طریقہ
۱- رسول اقدس کا حصہ 4%	۱۰ اگلے صفحات میں ”مجاہدوں میں غنائم کی تقسیم میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اختیار“ عنوان کے تحت تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔
۲- حضور کے رشتہ داروں کا حصہ 4%	
۳- یتیموں کا حصہ 4%	
۴- فقراء مساکین کا حصہ 4%	
۵- مسافروں (ابن السبیل) کا حصہ 4%	
میزان 20%	

نوٹ: مندرجہ بالا تقسیم میں ۲۰ فیصد سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حصہ ۴ فیصد اور آپ کے قرابت داروں کا حصہ ۲ فیصد ملا کر ۸ فیصد حصہ بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد یتیم مساکین اور مسافروں پر تقسیم ہونے لگا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حصہ اور آپ کے قرابت داروں کا حصہ صرف آپ کی ظاہری حیات تک تھا۔ آپ کے پردہ فرمانے کے بعد کل مال کا ۲۰ فیصد (20%) مال یتیموں، مسکینوں، اور مسافروں کے حصے میں آنے لگا۔

◎ غنائم کی تقسیم سے مجاہدوں کی حوصلہ افزائی

صرف اللہ اور رسول کی خوشنودی و رضا مندی حاصل کرنے کے لئے خلوص نیت سے راہ خدا میں جہاد کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے غنیمت جیسے بڑے تحفے سے نوازا، اور ان کی خدمات دین کا اجر عظیم آخرت کے لئے موخر فرما کے مال و متاع دنیا کا تحفہ مقدم عطا فرمایا۔ اس سے مجاہدوں کی حوصلہ افزائی اور قدردانی ہوئی۔ اس حقیقت کو یوں سمجھو کہ ایک بہت بڑے رئیس تاجر کے ڈپارٹمنٹ اسٹور میں پچاس ملازم کام کر رہے ہیں۔ ان کو صرف کھانے پینے اور ضروریات زندگی پوری کرنے کے لئے معمولی سی تنخواہ دی جاتی۔ لیکن پھر بھی وہ تمام ملازمین بڑی محنت اور دیانتداری سے کام کر کے اپنے مالک کا لاکھوں کا منافع کرا دیتے۔ ہر مہینہ

ملازمین کی تنخواہ و دیگر ضروری اخراجات صرف کرنے کے بعد لاکھوں کا خالص منافع مالک کی تجوری میں ذخیرہ ہوتا۔ مالک کو اپنے تمام مزدوروں پر اعتماد کامل تھا اور وہ ان کی خدمات کا روزانہ معائنہ کرتا، اپنے ملازمین کی دیانت داری اور اخلاص نیت کا وہ معترف تھا۔ ایک دن مالک نے اپنے تمام ملازمین کو جمع کر کے فرمایا کہ اب تک تم لوگوں نے بڑی محنت و مشقت برداشت کر کے میری تجارت کو عروج و بلندی کی منزل تک پہنچایا۔ میں تمہاری فرض شناسی سے بہت خوش ہوں۔ لہذا میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اب سے اس تجارت میں جو بھی آمدنی ہوگی اس میں سے میں صرف پانچواں حصہ (20%) لے کر بقیہ چار حصے (80%) کا منافع تم لوگوں کو بطور انعام و اکرام مستقل دیتا رہوں گا۔ ذرا غور فرمائیں! مالک کی اس سخاوت سے اس کے نوکروں کی خوشی و فرحت کا کیا عالم ہوگا؟ اُن کے وہم و گمان میں بھی جو بات نہ تھی بلکہ ایسی بات وہ خواب میں سوچ نہیں سکتے تھے وہ امر واقعہ اور سچ ہو گئی۔ تمام ملازمین مالک کی سخاوت و عنایت اور چھوٹے لوگوں کی قدردانی کی ایسی بے مثال نوازش پر آفریں صد آفریں پکار اٹھیں گے۔ ان کی کتنی بڑی حوصلہ افزائی کی گئی۔ اب ان کے کام کرنے کا حوصلہ، طریقہ اور انداز کتنا نرالا اور انوکھا ہوگا۔ اب تک یقیناً خلوص نیت سے کام انجام دیتے تھے۔ لیکن اب دوہرے جوش و خروش سے اپنے فرائض انجام دینے میں منہمک ہوں گے۔ علاوہ ازیں اپنے مالک کی شکرگزاری اور اطاعت و تعظیم میں کسی قسم کی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے۔

بلاشبہ جن مجاہدین اسلام کو غنائم سے کچھ نہیں ملتا تھا ان کو دفعۃً اسی فیصد (80%) حصہ عطا فرما کر مالک بے نیاز جل جلالہ نے ان کو معاش کے اکتساب کی کلفت سے بے نیاز و سبکدوش فرمادیا۔ اب مجاہدوں کو فکر معاش نہیں۔ اپنی تمام توہیات صرف دین اسلام کی نشر و اشاعت اور جہاد فی سبیل اللہ کی طرف مرکوز کر لی۔ رب تبارک و تعالیٰ کی طرف سے انعام و اکرام اور نوازش کی شکرگزاری میں وہ اپنا خون راہ خدا میں پانی کی طرح بہانے کے لئے ہر وقت مستعد رہے گا اور جنگ کے میدان میں اترتے ہی مثل شیر بر حملہ آور ہو کر دشمنوں کو بھیڑ اور بکری کی طرح پھاڑ کر رکھ دے گا۔ علاوہ ازیں شکر نعم کے شوق میں عبادت و ریاضت، تقویٰ و پرہیزگاری، کثرت صوم و صلوٰۃ، ذکر و اذکار، تلاوت و وظائف طاعت و بندگی وغیرہ اعمال

صالحہ کی طرف اپنی رغبت بڑھا کر حکم ”وَاشْكُرُوا لِي“ کی تعمیل میں مصروف رہے گا۔

◎ مجاہدوں میں غنائم کی تقسیم میں رسول اکرم کا اختیار

مال غنیمت میں سے ۲۰ فیصد اللہ اور رسول کا حصہ نکالنے کے بعد بقیہ ۸۰ فیصد مال مجاہدوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ لیکن اس تقسیم میں کس کو کتنا حصہ دینا ہے؟ اس کا کامل اور کلی اختیار اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔
زمانہ جاہلیت میں جب عربوں کے درمیان جنگ ہوتی تھی اور جب مال غنیمت حاصل ہوتا تو اس کی تقسیم میں بے اعتدالی اور نا انصافی ہوتی تھی۔

”زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ غنیمت میں سے ایک چہارم (۲۵ فیصد) مال سردار لے لیتا۔ باقی قوم کے لئے چھوڑ دیتا۔ اس میں سے مالدار لوگ بہت زیادہ لے لیتے تھے اور غریبوں کے لئے بہت ہی تھوڑا بچتا تھا۔“ (حوالہ:- تفسیر خزائن العرفان، ص: ۹۸۳)
لیکن اسلام نے نا انصافی کی تمام رسمیں اٹھا دیں اور میزان عدل و انصاف قائم کر کے حقداروں کو ان کا حق دلایا۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غنیمت کے تعلق سے جو قوانین و احکام نافذ فرمائے ان میں عدل و انصاف کی جھلک کے ساتھ ساتھ فوج کی حوصلہ افزائی کا پہلو واضح طور پر نمایاں ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع علوم عطا فرمانے کے ساتھ ساتھ ان علوم کے صحیح استعمال کی مہارت کاملہ بھی ودیعت فرمائی تھی۔ غنائم کی تقسیم کے سلسلہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَمَا اتَّكُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا“

(سورۃ الحشر، آیت: ۷)

ترجمہ: ”اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو، اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔“

تفسیر: ”یعنی غنیمت میں سے کیونکہ وہ تمہارے لئے حلال ہے۔“

(تفسیر خزائن العرفان، ص: ۹۸۳)

اب ہم لشکر کی تشکیل، اس کے محکمے، ہر محکمہ کی علاحدہ ذمہ داری، اس کے عہدے کے لائق افراد کا تقرر وغیرہ پر سرسری گفتگو کریں گے۔ لیکن اس گفتگو کے آغاز سے قبل ایک وضاحت کر دوں کہ ہم چودہ سو سال پہلے کی فوج کی بات کر رہے ہیں۔ اس زمانہ میں جدید آلات جنگ تو کجا؟ بندوق یا ٹرک بھی نہ تھے۔ کسی قسم کی کوئی مشینری ایجاد نہ ہوئی تھی۔ تمام امور ہاتھ سے انجام دیئے جاتے تھے۔ نہ بجلی ایجاد ہوئی تھی، نہ ٹیلی فون کی سہولت تھی۔

اس زمانہ میں جب لشکر مرتب و مرکب کیا جاتا تو مختلف انواع و اقسام کے افراد، بہائم اور اشیاء پر مشتمل ہوتا۔ لڑنے والے سپاہی بھی کئی طرح کے ہوتے۔ کوئی گھوڑے پر سوار، کوئی اونٹ پر، تو کوئی دراز گوش یا خنجر پر، سواری کے گھوڑے بھی الگ الگ مثلاً عتیق، اصیل، ہجین، شہری وغیرہ ہوتے۔ لشکر میں سپاہی بھی کئی قسم کے ہوتے تھے، کوئی تلوار زنی پر مامور، کوئی تیر اندازی پر متعین، کوئی علمبرداری اور خبری کے کام پر مقرر، کوئی زنجیوں کی مرہم پٹی یعنی جراحی کی خدمت انجام دینے پر معین، کوئی طباطبی اور خیمے نصب کرنے اور بوجھ اٹھانے کی حامی وغیرہ پر مامور ہوتا۔ اسی طرح لشکر کے دستے بھی الگ الگ ہوتے۔ مقدمہ، میسرہ، میمنہ، قلب، وسط، عقب، خلف وغیرہ، کسی کو خطرے کے مقام میں لڑنا پڑتا، مثلاً مقدمہ والے کو لشکر کے آگے رہنا ہے اور یہ سب سے زیادہ خطرے کا مقام ہوتا ہے۔ کوئی محفوظ اور سلامت جگہ پر استادہ ہوتا ہے، مثلاً عقب یعنی فوج کے پیچھے کے حصہ والے پر کم خطرہ ہوتا ہے۔

الغرض مختلف نوعیت اور الگ الگ طبقات کے افراد سے فوج مرکب ہوتی ہے۔ اگر غنیمت میں سب کا حصہ یکساں و برابر ہوگا تو جو لوگ زیادہ خطرے مول لیا کرتے ہیں ان کی صحیح قدر دانی نہ ہوگی۔ جو شخص اپنی ملکیت کا قیمتی گھوڑا لے کر لشکر میں شامل ہوا ہے اس کو اگر پیادہ سپاہی کے برابر حصہ دیا جائے تو اس کی بے قدری ہوگی۔ لہذا رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر سپاہی کا حصہ اس کے کام کی نوعیت اور اہمیت کے پیش نظر مقرر فرمایا تاکہ عدل و اعتدال بھی قائم رہے اور سپاہیوں کی مناسب قدر دانی کر کے ان کی حوصلہ افزائی اور شجاعت کی رغبت دلائی جائے۔ مثلاً:

◎ پیادہ لڑنے والے مجاہد سے سوار مجاہد کا حصہ زیادہ متعین فرمایا تاکہ اپنی

سواری کے جانور کو چارہ وغیرہ کھلانے میں جو اخراجات صاحب سواری نے برداشت کئے ہوں اس کا معاوضہ مل جائے اور وہ دوبارہ جب بھی ضرورت پیش آئے تو گھوڑے پر سوار ہو کر حاضر ہو۔ علاوہ ازیں پاپیادہ کو بھی مستقبل میں سواری لے کر آنے کی رغبت ہو۔

○ گھوڑے پر سوار ہو کر آنے والے کو اپنا حصہ مزید ملنے کے علاوہ گھوڑے کا بھی حصہ الگ سے دیا جاتا اور اس حصہ کا اعتبار گھوڑے کی نسل پر منحصر ہوتا۔ یعنی عربی نسل کے اصل گھوڑے کا حصہ غیر نسل کے کم اسیل اور عجین گھوڑے سے دو گنا دیا جاتا تھا۔ کیونکہ کم اسیل گھوڑے کے مقابلے میں اسیل گھوڑے کی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے علاوہ ازیں عجین اور کم اسیل گھوڑے کے مقابلے میں عربی نسل کا اسیل و متیق گھوڑا جنگ کے میدان میں زیادہ کارآمد ہوتا ہے۔ لہذا اسیل گھوڑے کا حصہ زیادہ مقرر کرنے سے آئندہ جنگ میں سپاہی اسی نسل کے گھوڑے کا انتخاب کر کے اسلامی لشکر کی جنگی طاقت میں اضافہ کرے گا۔

○ اسی طرح جو شخص مخبری کے کام پر گیا ہوا ہے اور میدان جنگ میں موجود نہیں پھر بھی اس کو غنائم کے حصہ سے بہرہ مند فرمایا۔

○ دو لشکر آمنے سامنے کھڑے ہوں اور یلغار شروع نہ ہوئی ہو اور دشمن کے لشکر سے کوئی شخص میدان میں آ کر لڑنے کے لئے مقابل طلب کرے اور اسلامی لشکر سے کوئی شخص اس کا مقابلہ کرنے جائے اور دشمن کو قتل کر دے تو مقتول کا تمام ساز و سامان، مقابلہ کرنے والے شخص کو تنہا دیا جائے گا۔ اس میں لشکر کے دیگر مجاہدوں کو حصہ نہیں دیا جائے گا۔ اس انعام کی نوازش میں یہ مصلحت ہے کہ دشمن کے لشکر سے جب بھی کوئی آ کر مقابلہ کے لئے لکارے تو مجاہدین اسلام مقابلہ کے لئے سبقت کریں اور بلا توقف نکل کر اسلامی لشکر کی ہیبت بٹھادیں۔

○ اسی طرح لشکر کے ہر محکمہ کے ہر افراد کے حصص اس کے کام کی نوعیت کے اعتبار سے مقرر کئے گئے۔ جن کا تفصیلی جائزہ اس وقت ممکن نہیں۔ اگر ان تمام کے حصص پر ہی گفتگو کی جائے تو اس عنوان پر ایک مستقل اور ضخیم کتاب مرتب ہو جائے گی۔ لہذا اس عنوان کی مفصل گفتگو میں ساعت و قمر طاس کی قلت مانع اور طول تحریر کا خوف سد راہ ہے۔ کتب تفسیر و احادیث و سیر و تواریخ و فقہ میں مرقوم و مسطور تفصیل کے مطالعہ سے معلومات میں اضافہ فرمائیں۔ غنیمت کے تقسیم کے تعلق سے ناظرین کی ضیافت طبع کی خاطر کچھ احادیث پیش خدمت ہیں:

حدیث: حضرت زبیر بن العوام جن کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے، نیز وہ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی، اور جن کا لقب حواری رسول ہے، وہ روایت فرماتے ہیں کہ جنگ حنین کے دن میرے ساتھ دو گھوڑے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ کو پانچ سہم (حصے) اور میرے گھوڑے کو چار سہم عطا فرمائے۔ امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سچے ہیں زبیر بن العوام، بہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حنین کے دن ان کو پانچ سہم عطا فرمائے تھے۔“

(حوالہ فتوح الشام، از علامہ واقدی، ص: ۲۷۵)

حدیث: ”حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کم اسیل گھوڑے کے لئے ایک حصہ اور اسیل گھوڑے کے لئے دو حصے مقرر فرمائے۔“

(حوالہ: - حاشیہ فتوح الشام، ص: ۲۷۴)

حدیث: جنگ بدر کو جاتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سہل بن عتیک بن نعمان بن عمرو بن عتیک اور حضرت حارث بن صمہ بن

عمر بن عتیک کو مقام روحا میں کسی کام سے بھیجا۔ یہ دونوں حضرات لشکر سے جدا ہو گئے اور جنگ بدر کے معرکہ میں موجود نہ تھے لیکن لشکر کے کام سے گئے ہوئے تھے لہذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدر کے مال غنیمت سے ان دونوں کو حصہ عطا فرمایا۔

(حوالہ: - مغازی الصادقہ، از: - علامہ واقدی، ص: ۱۱۸)

حدیث: حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ غنائم کی تقسیم میں اہل شمشیر کو فضیلت دو اور ہر ذی حق کو اس کا حق دو۔

(حوالہ: - حاشیہ فتوح الشام از علامہ واقدی، ص: ۲۷۴)

حاصل کلام یہ کہ اسلام نے دنیا کے سامنے عدل و انصاف کی ایسی خوشگوار فضا قائم کی ہے کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ زمانہ جاہلیت میں لشکر کے سپاہی کو غنائم سے برائے نام ہی حصہ دیا جاتا تھا اور اس کی حق تلفی کی جاتی۔ لیکن اسلام نے ذی حق کو اس کا حق دلا کر عدل و اعتدال قائم کیا۔ لشکر کے ہر شخص کو حسب مرتبہ اور فعل کی نوعیت و خصوصیت کو مد نظر رکھ کر اس کی محنت کا مناسب معاوضہ عطا کیا گیا تاکہ کسی کو احساس محرومی و ناقدری نہ ہو۔ ہر شخص مشکور و مطمئن رہے، اس کام کرنے والے کا حوصلہ برقرار رہے اور اس کے جوش و جذبہ میں کسی قسم کی کمی واقع نہ ہو۔ زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ لشکر کا سردار ۲۵ فیصد لے لیتا، حالانکہ ۲۵ فیصد کہنے کو ہوتا تھا۔ اور حقیقت میں وہ ۲۵ فیصد سے بہت زیادہ لے لیتا تھا۔ مال کا مغز سردار کے پیٹ میں چلا جاتا تھا۔ اس کے بعد اہل ثروت اور طاقت اپنا ہاتھ صاف کرتے اور قیمتی مال اپنی جھولی میں ڈال لیتے۔ مال کا گوشت ان کے شکم میں پہنچ جاتا۔ سپاہیوں کے لئے ٹوٹا، پھوٹا بے قدر و قیمت، اور ردی مال بچتا۔ سوکھی ہڈیاں ان کے حصے میں آتیں۔ محنت و جاں فشانی وہ کرتے، کلفت و مشقت وہ برداشت کرتے، جان کو تھیلی میں لے کر خطروں سے وہ کھیلنے لیکن معاوضہ برائے نام ہوتا۔ مال کھائے مداری اور مار کھائے بندر والی کہاوت جیسا معاملہ ہوتا۔ اور اس پہ بھی ظلم یہ ہوتا کہ سپاہیوں کے لئے مغز چوسنے کے بعد جو مال بچتا اس کی تقسیم میں بھی چھینا چھینی اور کھینچا تانی ہوتی۔ کسی کو ملا، کسی کو نہیں۔ جس کو جو کچھ ملا اس پر بادل نا خواستہ مطمئن ہے اور

مطلق محروم رہنے والا کف افسوس ملتا ہے۔ نہ مال کا شمار ہوتا، نہ لشکر کی تعداد کا صحیح اندازہ لگایا جاتا، نہ حصے کی مقدار متعین ہوتی، نہ مہذب طریقے سے بٹوارا ہوتا بلکہ افراط و تفریط کا طرز عمل اختیار کیا جاتا۔

لیکن رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ماضی کے دستور اور رسم و رواج کی نا انصافی اور بے اعتدالی کے طور طریقے یکسر نیست و نابود فرما کر عدل گستری کا نظام قائم فرمادیا۔ غنیمت کے مال کا شمار ہوتا، اس کی موجودہ قیمت بازار کے نرخ سے متعین کی جاتی۔ متعدد اقسام کے اسباب کی الگ الگ فہرست مرتب کی جاتی، سب کا میزان لگایا جاتا، مجاہدوں کی تعداد، ان کے کام کی نوعیت، مراتب، سواری کے گھوڑے کا شمار، ان کے اقسام وغیرہ کا باریکی سے جائزہ لیا جاتا اور اس کے بعد حصص کی مقدار طے کر کے ہر ایک کو حسب مراتب عزت و اکرام کے ساتھ اس کا حصہ دیا جاتا۔ قارئین کرام کی فرحت طبع کی خاطر ذیل میں تقسیم غنائم کے طریقہ کی افہامی تمثیل پیش ہے۔

- ① فرض کرو کہ فتح حاصل کرنے والے اسلامی لشکر کی تعداد سات سو ہے۔ اس میں پانچ سو مجاہد گھوڑوں پر سوار ہیں۔ ان پانچ سو گھوڑوں میں سے تین سو گھوڑے خالص عربی نسل کے اصیل اور عتیق ہیں اور دو سو گھوڑے کم اصیل اور عجین ہیں۔ اس طرح کل پانچ سو سپاہی سواری والے ہیں اور بقیہ پیادہ کی تعداد دو سو ہے۔ کل ملا کر سات سو سپاہی ہوئے۔ فتح کے صلہ میں لشکر کو جو مال غنیمت حاصل ہوا اس کی قیمت دس لاکھ درہم ہے۔ اب یہ مال حسب ذیل طریقہ سے مجاہدوں میں تقسیم ہوگا۔
- ② کل مال دس لاکھ (10,00,000) میں سے اللہ و رسول کا پانچواں حصہ (20%) جس کو اسلامی اصطلاح میں ”خمس“ کہتے ہیں وہ نکالا جائے گا۔ جو دو لاکھ ہوگا۔

۱۰,۰۰,۰۰۰ کل مال غنیمت

۲,۰۰,۰۰۰ خمس

۸,۰۰,۰۰۰ بچت۔ آٹھ لاکھ درہم مجاہدوں میں حسب ذیل ترکیب سے تقسیم ہوں گے۔

- ⊙ پانچ سو سپاہی گھوڑے پر سوار ہو کر لڑے لہذا ہر ایک کو دو سہم (حصے) ۱۰۰۰ سہم
- ⊙ دو سو سپاہی پیادہ لڑے لہذا ہر ایک کو ایک سہم ۲۰۰ سہم
- ⊙ تین سو گھوڑے عربی نسل کے اصیل و عتیق ہونے کی وجہ سے ہر گھوڑے کے دو سہم ۶۰۰ سہم
- ⊙ دو سو گھوڑے کم اصیل اور بچین ہونے کی وجہ سے ہر گھوڑے کا ایک سہم ۲۰۰ سہم
- میزان ۲۰۰۰ سہم

یعنی کل مال کے دو ہزار سہم (حصے) کئے جائیں گے اور ہر سہم چار سو درہم کا ہوگا۔ لہذا:

☆ جس مجاہد نے عربی نسل کے گھوڑے پر سوار ہو کر شمشیر زنی کی ہے اس کو حسب ذیل حصہ ملے گا:

- ⊙ شمشیر زنی کی اہمیت کی وجہ سے اس کے کام کی قدر و منزلت پر دو سہم = ۸۰۰ درہم
- ⊙ عربی نسل کے اصیل گھوڑے کا استعمال کرنے کی وجہ سے گھوڑے کے دو سہم ۸۰۰ درہم
- مجاہد کل حصہ پائے گا چار سہم ۱۶۰۰ درہم

☆ جس مجاہد نے کم اصیل اور بچین گھوڑے پر سوار ہو کر شمشیر زنی کی ہے اس کو حسب ذیل حصہ ملے گا:

- ⊙ شمشیر زنی کی اہم خدمت کی قدر و منزلت کی وجہ سے اس کو دو سہم ۸۰۰ درہم
- ⊙ کم اصل و بچین گھوڑے پر سوار ہونے کی وجہ سے گھوڑے کا ایک سہم ۲۰۰ درہم
- مجاہد کل حصہ پائے گا تین سہم ۱۲۰۰ درہم

☆ جس مجاہد نے پیادہ جہاد میں شرکت کی اور شمشیر زنی نہیں کی اس کو ایک سہم = ۲۰۰ درہم

☆ جس مجاہد نے کم اصل و بچین گھوڑے پر سوار ہو کر شمشیر زنی نہیں کی اس کو حسب ذیل حصہ ملے گا:

- ⊙ شمشیر زنی نہ کرنا اور صرف جہاد میں شرکت کرنا اور دیگر خدمات انجام دینا ایک سہم ۲۰۰ درہم
- ⊙ کم اصل و بچین گھوڑے پر سوار ہونے کی وجہ سے گھوڑے کا ایک سہم ۲۰۰ درہم
- مجاہد کل حصہ پائے گا دو سہم ۸۰۰ درہم

مذکورہ تقسیم قارئین کے افہام و تفہیم کے لئے قیاسی و اختراعی مثال ہے۔ حالانکہ غنیمت

کی تقسیم الگ الگ مراتب و خدمات کے اعتبار سے بہت ہی طویل احکام پر مشتمل ہے۔ مختصر یہ کہ اسلام نے دنیا کو باور کرا دیا کہ ہمارے یہاں ہر معاملے میں انصاف و اعتدال ہی ہے۔ نیکی کرنے والے کی نیکی اور عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں ہوتا۔ آخرت میں تو یقیناً اجر عظیم ملے گا لیکن دنیا میں بھی اسے مال و دولت کے انعام و اکرام سے نوازا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

‘إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ’

(سورۃ التوبہ، آیت: ۱۲۰)

ترجمہ: بے شک اللہ نیکوں کا نیک (اجر) ضائع نہیں کرتا۔ (کنز الایمان)

جہاد فی سبیل اللہ بہت بڑی نیکی ہے اور قرآن میں کئے گئے وعدہ کے مطابق نیکی کرنے والے کو اس کی نیکی کا نیک یعنی بدلہ، معاوضہ، اجر اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی عطا فرماتا ہے اور آخرت میں بھی ضرور عطا کرے گا۔ دنیا میں جہاد کرنے والوں کی قدر کرتے ہوئے مال غنیمت کے انعام سے نوازہ گیا۔ اس انعام غنیمت کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مجاہدوں کو حسب المراتب حصص دینے سے اسلامی لشکر خود بخود تشکیل و ترتیب پا گیا۔ دیگر ممالک کے بادشاہ اپنے ملک کی حفاظت کے لئے ہمیشہ فوج کا دستہ مستعد کرتے۔ فوج کے سپاہی و افسران کی تنخواہیں اور دیگر اخراجات برداشت کرتے تھے لیکن رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غنائم کی تقسیم کی جو ترتیب متعین فرمائی تھی اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ فوج کے مستقل اور دائمی اخراجات سے برأت حاصل ہوئی۔ جب بھی لشکر کشی کی ضرورت محسوس ہوئی ایک اعلان کر دیا کہ دین اسلام پر وقت آپڑا ہے۔ دشمنان اسلام سے مقابلہ ہونے والا ہے لہذا مجاہدین جہاد کے لئے حاضر ہو جائیں۔ بس اتنا اعلان کرنا کافی ہو جاتا تھا۔ کسی کو یہ کہنے کی بھی ضرورت نہ ہوتی تھی کہ اچھی نسل کے گھوڑے پر سوار ہو کر آنا بلکہ ہر مجاہد یہ کوشش کرتا تھا کہ اچھی نسل کے گھوڑے پر سوار ہو کر جاؤں تاکہ عمدہ نسل کے گھوڑے کی وجہ سے جنگ اچھی لڑوں، غنیمت سے زائد حصہ اس پر مستزاد۔ اسی طرح جنگ کے میدان میں دشمن کے مقابلے میں شمشیر زنی کرنے سے بھی کوئی مجاہد گریز نہ کرتا تھا کیونکہ ہر مجاہد کو معلوم تھا کہ شمشیر زنی کرنے والے مجاہد کی مناسب

قدردانی کر کے غنیمت کے انعام و اکرام سے نوازا جاتا ہے۔ اسلام کی یہ جمہوریت پر مشتمل پالیسی اتنی نفع بخش ثابت ہوئی کہ لشکر اسلام میں شامل ہونے والا ہر مجاہد اعلیٰ قسم کے گھوڑے اور بلند حوصلے کے ساتھ شامل ہوتا اور معرکہ کارزار میں شجاعت کے جوہر دکھا کر دشمن کی چھاؤنی کو ماتم کدہ میں تبدیل کر دیتا۔

◎ احکام شریعت میں حضور اقدس کے اختیار و تصرف

ایک امر کی بھی وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ غنیمت کے تعلق سے جو احکام و ضوابط ہیں اس پر امت کو عمل کرنا لازمی اور ضروری ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے دور میں غنیمت کے تعلق سے کوئی معاملہ درپیش ہوتا تو وہ حضرات اس کا فیصلہ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول و فعل کی روشنی میں کرتے تھے۔ لیکن جب تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ نہیں فرمایا تھا تب تک اسلامی احکام و قوانین رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک مرضی پر منحصر تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو احکام شریعت کے تعلق سے بھی تمام اختیارات عطا فرمائے تھے۔ جس دستور کو چاہیں اسے برقرار رکھیں، جس قانون کو چاہیں اسے موقوف و منسوخ فرمادیں۔ جس حکم میں چاہیں اس میں ترمیم فرمائیں، جس کو چاہیں عطا کریں، جس کو نہ چاہیں محروم فرمادیں، جس کے لئے جو بھی چاہیں حلال کر دیں، جس کے لئے جو کچھ بھی چاہیں حرام فرمادیں۔ یہ امر مسلم ہے کہ احکام شریعت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مفوض ہیں۔ آپ مختار کل ہیں۔ آیات قرآن و متن احادیث اس پر شاہد عادل ہیں۔ تمام صحابہ، تابعین، علماء اور ائمہ بلکہ تمام امت کا اس پر اجماع ہے اور سب کے نزدیک یہ امر مسلم ہے:

تیری قضا خلیفہ احکام ذی الجلال

تیری رضا خلیفہ قضا و قدر کی ہے

(از: - امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

امام عشق و محبت، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے اس شعر کی تشریح و توضیح فقیر سراپا

تفسیر کی کتاب ”عرفان رضا در مدح مصطفیٰ“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

◎ مال غنیمت میں خمس کی وضاحت

جیسا کہ اوراق سابقہ میں بیان ہوا کہ مال غنیمت میں اللہ و رسول کا (خمس) پانچواں (20%) حصہ ہوتا ہے پھر اس کے پانچ حصے کئے جاتے ہیں۔

(۱) حضور اقدس کا حصہ

(۲) حضور اقدس کے قرابت داروں کا حصہ

(۳) یتیموں کا حصہ

(۴) مسکینوں کا حصہ

(۵) اور مسافروں کا حصہ۔

خمس یعنی کل غنیمت کا ۲۰ فیصدی مال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں پیش کیا جاتا اور حضور اقدس اس مال کو صحیح مصرف میں استعمال فرماتے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حصہ اور آپ کے قرابت داروں کا حصہ بھی زیادہ تر حاجت مند مومنین کے استعمال میں ہی آتا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے لئے کچھ نہ رکھتے تھے۔ بلکہ جو کچھ بھی آپ کے پاس ہوتا تھا عطا فرمادیتے تھے۔ آپ نے کسی بھی ضرورت مند کو مایوس نہیں کیا آپ نے کبھی بھی کسی سائل کے سوال کو ”نا“ کہہ کر رد نہیں کیا۔ کسی کو ”نا“ کہنا آپ کی عادت ہی نہیں تھی۔

◎ بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

”حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ کریم سب سے بڑھ کر سخی اور سب سے بڑھ کر جود والے تھے“

◎ احادیث صحیحہ میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کبھی کوئی ایسا سوال نہ کیا گیا اور نہ کوئی ایسی چیز مانگی گئی جس کے جواب میں

آپ نے ”لا“ یعنی نہیں فرمایا ہو۔ جو شخص آپ سے کچھ مانگتا قبول کرتے اور مرحمت فرماتے۔
(مدارج النبوة، جلد ۱ ص ۹۲)

ہم بھکاری وہ کریم ان کا خدا ان سے فزوں
اور ”نا“ کہنا نہیں عادت رسول اللہ کی

(از: - امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں نوے ہزار درہم لائے گئے آپ نے انہیں چٹائی پر رکھ کر تقسیم کرنا شروع کر دیا اور کسی سائل کو محروم نہ رکھا، یہاں تک کہ سب تقسیم فرمادیے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ”بحرین“ سے کچھ مال لایا گیا۔ آپ نے فرمایا اسے مسجد میں پھیلا دو (اس وقت آپ مسجد میں تشریف فرما تھے) پھر آپ مسجد سے باہر تشریف لے آئے اور اس مال کی طرف نظر تک نہ ڈالی۔ پھر جب آپ واپس مسجد میں تشریف لائے تو نماز سے فارغ ہو کر مال کے نزدیک تشریف فرما ہوئے اور لوگوں کو باٹنا شروع کیا اور جب آپ اٹھے تو ایک درہم بھی باقی نہ رہا تھا۔

حضرت ابن ابی شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ وہ مال ایک لاکھ درہم تھے جسے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحرین کے خراج سے بھیجا تھا اور یہ پہلا مال تھا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تھا۔

جنگ حنین (ہوازن) ۸ھ میں اسلامی لشکر کی فتح عظیم ہوئی اور غنیمت کا مال جمع کر کے ”بحر انہ“ نام کے مقام پر لایا گیا۔ چھ ہزار بردے (غلام) چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار سے زیادہ بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی مال غنیمت میں آیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

دست جو دو سنا لوگوں پر کشادہ فرمایا اور تمام مال تقسیم فرمادیا۔

(مدارج النبوة، جلد ۲ ص ۵۳۲)

طول تحریر کو مد نظر رکھتے ہوئے مندرجہ بالا چند واقعات پر اکتفا کرتے ہوئے صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جو دو و کرم اور سخا و عطا کی صفت ذاتی طبعی اور پیدائشی تھی۔ جو کچھ آپ کے پاس موجود ہوتا عطا فرمادیتے اور اس شان سے عطا فرماتے کہ اپنے لئے کچھ باقی نہ رکھتے اور مال نہ رہنے کا خوف و اندیشہ نہ فرماتے۔ ایسے واقعات کی تفصیلی معلومات کے لئے فقیر سراپا تقصیر کی کتاب ”عرفان رضا درمدح مصطفیٰ“ میں مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح میں مرقوم واقعات ملاحظہ فرمائیں:

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں در بے بہا دیئے ہیں
واہ کیا جو دو و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

(از: - امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

غنیمت سے اللہ و رسول کا پانچواں حصہ (20%) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوتا تو خمس میں سے آپ اپنے لئے اور اپنے قرابت داروں کے لئے کچھ نہ لیتے بلکہ تمام مال فقراء و مساکین اور ایتم کو عنایت فرمادیتے۔ اس مال میں سے ضرورت مندوں کی ضروریات پوری فرماتے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ جہاد میں شرکت کرنے کی نیت سے کوئی مؤمن مخلص آیا لیکن سفر جہاد کے لئے زاد راہ اور سامان جنگ نہیں ہے تو اس کو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مال سے ساز و سامان عنایت فرمادیتے۔ اس طرح غریبوں، محتاجوں، مسکینوں، یتیموں، مسافروں اور خستہ حالوں کی ضروریات خمس سے پوری فرماتے۔ اور خمس کا مال بیت المال کی صورت میں تبدیل ہو جاتا۔ اسلام میں بیت المال کا طریقہ رائج کر کے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غریب پروری اور مسکین نوازی کی مثال پیش کی ہے۔

اگر رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خمس سے اپنا اور اپنے قرابت داروں کا معین حصہ

لیتے اور جمع کرتے تو آپ کے پاس اور آپ کے قرابت داروں کے پاس کافی مال جمع ہوتا اور آسائش زندگی کے سامان فراہم کر کے عیش و آرام کی زندگی بسر کر سکتے تھے لیکن آپ نے دُنیا اور مال دُنیا کی طرف لحظہ بھر بھی التفات نہیں فرمایا۔ بلکہ ”الْفَقْرُ فَخْرِي“ یعنی فقری پر میں نازاں ہوں فرمایا۔ اس کا اندازہ ذیل میں مذکور صرف دو واقعات سے لگا سکتے ہیں:

◎ شہنشاہ کونین کی شہزادی، جگر پارہ رسول، راحت جان نبی، سیدۃ النساء، خاتون جنت، سیدہ، طاہرہ، طیبہ، زاہرہ، سیدتنا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے گھر کا تمام کام اپنے مبارک ہاتھوں سے انجام دیتی تھیں۔ آگ کے سامنے بیٹھ کر روٹی پکانا، جھاڑو دینا، چکی پیسنا، وغیرہ۔ یہاں تک کہ آپ کے مقدس ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے۔ ایک مرتبہ اپنے والد شفیق، رب کے رفیق، جان عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ایک خادمہ طلب کی تاکہ وہ گھریلو کام میں آپ کا ہاتھ بٹائے۔ مالک کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تمہیں ایسی چیز بتاتا ہوں جو خادم سے بہتر ہے۔ جب تم سونے کا ارادہ کرو تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ، ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔

اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاصل شدہ مال غنیمت کے خمس میں سے اپنے قرابت داروں کا متعین حصہ ان پر صرف فرماتے تو شہزادی رسول حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو چکی پیسنے کی نوبت نہ آتی بلکہ ایک کے بجائے دس خادمہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتیں۔

◎ بیہقی شریف میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ”حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی علالت کے زمانہ میں جتنے بھی دینار کا شانہ اقدس میں تھے وہ تمام فقراء پر تقسیم فرمادیئے۔ گھر میں صرف سات دینار باقی رہے جو ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس رکھے ہوئے تھے۔ آپ جب علیل ہوئے تو فرمایا

”اے عائشہ! وہ سات دینار کہاں ہیں؟ عرض کی میرے پاس ہیں آپ نے فرمایا ”ان کو خرچ کر دو“ یہ فرمانے کے بعد آپ بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ ”کیا تم نے ان دیناروں کو خرچ کر دیا؟“ عرض کیا یا رسول اللہ ابھی تک خرچ نہیں کر سکی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ دینار طلب فرمائے اور ان دنانیر کو اپنے دست اقدس میں رکھ کر فرمایا کہ اے دنانیر کیا تیرا یہ خیال ہے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنے رب سے اس حال میں ملے گا کہ تو میرے پاس موجود ہو پھر آپ نے ان دیناروں کو مسکین پر تصدق فرمادیئے۔

جب دو شنبہ (پیر) کی شام ہوئی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گھر کا چراغ روشن کرنے کا ارادہ کیا تو چراغ میں تیل ہی نہ تھا۔ لہذا آپ نے کسی کو چراغ لے کر ہمسایہ انصاری عورت کے پاس بھیجا اور یہ کہلایا کہ اگر تمہارے گھر میں تیل ہو تو اس میں چند قطرے ڈال دیں کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزع کے عالم میں ہیں۔

(حوالہ:- مدارج النبوة، از:- شیخ عبدالحق محدث دہلوی، جلد ۲، ص: ۷۱)

سبحان اللہ! ابھی سات دینار خیرات فرمائے گئے ہیں اور گھر میں چراغ کے اندر تیل تک موجود نہیں۔ اس میں مدعیان طریقہ اتباع کو نصیحت ہے کہ مال دنیا کی رغبت اور طمع سے اجتناب کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف راغب و مائل رہنا چاہیے:

مالک کونین ہیں، گو پاس کچھ رکھتے ہیں

دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

(از:- امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

غنیمت کے عنوان کو مزید طول نہ دیتے ہوئے اب ہم قارئین کرام کو ملک شام پر اسلامی لشکر کی کوچ کا تذکرہ سناتے ہیں۔ حالانکہ غنیمت کا عنوان اتنا وسیع ہے کہ ہم نے اس عنوان پر جو کچھ بھی عرض خدمت کیا ہے وہ کچھ بھی نہیں۔ لیکن ہم قارئین کرام کو ملک شام کے سفر پر لے

کر نکلے ہیں اور یہ سفر اتنا طویل ہے کہ ہزاروں صفحات ارقام کرنے کے باوجود بھی ہمارا سفر ادھورا ہی شمار ہوگا۔ اب تک تو ہم نے ملک شام کی سرحدوں میں دخول بھی نہیں کیا بلکہ ملک شام کی سرحد کے قریب تبوک نامی مقام پر پہنچے ہیں جہاں پر اسلامی لشکر نے فتوحات شام کے سلسلہ میں پہلی فتح حاصل کی ہے۔ رومی لشکر کے آٹھ ہزار سپاہیوں کو تہ تیغ کر کے کثیر تعداد میں مال غنیمت حاصل کیا جو ملک شام کی فتوحات کا پہلا مال تھا۔

غنیمت کے حصول پر ہم نے قارئین کرام کے ملک شام کے سفر کا ایک چھوٹا سا وقفہ کر کے غنیمت کے احکام کی گفتگو کرنے کے لئے توقف کیا۔ اس بہانے سفر کی تکان دور کر کے قدرے آرام و استراحت کا موقع مل گیا۔ آئیے اب ہم ملک شام کا سفر دوبارہ شروع کرتے ہیں۔

◎ تبوک کا مال غنیمت

جیسا کہ اگلے صفحات میں مذکور ہوا کہ آٹھ ہزار کے رومی لشکر کا مال و اسباب مسلمانوں کو غنیمت میں حاصل ہوا۔ غنیمت کا دستور یہ تھا کہ بیت المال کے لئے خمس (20%) نکال کر مدینہ منورہ امیر المؤمنین کی خدمت میں بھیج دیا جائے اور باقی چار حصے (80%) مجاہدین میں تقسیم ہوں۔ لیکن حضرت یزید بن ابی سفیان، حضرت ربیعہ بن عامر اور حضرت شریح بن حسنہ ان تینوں نے باہم مشورہ کیا کہ یہ مال غنیمت ملک شام کی فتح کے سلسلہ میں حاصل ہونے والا پہلا مال ہے لہذا مناسب یہ ہے کہ امیر المؤمنین کی خدمت میں خمس بھیجنے کے بجائے کل مال بھیج دیا جائے تاکہ یہ مال دیکھ کر مسلمانوں میں جہاد کی رغبت پیدا ہو اور زیادہ سے زیادہ لوگ ملک شام کی طرف جہاد کا قصد کریں علاوہ ازیں اس مال غنیمت سے جنگی اسباب و دیگر سامان سفر خرید کر ان لوگوں کو دیا جائے، جو جہاد کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن اسباب کے فقدان کی وجہ سے عازم سفر نہیں ہو سکتے۔ اس طرح مسلمانوں کو تقویت عزم جہاد حاصل ہوگی۔ ان تینوں سرداروں نے اپنا ارادہ تمام مجاہدین کے سامنے پیش کر کے ان کی رائے طلب کی۔ تمام مجاہدوں نے اس امر کو بخوشی منظور کیا اور سب نے متفق ہو کر اس بات کی اجازت دی کہ تمام

مال خلیفہ المسلمین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں مدینہ منورہ بھیج دیا جائے۔ چنانچہ حضرت شداد بن اوش کی رہبری میں چھوٹے قافلے کے ہمراہ تمام مال مدینہ منورہ روانہ کر دیا گیا۔

حضرت شداد بن اوش غنیمت کا مال لے کر مدینہ منورہ آئے۔ اہل مدینہ کثیر تعداد میں مال دیکھ کر بہت مسرور ہوئے، تہلیل و تکبیر کی صدائیں بلند کیں۔ جس کو سن کر امیر المؤمنین نے دریافت فرمایا کہ کیا ماجرا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت شداد بن اوش ملک شام کی پہلی فتح کا مال غنیمت لے کر آئے ہیں۔ لہذا اہل مدینہ فرط مسرت میں تہلیل و تکبیر بلند کر رہے ہیں اور اپنی خوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔

المختصر! حضرت شداد بن اوش تمام مال لے کر مسجد نبوی کے پاس آ کر ٹھہرے۔ سوار یوں سے اتر کر مسجد نبوی میں دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کی پھر شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ کی حاضری سے مشرف ہوئے۔ اتنے میں امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق بھی تشریف لے آئے۔ حضرت شداد نے آپ سے ملاقات کی اور جنگ کی تمام کیفیات بیان کیں۔ امیر المؤمنین بے حد مسرور ہوئے اور آپ نے حضرت شداد کو مجاہدین اسلام کی عظیم فتح پر مبارکبادی دی اور اس فتح کو اسلام کی فتوحات عظیمہ کے لئے نیک شگون تصور فرمایا۔

◎ مجاہدین کے نئے لشکر کی تشکیل

امیر المؤمنین نے تمام مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم فرمایا اور ایک مزید لشکر آراستہ کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ اہل مدینہ اور قرب وجوار کے لوگ جہاد کی تیاری میں مصروف ہو گئے علاوہ ازیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل مکہ کو جہاد کی ترغیب دینے کے لئے ایک خط اہل مکہ کے نام تحریر کیا اور حضرت عبداللہ بن حذافہ کے ہاتھوں روانہ کیا۔ امیر المؤمنین نے اہل ہوازن، یعنی کلاب اہل ثقف وغیرہ کو بھی بذریعہ خط جہاد کے لئے آمادہ ہونے کی ترغیب دی۔

چند دنوں میں مکہ معظمہ سے حضرت سہیل بن عمرو، حضرت حارث بن ہشام اور حضرت

عکرمہ بن ابی جہل اپنے ہمراہ قوم بنی مخزوم، قوم عامر، قوم ہوازن اور قوم ثقف کے لوگوں کو بڑی تعداد میں لے کر مدینہ منورہ آپہنچے۔ طائف، حضرموت، قبیلہ کلاب وغیرہ کے بھی بہت سے لوگ مدینہ منورہ اسلامی لشکر میں جمع ہونا شروع ہوئے۔ ساکنان مدینہ سے مہاجرین و انصار کی جماعتیں بھی لشکر میں شامل ہونے ”جرف“ پہنچ گئیں۔ مقام جرف مجاہدوں سے بھر گیا۔ ایک عظیم لشکر جمع ہو گیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام لشکر پر امین الامۃ حضرت ابو عبیدہ بن جراح کو سردار مقرر کیا اور ملک شام کی مہم پر روانہ تمام فوج کا، کلی طور پر سپہ سالار اعظم مقرر فرمایا۔

○ مدینہ سے اسلامی لشکر کی دوسری قسط روانہ

امیر المؤمنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسب ذیل ترتیب سے اسلامی لشکر کی دوسری قسط روانہ فرمائی:

☆ حضرت عمرو بن العاص کو نو ہزار (۹۰۰۰) کی فوج کے ساتھ ”ایلہ“ کے راستے سے فلسطین کی جانب روانہ فرمایا۔ اس لشکر کو تاکید فرمائی کہ تم ”تبوک“ کے راستے سے فلسطین کی طرف مت جانا بلکہ براہ ایلہ جانا۔ اس لشکر کا جو مقدمۃ الجیش (طلیغہ) تھا اس میں حضرت سہیل بن عمرو، حضرت عکرمہ بن ابی جہل، حضرت ہشام بن حرث اور حضرت سعید بن خالد کو شامل فرمایا۔ لشکر کا علم حضرت سعید بن خالد کے ہاتھ میں تھا وہ علم کو جنبش دے کر مجاہدوں میں جہاد کا جذبہ پیدا کرتے تھے اور رجز کے اشعار پڑھ کر شجاعت پر ابھارتے تھے۔

☆ حضرت عمرو بن العاص کے لشکر کو روانہ کرنے کے ایک دن کے بعد امین الامۃ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو ”جابیہ“ کی طرف روانہ فرمایا۔

☆ حضرت ابو عبیدہ کے لشکر کو روانہ فرمانے کے بعد حضرت خالد بن ولید کو قوم بنی لخم، قوم جذام اور لشکر زحف پر سردار مقرر کر کے ”ایلہ“ اور ”فارس“

کی طرف روانہ کیا۔ حضرت صدیق اکبر نے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بڑا علم جو سیاہ رنگ کا تھا، علم حضرت خالد بن ولید کو عطا فرمایا۔ حضرت خالد بن ولید اپنا لشکر لے کر عراق کی جانب روانہ ہوئے۔

حضرت خالد بن ولید کے ساتھ جو لشکر زحف تھا ان کی تعداد نو سو (۹۰۰) تھی یہ تمام سوار نہایت بہادر اور لڑائی کے فن کے ماہر تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شامل ہوئے تھے اور داد شجاعت دی تھی۔

مذکورہ تمام لشکروں کو روانہ فرما کر امیر المؤمنین مدینہ طیبہ واپس آئے آپ اسلامی لشکر کے لئے بہت ہی فکر مند تھے اور اللہ تعالیٰ سے ان کی حفاظت و صیانت اور نصرت و فتح کی دعا مسلسل کر رہے تھے۔ اپنے مجاہد بھائیوں کی فکر کے آثار آپ کے چہرہ پاک سے نمایاں تھے۔ حضرت عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملک شام فتح ہونے کا وعدہ فرمایا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے عثمان! آپ سچ کہتے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ ملک شام کی فتح کے متعلق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان درست ہے۔ اس میں کچھ خلاف نہیں۔ بے شک ہم روم اور فارس پر غالب ہوں گے۔



جنگ فلسطین

اوراق سابقہ میں پیش کیا جا چکا ہے کہ اہل مدینہ گئے ہوں، جو، انجیر، روغن، زیت وغیرہ ملک شام سے منگاتے تھے۔ ملک شام کے کچھ تاجر بسلسلہ تجارت مدینہ منورہ میں کئی دنوں سے مقیم تھے۔ مدینہ میں ان لوگوں نے عظیم اسلامی لشکر کو ملک شام روانہ ہوتا دیکھا تھا۔ لہذا انھوں نے لشکر کی روانگی کی کیفیت، نیز مقام تبوک میں اسلامی لشکر کا ہرقل کے آٹھ ہزار لشکر کا صفایا کر دینے کی حقیقت سے ہرقل بادشاہ کو مطلع کیا۔

اطلاع ملتے ہی ہرقل بادشاہ نے ارکان دولت اور لشکر کے اہم افراد کو اپنے شاہی دربار میں جمع کر کے حقیقت حال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں نے تمہارے بھائیوں کو تبوک میں مار ڈالا ہے اور اب وہ ہمارے ملک پر چڑھائی کرنے آرہے ہیں۔ مسلمانوں کا لشکر عنقریب ہم تک پہنچنے والا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ وہ کہیں میرے تخت کے مالک نہ ہو جائیں لہذا تم اپنے مذہب، اپنے اہل و عیال، اپنے مال و اسباب اور خود اپنی حفاظت کے لئے کمر بستہ ہو جاؤ عیش و عشرت اور کاہلی چھوڑ کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے میدان جنگ میں کود پڑو شجاعت اور بہادری سے مسلمانوں کا مقابلہ کر کے ان کو بھگا دو، ورنہ تمہارا ملک و دولت مسلمان چھین لیں گے۔ تمہاری عورتوں کو کنیز اور تمہارے بچوں کو غلام بنالیں گے۔

ہرقل کی یہ تقریر سن کر حاضرین، تبوک میں اپنے ساتھیوں کی ہلاکت پر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ ان کے رونے پر ہرقل بادشاہ کو غصہ آیا اور اس نے ڈانٹتے ہوئے کہا کہ عورتوں کی طرح رونے سے کچھ نہیں ہونے والا۔ رونا چھوڑ دو بزدلی اور کاہلی ترک کر کے مرد میدان بن جاؤ ورنہ تمہارا وجود باقی نہیں رہے گا۔

ہرقل بادشاہ کی ڈانٹ ڈپٹ کا حاضرین پر کافی اثر ہوا اور ان میں جوش جنگ و جدال پیدا ہوا۔ تمام نے بیک زبان حلف لیا کہ ہم اپنے جسم کے آخری قطرہ خون تک مسلمانوں سے مقابلہ کریں گے اور اپنے ملک کی حفاظت کے لئے اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔ لوگوں کے

اس عزم و استقلال کو دیکھ کر ہرقل بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اس نے ایک سونے کی صلیب منگائی اور رومی لشکر کے سردار ”رومیس“ کو دیتے ہوئے کہا کہ میں نے تجھ کو ایک لاکھ سواروں کے لشکر پر حاکم مقرر کیا۔ اے بہادر سردار! اپنے لشکر کو لے کر جلد از جلد کوچ کر اور اہل عرب کو فلسطین میں داخل ہونے سے باز رکھ۔ اور یاد رکھ کہ شہر فلسطین سرسبز و شاداب اور میوہ دار ہے۔ یہ نفیس شہر ملک شام کی ناک ہے۔ ہماری عزت ہے۔ سردار روہیس اسی دن لشکر لے کر روانہ ہو گیا۔

○ اسلامی لشکر فلسطین میں اور جنگ کا سماں

اسلامی لشکر لے کر حضرت عمرو بن العاص مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے، مسلسل سفر کی مسافت طے کرنے سے مجاہدین تھک گئے۔ سواری کے جانور بھی لاغر اور کمزور ہو گئے۔ جب فلسطین کا علاقہ آیا تو وہاں کا سرسبز و شاداب خطہ، لہلہاتے کھیت، گھاس اور چارہ سے بھرپور میدان، پانی کی فراوانی، پھل وغیرہ کی کثرت دیکھ کر لشکر نے پڑاؤ کیا۔ مجاہدین کو استراحت کے لئے توقف کرنے کی حاجت تھی تاکہ سفر کی تھکان دور کر کے تازہ دم ہو جائیں اور جانور بھی ہری گھاس چر کر فریبہ اور توانا ہو جائیں۔ اسلامی لشکر ارض فلسطین میں ٹھہر گیا۔ اسلامی لشکر کے مجاہدین نے قدرے آرام حاصل کیا۔ ایک دن حضرت عمرو بن العاص نے لشکر کے اہم ارکان کو برائے مشورہ بلایا کہ اب یہاں سے کب اور کس طرف بڑھیں؟ یہ حضرات مشغول مشورہ تھے کہ اچانک حضرت عامر بن عدی وہاں آئے۔ حضرت عامر بن عدی مخلص مومن صحابی تھے۔ ملک شام میں بغرض تجارت اور اپنے رشتے داروں سے ملنے اکثر و بیشتر آتے جاتے رہتے تھے۔ لہذا وہ ملک شام کے شہروں اور راستوں سے اچھی طرح واقفیت رکھتے تھے۔ حضرت عامر بن عدی کو جب اطلاع ملی کہ اسلامی لشکر نے فلسطین میں قیام کیا ہے تو وہ بغرض ملاقات آئے۔ لیکن ان کے چہرے سے اضطراب و فکر کے آثار نمایاں تھے وہ بہت زیادہ گھبرائے ہوئے تھے۔ عمرو بن العاص نے ان سے فرمایا کہ: اے ابن عدی! تمہاری گھبراہٹ و پریشانی کی کیا وجہ ہے؟ انھوں نے جواب میں کہا کہ اے سردار! تمہارے مقابلے کے لئے ہرقل بادشاہ کا لشکر جرار اُمنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح آرہا ہے وہ جہاں سے گزرتا ہے وہاں کے

درختوں کو اکھاڑتا ہوا اور سبزوں کو روندتا ہوا اس طرح چلتا ہے کہ زمین میں زلزلہ ڈال دیتا ہے۔ عمدہ سوار یوں پر اعلیٰ قسم کے آلات حرب سے آراستہ اس لشکر کا ہر سپاہی اسلامی لشکر کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ حضرت عامر بن عدی نے مزید اطلاع دیتے ہوئے کہا کہ وہ لشکر ”وادی الاحمر“ میں جمع ہوا ہے۔ میں نے وادی الاحمر کے قریب واقع ایک پہاڑ پر چڑھ کر اس لشکر کو دیکھا ہے اور ان کی تعداد تقریباً ایک لاکھ معلوم ہوتی ہے۔

حضرت عمرو بن العاص کے ساتھ جو لشکر تھا اس کی تعداد صرف نو ہزار تھی۔ لہذا کچھ لوگ بہ تقاضائے بشریت مضطرب و متفکر ہوئے۔ حضرت عمرو بن العاص نے لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ بڑی بھاری تعداد میں دشمن کا لشکر ہماری جانب آ رہا ہے۔ ہم صحابی رسول اپنے محبوب آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں دیوانے ہیں ہم موت سے نہیں ڈرتے۔ شہادت ہماری خواہش و تمنا ہے۔ تحفظ ناموس رسالت کے خاطر ہم دشمنوں کے وار اپنے سینوں پر لینے کا حوصلہ رکھتے ہیں اور ہم زخمی ہو کر بھی پست حوصلہ نہیں ہوتے بلکہ یہ کہتے ہیں:

میرے ہر زخم جگر سے یہ نکلتی ہے صدا
اے لیج عربی کردے نمک داں ہم کو

(از: امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزید فرمایا کہ اے شمع رسالت کے پروانو! اللہ کی نصرت اور مدد پر یقین کامل رکھو۔ جہاد کے لئے تیار ہو جاؤ اور مجھ کو مشورہ دو کہ اس معاملہ میں مجھے کیا تدبیر کرنی چاہئے۔ کچھ لوگوں نے مشورہ دیا کہ آپ لشکر کو لے کر جنگل میں چھپ جائیں۔ جب رومی لشکر غافل ہوگا تو ان پر چھاپا مار دیں گے۔ حضرت عمرو بن العاص نے فرمایا کہ اس رائے سے تمام حاضرین متفق ہیں؟ حضرت عامر بن سہیل نے کہا کہ اے سردار! یہ طریقہ تو بزدلی کا ہے۔ اسلامی لشکر کا ہر شخص نبرد آزما ہے۔ ہر فرد مرد میدان ہے۔ ہم اپنی مردانگی دکھائیں گے۔ جنگل میں چھپ کر چھاپا مارنے کی نامردی ہم نہیں کریں گے بلکہ مرد مرے نام کو پر عمل کرتے ہوئے کھلے میدان میں دشمنوں کا مقابلہ کریں گے۔

حضرت عامر بن سہیل کی پر جوش تجویز کی حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم نے

بھر پور تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا کی قسم! ہم دشمنوں سے خوفزدہ ہو کر پوشیدہ نہ ہوں گے اور نہ اپنے قدم پیچھے ہٹائیں گے بلکہ پورے استقلال کے ساتھ قدم آگے بڑھا کر دشمنوں کا دلیرانہ مقابلہ کریں گے۔ موت کے ڈر سے ہم ہرگز واپس نہ لوٹ جائیں گے کیونکہ جو شخص واپس لوٹ جائے گا وہ خدا کے حکم کی نافرمانی کرے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنی ولولہ خیز گفتگو سے اسلامی لشکر کو جوش میں لادیا۔ حضرت عمرو بن العاص نے ان کو ایک ہزار سواروں پر سردار مقرر کر کے بطور طلیعہ روانہ کیا تاکہ وہ دشمن کے لشکر کا سراغ لگائیں، ان کی نقل و حرکت پر نظر رکھیں اور اسلامی لشکر کو خبردار کریں۔

○ عبداللہ بن عمر رومیوں سے برسر پیکار

حضرت عبداللہ بن عمر فاروق علم اپنے ہاتھ میں لئے قوم بنی کلاب اور اہل طائف و ثقیف کے ایک ہزار سواروں کو لے کر روانہ ہوئے۔ مسلسل ایک دن اور ایک رات چلتے رہے۔ صبح کے وقت انھوں نے گرداٹھتے ہوئے دیکھا۔ ساتھیوں سے کہا وہ دور سے غبار اٹھتا ہوا نظر آ رہا ہے شاید دشمن کے لشکر کا طلیعہ آ رہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر فاروق نے لشکر کو توقف کرنے کا حکم دیا، کچھ پر جوش مجاہدوں نے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم جا کر دیکھ آئیں کہ یہ غبار کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس وقت ہمارا ایک دوسرے سے جدا ہونا مناسب نہیں لہذا اسی مقام پر ٹھہرے رہو۔

تھوڑی دیر میں دور سے نظر آنے والا غبار لشکر کی شکل میں قریب آ گیا۔ یہ لشکر دس ہزار (۱۰,۰۰۰) فوجی افراد پر مشتمل تھا۔ جس کو رومی سردار رومیٹس نے بطور طلیعہ بھیجا تھا۔ جب رومی لشکر قریب آیا تو حضرت عبداللہ بن عمر فاروق نے ساتھیوں سے کہا کہ اے توحید و رسالت کے متوالو! یہ لشکر ہم پر حملہ کرنے آ رہا ہے لہذا ان کو مہلت نہ دو اللہ تعالیٰ تم کو غالب و فتح مند کرے گا۔ دشمنوں پر ٹوٹ پڑو حضرت عبداللہ بن عمر فاروق کے جوش دلانے پر اسلامی لشکر کے مجاہدوں نے نعرہ تکبیر اللہ اکبر اور کلمہ طیبہ کو بیک آواز اس طرح کہا کہ تکبیر و تہلیل کی صدائیں بلند سے کوہ و صحرا گونج اٹھیں۔ دشمنوں پر ایک خوف و لرزہ طاری ہوا۔ وہ متحیر ہو کر سوچ رہے تھے کہ

یہ کیا آواز ہے؟ اسی وقت اسلامی لشکر کے شیر رومی لشکر کے گیدڑوں پر ٹوٹ پڑے۔ سب سے پہلے حضرت عکرمہ بن ابی جہل اور حضرت سہیل بن عمرو نے حملہ کیا۔ ان کے بعد حضرت ضحاک بن سفیان اپنے ساتھیوں کے ساتھ لاکارتے ہوئے حملہ آور ہوئے۔ مہاجرین و انصار بھی مرد میدان کی شایان شان شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ٹوٹ پڑے۔ اسلامی لشکر کی اس طرح کی دفعتاً یلغار سے رومی لشکر ہل گیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مٹھی بھر مسلمان ہم پر اس طرح حملہ آور ہوں گے۔

الغرض دونوں لشکر آپس میں مل گئے۔ تلواروں اور نیزوں نے اپنا کام دکھایا۔ مجاہدوں کی تلواروں میں وہ شدت اور قوت تھی کہ رومی سپاہی اس کی تاب نہ لا سکتے تھے۔ ان کی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ مجاہد اسلام کی ایک ضرب میں ہی رومی سپاہی خاک و خون میں تڑپتا نظر آتا۔ پت جھڑ میں سوکھے پتے جس طرح درخت سے ٹوٹ ٹوٹ کر زمین پر گرتے ہیں اس طرح وہ اپنے گھوڑوں سے کٹ کٹ کر زمین پر گرتے تھے۔ شدت زخم سے چیختے، تڑپتے اور دم توڑتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رومیوں کے ساتھ بڑی دلیری سے مصروف جنگ تھے کہ ایک بڑے ڈیل ڈول کا رومی سوار جو اپنے لشکر کا اہم رکن تھا، اپنے گھوڑے کو گرد اوڑے دے رہا تھا اور اپنے ساتھیوں کو لڑائی پر اکساتا اور ابھارتا تھا حالانکہ وہ خود گھبراہوا تھا۔ اس کے چہرے پر خوف و ہراس کے اثرات ہویداتھے وہ حضرت عبداللہ بن عمر فاروق پر آپڑا۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے اس کا وار خالی کر دیا اور خود جوابی وار کیا۔ اس رومی پہلوان نے بھی بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے حضرت عبداللہ کا وار چکا دیا۔ حضرت عبداللہ کو اس کی جنگی مہارت کا اندازہ ہو گیا۔ حضرت عبداللہ نے زور سے اپنے گھوڑے کی لگام کھینچی۔ گھوڑا بلند آواز سے ہنہنا کر پچھلے دونوں پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ رومی پہلوان محو حیرت ہو کر گھوڑے کو دیکھ رہا تھا کہ دفعتاً حضرت عبداللہ نے میان سے تلوار نکال کر گھوڑے کو پاؤں کی ایڑی ماری۔ وفادار گھوڑا گویا اپنے مالک کا ارادہ جان گیا اور اس طرح کودا کہ ایک آن میں رومی پہلوان کے گھوڑے کے قریب پہنچ گیا۔ رومی پہلوان نے اپنے نیزہ

سے حضرت عبداللہ پر وار کرنا چاہا لیکن آپ نے اپنی تلوار سے اس کے نیزہ کا پھل کاٹ کر نیزہ کو چوب سے الگ کر دیا۔ رومی پہلوان نے نیزے کی لکڑی پھینک کر گھوڑے کی زین میں لٹکی ہوئی تلوار کے قبضہ پر ہاتھ پہنچایا اور میان سے تلوار نکال رہا تھا اتنی دیر میں تو حضرت عبداللہ بن عمر نے تلوار کا ایسا وار کیا کہ اس کے شانہ کی رگ کاٹی ہوئی جسم کے دو حصے کر دیئے۔ وہ اپنے گھوڑے سے زمین پر گرا۔ حضرت عبداللہ بن عمر فاروق نے اس رومی پہلوان کے جسم کا سارا ساز و سامان لے لیا۔

جب رومیوں نے دیکھا کہ ان کا سردار بری طرح قتل ہوا، تو ان کے دل ہل گئے، قدم لڑکھڑا گئے، حوصلہ پست ہو گیا۔ ہر ایک کو اپنی جان کی فکر ہوئی۔ اب لڑنے کا نظریہ بدل گیا۔ حملہ کرنے کے بجائے اب دفاعی طریقہ اختیار کیا لیکن مجاہدین اسلام کی برق افشار شمشیروں کے سامنے زیادہ دیر ٹھہر نہ سکے، پانی کی بوندوں کی مانند ان کے سر جسموں سے الگ ہو کر ٹپکنے لگے اور زمین خون سے سرخ ہونے لگی۔ اسلامی لشکر کے مجاہدوں کی شجاعت دیکھ کر رومی سپاہیوں نے راہ فرار اختیار کرنے میں خیریت دیکھی۔ رومی لشکر میں انتشار پھیلنا۔ مجاہدین اسلام نے ان کے سروں پر تلواریں رکھیں اور بڑی تعداد میں رومی قتل ہوئے۔ چھ سو (۶۰۰) رومی سپاہی قید ہوئے۔ اس معرکہ میں حضرت عبداللہ بن عمر فاروق کے علاوہ حضرت ضحاک بن سفیان اور حضرت حرث بن ہشام نے بڑی جوانمردی اور دلیری کا مظاہرہ کیا اور دشمنوں پر غالب آنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس معرکہ میں سات مجاہد شہید ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر فاروق کے حکم سے مجاہدین نے مقتولین کا مال و اسباب اور دیگر سامان جنگ یکجا کیا، کثیر مقدار میں غنیمت ہاتھ لگا۔ حضرت عبداللہ اسیران جنگ، مال غنیمت اور اپنے لشکر کو لے کر واپس اس مقام پر لوٹے جہاں حضرت عمرو بن العاص اسلام کے مجاہدوں کا لشکر لئے مقیم تھے۔ اس طرح فتح و غنیمت کے ساتھ حضرت عبداللہ کے لوٹنے سے حضرت عمرو بن العاص بہت خوش ہوئے۔ حضرت عمرو بن العاص نے قیدوں سے رومی لشکر کا حال دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ ہر قل بادشاہ نے سردار روہس کو ایک لاکھ کا لشکر

دے کر تمہارے مقابلے کے لئے روانہ کیا ہے اور اسے حکم دیا ہے کہ مسلمانوں کو ملک شام سے نکال بھگائے۔ ایک لاکھ کے لشکر سے سردار روہیں نے اس دس ہزار سواروں کو بطور طلیعہ پہلے بھیجا تھا جس نے تمہارے چھوٹے لشکر کے ہاتھوں ہزیمت اٹھائی ہے لیکن اب بھی سردار روہیں کے ساتھ نوے ہزار (۹۰,۰۰۰) کا لشکر جبراً موجود ہے جو عمدہ قسم کے جنگی ساز و سامان سے آراستہ ہے اور ہر قل بادشاہ کی نظر میں سردار روہیں سے بڑا کوئی شخص لڑائی کا ماہر اور آزمودہ کار نہیں۔ وہ لشکر عنقریب تم تک پہنچنے والا ہے اور تم کو ہلاک و تباہ کر دے گا۔ حضرت عمرو بن العاص نے فرمایا کہ جس طرح رومی لشکر کی طلیعہ کا سردار مارا گیا اسی طرح انشاء اللہ سردار روہیں بھی مارا جائے گا اور اس کے لشکر کا بھی وہی حشر ہونے والا ہے جو لشکر کے طلیعہ کا ہوا ہے۔ پھر حضرت عمرو بن العاص نے تمام اسیروں پر اسلام پیش کیا، جس کا انھوں نے انکار کیا لہذا سب کی گردنیں ماری گئیں۔ اسلامی لشکر سے جو سات مجاہد شہید ہوئے تھے۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

(۱) نوفل بن عامر (۲) سراقہ بن عدی

(۳) سعید بن قیس (۴) سالم مولیٰ عامر بن بدر البیروعی

(۵) عبداللہ بن خویلد (۶) جابر بن راشد الحضرمی اور

(۷) اوس بن سلمہ الہوازنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)۔

◎ فلسطین کا خوں آشام معرکہ

رومی قیدیوں کی گردنیں مارنے کے بعد حضرت عمرو بن العاص نے اسلامی لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رومی لشکر اسلامی لشکر کی طرف آ رہا تھا۔ لہذا اسلامی لشکر خود چل کر دشمن کے سامنے جائے تو اس سے رومیوں کے اوپر ایک نفسیاتی اثر ہوگا کہ اسلامی لشکر قلیل تعداد میں ہونے کے باوجود ہماری کثرت تعداد سے قطعاً ڈرتا نہیں۔ جس پر ہم حملہ کرنے جا رہے تھے وہ خود چل کر ہم سے ٹکر لینے آئے ہیں۔ اس طرح رومی لشکر پر رعب ڈالنے کی دور اندیشی سے حضرت عمرو بن العاص نے لشکر روانہ کیا۔ ابھی لشکر تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ رومی

لشکر دکھائی دیا۔ لشکر کیا تھا؟ اُمنڈتا ہوا سیلاب تھا۔ لشکر میں نو صلیبیں بلند نظر آ رہی تھیں اور ہر صلیب کے نیچے دس ہزار سوار تھے۔ رومی لشکر کی کل تعداد نوے ہزار تھی جب کہ اسلامی لشکر صرف نو ہزار کا تھا۔ یعنی ایک مسلمان کے مقابلے میں دس رومی تھے۔ رومی سردار روہیں کو اپنے لشکر کے طلیعہ کی ہزیمت و خواری اور بطریق سردار کے مارے جانے کی اطلاع مل چکی تھی لہذا وہ غم و غضب میں تھا۔ اپنے لشکر کو بڑے جوش سے اُبھارتا تھا اور اپنے بھائیوں کے انتقام کا جذبہ دلاتا تھا۔ رومی لشکر کے سپاہی پوری طرح مشتعل تھے اور اسلامی لشکر کو قلمہ تر سمجھ کر نکلنے کے لئے آگے بڑھ رہے تھے۔

حضرت عمرو بن العاص نے رومی لشکر کو دیکھتے ہی فوراً اسلامی لشکر کو ترتیب دینا شروع کر دیا۔ میمنہ پر حضرت ضحاک بن ابی سفیان، میسرہ پر سعید بن خالد، ساقہ میں ابوالدرداء اور قلب میں خود ٹھہرے۔ آپ نے اپنے آقا و مولیٰ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پائی ہوئی تعلیم و تربیت کو بروئے کار لاتے ہوئے اسلامی لشکر کی عمدہ صف بندی کی۔ مجاہدوں کے گھوڑے اس طرح استادہ تھے کہ باگ سے باگ اور رکاب سے رکاب ملی ہوئی ہے۔ گویا ایک مضبوط آہنی دیوار کھڑی کی گئی ہے۔ ہر صف کا یہی عالم تھا۔ صف بندی کی نفاست، درستگی اور سجاوٹ دیکھ کر رومی سردار روہیں دنگ رہ گیا۔ اس طرح کی صف بندی اس نے کبھی دیکھی ہی نہ تھی۔ جنگی مہارت میں سردار روہیں ملک شام میں مشہور و معروف تھا لیکن اسلامی لشکر کی صرف صف بندی دیکھ کر وہ احساس کمتری میں مبتلا ہو گیا اور ایک ناپید خوف اس پر چھا گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ اسلامی لشکر کی صف بندی کا یہ عالم ہے تو شمشیر زنی کا عالم کیسا ہوگا؟ اس کے ذہن میں اپنے لشکر طلیعہ کی ہلاکت کا دھندلا سا منظر دکھائی دینے لگا اور اس کا ضمیر کہہ رہا تھا کہ شاید میرا اور میرے ساتھیوں کا بھی وہی حال ہونے والا ہے۔ لہذا اس نے حملہ کرنے سے توقف کیا اور اسلامی لشکر کے سامنے تھوڑے فاصلہ پر اپنا لشکر ٹھہرا دیا۔ تاکہ دیکھے کہ اسلامی لشکر کی طرف سے کیا کارروائی ہوتی ہے۔ اس میں اب اتنی ہمت و حوصلہ نہ تھا کہ حملہ کرنے میں سبقت کرے۔

◎ حضرت سعید بن خالد بن سعید کی شہادت

جب رومی لشکر نے توقف کیا اور ان کی جانب سے کوئی پہل نہ ہوئی تو اسلامی لشکر سے حضرت سعید بن خالد نکل کر میدان میں آئے۔ بلند آواز سے لکارا اور لڑنے کے لئے مقابل طلب کیا لیکن رومی لشکر میں سے کسی کے کان پر جوں تک نہ رہی۔ سب کے سب خاموش بن گئے۔ حضرت سعید بن خالد اپنے گھوڑے پر سوار میدان میں چکر لگاتے اور پکار پکار کر مقابل طلب کرتے تھے لیکن رومی لشکر سے کوئی نہیں نکلا۔ تو انھوں نے رومی لشکر کے میمنہ اور میسرہ پر حملہ کر دیا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ بھیڑ اور بکریوں کا ریوڑ ہے اور اس پر شیر حملہ آور ہوا ہے۔ حضرت سعید بن خالد نے رومی لشکر کی صفیں الٹ کر رکھ دیں اور بہت سے رومی سپاہیوں کو جہنم رسید کر چکے۔ تب رومیوں نے حرکت کی اور مجتمع ہو کر حضرت سعید پر ٹوٹ پڑے۔ نیزوں، برچھیوں اور تلوار کی نوکوں سے ان کے مقدس جسم کو چھلنی کر دیا لیکن حضرت سعید آخری دم تک لڑتے رہے اور خدا و رسول کی راہ میں اپنی جان دے دی۔

قضا حق ہے مگر اس شوق کا اللہ والی ہے

جو ان کی راہ میں جائے وہ جان اللہ والی ہے

(از:- امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

حضرت سعید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے سانحہ سے اسلامی لشکر میں رنج و غم چھا گیا۔ حضرت عمرو بن العاص سب سے زیادہ ملول ہوئے کیونکہ حضرت سعید بن خالد ان کے بھتیجے تھے۔ حضرت عمرو بن العاص نے اسلامی لشکر کو یلغار کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر فاروق، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابودرداء، حضرت ذوالکلاع حمیری، وغیرہ شہسواران اسلام نے حملہ کرنے میں سبقت کی اور ان حضرات کی متابعت میں پورا اسلامی لشکر رومیوں پر ٹوٹ پڑا۔ اب رومی لشکر بھی پوری طاقت سے مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ نوے ہزار (۹۰,۰۰۰) رومیوں نے مٹھی بھر مجاہدوں کو نزعہ میں لے لیا۔ تلوار سے تلوار اور نیزہ سے نیزہ ٹکرا رہا تھا۔ گرد و غبار، بادل کی طرح اٹھ رہے تھے۔ ایک عجیب شور و غل برپا تھا۔ رومی لشکر کا سردار

رومیں اپنے سپاہیوں کو پکار پکار کر کہتا تھا کہ اے بندگان صلیب! ان عربوں میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑنا۔ صلیب تمہاری مدد کر رہی ہے۔ دین مسیح کی حمایت میں اپنی جان کی پرواہ مت کرنا۔ صلیب کی برکت سے تم ضرور غالب آؤ گے۔ اپنے سردار کی آواز پر رومی سپاہی نہایت جوش و خروش سے لڑنے لگے۔ اسلام کے مجاہدوں پر بڑی شدت اور تنگی کا وقت تھا۔ مجاہدین تھیل و تکبیر کی صدائیں بلند کرتے تھے اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے یہ دعا کرتے تھے:

”اللَّهُمَّ انْصُرْ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَنْ يَتَّخِذُ مَعَكَ شَرِيكًا“

ترجمہ: ”اے پروردگار! مدد فرما امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان لوگوں پر جو تیرے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔“

علامہ محمد بن عمرو واقفی قدس سرہ نے حضرت عبداللہ بن عمر فاروق سے روایت کیا ہے کہ اس دن صبح سے لے کر دوپہر تک شدت سے جنگ جاری رہی۔ اس دن سخت گرمی تھی اور ہوا بھی آگ کے شعلے برسا رہی تھی۔ زوال کے وقت حضرت عبداللہ بن عمر نے لشکر موحدین کی نصرت کے لئے وہ دعا مانگی جو ان کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی تھی۔ حضرت عبداللہ نے دعا کے الفاظ ابھی ختم ہی کئے تھے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ آسمان میں ایک سوراخ ہو گیا ہے اور اس سوراخ سے سبز گھوڑے نکل رہے ہیں۔ ان گھوڑوں پر ہاتھوں میں سبز نشان لئے ہوئے سوار ہیں، ان کے ہاتھوں میں جو نشان تھے ان کی نوکیں چمکتی تھیں اور کوئی پکارنے والا پکار رہا تھا:

”أَبْشِرُوا يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ آتَيْكُمُ النَّصْرُ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ تَعَالَى“

ترجمہ: ”بشارت ہو تم کو اے امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی۔ تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے مدد آگئی۔“

حضرت عبداللہ بن عمر فاروق فرماتے ہیں:

”پس میں نے یہ دیکھ کر کہا کہ فتح حاصل ہوئی اُمت کو برکت دعا ہمارے نبی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے۔ پس کچھ دیر نہیں گزری تھی کہ دیکھا میں نے رومیوں کو پیڑھے پھیر کر بھاگتے ہوئے اور مسلمان ان کے پیچھے تعاقب میں ہیں اور منادی آواز فتح کی دے رہا ہے اور تھے جانور مسلمانوں کے زیادہ تر دوڑنے والے رومیوں کے جانوروں سے۔ پس مارڈالا ہم نے بیچ اس لڑائی فلسطین کے دس ہزار رومیوں کو یا زیادہ اس سے۔“

(حوالہ:- فتوح الشام، از علامہ محمد بن عمرو والواقدی، اردو ترجمہ، مترجم:- سید عنایت حسین سید پوری،

مطبوعہ:- نو لکھنؤ، سال طباعت ۱۹۰۳ء (بار چہارم)، ص: ۲۶)

نوٹ: مندرجہ بالا عبارت کا حوالہ ہم نے کتاب، مصنف، و مترجم، مطبوعہ، سال طباعت اور بار طباعت کے ساتھ بالتفصیل لکھا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کتاب کو مآخذ و مرجع بنا کر ہم ملک شام کی سیر کو نکلے ہیں اس کتاب کا یہ پہلا حوالہ ہے جو ہم نے لفظ بلفظ نقل کیا ہے لہذا تفصیل کے ساتھ حوالہ نقل کیا ہے۔ اب ہر مرتبہ تفصیل کے ساتھ حوالہ نقل نہ کرتے ہوئے صرف نام کتاب اور صفحہ نمبر درج کر دیا جائے گا۔

القصہ! رومی لشکر نے ہزیمت اٹھائی اور پیڑھے دکھا کر بھاگے۔ مجاہدوں نے ان کا تعاقب کیا اور بھاری تعداد میں رومیوں کی گردن زنی کی۔ جب رات کی سیاہ زلفیں بکھریں اور ان زلفوں نے دنیا کو اپنے سایہ میں لے کر تارکی پھیلانی تب اسلامی لشکر اپنے کیمپ میں واپس لوٹا۔ حضرت عمرو بن العاص نے اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھائی۔ رات کا اندھیرا گھٹا ٹوپ چھا گیا۔ لشکر کے سپاہی دن بھر جنگ کرنے کی وجہ سے کافی تھک چکے تھے۔ لہذا سب نے استراحت میں شب بسر کی۔

صبح مردم شماری کرنے پر پتہ چلا کہ اسلامی لشکر سے ایک سو تیس (۱۳۰) مجاہدوں نے جام شہادت نوش فرمایا ہے لہذا میدان جنگ سے شہیدوں کی لاشیں جمع کی گئیں۔ لیکن ان لاشوں میں حضرت سعید بن خالد کی لاش نہ تھی۔ حضرت عمرو بن العاص بذات خود حضرت سعید

بن خالد کی لاش کو تلاش کرنے نکلے۔ کافی تلاش و جستجو کے بعد حضرت سعید کی لاش اس حالت میں دستیاب ہوئی کہ ان کے جسم کو گھوڑوں کے سموں نے ایسا روندنا تھا کہ تمام ہڈیاں چور چور ہو گئی تھیں۔ حضرت عمرو بن العاص نے اپنے بھتیجے حضرت سعید کی نعش کو اس حالت میں دیکھا تو ان سے ضبط نہ ہوسکا اور گریہ کنایا ہوئے۔ حضرت سعید کے لئے خوب روئے اور دعائے مغفرت و رحمت کی۔ پھر تمام کی نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا۔

شہداء کی تدفین سے فراغت پانے کے بعد مجاہدوں نے رومی لشکر کا متروکہ مال و اسباب جمع کرنا شروع کیا۔ کثیر تعداد میں مال غنیمت حاصل ہوا جو اسلامی احکام کے مطابق تقسیم کیا گیا۔

○ حضرت سعید کے والد کو ان کی شہادت کی اطلاع

غنائم کی تقسیم سے فرصت پا کر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی لشکر کے سپہ سالار اعظم، امین الامۃ، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں خط لکھا۔ اس خط میں جنگ فلسطین کی پوری تفصیل مرقوم فرمائی اور رومی لشکر سے کل گیارہ ہزار (۱۱,۰۰۰) سپاہیوں کے قتل اور کثیر مال غنیمت حاصل ہونے کا حال بھی تحریر فرمایا۔ خط کے اختتام میں اسلامی لشکر کے ایک سو تیس (۱۳۰) مجاہدوں، خصوصاً حضرت سعید بن خالد کی شہادت کا ذکر بھی کیا۔ حضرت عمرو بن العاص کا خط لے کر حضرت ابو عامر الدوسی روانہ ہوئے۔ اس وقت حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اپنے لشکر کے ساتھ ملک شام کی سرحد پہ تھے اور ابھی اندر داخل نہیں ہوئے تھے۔ حضرت ابو عامر نے حضرت ابو عبیدہ کے کیمپ میں پہنچ کر ان کی خدمت میں خط پیش کیا۔ حضرت ابو عبیدہ خط پڑھ کر بہت خوش ہوئے لیکن مجاہدوں کی شہادت کی خبر پڑھ کر ملول ورنجیدہ ہوئے۔ حضرت ابو عامر نے جنگ فلسطین کے تمام حالات حضرت ابو عبیدہ کی مجلس میں تفصیل کے ساتھ بیان کئے اور حضرت سعید بن خالد کی شجاعت و بہادری اور ان کی شہادت کا آنکھوں دیکھا حال کہہ سنایا۔

اس وقت حضرت سعید کے والد حضرت خالد بن سعید حضرت ابو عبیدہ کے پاس موجود تھے۔ اپنے بیٹے کی شہادت کی خبر سن کر تڑپ گئے۔ اپنے بیٹے کی جدائی پر بے ساختہ رونے لگے، اور اس درد سے روئے کہ تمام حاضرین بھی رو پڑے۔ غم کا سماں بندھ گیا۔ حاضرین نے حضرت خالد بن سعید کی تعزیت کی اور صبر کی تلقین کی۔ کچھ دیر بعد حضرت خالد بن سعید کی طبیعت کچھ پرسکون ہوئی تو فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے بیٹے کی قبر کی زیارت کا ارادہ کیا اور ارض فلسطین کی جانب روانہ ہونے کی اجازت طلب کرنے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھر کیا ہوا؟ علامہ واقدی لکھتے ہیں:

”پس ابو عبیدہ بن الجراح نے اُن سے کہا کہ کہاں جاؤ گے اے خالد! حالانکہ تم ایک رکن ہو ارکان مسلمانوں سے۔ خالد نے کہا کہ میں صرف بارادۂ زیارت قبر اپنے بیٹے کے جاتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ میں بھی اپنے بیٹے سے جاملوں۔ پس ابو عبیدہ نے سکوت کیا اور عمرو بن العاص کو خط کا جواب لکھا۔“

(حوالہ فتوح الشام، ص: ۲۸)

ناظرین کرام! غور فرمائیں کہ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجلہ صحابہ کرام میں سے تھے۔ نیز امین الامۃ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ جن کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينٌ وَآمِينَ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ“

ترجمہ: ”ہر امت کے لئے ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابو عبیدہ ہیں۔“

وہ جلیل القدر صحابی رسول حضرت ابو عبیدہ نے حضرت خالد بن سعید کی جلالت و بزرگی کا اعتراف کرتے ہوئے ان سے فرمایا کہ ”تم ایک رکن ہو ارکان مسلمانوں سے“، یعنی حضرت خالد بن سعید اکابر صحابہ کرام میں سے ہیں، وہی جلیل القدر اور ذی مرتبت صحابی رسول ملک شام کی سرحد سے ارض فلسطین کا سفر صرف اپنے بیٹے کی قبر کی زیارت کے لئے کر رہے ہیں اور ان کا سفر صرف اور صرف زیارت قبر کے لئے ہے اس کا اعتراف و اقرار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”میں صرف بارادۂ زیارت قبر اپنے بیٹے کے جاتا ہوں۔“

یہ جملہ دلالت کرتا ہے کہ جلیل القدر صحابی رسول حضرت خالد بن سعید نے صرف ”زیارت قبر“ کی نیت سے ہی سفر کیا۔ زیارت قبر کے علاوہ اس سفر سے ان کا اور کوئی منشاء و مطلب نہیں تھا۔ ثابت ہوا کہ ”زیارت قبر“ کی نیت و ارادہ سے دور دراز کا سفر کرنا ”سنت صحابہ“ ہے۔ اگر ”زیارت قبر“ کی نیت سے سفر کرنا کفر، شرک، ناجائز، حرام، بدعت، یا خلاف شریعت ہوتا بلکہ اس میں گناہ کا ہلکا سا شائبہ بھی ہوتا تو حضرت خالد بن سعید ہرگز ہرگز صرف زیارت قبر کی نیت سے سفر نہیں کرتے اور نہ ان کو ایسا سفر کرنے کی امین الامت اجازت دیتے بلکہ صاف ممانعت فرما دیتے کہ اے خالد! تم اپنی محبت دلی کے جذبہ کے تحت اپنے بیٹے کی قبر کی زیارت کا عزم کر رہے ہو لیکن اس طرح کا سفر کرنا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن سعید کو سفر زیارت قبر سے منع نہ فرمایا بلکہ ان کے ہاتھوں حضرت عمرو بن العاص کو خط بھیجا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ انھوں نے اس سفر کی اجازت دی۔

ایک جلیل القدر صحابی کا سفر زیارت اور ایک دوسرے جلیل القدر صحابی کی اجازت، ہمارے لئے سند ہے۔ کہ سفر زیارت قبر جائز ہے۔

لیکن افسوس! صد افسوس! دورِ حاضر کے منافقین زیارت قبر کی غرض سے کئے جانے والے مبارک اسفار کی شدت سے مخالفت کرتے ہیں اور شرک و بدعت کے فتوے نافذ و صادر کرتے ہیں۔ اپنے فاسد اعتقاد کو درست ثابت کرنے کے لئے ”لاتشدد الرّحال“ والی حدیث کے من گھڑت معنی و مطلب اختراع کرتے ہیں اور اپنے دل میں بھری ہوئی اولیاء کرام کی بابت عداوت و خباثت اور انکار تعظیم کا زہر پھیلانے کے لئے حدیث کا غلط معنی و مفہوم بیان کرتے ہیں۔

○ حضرت خالد بن سعید اپنے بیٹے کی قبر پر

حضرت خالد بن سعید لشکر اسلام کے سپہ سالار حضرت ابو عبیدہ کا خط لے کر ارض فلسطین پہنچے اور حضرت عمرو بن العاص کو خط دیا۔ حضرت عمرو بن العاص نے اٹھ کر حضرت خالد بن

سعید سے مصافحہ کیا۔ حضرت خالد بن سعید اپنے صاحبزادے کے فراق و غم میں رو رہے تھے۔ حضرت عمرو بن العاص نے ان کی تعزیت کی اور انہیں تسکین دی۔ تمام مجاہدوں نے بھی حضرت خالد بن سعید سے ملاقات کی اور فریضہ تعزیت ادا کیا۔ حضرت خالد بن سعید نے مجاہدوں سے اپنے بیٹے کی کوشش جہاد اور کیفیت شہادت معلوم کی، مجاہدوں نے بتایا کہ انہوں نے دلیری اور جوانمردی کے ساتھ دشمنوں سے جنگ کی، شجاعت و بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ دشمن کے لشکر میں قیامت برپا کر دی۔ دین اسلام کی خدمت انجام دینے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی اور خدمت دین میں مشغول رہ کر باوقار شہادت پائی۔

پھر حضرت خالد بن سعید نے مجاہدوں سے اپنے بیٹے کی قبر معلوم کیا، نشان قبر تلاش کر کے قبر پر پہنچے اور...

”اور کہا اے میرے بیٹے! روزی کرے اللہ تعالیٰ مجھ کو صبر تمہارے اوپر اور ملاوے وہ مجھ کو تمہارے ساتھ۔ فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ پھر کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو قدرت اور مکت دی تو میں تمہارا بدلہ لوں گا اور نزدیک اللہ کے امید مزد اور ثواب کی رکھتا ہوں میں تمہارے لئے۔“ (حوالہ:- فتوح الشام، ص: ۲۸)

حل لغت:- (۱) مُكِنْتُ = قدرت، طاقت، توانائی، تو نگری، (فیروز اللغات، ص: ۱۷۸) (۲) مُزِد = مزدوری، صلہ، بدلا، اجرت، تنخواہ، (فیروز اللغات، ص: ۱۲۳۸)

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فعل نے ایک اور اختلافی مسئلہ حل کر دیا کہ سماع موتی یعنی صاحب قبر کا سننا برحق ہے۔ دور حاضر کے منافقین نے اس مسئلہ کے ضمن میں بھی شور و غوغا مچا رکھا ہے اور تحریر و تقریر کے ذریعہ بڑی شدت سے پروپیگنڈا کرتے پھرتے ہیں کہ صاحب قبر سننے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ بلکہ اپنی رسوائی زمانہ کتب میں یہاں تک لکھ دیتے ہیں کہ وہ مر کر مٹی میں مل گئے۔ انبیاء و اولیاء کے متعلق بھی ایسا ذیل و ذلیل جملہ کہنے اور لکھنے میں ذرا ان کو ہتک محسوس نہیں ہوتا بلکہ سقاوت قلبی کی بدولت ایسے گستاخانہ الفاظ کے ذریعہ توہین و تنقیص انبیاء و اولیاء میں جری بنتے ہیں، سماع موتی حق ہے اور اس پر امت کے علماء و عرفاء کا اتفاق و اجماع ہے۔ قرآن و حدیث سے اس کا ثبوت حاصل ہے۔ لیکن اب

چودھویں صدی کے مسلم نما منافقین عناداً انکار و اختلاف پر اڑے ہوئے ہیں۔ لیکن حضرت خالد بن سعید نے اپنے بیٹے حضرت سعید بن خالد کی قبر پر جا کر ان کو مخاطب کر کے جو کلمات کہے ان کو ہم نے علامہ و اقدی کی کتاب سے نقل کیا، لہذا اب سوال یہ ہے کہ:

(۱) اگر میت کا سننا (سماع موتی) برحق نہیں تو حضرت خالد بن سعید نے اپنے

بیٹے سے ان کی قبر پر جا کر مخاطب کیوں ہوئے؟

(۲) اگر سماع موتی حق نہیں تو کیا جلیل القدر صحابی رسول حضرت خالد بن سعید

کو اس حقیقت کا علم نہیں تھا؟

(۳) کیا اب چودہ سو سال کے بعد ہی اس مسئلہ سے واقفیت رکھنے والے عالم

وجود میں آئے ہیں۔ ماضی کے تمام حضرات ناواقف اور جاہل تھے؟

ناظرین کرام کی غیر جانبدارانہ عدالت میں استغاثہ ہے کہ آپ فیصلہ فرمائیں کہ صحابی رسول کا فعل ہمارے لئے حجت اور قابل اعتماد ہے۔ یا دور حاضر کے منافقین کی دریدہ دہنی؟

○ ”جو بعض لوگ اگلے بزرگوں کو دور دور سے پکارتے ہیں اور اتنا ہی کہتے ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو کہ وہ اپنی قدرت سے ہماری حاجت پوری کر دے اور پھر یوں سمجھتے ہیں کہ ہم نے کوئی شرک نہیں کیا۔ اس واسطے کہ ان سے حاجت نہیں مانگی بلکہ دعا کروائی ہے، یہ بات غلط ہے۔ اس لئے کہ اس کے مانگنے کی راہ سے شرک ثابت نہیں ہوتا لیکن پکارنے کی راہ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ان کو ایسا سمجھا کہ دور سے اور نزدیک سے برابر سن لیتے ہیں۔“

(حوالہ:- تقویۃ الایمان، مصنف:- مولوی اسماعیل دہلوی،

ناشر:- دارالسلفیہ، ممبئی، تاریخ اشاعت: اپریل ۱۹۹۷ء، ص: ۴۴)

تقویت الایمان کی مندرجہ بالا عبارت کو قارئین کرام بغور ملاحظہ فرمائیں۔ اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ بزرگان دین دُور اور نزدیک سے سن لیتے ہیں یہ اعتقاد رکھنا ہی شرک ہے۔ یہاں استعانت اور غیر اللہ سے مدد مانگنے کا معاملہ نہیں بلکہ تقویت الایمان کا مصنف یہ کہہ رہا ہے کہ دور اور نزدیک سے سن لینے کا عقیدہ رکھنا ہی شرک ہے یعنی کسی کو اس کی قبر سے بہت بعید

کے فاصلے سے مخاطب کر کے پکار دیا اس کی قبر سے بالکل ملحق ہو کر پکارو۔ دونوں کا ایک ہی حکم ہے یعنی شرک ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی نے کسی کو اس کی قبر سے دور کے فاصلہ سے مخاطب کر کے پکارا یا قریب سے پکارا وہ پکارنے والا مشرک ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا ورد جاری رکھتے ہوئے قارئین کرام غور فرمائیں کہ مندرجہ بالا عبارت شرک کے فتوے کی مشین گن نہیں بلکہ ایٹم بم ہے کہ ایک فتویٰ سے ملت اسلامیہ کے بے شمار موحدین و مومنین کے ایمان کے پرزے اڑا دئے۔ جس کام کو ایک جلیل القدر صحابی رسول نے کیا اس کام کو صدیوں کے بعد سابی رسول شرک قرار دے رہا ہے۔

(۱) اگر صاحب قبر کو مخاطب کر کے پکارنا شرک ہے تو کیا حضرت خالد بن سعید اس حکم سے ناواقف تھے؟ کیا ان کو شرک جیسے اہم امور کے حکم کی شرعی معلومات نہ تھی؟

(۲) قارئین کرام میزان عدل کے ایک پلہ میں جلیل القدر صحابی رسول حضرت خالد بن سعید کا یہ فعل رکھیں اور دوسرے پلے میں سابی (گستاخ) رسول مولوی اسماعیل دہلوی کا قول رکھیں اور فیصلہ کریں کہ دور حاضر کے منافقین کا اعتقاد کتنا گھناؤنا اور فاسد ہے۔

اس بحث کو طول نہ دیتے ہوئے صرف اتنا کہنا ہے کہ ہمارے لئے ایک صحابی رسول کا فعل سند ہے۔ حالانکہ اس کے اثبات و جواز میں قرآن و احادیث کے دلائل سے لبریز کتب معتبرہ و مستندہ بڑی کثرت سے موجود ہیں۔ سماع موتی اور ندا کے جواز و اثبات میں امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ قارئین کی معلومات میں اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ اعتقاد کی پختگی کے لئے بے حد فائدہ بخش ہیں:

(۱) حَيَاةُ الْمَمَاتِ فِي بَيَانِ سَمَاعِ الْأَمْوَاتِ

(۲) أَنْوَارُ الْإِنْتِبَاهِ فِي حَلِّ نِدَائِهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ

(۳) بَرَكَاتُ الْإِمْدَادِ لِأَهْلِ الْإِسْتِمْدَادِ

(۴) الْأَمْنُ وَالْعُلَىٰ لِنَاعِيَتِي الْمُصْطَفَىٰ بَدَافِعِ الْبَلَاءِ

○ حضرت خالد بن سعید کا رویوں سے انتقام

اپنے نور نظر کی قبر کی زیارت سے فارغ ہو کر حضرت خالد بن سعید حضرت عمرو بن العاص کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ تھوڑا سا لشکر بطور سر یہ اپنے ساتھ لے کر مشرکوں کی تلاش و جستجو میں جاؤں۔ امید ہے کہ میں ان میں سے کسی کو پالوں اور قتل کر دوں تاکہ اپنے لخت جگر کا انتقام لے کر دل کو تسکین دوں۔ حضرت عمرو بن العاص نے قوم حمیر کے تین سو (۳۰۰) سواروں کو ان کے ہمراہ کر دیا۔ حضرت خالد بن سعید جوش انتقام اور ولولہ جنگ میں اتنے غرق تھے کہ اسی وقت تین سو سواروں کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

تھوڑی مسافت طے کرنے کے بعد وہ ایک سرسبز میدان میں پہنچے۔ سخت دھوپ اور شدت کی گرمی تھی لہذا سب نے یہ ارادہ کیا کہ دن کا وقت یہاں گزار دیں تاکہ ہمارے جانور چارہ اور گھاس کھالیں اور پھر رات کے وقت یہاں سے روانہ ہوں گے۔ لہذا سب نے اس میدان میں توقف کیا اور اپنے جانوروں کو چرنے کے لئے کھول دیا۔ اس میدان کے قریب ہی ایک بلند پہاڑ تھا۔ حضرت خالد بن سعید اپنے ساتھیوں کے ساتھ میدان میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اور اپنے ساتھیوں کو جہاد کی ترغیب دے رہے تھے۔ دوران گفتگو انھوں نے نظر اٹھا کر پہاڑ کی جانب دیکھا تو پہاڑ کی چوٹی پر ان کو چند آدمی دکھائی دیئے۔ حضرت خالد بن سعید نے ساتھیوں سے کہا کہ میرا گمان ہے کہ یہ لوگ جاسوس ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن کا کوئی لشکر اس میدان کے اطراف میں پوشیدہ ہو اور یہ لوگ ہماری مخبری کر دیں، مبادا ہم پر دشمن کا لشکر آپڑے۔ لہذا مناسب یہی ہے کہ ہم ان جاسوسوں پر جا پڑیں اور اپنے قبضہ میں لے لیں۔ ساتھیوں نے کہا کہ اے خالد! یہ کس طرح ممکن ہے؟ کیونکہ ہم میدان میں ہیں اور وہ لوگ پہاڑ کی بلندی پر ہیں اور پہاڑ کا جغرافیہ اس طرح کا ہے کہ اس پر چڑھنا امر دشوار ہے۔ حضرت خالد بن سعید نے اپنے ساتھ دس مجاہدوں کو لیا اور باقی مجاہدوں کو حکم دیا کہ میں جب تک واپس

پلٹ کر نہ آؤں تم اسی جگہ ٹھہرنا۔

حضرت خالد بن سعید اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ پہاڑ کے قریب گئے۔ گھوڑوں سے اتر کر اپنے تہ بند کو باندھا، تلوار کو گردن میں لٹکا لیا اور پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا۔ پہاڑ کی بلندی پر جانے کے لئے اس جگہ کوئی راستہ نہ تھا کہ آدمی اس پر چل سکے لیکن مجاہدوں کا عزم و استقلال اتنا مضبوط تھا کہ پہاڑ بھی ان کے سامنے نرم تھا۔ تمام مجاہد پہاڑ کی چٹانوں سے چپک کر ریگلتے ہوئے آہستہ آہستہ پہاڑ کی بلندی عبور کرنے لگے۔ ایسا خطرناک مرحلہ تھا کہ ذرا سی غلطی ہوئی یا پاؤں پھسلا یا ہاتھ سے چٹان سرک گئی تو سیدھے زمین پر آ جاتے لیکن تمام مجاہد اللہ کی نصرت و مدد سے پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئے۔ پتھر کی چٹانوں کی آڑ میں چھپتے چھپاتے اس جگہ پہنچ گئے جہاں رومی لشکر کے جاسوس ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہ کل چھ اشخاص تھے۔ ماحول سے غافل اپنی گفتگو میں کھوئے ہوئے تھے کہ مجاہدوں نے ان کو لکارا۔ وہ چونک پڑے گھبراہٹ و خوف کے عالم میں اپنے ہتھیاروں کی طرف لپکے لیکن مجاہدوں نے ان کو اتنا موقع نہ دیا۔ دو کی گردنیں اڑا دیں اور چار کو گرفتار کر لیا۔

گرفتار ہونے والے چار شخصوں کو حضرت خالد بن سعید نے زد و کوب کی ضیافت سے نوازا اور ان کا حال دریافت کیا کہ وہ کون ہیں؟ اور یہاں کیا کرنے آئے تھے؟ انھوں نے بتایا کہ ہم اس پہاڑ کے اطراف میں واقع دیہات دیر البقیع، جامعہ اور کفر العزیزہ کے رہنے والے ہیں، ہم کو یہ اطلاع ملی کہ ملک عرب کا لشکر ہمارے علاقہ پر چڑھائی کرتا آیا ہے۔ دیہات کے لوگ تو بھاگ بھاگ کر مضبوط قلعوں والے شہروں میں چلے گئے ہیں۔ ہم نے قلعوں سے بھی زیادہ محفوظ مقام اس پہاڑ کو جانا اور یہاں آ کر پناہ گزیں ہوئے۔ اطراف کے علاقوں کی خبر کے تجسس میں ہم اس پہاڑ کی چوٹی پر آئے تھے اور تم نے ہم کو گرفتار کر لیا۔ حضرت خالد بن سعید نے ان لوگوں سے رومی لشکر کا حال پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ ہر قل بادشاہ نے بمقام اجنادین بہت بڑا لشکر جمع کیا ہے اور وہ فلسطین کی طرف کوچ کرنے والا ہے تاکہ اسلامی لشکر کو بیت المقدس میں داخل ہونے سے باز رکھے۔ ان چار اسیروں نے مزید اطلاع دی کہ اجنادین میں جو رومی لشکر ہے اس کی رسد (اناج و اشیائے خوردن) مہیا کرنے کے لئے رومی لشکر کے

سرداروں میں سے ایک سردار ہمارے علاقہ میں آیا ہوا ہے اور اس نے بہت سارا غلہ وغیرہ ذخیرہ کر لیا ہے اور اس کو تمہارے لشکر کا خوف ہے لہذا وہ رسد لے کر جلد از جلد روانہ ہو جانا چاہتا ہے۔

حضرت خالد نے ان اسیروں سے پوچھا کہ رومی سردار رسد لے کر کس راستہ سے اجنادین جائے گا؟ انھوں نے کہا کہ وہ اسی راستہ سے گزرے گا جہاں تم میدان میں ٹھہرے ہوئے ہو، اس پہاڑ میں ایک بڑا درہ ہے وہ اس درہ سے ہو کر گزرے گا۔ حضرت خالد نے پوچھا کہ وہ اس وقت کہاں ٹھہرا ہوا ہے؟ جواب میں انھوں نے کہا کہ اس پہاڑ کے قریب ایک بڑا ٹیلہ ہے جس کا نام تل بنی سیف ہے وہاں پر وہ مع رسد و جمال ٹھہرا ہوا ہے۔ حضرت خالد بن سعید نے ان سے فرمایا کہ اگر تم اپنی زندگی کی خیریت چاہتے ہو تو ہم کو تل بنی سیف تک پہنچا دو۔ ہم تم کو چھوڑ دیں گے۔ انھوں نے قبول کیا۔

حضرت خالد بن سعید ان چار اسیروں کو لے کر اپنے دس ساتھیوں کے ہمراہ تل بنی سیف کی طرف چل دیئے۔ جب دو پہاڑوں کے درمیان واقع درہ کے پاس پہنچے تو وہاں توقف کیا اور میدان میں ٹھہرے ہوئے اپنے ساتھیوں کو بھی پہاڑ کے درہ کے پاس بلوایا۔ جب وہ آگئے تو سب ساتھ مل کر عجلت کے ساتھ تل بنی سیف نام کے ٹیلے کی طرف آگے بڑھے۔ جب اسلام کے کفن بردوشوں کی جماعت اس ٹیلے پر پہنچی تو دیکھا کہ تقریباً چھ سو (۶۰۰) رومی سپاہی اور کچھ دیہاتی غلام جلدی جلدی جانوروں پر رسد کے بورے لاد رہے ہیں۔ وہ ماحول سے بے خبر رسد لے کر فوراً روانہ ہونے کی فکر میں تھے۔ ان کا سردار جلد از جلد کام تمام کرنے کی تلقین کر رہا تھا۔ وہ رسد لادنے لدا نے میں مشغول تھے کہ مجاہدوں نے ان پر یلغار کر دی۔ حضرت خالد بن سعید اور حضرت ذوالکلاع حمیری نے ایسا شدت سے حملہ کیا کہ رومی مہبوت ہو گئے۔ رسد لادنے والے غلام اور جمال تو فوراً دم دبا کر بھاگ نکلے، رومی سپاہیوں نے تلواریں تان لیں اور مزاحمت کیں۔ ان کا سردار بلند آواز سے ان کو لڑنے کی ترغیب اور ہمت دلا رہا تھا۔ حضرت خالد بن سعید رومی سردار کی جانب لپکے اور ایک نیزہ اس ستمگر کو ایسا مارا کہ وہ مردہ ہو کر زمین پر گرا۔ مجاہدوں نے بھی بڑی دلیری سے ان کے سروں پر

شمشیریں رکھیں اور تین سو بیس (۳۲۰) رومی سپاہیوں کو کاٹ کر پھینک دیا۔ باقی بچے ہوئے سپاہی فرار ہو گئے۔

حضرت خالد بن سعید نے رومی لشکر کی رسد اور جانوروں پر قبضہ کر لیا۔ نیز مقتولین کے ہتھیار، مال و اسباب جمع کیا۔ بڑی مقدار میں غلہ اور مال غنیمت لے کر بخیر و عافیت حضرت عمرو بن العاص کے کیمپ میں بمقام فلسطین واپس آئے۔ حضرت عمرو بن العاص مجاہدوں کے سلامت لوٹنے اور ساتھ میں غنائم کثیرہ لانے سے بہت خوش ہوئے اور حضرت خالد بن سعید اور ان کے ساتھیوں کو مبارکباد اور دعائے خیر و برکت سے نوازا۔ پھر حضرت عمرو بن العاص نے جنگ فلسطین اور تل بنی سیف سے حاصل شدہ رسد و غنائم کی کیفیت کا مفصل خط اسلامی لشکر کے سپہ سالار اعظم حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق کو لکھا رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

◎ حضرت ابو عبیدہ کی عہدہ سے معزولی اور حضرت خالد کا تقرر

حضرت عمرو بن العاص کی طرف سے حضرت عامر بن طفیل الدوسی خط لے کر امیر المؤمنین کی خدمت میں مدینہ منورہ پہنچے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے وہ خط پڑھ کر مسلمانوں کو سنایا۔ خط سن کر اہل مدینہ بہت خوش ہوئے اور صدائے تہلیل و تکبیر سے فضا کو مترنم کر دیا۔ بعدہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عامر الدوسی سے ملک شام میں اسلامی لشکر کا حال دریافت کیا۔ حضرت عامر الدوسی نے بتایا کہ حضرت ابو عبیدہ نے اسلامی لشکر کو ملک شام میں الگ الگ مقامات پر متفرق کر دیا ہے۔ اور حضرت ابو عبیدہ ابھی تک اوائل ملک شام میں مقیم ہیں اور ملک شام میں داخل نہیں ہو پائے ہیں۔ علاوہ ازیں ہر قل بادشاہ نے بمقام اجنادین ایک عظیم لشکر جمع کیا ہے تاکہ وہ اسلامی لشکر سے ٹکر لے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عامر الدوسی کی زبانی تمام کیفیت سماعت فرمائی تو انھوں نے سوچا کہ ابو عبیدہ نرم طبیعت اور بھولے مزاج کے شخص ہیں اور رومیوں کی فوج کثیر سے جنگ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے لہذا آپ نے اکابر صحابہ کرام

سے مشورہ کیا اور کہا اگر حضرت ابو عبیدہ کے بجائے حضرت خالد بن ولید کو سپہ سالار اعظم کے عہدہ پر مقرر کیا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ کیونکہ وہ مرد شجاع اور جنگی امور میں مہارت رکھتے ہیں۔ تمام صحابہ نے حضرت صدیق اکبر کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے تائید کی۔ لہذا حضرت صدیق اکبر نے حضرت خالد بن ولید کو اسلامی لشکر کے سپہ سالار کے عہدہ پر مقرر کیا اور حضرت نجم بن مفرح کتانی کے ذریعہ حضرت خالد بن ولید کو خط طرف روانہ کیا۔ اس خط کی اہم عبارت ملاحظہ قارئین کی خاطر ذیل میں درج ہے:

”وَإِنِّي قَدْ وَلَّيْتُكَ عَلَى جَيْوشِ الْمُسْلِمِينَ وَأَمْرَتُكَ لِقِتَالِ
الرُّومِ وَقَدْ جَعَلْتُكَ الْأَمِيرَ عَلَى أَبِي عُبَيْدَةَ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ
الْمُسْلِمِينَ“

ترجمہ: ”اور بہ تحقیق میں نے سردار کیا تم کو مسلمانوں کے لشکروں پر اور حکم کیا تم کو رومیوں سے قتال کرنے کا اور بہ تحقیق میں نے تم کو ابو عبیدہ اور ان کے ساتھ مسلمانوں پر امیر مقرر کیا۔“ (حوالہ: فتوح الشام، ص: ۳۱)

حضرت خالد بن ولید ان دنوں عراق کے علاقہ، ملک فارس میں آتش پرستوں سے مصروف جہاد تھے اور قریب تھا کہ آپ شہر قادسیہ کو فتح کر لیں۔ حضرت امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط لے کر حضرت نجم بن مفرح وہاں پہنچے اور حضرت خالد بن ولید کو خط دیا۔ خط پڑھ کر آپ نے کہا کہ مجھ کو اللہ اور اللہ کے رسول کے خلیفہ کی اطاعت منظور ہے۔ حضرت خالد کو امیر المؤمنین کا خط پہنچانے حضرت عامر بن طفیل الدوسی بھی مدینہ طیبہ سے حضرت نجم بن مفرح کے ہمراہ گئے تھے۔ حضرت خالد بن ولید نے فوراً ایک خط حضرت ابو عبیدہ کے نام تحریر کیا۔ اس میں انھوں نے حضرت ابو عبیدہ کو ان کی معزولی اور اپنی تقرری کی اطلاع لکھی اور یہ بھی لکھا:

”قَدْ وَلَّانِي أَبُو بَكْرٍ عَلَى جَيْوشِ الْمُسْلِمِينَ فَلَا تَبْرَحْ مِنْ
مَكَانِكَ حَتَّى أَقْدَمَ عَلَيْكَ“

ترجمہ: ”بہ تحقیق حضرت ابوبکر نے مجھے مسلمانوں کے لشکر پر سردار مقرر کیا ہے۔ پس جب

تک میں تمہارے پاس نہ آؤں تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔“

(حوالہ:- فتوح الشام، ص: ۳۱)

حضرت خالد نے وہ خط حضرت عامر بن طفیل الدوسی کو دے کر حضرت ابو عبیدہ کی جانب روانہ کیا اور خود اسلامی لشکر کو لے کر ملک شام کی طرف کوچ کر گئے۔ حضرت خالد لشکر کو لے کر ”عین التمر“ کے راستے سے سفر کرتے ہوئے ”ارض سماوہ“ پہنچے۔ اب ان کو وہاں سے ارکہ نامی مقام پر جانا تھا وہاں سے ملک شام میں داخل ہونا تھا۔

◎ بغیر پانی سفر طے کرنے کی نرالی تدبیر

لیکن ارض سماوہ سے ارکہ تک کا سفر نہایت دشوار اور مشکل تھا۔ کیونکہ اس مسافت کے درمیان کہیں پانی ملنے کا امکان نہ تھا۔ اور تقریباً تین یا چار دن کا سفر تھا۔ ارض سماوہ میں کثرت سے پانی تھا لیکن آگے کا سفر بغیر پانی کے بنجر علاقے کا تھا۔ اسلامی لشکر میں پانی بھرنے کے لئے مشکیں اور برتن کی قلت تھی۔ اگر ارض سماوہ سے تمام برتن اور مشکیں پانی کی بھر کر ساتھ لیں تو وہ پانی لشکر کے سپاہیوں کو صرف دو یا تین دن تک کفایت کرے۔ لیکن سواری کے جانوروں کو پلانے کے لئے پانی کی فراہمی امر محال تھا۔ پیاس سے تمام گھوڑے مرجائیں، حضرت رافع بن عمیرہ الطائی صحابی رسول جو ملک شام کے علاقوں اور راستوں کی اچھی خاصی واقفیت رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنی رائے اور مشورہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ تیس اونٹوں کو سات دن تک پیاسا رکھو اور پھر میں جیسا کہوں کرو۔ چنانچہ لشکر نے ارض سماوہ میں سات دن توقف کیا اور تیس اونٹوں کو سات دن تک پیاسا رکھا۔

جب لشکر نے کوچ کی تیاری کی تو حضرت رافع بن عمیرہ نے سات دن کے پیاسے اونٹوں کو خوب پانی پلا کر ان کے منہ باندھ دیئے اور سپاہیوں سے کہا کہ تمام برتن اور مشکیزے پانی سے بھرو۔ تمام مجاہدوں نے اسی طرح کیا اور لشکر وہاں سے کوچ کرتا ہوا آگے بڑھا۔ جب کسی منزل پر پڑاؤ کرتے تو وہاں حضرت رافع بن عمیرہ دس اونٹ ذبح کر کے ان کے پیٹوں سے پانی نکال کر بڑی مشکوں میں بھر لیتے اور جب وہ پانی ٹھنڈا ہو جاتا تو گھوڑوں کو پلا دیتے اور اونٹ کا

گوشت لشکر کے مجاہدین کھاتے۔ اس طرح ہر منزل میں کرتے یہاں تک کہ تیس اونٹ ذبح ہو گئے لیکن سفر طے نہ ہوا۔ اب لشکر کی حالت خراب ہوئی۔ آدمیوں کے پینے کے لئے برتنوں اور مشکوں میں پانی نہیں تھا۔ جانوروں کو پلانے کے لئے اب پانی والا کوئی اونٹ بھی نہیں تھا۔ تمام لشکر پیاس کی شدت و کلفت برداشت کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ پانی کی عدم موجودگی سے سب کا برا حال تھا۔ سواری کے گھوڑوں کے قدم بھی لڑکھڑانے لگے۔ مجاہدوں کے حلق اور زبانیں خشک ہو گئیں۔ مزید برآں شدت کی گرمی اور دھوپ کی تپش سے لشکر کے سپاہی سوکھ کر کاٹھا ہو گئے۔ پاؤں بوجھل ہو گئے چلنے کی طاقت نہ رہی۔ قوت برداشت جواب دے چکی، دور دور تک کہیں پانی کا نام و نشان نہ تھا۔ سب کی حالت غیر تھی۔ بعض تو راہ میں بیٹھ گئے۔ اب ایک قدم چلنے کی بھی سکت نہ تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ پورا لشکر پانی نہ ملنے کی وجہ سے پیسا ہلاک ہو جائے گا۔ حضرت خالد نے مجاہدوں کو ہمت اور تسلی دی اور اب عنقریب پانی ملنے کی امید دلوائی۔ لیکن اپنی بھی حالت قریب ہلاکت تھی۔ اب اللہ کی نصرت اور مدد کے سوا اور کوئی سبیل نظر نہ آتی تھی:

زمین تپتی، کٹیلی راہ، بھاری بوجھ، گھائل پاؤں

مصیبت جھیلنے والے، تیرا اللہ والی ہے

(از:- امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

حضرت خالد بن ولید لشکر اسلام کی حالت دیکھ کر پریشان تھے۔ لشکر کی تعداد آہستہ آہستہ کم ہوتی جاتی تھی۔ تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر چند اشخاص راہ میں ٹھہر جاتے تھے۔ ضعف و ناتوانی کی وجہ سے کھڑا رہنا بھی مشکل تھا۔ حضرت خالد پریشانی و اضطراب کے عالم میں حضرت رافع بن عمیرہ طائی کے پاس آئے اور کہا کہ اب ہمارا لشکر قریب ہلاکت ہو گیا ہے۔ کوئی تدبیر سوچو! ہمارے بہادر مجاہدوں کی جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔

حضرت رافع نے کہا اے سردار! اب ہم قراقرم اور سوی نام کے مقام کے قریب آ گئے ہیں۔ آپ لشکر کو وہاں تک پہنچانے کی کوشش کرو۔ چنانچہ حضرت خالد نے مجاہدوں کو ہمت و امید دے دے کر بڑی مشکل سے قراقرم نامی مقام تک پہنچایا۔ لیکن اکثر مجاہدین راستہ میں پیچھے رہ گئے تھے۔ مقام قراقرم میں آ کر حضرت رافع بن عمیرہ الطائی وہاں کی زمین کو ٹٹولتے ہوئے

ایک درخت کے قریب آ کر ٹھہر گئے اور ساتھیوں سے کہا کہ اس جگہ کھودو۔ چند فٹ گہرائی تک کھودائی کی گئی کہ دفعتاً وہاں سے پانی کا چشمہ اُبل پڑا۔ مجاہدوں نے فرط مسرت سے تہلیل و تکبیر کی صدائیں بلند کیں۔ سب نے پانی پیا اور جلدی جلدی مشکیزوں میں پانی بھر کے روانہ ہوئے تاکہ راہ میں بچھڑے ہوئے ساتھیوں کو جا کر سیراب کریں۔ القصہ پانی کے بحران کی مصیبت ٹل گئی۔ راہ میں بچھڑ جانے والے مجاہدین پانی ملنے پر قوت و توانائی حاصل کر کے وہ بھی مقام قراقرم میں آ پہنچے۔ مقام قراقرم میں لشکر نے توقف کیا اور سفر کی مشقت سے نجات پائی۔ قدرے آرام و استراحت کرنے کے بعد لشکر نے کوچ کی اور مقام ارکہ کے قریب آ پہنچا۔ ارکہ اب صرف ایک منزل کے فاصلہ پر تھا۔ یہاں کا علاقہ زرخیز اور سرسبز و شاداب تھا۔ لشکر نے قلیل عرصہ کے لئے یہاں توقف کیا۔ اس دوران چند مجاہدین رومی لشکر کی خبر حاصل کرنے اور علاقہ کا معائنہ کرنے کی غرض سے لشکر سے نکل کر قریب کے ایک کھیت کی طرف گئے۔ وہاں ان کو کچھ اونٹ اور بکریاں نظر آئیں۔ مجاہدین جلدی سے وہاں گئے۔

◎ حضرت خالد بن ولید کے قاصد قید میں

ایک چرواہا شراب پی رہا تھا اور اس کے قریب ایک شخص اہل عرب سے مشکیں بندھا ہوا پڑا تھا۔ مجاہدوں نے قریب جا کر دیکھا تو وہ حضرت خالد بن ولید کے نامہ بر حضرت عامر بن طفیل الدوسی تھے۔ ان کو اس حالت میں دیکھ کر مجاہدین دوڑتے ہوئے حضرت خالد کے پاس آئے اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ حضرت خالد بن ولید فوراً گھوڑا دوڑاتے ہوئے وہاں پہنچے تو دیکھا کہ رومی چرواہا شراب کے نشے میں دھت پڑا ہوا ہے اور اس کے قریب حضرت عامر بن طفیل دوسی رسیوں میں بندھے ہوئے ہیں۔ حضرت خالد بن ولید نے حضرت عامر سے پوچھا کہ تم کیوں کر گرفتار ہوئے؟

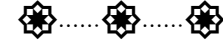
حضرت عامر بن طفیل نے اپنی داستان الم سناتے ہوئے کہا کہ قادیسیہ سے آپ کا خط لے کر اپنی اونٹنی پر سوار آپ کی روانگی سے پہلے میں چل پڑا تھا۔ عین التمر، ارض سماوہ اور قراقرم کے راستے سے مسافت طے کرتا ہوا میں اس مقام پر جب پہنچا تو شدت کی دھوپ اور

گرمی تھی۔ پیاس کی وجہ سے میرا بُرا حال تھا۔ اس چرواہے کو مع اپنی بکریوں اور اونٹوں کے دیکھ کر میں اس کے پاس آیا تاکہ اس سے دودھ مول لے کر اپنی پیاس بجھاؤں۔ جب میں اس کے قریب آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ شراب پی رہا ہے۔ میں نے اس سے دودھ طلب کیا تو اس نے شراب کا برتن میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے ڈانٹا کہ خود شراب پیتا ہے؟ اور میری طرف بھی شراب بڑھاتا ہے۔ شراب پینا حرام ہے تو اس نے مجھے دھوکہ دیا کہ تم کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ شراب نہیں ہے بلکہ خالص پانی ہے۔ اپنی سواری سے اتر کر خود ہی دیکھ کر اور سو گنگھ کر تحقیق کر لو کہ شراب ہے یا پانی؟ اگر شراب ہو تو جو چاہو سزا دینا۔ میں اس کی باتوں میں آ گیا اور اپنی اونٹنی کو بٹھا کر پالان سے اُترا اور زانو کے بل بیٹھ گیا تاکہ دیکھوں کہ اس کے بڑے کا سے میں شراب ہے یا پانی؟ جیسے ہی میں جھکا اس نے اپنے پاس رکھی ہوئی لاٹھی اٹھا کر میرے سر پر دے ماری مجھے ایسا لگا کہ میرے سر کی ہڈی ٹوٹ گئی اور میں غش کھا کر گر پڑا۔

جب ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو رسیوں میں مضبوط بندھا پایا اور یہ چرواہا میرے پاس بیٹھا ہوا شراب پی رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ تم اصحاب محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے معلوم ہوتے ہو۔ لہذا جب تک میرا مالک جو بادشاہ ہر قل کے پاس گیا ہوا ہے نہ لوٹے گا تب تک میں تجھ کو اسی طرح قید رکھوں گا۔ میں نے پوچھا کہ تیرا مالک کون ہے؟ اس نے کہا کہ اہل عرب سے نصرانی مذہب ہے (عرب متصرہ)۔ اور اس کا نام قذاح بن واخلہ ہے۔

حضرت عامر نے حضرت خالد سے کہا کہ میں تین دن سے اسی حالت میں ہوں یہ شخص میرے پاس آ کر بیٹھ کر شراب پیتا ہے اور پھر باقی ماندہ شراب مع برتن مجھ پر ڈال دیتا ہے۔ حضرت خالد بن ولید کو حضرت عامر بن طفیل کی زبانی داستان غم سن کر بہت غصہ آیا۔ وہ چرواہا نشے میں چور پڑا ہوا تھا۔ حضرت خالد نے چرواہے کو تلوار کی ضرب ماری اور اس کا سر پھاڑ ڈالا۔ حضرت خالد کے ہمراہ آئے ہوئے ساتھیوں نے تمام مویشی پر قبضہ کر لیا اور حضرت عامر کو قید سے آزاد کیا۔ حضرت خالد نے حضرت عامر سے پوچھا کہ میں نے تم کو حضرت ابو عبیدہ کے نام جو خط دیا تھا، وہ کیا ہوا؟ حضرت عامر نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ وہ خط ابھی تک میرے عمامہ میں

پوشیدہ اور محفوظ ہے۔ ابو عبیدہ کو میرا خط پہنچاؤ اور اب سفر میں پوری احتیاط سے کام لینا۔ حضرت عامر نے حضرت خالد کو الوداع کر کے حضرت ابو عبیدہ کی جانب راہ اختیار کی۔



فتح ارکہ، سحنہ اور تدمر

حضرت خالد نے حضرت عامر بن طفیل الدوسی کو حضرت ابو عبیدہ کی جانب روانہ کرنے کے بعد لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ قراقر سے ارکہ قریب ہی تھا لیکن بیچ میں بھیانک جنگل واقع تھا۔ جنگل پار کر کے لشکر ارکہ پہنچا۔ اسلامی لشکر ارکہ کی طرف آ رہا ہے یہ خبر سنتے ہی ارکہ کے اطراف کے علاقہ میں بسنے والے لوگ بھاگ کر ارکہ کے قلعہ میں محصور ہو گئے۔ ارکہ کا حاکم ہرقل بادشاہ کا معتمد اور مقرب شخص تھا۔ وہ میدان جنگ کا آزمودہ کار تھا۔ اس نے ارکہ کے لوگوں کو جنگ کے لئے آمادہ کیا۔ قلعہ کے تمام دروازے بند کر دیئے اور شہر پناہ پر چڑھ کر اسلامی لشکر کا مقابلہ کرنے کی تیاری کرنے لگے۔ ارکہ شہر میں ہلچل مچی ہوئی تھی کیونکہ اسلامی لشکر کی آمد کی اطلاع ہو چکی تھی۔ علاوہ ازیں ارکہ کے حاکم کی طرف سے بڑے پیمانے پر مقابلہ کے لئے لوگ جمع کئے جا رہے تھے۔

ارکہ میں شمعان نام کا ایک حکیم رہتا تھا جو کتب سماوی کا زبردست عالم، قوم روم کا مذہبی پیشوا اور ملاحم کا جاننے والا تھا۔ ملاحم ان کتابوں کو کہتے ہیں جن میں مستقبل میں رونما ہونے والے فتن اور جنگوں کی پیشین گوئیاں لکھی ہوتی ہیں۔ حکیم شمعان ارکہ کے کچھ معزز لوگوں کے ساتھ اپنے مکان میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کو خبر پہنچی کہ اسلامی لشکر ارکہ پر حملہ کرنے آ پہنچا ہے۔ خبر سنتے ہی اس کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا اور مضطرب و بیقرار ہو کر کہنے لگا کہ وقت قریب آ گیا۔ وقت قریب آ گیا حکیم شمعان کی مجلس میں موجود لوگ اس کی زبان سے بار بار اس جملہ کو سن کر تعجب اور حیرت میں پڑ گئے۔ لوگوں نے پوچھا کہ کونسا وقت قریب آ گیا؟ حکیم شمعان نے کہا کہ سلطنت روم کی ہلاکت کا وقت قریب آ گیا۔ میرے پاس ایک ملحمہ (کتاب) ہے اس میں اس قوم کا ذکر ہے۔ نیز اس میں یہ بھی مذکور ہے:

1

”قوم عرب کا پہلا نشان یہاں پر عراق کی جانب سے آئے گا اور وہ نشان فتح

5

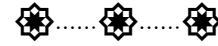
مندی کا ہوگا۔ وہ نشان سیاہ ہوگا اور ان کا سردار لمبا، چوڑا، طویل وموٹا، اس کے

دونوں شانوں میں کافی فرق اور اس کے چہرے پر چیچک کے نشان ہوں گے۔ وہی شخص سرداران کے لشکر کا ہوگا اور اسی کے ہاتھوں فتح ہوگی۔“

لوگ حکیم شمعان کی بات سن کر قلعہ کی دیوار سے اسلامی لشکر کو جھانک جھانک کر دیکھنے لگے تو واقعی اسلامی لشکر کا نشان سیاہ تھا جس کو حضرت خالد بن ولید اپنے ہاتھوں میں تھامے ہوئے تھے اور حضرت خالد بن ولید طویل قد و قامت والے تھے اور ان کے دونوں شانے کشادہ تھے نیز ان کے چہرے پر چیچک کے نشان بھی تھے۔ حکیم شمعان نے جو جو علامات بیان کی تھیں ان کا لوگوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ لہذا وہ ارکہ کے حاکم کے پاس آئے اور کہا کہ حکیم شمعان ہمارے مذہب کا ذیشان پیشوا ہے اور وہ کوئی بھی بات حکمت کے خلاف نہیں کہتا۔ آج اس نے ہم سے قوم عرب کے لشکر کے متعلق جو آگہی دی اس کو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، بھلائی اور بہتری اسی میں ہے کہ تم اسلامی لشکر سے ٹکرانے کا ارادہ ترک کر کے ان سے صلح کر لو تاکہ ہمارے مال و اسباب اور اہل و عیال ہلاکت سے محفوظ رہیں۔

ارکہ کا حاکم اسلامی لشکر سے جنگ کا عزم مصمم کر کے جنگی تیاری کر رہا تھا اور یک لخت جنگ موقوف کر کے صلح کی پیش کش کرنا اس کو گراں معلوم ہوا اس کا غرور اور تکبر صلح کی پیش کش کو دفعہ منظور کرنے سے روکتا تھا، اس نے کہا کہ مجھے کچھ مہلت دو شب میں اطمینان سے سوچ کر صبح جواب دوں گا۔ قوم نے کہا ٹھیک ہے حاکم ارکہ رات بھر سوچتا رہا کہ اکابر قوم صلح کی طرفداری کر رہے ہیں اور میں جنگ کی تدبیر کر رہا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ صلح کر لیں اور مجھے عربوں کو سونپ کر بلی کا بکرا بنا دیں، نیز عربوں کے لشکر سے مقابلہ کرنا بھی مشکل ہے۔ فلسطین کے معرکہ میں سردار رومی کی بڑی فوج مسلمانوں کی چھوٹی جماعت کے ہاتھوں بری طرح پٹ گئی اور عربوں کا رعب و خوف ملک شام کے تمام لشکر کے سپاہیوں پر چھا گیا ہے۔ اگر جنگ میں شکست ہوئی تو میں کہیں کا نہ رہوں گا عربوں کے ہاتھ ہزیمت اٹھانے کے ساتھ ساتھ میری اپنی قوم کی لعنت و ملامت بھی میرے سر ہوگی۔ لہذا اکابر قوم کی رائے سے متفق ہونا ہی مناسب ہے۔

صبح اکابر قوم نے حاکم ارکہ سے جواب طلب کیا تو اس نے بھی صلح کی موافقت کی۔ قوم کے اکابر حضرت خالد کے پاس آئے اور صلح کی گفتگو کر کے دو ہزار درہم چاندی اور ایک ہزار اشرفی پر مصالحت کی۔ حضرت خالد بن ولید نے اہل ارکہ کو صلح کی دستاویز لکھ دی۔ حضرت خالد بن ولید بعد صلح ابھی ارکہ میں موجود تھے کہ ”سخنہ“ اور ”تدمر“ کے حاکم نے بھی آکر صلح کی اور سالانہ جزیہ دینے کی شرطیں منظور کیں۔ اہل سخنہ اور اہل تدمر سے صلح کرنے کے بعد حضرت خالد بن ولید ”حوران“ اور ”بصری“ کی طرف روانہ ہوئے۔



جنگ بصری

حضرت خالد بن ولید کا خط لے کر حضرت عامر بن طفیل الدوسی حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کی خدمت میں آئے۔ خط پڑھ کر حضرت ابو عبیدہ مسکرائے اور خوش ہوئے، اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے انھوں نے یہ جملہ کہا:

”الْحَمْدُ لِلّٰهِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ لِلّٰهِ وَلِخَلِيفَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ“

ترجمہ ”تمام خوبیاں اللہ کے لئے ہیں، اللہ کی اور اللہ کے رسول کے خلیفہ کی اطاعت منظور ہے“

حضرت ابو عبیدہ اسلامی لشکر کے سپہ سالار اعظم کے عہدہ سے معزول کئے جانے پر مطلق ملول نہیں ہوئے بلکہ مسرور ہوئے اور اسی وقت تمام مجاہدین اسلام کو جمع کر کے اپنی معزولی اور حضرت خالد بن ولید کی تقرری سے مطلع کیا۔

حضرت ابو عبیدہ نے اپنی معزولی سے پہلے حضرت شرحبیل بن حسنہ کا تب رسول کو چار ہزار سواروں کا لشکر دے کر بصرہ کی جانب روانہ کر دیا تھا۔ حضرت شرحبیل لشکر لے کر بصرہ پہنچے اور قلعہ شہر کے تھوڑے فاصلہ پر پڑاؤ کیا۔

○ حاکم بصری کی حیرت انگیز جسامت

شہر بصرہ کے حاکم کا نام روماس تھا وہ ہرقل بادشاہ اور رومیوں کے نزدیک بڑا مرتبہ رکھتا تھا۔ کتب سابقہ اور ملاحم کا عالم اور رومیوں کے مذہبی پیشوا کی حیثیت اسے حاصل تھی۔ روماس حاکم کا جسم بہت ہی تعجب خیز تھا اپنے طویل قد و قامت اور کثیف جسامت کی وجہ سے وہ ملک شام میں منفرد الجسم اور مشہور تھا۔ دور دراز سے لوگ اس کا جسم دیکھنے کے لئے آتے تھے وہ اکثر و بیشتر علمی مجلس منعقد کر کے لوگوں کو علم و حکمت کی باتیں سنایا کرتا تھا۔ شہر بصرہ بہت سرسبز و

شاداب تھا تجارت کی بڑی منڈی میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ حجاز و یمن کے تاجر وہاں پر خرید و فروخت کے لئے آیا جایا کرتے تھے۔ بصرہ میں کسی خاص موسم میں ایک میلہ لگتا تھا۔ اس میلے میں کافی لوگ شرکت کرتے تھے میلے کے ایام میں حاکم روماس علمی محافل کا انعقاد کرتا تھا۔ ایک لوہے کی کرسی پر بیٹھ کر وہ علم و حکمت کی باتیں لوگوں کو سناتا تھا لوگ جوق در جوق اس کی محفل میں اس کی باتیں سننے اور خاص کر اس کا جسم دیکھنے کی غرض سے شرکت کرتے تھے۔

حضرت شرحبیل بن حسنہ چار ہزار کا لشکر لے کر جب بصرہ پہنچے تو وہاں میلہ لگا ہوا تھا۔ حاکم روماس کی تقریر ہو رہی تھی دوران تقریر اطلاع آئی کہ اسلامی لشکر نے قلعہ شہر کے قریب نزول کیا ہے۔ خبر سننے ہی حاکم روماس نے روساء و اکابر شہر کو جمع کیا اور کہا کہ تشویش و فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں بذات خود جا کر اسلامی لشکر کے سردار سے گفتگو کرتا ہوں اور ان کا منشاء و مطلب دریافت کرتا ہوں۔ حاکم روماس گھوڑے پر سوار ہو کر اسلامی لشکر کے کیمپ کے قریب جا کر ٹھہرا اور پکار کر کہا کہ اے گروہ عرب! میں حاکم بصرہ روماس ہوں اور چاہتا ہوں کہ تمہارے لشکر کے سردار سے گفتگو کروں۔ حضرت شرحبیل بن حسنہ اس کے سامنے آئے۔

روماس نے حضرت شرحبیل سے اسلام اور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق سوال کیا اور جواب پایا۔ پھر اس نے موجودہ امیر المؤمنین کے متعلق پوچھا حضرت شرحبیل نے فرمایا کہ اس وقت عبداللہ عتیق بن ابی قحافہ یعنی حضرت ابوبکر صدیق خلیفۃ المسلمین ہیں۔ روماس نے کہا کہ اے برادر عربی! میں اپنے دین کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم حق پر ہو۔ لیکن اس وقت میں برائے ہمدردی اور مہربانی مشورہ دیتا ہوں کہ تم یہاں سے پلٹ جاؤ۔ کیونکہ اس وقت بصرہ میں ملک شام کے متفرق مقامات سے کثیر تعداد میں لوگ آئے ہوئے ہیں اور تم بہت قلیل تعداد میں ہو۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ تم اپنے وطن پلٹ جاؤ ہم تمہارا راستہ نہیں روکیں گے اور یہ بات بھی جان لو کہ تمہارے خلیفہ ابوبکر میرے دوست ہیں۔ اگر وہ یہاں ہوتے تو مجھ سے نہ لڑتے۔

3

حضرت شرحبیل نے جواب میں فرمایا کہ ہمارے امیر المؤمنین حضرت ابوبکر کی وہ عالی ذات گرامی ہے کہ اگر ان کے اپنے بیٹے یا بھتیجے بھی دین و ملت کے خلاف ہوں تو وہ ان کو بھی

5

معاف نہیں کریں گے کیونکہ وہ خدا کے حکم کی تعمیل پر مامور ہیں۔ یہ معاملہ ان کا ذاتی نہیں بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تم سے جہاد کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ لہذا جب تک تم تین باتوں میں کسی ایک کو اختیار نہ کرو گے ہم تم سے جدا نہ ہوں گے۔ دین اسلام اختیار کرو یا جزیہ دو یا ہم سے لڑو۔

حاکم روماس نے کہا کہ میرا اختیار ہوتا تو ہرگز تم سے نہ لڑتا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم حق پر ہو۔ لیکن میرے شہر میں دُور دراز سے رومی قوم جمع ہوئی ہے اور وہ لڑنے پر آمادہ ہے پھر بھی میں واپس جا کر انہیں سمجھانے کی کوشش اور نصیحت کرتا ہوں، دیکھو کہ انہیں کیا منظور ہے؟

◎ حاکم روماس کی نصیحت

حاکم روماس نے واپس آ کر اپنی قوم کو جنگ سے باز رہنے کی نصیحت کی۔ جنگ فلسطین میں سردار رومی کی ہزیمت کی مثال پیش کر کے اسلامی لشکر کا رعب و خوف ظاہر کیا حضرت خالد بن ولید کی غنقریب آمد سے بھی ڈرایا۔ جنگ کے مہلک اور تباہ کن نتائج سے آگاہ کیا اور صلح کرنے اور جزیہ ادا کرنے کا مشورہ دیا۔

حاکم روماس کی تقریر سن کر قوم مشتعل ہو گئی۔ عربوں کو جزیہ ادا کر کے قوم کو ذلیل و رسوا کرنے کا مشورہ دینے والے حاکم کو قتل کر دو۔ ایک اشتعال برپا ہو گیا اور رومیوں نے روماس کی سخت مخالفت کی بلکہ بعض متعصب نصرانی حاکم روماس کے قتل پر آمادہ ہو گئے۔ حاکم روماس نے لوگوں کے تیور دیکھے تو اس نے بھی رنگ بدلا اور قوم کو اپنا موافق کرنے کی غرض سے بات کا پہلو بدلتے ہوئے کہا کہ اے حاملان صلیب! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں واقعی عربوں سے صلح کرنا چاہتا ہوں؟ ارے! میں تو تمہاری غیرت و حمیت کا امتحان لے رہا تھا۔ مجھے تمہاری غیرت اور خودداری پر ناز ہے۔ اب میرا عزم پختہ بھی جان لو۔ اگر تم سب عربوں سے صلح کرنے پر متفق ہو جاتے تو بھی میں ہرگز صلح نہ کرتا بلکہ تنہا ان سے جنگ کرتا بلکہ ایک اور بات بھی میری سن لو! ہم عربوں سے ضرور لڑیں گے اور حاکم روماس لڑائی میں تم سب سے مقدم رہے گا۔ حاکم روماس کی زبانی اس قسم کی پر جوش اور جذباتی گفتگو سن کر رومیوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور تمام

رومی جنگی ساز و سامان سے آراستہ ہو کر بقصد لڑائی میدان میں جمع ہو کر صف بستہ ہونے لگے۔

◎ عین لڑائی میں لشکر خالد کی آمد

بارہ ہزار کا رومی لشکر قلعہ شہر سے باہر نکل کر میدان جنگ میں آنے لگا۔ اسلامی لشکر کی تعداد صرف چار ہزار تھی ایک کے مقابلے میں تین کا معاملہ تھا۔ رومی لشکر طوفانِ ضرر کی مانند شور و غل کرتا ہوا اسلامی لشکر کی جانب آگے بڑھ رہا تھا۔ جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ دور سے تلواریں گھومتے، نیزے نچاتے، اُچھلتے کودتے اور دوڑے چلے آ رہے تھے۔ حضرت شرحبیل بن حسنہ نے دیکھا کہ رومی لشکر تیز آندھی کی مانند آ رہا ہے تو اسلامی لشکر کے مجاہدوں کو پکار کر کہا کہ اے حاملانِ قرآن! جان لو کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

”الجنة تحت ظلال السيوف“ یعنی: جنت تلواروں کے سایہ تلے ہے۔

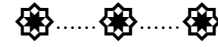
پھر فرمایا کہ: ”اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب خون کا وہ قطرہ ہے جو اس کی راہ میں بہایا جائے۔ اے مجاہدو! دشمنوں سے خوب جہاد کرو اور ان کی صفیں الٹ دو۔“

بارہ ہزار رومیوں کا لشکر آدھمکا۔ چار ہزار مجاہد بارہ ہزار رومیوں کے گھیرے میں آ گئے۔ جنگ کی آگ شعلہ زن ہوئی۔ شمشیر زنی کا بازار گرم ہوا۔ نیزہ بازی عام ہوئی۔ گھوڑوں کی ہنہناہٹ، تلواروں کی جھنکار، زخمیوں کی چیخ و پکار، بلند ہورہی تھی۔ زخمیوں سے خون کے فوارے اڑنے لگے۔ پکے ہوئے آم کی طرح بدن سے سرگرنے لگے۔ کفن بردوش مجاہدین اسلام جان ہتھیلی پر رکھ کر موت سے ٹکر لے رہے تھے۔ ثبات قدمی سے رومیوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ دو پہر تک رومی لشکر کے طوفانی حملوں کے تھپیڑوں سے ٹکر لے رہے تھے۔ دشمنوں کی طمع بڑھتی جا رہی تھی۔ اسلامی لشکر کے مجاہدین پر شدت کا وقت تھا۔ ایسی مصیبت کے عالم میں اسلامی لشکر کے سردار حضرت شرحبیل نے آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ اے جی! اے قیوم! اے بدیع السموات والارض! اے ذوالجلال والاکرام! اے ہمارے رب! تو نے اپنے پیارے نبی کی زبان سے ملک شام اور فارس کی فتح کا وعدہ کیا ہے۔ کافروں پر ہماری مدد کر۔

حضرت ماجد بن روہم العبسی نے روایت کی ہے کہ بصرہ کی لڑائی میں حضرت شرحبیل نے اپنی دعا کو تمام بھی نہیں کیا تھا کہ اللہ کی مدد آگئی۔ جب جنگ کا تنور گرم تھا اور اسلامی لشکر کے مجاہدین رومیوں کے گھیرے میں آچکے تھے اور رومی یہ گمان کر رہے تھے کہ اب ہم غالب ہو چکے کہ دفعۃً حوران کے راستہ سے ایک غبار بلند ہوتا نظر آیا۔ وہ غبار کیا تھا؟ گویا سیاہ بدلیاں آسمان سے نازل ہو کر سطحِ زمین کے قریب آگئی تھیں۔ تھوڑی ہی دیر میں اس غبار سے پیش پیش چلنے والے گھوڑے دکھائی دیئے۔ دوسوار بہت ہی قریب آگئے اور بلند آواز سے پکارا کہ اے شرحبیل! بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مدد تم تک آ پہنچی۔ میں خالد بن ولید ہوں۔ دوسرے نے کہا کہ میں عبدالرحمن بن ابی بکر ہوں۔ ان دونوں شہسواروں کی اتباع کرتے ہوئے قومِ خم و جذام اور تمام مجاہدین کا لشکر نمودار ہوا۔ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم جس کا نام ”رایت العقاب“ تھا اور وہ علم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید کو مدینہ منورہ سے روانہ کرتے وقت عنایت فرمایا تھا۔ وہ مقدس علم نمایاں نظر آ رہا تھا۔ جس کو حضرت رافع بن عمیرہ الطائی اٹھائے ہوئے تھے۔ حضرت شرحبیل کے لشکر کے مجاہدوں نے جب دیکھا کہ محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم نصرت الہی کی آمد کی نشاندہی کرتا ہوا اور انوار و تجلیات بکھیرتا ہوا آ پہنچا ہے تو ان میں ایک نیا جوش پیدا ہوا۔ حضرت خالد کے لشکر نے اس شان سے نعرہ بکسیر و تہلیل بلند کیا کہ دشمنوں پر لرزہ طاری ہو گیا۔ حضرت خالد بن ولید کا لشکر آ پہنچا ہے، یہ سنتے ہی رومیوں کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ تھوڑی دیر پہلے رومی سپاہی اسلامی لشکر کے مغلوب ہونے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ لیکن حضرت خالد بن ولید کی آمد کی خبر سنتے ہی اب ان کو دن میں تارے نظر آنے لگے۔ قبل اس کے کہ حضرت خالد کا لشکر ان پر ٹوٹ پڑے رومیوں نے بھاگ کر شہر میں پناہ لے لی۔ قلعہ میں گھس کر اندر سے دروازہ بند کر لیا۔

حضرت خالد بن ولید کے لشکر نے حضرت شرحبیل کے لشکر سے ملاقات کی۔ دعا و سلام کے بعد حضرت خالد نے حضرت شرحبیل سے فرمایا کہ ہر قل بادشاہ بمقام اجنادین بہت بڑا لشکر جمع کر رہا ہے اور یہ وقت متفرق ہو کر رہنے کا نہیں ہے بلکہ مجتمع ہو کر رہنے کا ہے۔ تم کو شہر

بصرہ پر یورش کرنے کی عجلت نہ کرنی چاہئے۔ حضرت شرحبیل نے کہا کہ میں حضرت ابو عبیدہ کے حکم کی تعمیل میں یہاں آیا ہوں۔



جنگ بصری کا دوسرا دن

○ حضرت خالد اور حاکم روماس میں مصنوعی جنگ

پہلے دن دوپہر بعد رومی لشکر میدان جنگ سے فرار ہو کر قلعہ میں گھس گیا اور جنگ موقوف ہو گئی۔ حضرت خالد نے لشکر کو آرام کرنے کا حکم دیا۔ دوسرے دن صبح کو رومی لشکر جوش و خروش کے ساتھ شہر کا دروازہ کھول کر نکلا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہرقل بادشاہ نے دریخان نامی سردار کو لشکر دے کر بصرہ کو کمک بھیجا تھا۔ ادھر اسلامی لشکر کے سپہ سالار نے سوچا کہ ہم کو بھی جلدی نکل کر میدان میں آ جانا چاہئے تاکہ ہماری تھکان کے متعلق رومیوں کا گمان کا فور ہو جائے اور ان پر ہمارا رعب و دبدبہ قائم ہو۔

حضرت خالد اسلامی لشکر کو میدان میں لائے اور صف آرائی شروع کی مہینہ پر حضرت رافع بن عمیرہ طائی، میسرہ پر حضرت ضرار بن الازور، پیدل فوج پر حضرت عبدالرحمن بن حمید حجازی کو مقرر کیا۔ آپ کے ساتھ لشکر زحف کا جو مخصوص دستہ تھا۔ اس کو لشکر کے مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا اور سب کو حکم دیا کہ جب میں حملہ کروں تو تم بھی حملہ آؤ اور ہونا۔ بعدہ حضرت خالد لشکر کو جہاد کی فضیلت اور ترغیب دے رہے تھے کہ انھوں نے دیکھا کہ رومی لشکر کی صفیں ادھر اُدھر ہٹنی شروع ہوئیں اور صفوں کے درمیان سے ایک بھاری ڈیل ڈول کا لمبا چوڑا اور موٹا شخص گھوڑے پر سوار نکلا۔ اس کے اور گھوڑے کے جسم پر سونا، چاندی، حریر و یاقوت سے لدے ہوئے لباس اور زیورات چمکتے تھے۔ وہ سوار دونوں لشکروں کے بیچ خالی میدان میں آ کر ٹھہرا اور کہا کہ اے گروہ عرب! میرے مقابلہ کے لئے تمہارا سردار ہی نکلے کیونکہ میں بصرہ کا سردار اور حاکم روماس ہوں۔ تاکہ سردار سے سردار کا مقابلہ ہو۔ حاکم روماس کے اس طرح للکار کر دعوت مبارزت دینے پر حضرت خالد فوراً لشکر سے نکل کر اس کے سامنے آئے۔

حاکم روماس نے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا تم مسلمانوں کے سردار ہو؟ حضرت خالد نے فرمایا کہ ہاں! مسلمان لوگ مجھے ایسا سمجھتے ہیں اور میں ان کا سردار اسی

وقت تک ہوں کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم ہوں اور جب بھی مجھ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوگی، ان پر میری سرداری باقی نہیں رہے گی۔ روماس نے کہا کہ میں نے کتب سابقہ اور ملاحم میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی ہاشمی قرشی عربی مبعوث کرے گا، جن کا نام محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہوگا۔ حضرت خالد نے فرمایا ہاں! وہی ہمارے آقا و مولیٰ اور پیغمبر ہیں۔

پھر حاکم روماس نے قرآن مجید، حرمت شراب، حرمت زنا، فرضیت نماز، فرضیت حج اور فرضیت جہاد کے متعلق سوالات کئے۔ حضرت خالد نے تمام سوالات کے اطمینان بخش جوابات مرحمت فرمائے۔ حاکم روماس نے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ تم حق پر ہو اور میں تم کو دوست رکھتا ہوں۔ میں نے اپنی قوم کو تمہارے متعلق خوب ڈرایا دھمکایا۔ لیکن انھوں نے میری ایک نہ سنی اور میرے قتل کے درپے ہو گئے۔ اس وقت بھی میں اپنی قوم کے ڈر سے تمہارے مقابلہ کے لئے نکلا ہوں۔ میں ہرگز تم سے لڑنا نہیں چاہتا تم دین حق پر قائم ہو۔ تمہاری حقانیت اور صداقت کا میں قائل و معترف ہوں۔ صرف اپنی قوم کے سامنے دکھاوا کر کے لڑنے نکلا ہوں۔

حضرت خالد نے روماس سے فرمایا کہ جب تو اسلام کی حقانیت کا اقرار و اعتراف کرتا ہے تو پھر کلمہ شہادت پڑھ کر علی الاعلان مسلمان کیوں نہیں ہو جاتا؟ تاکہ قبول اسلام سے تیرا اور ہمارا حال برابر ہو جائے اور تو ہمارا دینی بھائی بن جائے۔ حاکم روماس نے کہا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے ڈر ہے کہ میری قوم مجھ کو قتل کر کے میرے اہل و عیال کو قید کر لے گی۔ لیکن میں واپس جا کر ایک مرتبہ مزید کوشش کرتا ہوں اور مسلمان ہونے کی ترغیب دیتا ہوں۔ شاید اللہ انھیں راہ راست پر گامزن فرمائے۔ اتنا کہہ کر حاکم روماس نے رومی لشکر کی جانب پلٹنے کے لئے اپنے گھوڑے کو موڑا اور جانے کے قصد سے گھوڑے کو ایڑی ماری۔ حضرت خالد نے اُسے روکا اور فرمایا کہ اے حاکم بصرہ! ذرا دماغ سے کام لے! تو مجھ سے لڑے بغیر صرف گفتگو کر کے واپس جائے گا اور واپس جا کر اپنی قوم کو اسلام کی حقانیت و صداقت باور کرانے کی سعی کرے گا تو یقیناً تیری قوم تجھ پر شبہ کرے گی اور مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تیرے خون کے پیاسے ہو جائیں گے لہذا تو تھوڑی دیر صرف دکھاوے کی خاطر مجھ سے لڑ لے تاکہ تیری قوم کا

6

5

اعتماد برقرار رہے اور تیری شخصیت ان کی نظروں میں مشکوک نہ ہو۔ لہذا پہلے میں تجھ پر حملہ کرتا ہوں اور پھر تو مجھ پر حملہ کر، تاکہ ہمارے گٹھ جوڑ پر کسی کوشش نہ ہو۔

حضرت خالد کی پیش کردہ تجویز منظور کرتے ہوئے حاکم روماس حضرت خالد کے ساتھ مشغول جنگ ہوا۔ دونوں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ دونوں لشکر کے سپاہی اپنے اپنے سرداروں کی حوصلہ افزائی کے لئے زور زور سے شاباشی دے رہے تھے۔ دونوں سردار بھی اس طرح فن لڑائی کا مظاہرہ کر رہے تھے گویا حقیقت میں لڑ رہے ہوں۔ اسی طرح تھوڑی دیر تک لڑتے رہے۔ پھر حاکم روماس نے حضرت خالد سے کہا کہ اب آپ حملہ میں شدت کرو تاکہ میں پیٹھ پھیر کر بھاگ جاؤں۔ نیز اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہا کہ ہر قل بادشاہ نے بصرہ کے کمک کے لئے دریاخان نام کے جنگجو اور ماہر جنگ سردار کو بھیجا ہے۔ لہذا تم اس سے ہشیار رہنا اور پوری احتیاط سے کام لینا۔ حضرت خالد اس اطلاع پر روماس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اس پر غالب کرے گا اور ہماری مدد فرمائے گا۔

پھر حضرت خالد نے حملہ میں شدت دکھائی۔ حاکم روماس نے ایسا ڈھونگ رچایا کہ گویا اس میں حضرت خالد کے حملہ کی تاب نہیں۔ اس طرح کا دکھاوا کرتے ہوئے بھاگا۔ حضرت خالد نے تھوڑے فاصلہ تک اس کا تعاقب کیا لیکن گھوڑے کی رفتار متوسط رکھی اور روماس گھوڑے کو تیز دوڑاتا ہوا رومی لشکر میں پہنچ گیا۔ رومیوں نے اپنے سردار کو ہزیمت اٹھا کر واپس ہوتا دیکھ کر اس سے پوچھا کہ لڑائی کا کیا حال رہا؟ روماس نے کہا کہ کچھ مت پوچھو۔ بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر بھاگا ہوں۔ عرب بہت بہادر اور سخت ہیں۔ ان کی تلوار کا دار ایسا شدید ہوتا ہے کہ شیر اور زہرہ چیر کر رکھ دے تجھ کو تو موت نظر آنے لگے گی۔ ہم میں عربوں کے ساتھ جنگ کرنے کی طاقت نہیں۔ میدان جنگ میں ان کے سامنے ٹھہرنا دشوار ہے لہذا امیر اکہنا مانو اور جس طرح ارکہ اور تدمر کے لوگوں نے ان سے صلح کی ہے، تم بھی اسی طرح عربوں سے صلح کر لو۔ تمہاری بہتری اور بھلائی کا خواہاں ہونے کی وجہ سے میں تم کو نفع بخش رائے دے رہا ہوں۔

حاکم روماس کی بات سن کر رومی غصہ سے بھڑک اٹھے۔ خشمناک ہو کر اس کو لعن و طعن

کرنے لگے۔ خوب جھڑکا اور جی بھر کے برا بھلا کہا۔ اگر ہر قتل بادشاہ کا لحاظ نہ ہوتا تو اسے قتل کر دیتے، قوم نے حاکم روماس سے کہا کہ بزدلی اور نامردی نے تجھے گھیر لیا ہے، چوڑیاں پہن کر اپنے مکان میں عورتوں کے ساتھ بیٹھ جا۔ لڑائی کرنا اب تیرے بس کی بات نہیں۔ عربوں سے ہم نیٹ لیں گے۔ حاکم روماس کے لئے یہ بات من کی ہوگئی۔ اس کی عین خواہش اور آرزو یہی تھی کہ لشکر اسلام کے سچے مجاہدوں سے میں لڑنے سے باز رہوں۔ لہذا اس نے کسی قسم کی مخالفت اور مخالفت کئے بغیر لوگوں کا فیصلہ سر آنکھوں پر لیتے ہوئے اپنی راہ لی۔

حاکم روماس کو گھر بٹھا کر اہل بصرہ نے سردار در یحان کو اپنا حاکم منتخب کر لیا۔ در یحان اپنی تقرری پر بیحد مسرور و مغرور ہوا۔ گھمنڈ اور تکبر کے نشے میں دھت ہو کر شیخی مارتے ہوئے کہا کہ اے اہل بصرہ! اب تم میرا کمال و فن دیکھنا۔ ان عربوں کو میں مسل کر رکھ دوں گا۔ لہذا وہ زرہ، خود اور ہتھیاروں سے آراستہ اور عمدہ لباس میں بن سنور کر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں آیا اور پکار کر کہا کہ اپنے سردار کو میرے مقابلہ میں بھیجو۔ حضرت خالد بن ولید اس کے مقابلہ کے لئے میدان کی طرف نکلنے کا قصد کر رہے تھے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق نے ان کو روکا اور کہا کہ اے سردار! ہماری بقا اور ثبات تمہارے دم قدم سے ہے اور تم مسلسل لڑتے رہنے کی وجہ سے تھک گئے ہو۔ برائے استراحت توقف کرو اور مجھ کو دشمن کے مقابلہ میں جانے کی اجازت دو۔ حضرت خالد نے اجازت دی اور حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر میدان میں اترے۔

میدان میں آتے ہی حضرت عبدالرحمن نے در یحان پر شیرانہ حملہ کیا۔ حضرت عبداللہ کے حملہ کی شدت سے در یحان گھبرا گیا۔ بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے دفاع کیا اور جوابی حملہ کیا۔ طرفین میں اس شدت سے معرکہ آرائی ہوئی کہ دونوں لشکر کے لوگ گردنیں اٹھا اٹھا کر ان کی لڑائی کا خوفناک منظر دیکھ رہے تھے۔ دونوں اپنی جنگی مہارت کا بخوبی مظاہرہ کر رہے تھے۔ برابر کی ٹکراؤ اور مقابلہ جما تھا۔ لیکن اللہ کے دین کے شیر کے سامنے رومی بھیڑ زیادہ دیر تک نہ ٹھہر سکا۔ حضرت عبدالرحمن نے تلوار کی دو تین ضربیں اتنی شدت سے رسید کیں کہ وار خالی کر ڈھال پر لیتے لیتے در یحان کے پسینے چھوٹ گئے۔ ڈھال پر تلوار کی زد

ایسی شدید تھی کہ اسے ہلا کر رکھ دیا۔ در یحان کا دل بھی ساتھ میں ہل گیا۔ موت نظروں کے سامنے رقص کرنے لگی۔ مارے ڈر کے اس کا دل دہل گیا۔ دل اُفتادہ ہو کر پیٹھ پھیری اور اب بھاگنے میں ہی اپنی خیر و عافیت سمجھا۔ لہذا گھوڑے کی باگ ڈھیلی چھوڑ دی اور رومی لشکر کی طرف بھاگا۔ حضرت عبدالرحمن نے بھی گھوڑے کو ایڑی ماری اور پیچھا کیا لیکن در یحان تو موت دیکھ کر بھاگا تھا۔ موت کا پنجہ اس کی گردن تک پہنچنے سے باز رہے اس کوشش میں تمام تر طاقت لگا کر بھاگا اور رومی لشکر میں جا پہنچا۔ در یحان رومی لشکر میں جب واپس پلٹا تو خوف و ہیبت سے بھرا ہوا تھا۔ اور زور زور سے سانس لے رہا تھا۔ زندگی اور موت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ اور بلائے موت سے بچ کر آیا تھا لہذا احساس باختہ تھا اور مارے خوف کے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ بولنے کی بھی سکت نہ تھی۔ گھبراہٹ کی وجہ سے زبان نہ ہلا سکتا تھا۔ اپنے سردار کا یہ برا حال دیکھ کر رومی لشکر پر بھی تھر تھراہٹ طاری ہوگئی۔ کہاں تھوڑی دیر پہلے کا سردار در یحان جوشینی اور غرور کے نشے میں زمین پر پاؤں نہ رکھتا تھا اور عربوں کو کچا چبا جانے کے پٹا خے چھوڑتا تھا اور کہاں اس وقت کا سردار در یحان؟ سانپ سوگھ گیا یا کسی نے دم کر دیا؟ در یحان کی غایت درجہ بے چارگی دیکھ کر رومی لشکر پر خوف و خشیت کی چادر تن گئی اور رعب و اضطراب نے ان کے دلوں میں گھر کیا۔

حضرت خالد بن ولید دور سے رومی لشکر کا معائنہ کر رہے تھے۔ انھوں نے جان لیا کہ سردار در یحان کی حالت دیکھ کر رومی لشکر مضطرب و مبہوت ہے۔ لہذا اس موقع کا پورا فائدہ اٹھا کر اسی وقت ان پر یلغار کر دینی چاہیے۔ انھوں نے پورے لشکر کو یکبارگی دھاوا بولنے کا حکم دیا۔ حکم ملتے ہی اسلامی لشکر رومیوں پر ٹوٹ پڑا۔ رومیوں نے دفاعی اقدام کرتے ہوئے مقابلہ کیا۔ لیکن اسلامی لشکر کا حملہ اتنا سخت تھا کہ رومی لشکر ٹھہر نہ سکا۔ مجاہدوں کی تلواریں قہر الہی کی بجلی بن کر ان پر اس شدت سے پڑیں کہ میدان کا رزار سرخ تالاب نظر آنے لگا۔ رومی لشکر کے قدم اکھڑ گئے اور قلعہ شہر کا رخ کیا۔ رومی لشکر شہر میں داخل ہو گیا اور شہر پناہ کے دروازے بند کر دیئے۔ شہر پناہ کی دیوار پر چڑھ گئے اور ناقوس بجا بجا کر اور کلمہ کفر کے ساتھ شور کرنے لگے۔ ہزاروں کی تعداد میں رومی سپاہی قتل ہوئے۔ اسلامی لشکر سے دو سو تیس (۲۳۰) مجاہدوں نے جام شہادت

نوش فرمایا۔ حضرت خالد نے نماز جنازہ پڑھا کر شہداء کو دفن کیا۔ آفتاب غروب ہو گیا۔ اسلامی لشکر قلعہ کے باہر اپنے کیمپ میں واپس ہوا لیکن قلعہ بند رومیوں کا محاصرہ جاری رکھا۔

◎ حاکم روماس کی تدبیر سے رات میں ہی بصری کا قلعہ فتح

رات کے وقت اسلامی لشکر کے کیمپ کی نگرانی اور نگہبانی کے لئے حضرت خالد بن ولید نے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق، حضرت معمر بن راشد اور حضرت مالک اشتر نخعی کی سرداری میں لشکر زحف کے ایک سو سواروں کو مقرر کر دیا۔ یہ نگہبان حضرات لشکر کے ارد گرد گشت کرتے تھے۔ جب رات کا چوتھائی حصہ گزرا تو انھوں نے دیکھا کہ موٹے بالوں کے کمر میں ملبوس ایک شخص اسلامی لشکر کے کیمپ کی طرف آ رہا ہے۔ انھوں نے اس شخص کو لکڑا اور اس کی طرف لپکے۔ اس شخص نے بلند آواز سے کہا کہ اے عربی برادر! توقف کرو اور مجھ سے اپنے ہاتھوں کو روکو، میں حاکم بصرہ روماس ہوں اور ضروری کام سے تمہارے سردار سے ملنے آیا ہوں۔ حضرت عبدالرحمن روماس کو لے کر حضرت خالد کے خیمہ میں آئے۔

حضرت خالد نے روماس کو دیکھتے ہی پہچان لیا، مسکرائے اور خیر مقدم کیا۔ روماس نے کہا کہ تمہارے ساتھ مصنوعی جنگ کر کے جب میں واپس گیا تو میری قوم نے مجھ کو معزول کر کے اپنے گھر بیٹھا دیا ہے۔ میرا مکان قلعہ کی دیوار سے بالکل متصل ہے۔ جب رات کی تاریکی چھائی تو میں نے اپنے غلاموں اور لڑکوں کو حکم دیا کہ قلعہ کی جانب جو مکان کی دیوار ہے اس کو کھود کر ایک دروازہ بنا ڈالو، انھوں نے راستہ بنا ڈالا اور میں اسی دروازہ سے نکل کر تمہارے پاس آیا ہوں۔

تمہارے پاس اس وقت آنے سے میرا مطلب یہ ہے کہ تم میرے ساتھ اپنے بہادر اور پُر اعتماد ایک سو سوار بھیجو، جن کو میں اس دروازے سے اپنے مکان میں داخل کر دوں اور پھر ہم شہر پر قبضہ کر لیں گے۔ تم لشکر لے کر شہر کے صدر دروازہ پر کھڑے رہنا۔ ہم اندر سے دروازہ کھول دیں گے۔

حضرت خالد نے حاکم روماس کے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق کی زیر

سرداری ایک سو سوار روانہ کئے۔ ان سواروں میں حضرت ضرار بن ازور بھی تھے۔ حاکم روماس نے ان مجاہدوں کو اپنے مکان میں داخل کر لیا۔ وہاں ان کے لئے ہتھیاروں کا خزانہ کھول دیا۔ تمام مجاہدوں کو رومی سپاہی کا لباس پہنا دیا۔ اور سو مجاہدوں کو چار گروہ میں تقسیم کر کے شہر کے چاروں کونوں میں بھیج دیا۔ ان چاروں گروہ کو یہ تاکید کی کہ جب تم تکبیر کی آواز سنو تو تم سب بھی مل کر باواز بلند تکبیر کہتے ہوئے حملہ کر دینا۔ پھر حاکم روماس نے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کو اپنے ساتھ لیا اور اس برج کی طرف گیا جہاں بیٹھ کر حاکم در بیان اپنے مخصوص احباب کے ہمراہ آئندہ کل کی جنگ کے متعلق مشورہ کر رہا تھا۔ روماس حاکم نے عیسائیوں کے مذہبی پیشوا (بطریق) کا لباس پہنا تھا۔ اور حضرت عبدالرحمن نے رومی سپاہی کا روپ اختیار کیا تھا۔ دونوں اس برج کی طرف گئے جس میں در بیان تھا۔ حاکم روماس نے اپنے لباس اور حلیہ کو ایسا تبدیل کر دیا تھا کہ در بیان ان کو پہچان نہ سکا اور پوچھا کہ تم کون ہو اور کس غرض سے اس وقت میرے پاس آئے ہو؟ روماس نے کہا کہ میں ایک بطریق ہوں اور میرے ساتھ میرا دوست ہے جو تمہاری ملاقات کا مشتاق ہے۔ در بیان نے کہا کہ ان کا تعارف کیا ہے؟ روماس نے کہا کہ یہ شخص عبدالرحمن ہیں اور خلیفۃ المسلمین حضرت ابو بکر صدیق کے صاحبزادے ہیں۔ تیرے پاس اس لئے آئے ہیں کہ تیری روح کو دوزخ میں بھیج دیں۔ جب در بیان نے یہ کلام سنا تو غصہ میں آگ بگولا ہو گیا اور حضرت عبدالرحمن پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن حضرت عبدالرحمن نے اسے اتنا موقع ہی نہ دیا کہ وہ اپنے ہتھیار سنبھالے۔ ایک جست لگا کر سرعت سے اس کے شانے پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ ایک ہی وار میں وہ زمین پر مردہ گرا۔

در بیان کے اچانک اس طرح قتل ہونے سے در بیان کے احباب بھڑک اٹھے اور وہ تمام کے تمام حضرت عبدالرحمن اور حاکم روماس کی طرف لپکے۔ حضرت عبدالرحمن نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ باہر کھڑے ہوئے مجاہدوں نے پر جوش آواز میں اس کا جواب دیا۔ ایک گروہ کے جواب تکبیر سے دوسرے گروہ نے جواب دیا۔ پھر تیسرے اور چوتھے گروہ نے جواب دیا۔ اس طرح شہر کے ہر گوشہ سے تکبیر کی صدا بلند ہونے لگی۔ حالانکہ شہر میں

صرف ایک سو مجاہد ہی داخل ہوئے تھے۔ لیکن الگ الگ گوشوں میں متفرق تھے اور متفرق گوشوں سے تکبیر کی آوازیں بلند ہوئیں تو دریحان کے مصاحب اور شہر کے رومی باشندے یہ سمجھے کہ بڑی تعداد میں اسلامی لشکر شہر میں داخل ہو گیا ہے۔ لہذا وہ خوف و ڈر میں مبتلا ہوئے۔ مجاہدین اسلام بدستور صدائے تکبیر بلند کرتے ہوئے حملہ آور ہوئے۔ رات کا وقت تھا، گئے چنے لوگ سڑکوں اور گلیوں میں تھے۔ جن کو مجاہدوں نے تلوار کی نوکوں پر لیا۔ ایک شور و غل بلند ہوا۔ لوگوں نے اپنے مکانات کے دروازے اور کھڑکیاں تک بند کر لیں۔ مجاہدین شان و شوکت سے تلوار کے جوہر دکھاتے ہوئے شہر کے صدر دروازے پر پہنچ گئے اور اسے کھول دیا۔

حضرت خالد بن ولید لشکر لے کر دروازے کے باہر منتظر تھے، دروازہ کھلتے ہی اسلامی لشکر شہر میں داخل ہوا اور نعرۂ تکبیر کی صدا بلند کی۔ ایک ساتھ ہزاروں مجاہدوں نے نعرۂ تکبیر آواز بلند کہا اور جوش و خروش پھیلا وہ ایسا بارعب تھا کہ شہر کے باشندے ہی نہیں بلکہ درودیوار بھی کانپتے ہوئے محسوس ہونے لگے۔ مجاہدوں نے شدت سے رومیوں کو تہ تیغ کرنا شروع کیا۔ رومیوں میں کھرام مچ گیا۔ بچے، بوڑھے اور عورتوں نے چیخ چیخ کر ”لَقُونِ، لَقُونِ“ پکارنا شروع کیا۔ حضرت خالد بن ولید نے پوچھا کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ بتایا گیا کہ امان طلب کرتے ہیں، حضرت خالد نے فوراً تلواریں روک لینے کا حکم صادر فرمایا اور بصرہ والوں کو امان دے دی اور باقی رات سب نے آرام اور چین میں بسر کی۔

◎ حاکم بصریٰ روماس کا علی الاعلان قبول اسلام

صبح ہوتے ہی حضرت خالد نے اہل بصرہ کو جمع کیا اور اعلان امان کو پھر ایک مرتبہ دہرایا۔ رومیوں نے اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ اگر ہم پہلے سے ہی عقل و شعور کا صحیح استعمال کر کے تم سے مصالحت کر لیتے تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ اللہ کا حکم ملتا نہیں۔ وہ ہو کر ہی رہتا ہے۔ پھر اہل بصرہ نے حضرت خالد سے پوچھا کہ کیا آپ یہ بتائیں گے کہ کس شخص کی رہنمائی اور اعانت سے آپ اس مضبوط شہر میں داخل ہونے میں

کا میاب ہوئے؟ حضرت خالد نے مروت اور حیا کی وجہ سے حاکم روماس کا نام نہیں بتایا اور بات سنی اُن سنی کر کے ٹال دی۔ لیکن حاکم روماس نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے خدا کے دشمنو! میں نے خدا کی رضا مندی حاصل کرنے اور جہاد کا اجر پانے کی غرض سے لشکر اسلام کو راہ بتائی ہے۔ تمام رومیوں نے تعجب کرتے ہوئے پوچھا کہ کیا تو ہمارے طریقہ دین و مذہب پر نہیں؟ حاکم روماس نے کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے فرمایا کہ میں نے اللہ کو اپنا معبود، حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رسول، اسلام کو دین، قرآن کو پیشوا، کعبہ کو قبلہ اور مسلمانوں کو اپنا بھائی تسلیم کر لیا ہے۔ حضرت روماس نے اس طرح اقرار ایمان اور اعلان اسلام کر کے اسلامی لشکر کو شہر میں داخل کرنے کا بھی اعتراف کیا۔ حضرت روماس کی بات سن کر رومی بہت ناراض ہوئے اور ان کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا۔ حضرت روماس نے لوگوں کے چہروں سے ان کے دلی ارادوں کا صفحہ پڑھ لیا اور حضرت خالد سے کہا کہ اے سردار! اب میں ان لوگوں کے ساتھ شہر میں نہیں رہوں گا بلکہ آپ کے لشکر میں شامل ہو کر ملک شام کی فتح کے سلسلہ میں اپنی خدمات پیش کروں گا۔ اور جب پورا ملک شام فتح ہو جائے گا تب یہاں واپس آؤں گا۔

علامہ واقدی نے معمر بن سالم بن نجم بن مفرح سے روایت فرمایا ہے کہ حاکم روماس اسلامی لشکر کے ساتھ شام کی تمام جنگوں میں شریک جہاد ہو کر اپنی مخلصانہ خدمات پیش کیں۔ جب پورا ملک شام فتح ہو گیا تو حضرت ابوعبیدہ بن جراح کی درخواست پر امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں حضرت روماس کو بصرہ کا حاکم مقرر فرمایا۔ حضرت روماس نے قلیل عرصہ وہاں حکومت کی اور ایک بیٹا چھوڑ کر انتقال فرمایا۔

◎ روماس کی بیوی کا قبول اسلام

حاکم بصرہ روماس نے حضرت خالد بن ولید سے درخواست کی کہ میں اس شہر میں رہنے والا نہیں لہذا آپ میرے ساتھ چند مجاہدوں کو بھیج دو جو مجھ کو میرا مال و اسباب اور اہل و عیال میرے گھر سے لانے میں اعانت کریں، حضرت خالد نے چند اشخاص ان کے ساتھ بھیجے۔ جب حاکم روماس اپنے گھر گئے تو ان کی زوجہ ان سے الجھ گئی۔ وہ غصہ میں بھری ہوئی ایک

شیرنی کی مانند بھری ہوئی تھی، اپنے شوہر سے تیز زبان میں گفتگو کرنے لگی۔ حضرت روماس کے ساتھ آئے ہوئے لوگوں سے اس خاتون نے کہا کہ میرا فیصلہ اسلامی لشکر کے سردار کے پاس ہوگا۔ لہذا اُسے حضرت خالد بن ولید کے پاس لایا گیا۔ حضرت روماس کی بیوی کے متعلق لوگوں نے حضرت خالد کو بتایا کہ اس کو اپنے شوہر سے سخت نالش و شکایت ہے اور وہ آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔ حضرت خالد نے اجازت دی تو حاکم روماس کی بیوی نے بواسطہ مترجم رومی زبان میں اپنی عرض داشت کہی۔ جس کا علامہ واقدی نے اپنی تصنیف میں ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

”اس نے بواسطہ ترجمان کے بیان کیا کہ حال میرا یہ ہے کہ رات کو میں نے بحالت خواب ایک شخص نہایت خوبصورت کو مثل ماہ شب چارہ کے دیکھا کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ شہر بصرہ اور تمام ملک شام اور عراق اسی گروہ عرب کے ہاتھ سے فتح ہو گیا۔ میں نے ان شخص سے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ میں محمد رسول اللہ ہوں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پھر مجھ کو بجانب اسلام کے دعوت فرمائی اور میں نے اسلام قبول کیا۔ پھر مجھ کو آپ نے دوسو تیس قرآن مجید کی سکھائیں۔ پس خالد بن الولید نے یہ کلام اس کا سن کر تعجب کیا اور بواسطہ ترجمان کے اس سے کہا کہ وہ دوسو تیس پڑھے۔ پس اس نے سورہ فاتحہ اور قل هو اللہ احد پڑھ کر سنائیں اور خالد بن الولید کے ہاتھ پر اپنے اسلام کو تازہ کیا اور اپنے شوہر روماس سے کہا کہ یا تو میرا دین قبول کر یا مجھ کو چھوڑ دے۔ پس خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کلام اس کا سن کر ہنسے اور کہا ”سُبْحَانَ مَنْ وَفَّقَهُمَا“ (پاک ہے وہ ذات جس نے دونوں کو توفیق بخشی)۔ پھر بواسطہ ترجمان کے اس عورت سے کہا کہ تیرا شوہر تجھ سے پہلے مسلمان ہو چکا ہے۔ یہ سن کر وہ عورت بہت خوش ہوئی۔“

(حوالہ: -فتوح الشام، از: -علامہ واقدی، ص: ۴۲)

قارئین کرام! مندرجہ بالا عبارت کو ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ مطالعہ فرمائیں اور اس

کے ایک ایک جملہ پر غور فرمائیں۔ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تصرفات عالیہ اور اختیارات تامہ کی وہ شان رفیع ہے کہ دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی جس کو چاہیں دولت ایمان عطا فرمائیں۔ حاکم بصرہ روماس کی بیوی کو صرف اسلام سے ہی مشرف فرما کر فیض منقطع نہیں فرمایا بلکہ ایمان کی دولت عطا فرمانے کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی دو جلیل الشان سورتوں کی تعلیم بھی فرمائی۔ یہاں تک کہ اسے یاد (حفظ) کروادیں۔ حاکم روماس کی بیوی خواب میں حضور اقدس، سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئی اور خواب ہی میں جمال جہاں آراء کے دیدار سے بہرہ مند ہوئی۔ حاکم روماس کی بیوی نے حضور اقدس کے جمال اقدس کا ذکر ان الفاظ میں کیا کہ ”چودہویں رات کے چاند کی مانند نہایت خوبصورت“۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے مثل و مثال پیدا فرمایا اور اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ اور طفیل میں کائنات کو وجود بخشا اور انھیں کے نور کی خیرات چاند اور سورج کو ملی:

نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ
اٹھتی ہے کس شان سے گرد سواری واہ واہ

(از: -امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

حاکم روماس کی زوجہ کے خواب کی تصدیق اس بات سے ہوتی ہے کہ اس نے قرآن مجید کی سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص تلاوت کر کے سنا دیں۔ بے شک اللہ کے حبیب کی عنایت سے وہ دولت ایمان سے ایسی مشرف ہوئی اور ایمان اس کے دل میں ایسا راسخ ہوا کہ اب وہ یہ چاہتی ہے کہ میرا شوہر بھی میری طرح کفر و شرک کی غلاظت سے پاک و صاف ہو جائے۔ اپنے شوہر سے صرف اس لئے جھگڑتی ہے کہ وہ مذہب باطل سے منحرف ہو کر دین حق کی جانب رجوع کرے۔ لیکن اس کے شوہر کی تقدیر تو پہلے ہی سے چمک اٹھی تھی۔ حاکم روماس کی بیوی کو جب پتہ چلا کہ میرا شوہر بھی حلقہ اسلام میں شامل ہو گیا ہے تو اس کے سرور اور مسرت کی انتہا نہ رہی۔ گویا وہ اپنی تقدیر پر ناز کرتے ہوئے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیض اتم و اکمل کی شکر گزار تھی:

جنگ دمشق (بار اول)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح بصرہ کے بعد لشکر اسلام کو دمشق کی جانب کوچ کرنے کا حکم دیا۔ بصرہ سے دمشق جانے سے پہلے آپ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو خط لکھا کہ میں دمشق کی طرف روانہ ہو رہا ہوں۔ لہذا تم بھی اپنے ساتھ جو لشکر ہے اسے لے کر دمشق پہنچو۔ ایک خط امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ:

”آپ کے حکم کے مطابق میں ملک شام آ گیا اور اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں ارکہ، سخنہ، حوران، تدمر اور بصرہ کو فتح کیا اب میں دمشق کی جانب روانہ ہوتا ہوں۔“

مذکورہ دونوں خط روانہ کرنے کے بعد حضرت خالد نے بصرہ سے کوچ کرتے ہوئے ایک گاؤں ”ثنیہ“ پہنچے اور توقف کیا۔ اس گاؤں کو اب ”ثنیہ العقاب“ کہا جاتا۔ وہاں سے ”غوطہ“ نامی شہر کی طرف کوچ کی اور وہاں ایک دیر (کھنڈر) میں ٹھہرے۔ اب اس جگہ کو ”وزیر خالد“ کہا جاتا ہے حضرت خالد نے اس مقام پر حضرت ابو عبیدہ کے انتظار میں توقف کیا۔

◎ کلوں کی سپہ سالاری میں دمشق کی کمک

بادشاہ ہرقل بمقام اجنادین زبردست لشکر جمع کر رہا تھا۔ اسی اثنا میں اسے اطلاع ملی کہ بصرہ مسلمانوں نے فتح کر لیا ہے اور اب اسلامی لشکر دمشق کی جانب روانہ ہوا ہے۔ لہذا ہرقل بادشاہ نے دار السلطنت انطاکیہ میں رومی لشکر کے سرداروں کی میٹنگ بلائی اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ ہرقل بادشاہ نے کہا کہ شہر دمشق ملک شام کی بہشت ہے اگر مسلمانوں نے دمشق بھی فتح کر لیا تو ہماری عزت و شوکت کو بڑا صدمہ پہنچے گا اور ہمارے لئے مصیبت کا باعث ہوگا۔ میں نے مسلمانوں کے لشکر کی تعداد سے دو گنی تعداد کا لشکر دمشق کے لئے تیار رکھا ہے۔ لہذا اب تم میں سے کون اس کی قیادت کا ذمہ اپنے سر لینے کو تیار ہے؟ جو شخص تم

تو نے اسلام دیا تو نے جماعت میں لیا
تو کریم اب کوئی پھرتا ہے عطیہ تیرا
(از:- امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)



میں سے مسلمانوں کے لشکر کو شکست دے کر بھگا دے گا اس کو میں وہ تمام شہر جو مسلمانوں کے قبضہ میں تھے، بطور انعام دے کر اس کا مالک بنادوں گا۔ ہرقل بادشاہ کے دربار میں حاضر سرداروں میں سے ایک سردار کلوص نام کا کھڑا ہوا اور ہرقل کو اطمینان دلایا کہ میں اس کی مراد پوری کر کے ہی رہوں گا۔ ہرقل نے سونے کی ایک صلیب اس کو دی اور پانچ ہزار سواروں پر اس کو سردار مقرر کر کے دمشق کی جانب روانہ کیا۔ ہرقل نے جس سردار کو پانچ ہزار کا لشکر دے کر روانہ کیا تھا وہ سردار کلوص تھا، جس کی بہادری اور دلیری پورے ملک شام میں مشہور تھی۔ جب شاہ فارس کسریٰ نے ملک شام پر لشکر کشی کی تھی تو کلوص نے بڑی شجاعت سے مقابلہ کر کے شاہ فارس کے لشکر کو شکست دی تھی۔ کلوص پانچ ہزار سواروں کو لے کر انطاکیہ سے روانہ ہو کر ”محس“ پہنچا اس کی آمد کی خبر سنتے ہی اہل محس نے اس کا شاندار استقبال کیا۔ محس میں بھی کافی تعداد میں رومی سپاہی مع ہتھیاروں کے موجود تھے۔ کلوص نے ایک دن اور رات وہاں قیام کیا پھر وہ وہاں سے روانہ ہو کر جو سیہ پہنچا۔ وہاں بھی اس کا رومیوں نے استقبال کیا۔ وہاں سے روانہ ہو کر وہ بعلبک نامی مقام پر آیا وہاں کے باشندے اس کے پاس روتے پیٹتے آئے اور کہا کہ اے سردار کلوص! دمشق کو مسلمانوں سے بچاؤ کیوں کہ انھوں نے ارکہ، سنجہ، حوران، تدمر اور بصرہ پر قبضہ کر لیا ہے اور اب دمشق کا ارادہ رکھتے ہیں۔ کلوص نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ ان کا لشکر تو جابیہ نامی مقام میں پڑاؤ کیے ہوئے ہے۔ یہ لوگ ارکہ سے بصرہ تک کیسے پہنچے؟ لوگوں نے کہا کہ جابیہ کا اسلامی لشکر ابھی تک وہیں ہے۔ لیکن مسلمانوں کا ایک لشکر ملک عراق کی جانب سے آدھکا ہے اور اس لشکر کے سردار خالد بن ولید نے ہی یہ سب کا رنامہ انجام دے کر ہم پر قیامت قائم کر رکھی ہے۔ کلوص نے سب کو اطمینان دلایا اور کہا کہ میں عربوں کو ملک شام سے بھگا دوں گا۔

◎ حاکم دمشق عزرائیل اور سردار کلوص میں اقتدار کی جنگ

کلوص پانچ ہزار سواروں کا لشکر لے کر دمشق پہنچا دمشق کا حاکم عزرائیل نام کا بطریق تھا۔ جو رومیوں کا مذہبی رہنما ہونے کی وجہ ہرقل بادشاہ کا مقرب تھا اور رومیوں میں اس کی

بہت ہی عزت تھی۔ ہرقل نے عزرائیل کی کمک کے لئے تین ہزار کا مسلح لشکر پہلے سے ہی بھیج رکھا تھا۔ علاوہ ازیں دمشق کے قرب و جوار کے علاقوں سے، محس اور جو سیہ وغیرہ سے بھی بھاری تعداد میں رومی دمشق میں آ پہنچے تھے۔ ان کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ دمشق میں کل بیس ہزار رومیوں کا لشکر اسلام کے خدمت گاروں سے جنگ کرنے جمع ہوا تھا۔ دمشق شہر رومی لشکر کے سپاہیوں سے بھرے گلاس کی طرح چھلک رہا تھا۔

کلوص جب دمشق آیا تو وہاں بھی اس کا شاندار استقبال کیا گیا۔ دمشق کے حاکم عزرائیل اور کلوص کے درمیان پرانی اُن بن تھی۔ دونوں ایک دوسرے کے سخت مخالف تھے بلکہ سردار کلوص تو عزرائیل کو دمشق کے حاکم کے عہدے پر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا تھا۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح سے عزرائیل کو حاکم دمشق کے عہدہ اور منصب سے معزول کر کے میں چڑھ بیٹھوں۔ جب دمشق کے رؤساء و امراء کلوص سے بغرض ملاقات اور عربوں سے جنگ کرنے کے تعلق سے اس کے نظریات اور تدابیر کے امور میں گفتگو کرنے آئے تو کلوص نے اپنی بہادری کی شہنی مارنے میں آسمان زمین کے قلابے ملا دیئے۔ اس نے یہاں تک ڈینگ ہانکی کہ اسلامی لشکر کے سردار کا سر کاٹ کر اپنے نیزہ کی نوک پر لٹکاؤں گا۔ کلوص کی ایسی شہنی بازی سن کر اہل دمشق کو ڈھارس اور ہمت بندھی۔ وہ بہت خوش ہوئے اور اس کی بہادری اور شجاعت کے گن گانے لگے۔ کلوص نے اپنے دل میں حاکم دمشق عزرائیل کی بھری عداوت کی بھڑاس نکالنی شروع کی اور کہا کہ عربوں کو تو میں چٹکی بجا کر نیست و نابود کر سکتا ہوں۔ لیکن یہ کام اس امر پر موقوف ہے کہ تم عزرائیل کو اپنے شہر سے نکال دو اور یہ کام میں اکیلا انجام دوں۔ میں نہیں چاہتا کہ عربوں کو بھگا دینے کا کام میری شجاعت کی وجہ سے انجام پذیر ہو اور عزرائیل خواہ مخواہ داد و تحسین میں شریک ہو۔ اہل دمشق نے کلوص سے کہا کہ یہ وقت آپسی اختلافات و جدال کا نہیں۔ ہمارے آپسی اختلاف اپنی جگہ برقرار سہی، لیکن وقت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم سب متحد ہو کر عربوں کا مقابلہ کریں۔ دو کے بجائے دس سردار کے ہاتھوں عربوں کو بھگانے کا کام انجام دیا جائے تو اس کو بھی سراہنا چاہئے۔ ہم سب اہل دمشق گزارش کرتے ہیں کہ تم اپنے آپسی اور ذاتی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر شانہ سے شانہ ملا کر عربوں کے

مقابلے میں ایک ہو جاؤ۔ اہل دمشق کی اس رائے پر کلوں خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہیں دیا۔

حاکم دمشق عزرائیل کو جب پتہ چلا کہ سردار کلوں نے مجھے حاکم کے منصب سے معزول کرنے کی مہم چلائی ہے تو وہ بھی ضد پر آتے آئے اور سردار کلوں کی معیت میں رہ کر اسلامی لشکر سے جنگ کرنے کا صاف انکار کر دیا۔ اختلاف نے طول پکڑا اور بات بڑھتی گئی تو دمشق کے دانشوروں نے اس معاملہ میں مداخلت کی اور باتفاق رائے، فریقین کی رضا مندی سے یہ بات طے پائی کہ اسلامی لشکر کے سامنے ایک دن کلوں اور ایک دن عزرائیل لڑے اور جس کی باری کے دن اسلامی لشکر کو شکست ہو وہ دمشق کا حاکم بنے بظاہر تو معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ لیکن دونوں کی قلبی عداوت بدستور قائم رہی بلکہ عداوت پورے شباب پر آئی اور ہر ایک اپنے خصم کی ہلاکت کا خواہاں ہو گیا۔

◎ دمشق کا خوں ریز معرکہ

جیسا کہ اوراق سابقہ میں عرض کیا گیا کہ حضرت خالد بن ولید بمقام دیر خالد میں پڑاؤ کئے ہوئے لشکر حضرت ابوعبیدہ کا انتظار کر رہے تھے کہ انھوں نے دیکھا کہ دمشق کی جانب سے رومیوں کی فوج ٹڈیوں کی مثل آگے بڑھتی ہوئی آرہی ہے۔ آپ فوراً اپنی زرہ جو جنگ یمامہ میں مدعی نبوت مسیلمۃ الکذاب کو قتل کر کے حاصل کی تھی اسے پہن لیا اور اپنی کمر کو عمامہ سے باندھ کر باواز بلند مجاہدوں کو پکارتے ہوئے فرمایا کہ اے توحید کے پرستارو! دشمنان دین تم پر آچنچے ہیں اے حاملان قرآن تم ان مشرکوں کو اپنی تلواروں اور نیزوں کی نوک پر لے لو! اللہ کے دین کی مدد کرو بیشک اللہ تمہاری مدد فرمائے گا۔ اے شمع رسالت کے پروانو! تم قرآن مجید کی اس آیت کے مصداق ہو:

”إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِآلٍ لَهُمُ الْجَنَّةِ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ“

(سورۃ التوبہ، آیت: ۱۱۱)

13

5

ترجمہ :- ”بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے جان و مال خرید لیے ہیں

اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے اللہ کی راہ میں لڑیں تو ماریں اور مریں۔“ (کنز الایمان)

حضرت خالد کا کلام سن کر تمام مجاہدین فوراً مسلح اور سوار ہو کر دشمن کے مقابلے میں آگئے۔ رومیوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کا چھوٹا سا لشکر ہماری بڑی فوج سے خائف ہو کر منہ چھپانے کے بجائے سینہ سپر ہو کر مستعد جنگ ہوا ہے۔ لہذا رومی لشکر نے قلیل فاصلہ پر توقف کیا۔ اس دوران حضرت خالد بن ولید نے اسلامی لشکر کی صف بندی اور ترتیب کا کام مکمل کر ڈالا۔ یمینہ پر حضرت رافع بن عمیرہ طائی، میسرہ پر حضرت مسیب، دائیں بازو میں حضرت شریبل بن حسنہ، بائیں بازو میں حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر، ساقہ پر سالم بن نوفل اور خود اپنے ساتھیوں کے ساتھ وسط میں ٹھہرے۔ اسی اثناء میں رومی لشکر بھی مرتب اور آراستہ ہو گیا۔ دونوں لشکر آمنے سامنے آگئے۔ ایک طرف بیس ہزار کارومی لشکر اور دوسری طرف پانچ ہزار سے کچھ زیادہ اسلامی لشکر، رومی لشکر تعداد کے اعتبار سے چار گنا، تاہم رومی لشکر کا ہر سپاہی حضرت خالد کے نام سے تھر تھر کانپتا تھا۔ لہذا رومی لشکر سے کوئی بھی لڑنے نہ نکلا۔ وہ اس انتظار میں تھے کہ دیکھیں اسلامی لشکر کون سا قدم اٹھاتا ہے۔

حضرت خالد بن ولید نے دیکھا کہ رومی سردار جامد ہو کر ٹھہرے ہوئے ہیں اور میدان جنگ میں کوئی نہیں آرہا ہے تو آپ نے حضرت ضرار بن الازور کو حکم دیا کہ ان پر ٹوٹ پڑو اور اپنی تلوار کا مزہ چکھو۔ حضرت ضرار بن الازور طویل قد و قامت اور سیاہ فام تھے۔ ان کی آنکھیں موٹی موٹی تھیں اور سینہ کشادہ تھا۔ ہاتھ کے بازو شیشم کی مانند تھے۔ میدان جنگ میں وہ زرہ یا خود نہیں پہنتے تھے۔ صرف ایک پاجامہ پہنتے تھے اور باقی بدن ننگا ہوتا۔ ان کی ہیبت ناک صورت اور بدن کی ہیبت دیکھ کر ہی دشمن لرز جاتا اور ایک انجان خوف اس پر طاری ہو جاتا۔

حضرت ضرار نے اپنی برق رفتار سواری کا رخ رومی لشکر کی طرف موڑا اور مثل باد صرصر ان پر ٹوٹ پڑے۔ صفیں الٹ کر رکھ دیں۔ کثیر سپاہیوں کو کاٹ ڈالا۔ ان کی شمشیر زنی کا یہ عالم تھا کہ دیکھنے والا ایسا محسوس کرتا، کہ سوکھی لکڑیوں کے ڈھیر پر آ رہا ہے۔ رومی لشکر

میں ہلچل مچ گئی۔ سواروں کی گردنیں کٹ کر ایک طرف اور دھڑ دوسری طرف گرتی تھیں۔ پیدل فوج کی طرف رخ موڑا تو ایک گرداؤے میں چھ پیادہ سپاہیوں کو خاک و خون میں ملا دیا۔ رومی لشکر کا ہر فرد ان کی سرعت اور مہارت جنگ دیکھ کر حیرت زدہ تھا۔ کسی میں اتنی ہمت و حوصلہ نہ تھا کہ قریب جا کر وار کرے۔ لہذا تیرا اور پتھر برسائے شروع کئے حضرت ضرار اسلامی لشکر میں واپس آئے۔

حضرت خالد نے اب حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق کو میدان میں اتارا۔ وہ بھی حضرت ضرار کی مانند رومی لشکر میں کھرام مچا کر واپس آئے۔ پھر حضرت خالد بن ولید بذات خود میدان میں آئے نیزہ بازی اور شمشیر زنی کا فن دکھا کر رومیوں کو تعجب میں ڈال دیا۔ حضرت خالد اپنے گھوڑے کو میدان میں گھوماتے اور اپنی شجاعت کا مظاہرہ کرتے تھے رومی سردار کلوص آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر حضرت خالد کی جنگی مہارت دیکھ رہا تھا۔ اس نے گمان کیا کہ یہی مسلمانوں کے سردار معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت خالد میدان میں گھومتے ہوئے پکار پکار کر لڑنے والا طلب کرتے تھے۔ لیکن مقابلہ کے لئے ایک بھی مائی کا لال نہ نکلا۔ اتفاقاً حضرت خالد اور سردار کلوص کی نظریں چار ہوئیں دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا کلوص نے سمجھا کہ میرا زرق برق لباس اور ساز و سامان جنگ دیکھ کر حضرت خالد نے مجھے پہچان لیا ہے کہ میں ہی لشکر کا سردار ہوں اور وہ مجھ پر حملہ کرنے آرہے ہیں۔ لہذا وہ لشکر کی صف اول سے پیچھے ہٹا اور لشکر کے بیچ میں گھسنے کی عجلت کرنے لگا۔ اس کی اس حرکت سے ایک شور و غل ہوا اور حضرت خالد کے ملتفت ہونے کا سبب بنا اور واقعی حضرت خالد اس طرف آنے کے لئے آگے بڑھے۔ کلوص نے دیکھا کہ حضرت خالد میری طرف آرہے ہیں تو وہ بزور تمام لشکر کے بیچ میں گھس کر بھاگا۔ حضرت خالد نے اس کا تعاقب کیا اور تنہا رومی لشکر کی صفوں کے درمیان داخل ہو گئے لیکن سردار کلوص ہاتھ نہ لگا۔ وہ اپنے لشکر میں پانی میں نمک کی طرح گھل گیا۔ کلوص کے محافظ مزاحم ہوئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت خالد کی برق رفتار شمشیر کی بدولت دس اشخاص کے جسموں سے سر غائب ہو گئے۔ آپ نے رومیوں کو لولا کرا کہ میں تنہا کے مقابلے میں تم دس اشخاص ایک ساتھ آؤ، پھر بھی رومیوں کو مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی۔

◎ کلوص اور حضرت خالد کے درمیان مقابلہ، کلوص گرفتار

حضرت خالد کے بار بار پکارنے پر بھی رومی لشکر سے کوئی مقابل نہ نکلا تو حاکم دمشق عزرائیل نے کلوص سے کہا کہ ہر قل بادشاہ نے مجھ کو لشکر کا سردار مقرر کیا ہے۔ مسلمانوں کا سردار کب سے لڑنے والا طلب کر رہا ہے مگر نہ تو مقابلہ کے لئے جاتا ہے اور نہ کسی کو بھیجتا ہے۔ ہمارے لئے یہ شرم کی بات ہے۔ کلوص نے کہا کہ اگر تجھ کو اپنی قوم کی غیرت کا اتنا خیال ہے تو بذات خود جا۔ عزرائیل نے کہا میں کیوں جاؤں؟ سردار لشکر تو بنا بیٹھا ہے۔ تجھے جانا چاہئے، کلوص نے کہا دمشق کے حاکم کے عہدے پر تو چڑھ بیٹھا ہے۔ مسلمانوں کا حملہ دمشق پر ہوا ہے۔ لہذا تیری ذمہ داری ہے، پہلے تو جابعد میں میرا نمبر ہے۔ تیرے اور میرے درمیان یہ شرط رکھی گئی ہے کہ ایک دن تو لڑے گا اور ایک دن میں لڑوں گا۔ دمشق میں مجھ سے پہلے تو آیا ہے لہذا پہلے تو نکل۔ آج تو لڑ، کل میں لڑوں گا۔ دونوں ایک دوسرے کو بھیجنے کی کوشش میں لا طائل حجت کرتے رہے اور معاملہ بڑھ کر تو تو میں میں تک پہنچ گیا۔ صورت حال یہ ہو گئی کہ حضرت خالد سے لڑنا بھول کر آپس میں تلواریں تان لیتے لیکن لشکر کے دیگر اراکین نے مداخلت کر کے یہ طے کیا کہ دونوں کے نام قرعہ ڈالا جائے اور جس کے نام قرعہ نکلے وہ مقابلہ کے لئے جائے۔ چنانچہ دونوں کے نام قرعہ ڈالا گیا اور رومی لشکر کے سردار کلوص کے نام قرعہ نکلا۔ سردار کلوص کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ عزرائیل اس کی مضطرب حالت دیکھ کر بہت خوش ہو رہا تھا اور اس سے طنزاً کہا کہ مسلمانوں کے سردار نے جس طرح اپنی شجاعت دکھائی ہے تو بھی اسی طرح اپنی شجاعت ظاہر کر۔ آج تیرا نمبر ہے آج تو جا کر شجاعت دکھا۔ آئندہ کل میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھاؤں گا۔ کل سب کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم دونوں میں سے کون زیادہ بہادر اور شہسوار ہے۔

کلوص اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور بادل نا خواستہ حضرت خالد کے مقابلے میں گیا۔ میدان میں آتے ہی اس نے حضرت خالد پر نیزہ کا وار کیا لیکن حضرت خالد نے اس کا وار خالی پھیرا۔ کلوص بہت زیادہ مشتعل اور جذباتی ہو کر لڑنے لگا۔ حاکم دمشق عزرائیل کے طنز اور

طعنوں نے اس کے دل میں آگ لگا دی تھی اور وہ اپنے دل کی آگ ٹھنڈی کرنے شدت سے حملہ کر کے عزرائیل کو دکھا دینا چاہتا تھا کہ شجاعت میں میرے سامنے تیری کچھ بھی حیثیت نہیں۔ حضرت خالد اور کلوص کے درمیان نیزہ بازی بڑے زور و شور سے ہوئی نیزوں کے ٹکرانے سے آگ کی چنگاریاں اڑتی تھیں۔ کلوص کی اب جرات بڑھ رہی تھی۔ اس پار یا اس پار کے نظریہ کو اپنا کروہ اپنی جان پر کھیل رہا تھا۔ کلوص پورے جوش سے نیزہ بازی کے کرتب دکھا رہا تھا۔ حضرت خالد نے جوش کے ساتھ ہوش کی آمیزش کی تھی۔ کلوص کے جوش و خروش کے بمقابل شروع میں سخت حملہ نہ کئے بلکہ کلوص کو حملہ کرنے کے موقع دیتے رہے اور دفاع کرتے رہے تاکہ کلوص کی قوت صرف ہو کر جلدی ختم ہو جائے۔ کلوص گھبراہٹ کے عالم میں وار پر وار کر رہا تھا اور حضرت خالد اس کے وار کو پھیرے دیتے تھے۔ اب کلوص تھک گیا تھا اس کے وار میں شدت باقی نہ رہی اور تھکن کے آثار عیاں ہونے لگے۔

اب حضرت خالد نے جوابی وار کی ابتدا کی اور ایسے شدید حملے کئے کہ کلوص حضرت خالد کے حملوں سے کنارہ کشی چاہنے لگا۔ حضرت خالد اس کی یہ کمزوری جان گئے اور اپنے گھوڑے کو تھوڑا پیچھے ہٹایا۔ کلوص کو تھوڑی راحت محسوس ہوئی اور یہ گمان کیا کہ حضرت خالد بھی میری طرح تھک گئے ہیں لیکن حضرت خالد نے اپنا گھوڑا کودا کر کلوص کے گھوڑے کے قریب کر دیا تاکہ کلوص کے ہاتھ میں جو لمبا نیزہ ہے وہ وار کرنے کے لئے کارآمد نہ ہو سکے۔ آپ نے گھوڑے کے زین سے چھوٹا نیزہ کھینچ کر اس کے حلق میں پیوست کر دیا اور بلند آواز سے ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم“ پڑھ کر اس کو گھوڑے کی زین سے الگ کر کے کھینچ لیا اور اپنے ہاتھوں میں دبوج کر گھسیٹے ہوئے اسلامی لشکر کی طرف لے گئے۔ کلوص کے حلق میں نیزے کا زخم لگا تھا مگر مہلک نہ تھا۔ البتہ شدید ضرور تھا۔ کلوص درد زخم کی وجہ سے چلاتا تھا۔ حضرت خالد نے کلوص کو اپنے ساتھیوں کے حوالے کرتے ہوئے حکم دیا کہ اس کی مشکلیں خوب مضبوط باندھ دو۔

◎ حاکم دمشق عزرائیل اور حضرت خالد میں مقابلہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے رومی لشکر کے سردار کلوص کو قید کر کے اپنے ساتھیوں کے سپرد فرمایا اور پھر دوبارہ میدان میں جانے کا عزم کیا۔ لیکن ان کا گھوڑا انڈھا ہوا گیا تھا تیز سانس لے کر کانپ رہا تھا۔ آپ نے اپنا گھوڑا بدل دیا اور میدان کی طرف جانے لگے کہ حضرت ضرار بن الازور نے ان کو روکا اور کہا کہ اے سردار! آپ رومی سردار کی لڑائی میں سخت محنت اٹھا چکے ہیں۔ آپ آرام کریں اور مجھ کو اجازت دیں کہ میں لڑنے جاؤں۔ حضرت خالد نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ اے ضرار راحت اور آرام تو عالم آخرت میں ہے اور جو آج محنت و مشقت کرے گا وہ کل راحت حاصل کرے گا۔ یہ فرما کر آپ میدان کی طرف روانہ ہوئے آپ کو روانہ ہوتے دیکھ کر سردار کلوص زور زور سے چلانے لگا اور رومی زبان میں کچھ کہنے لگا حضرت خالد رک گئے اور حاکم بصرہ حضرت روماس سے پوچھا کہ یہ کیا کہتا ہے؟ روماس نے کہا کہ یہ کہتا ہے کہ تم کو اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم! میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں واپس پلٹو اور میری بات سنو۔ پھر اس نے کہا کہ دمشق کے حاکم عزرائیل اور مجھ میں اختلاف ہے، تم عزرائیل کو مقابلہ کے لئے طلب کرنا اور قتل کر دینا اگر تم نے عزرائیل کو قتل کر دیا تو شہر دمشق تمہارے قبضہ میں آجائے گا۔ حضرت خالد نے فرمایا میں تو کسی مشرک کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ پھر آپ گھوڑے دوڑاتے ہوئے میدان میں آگئے اور مقابل طلب کیا۔

رومی لشکر کے اراکین نے حاکم عزرائیل سے کہا کہ شرط کے مطابق سردار کلوص پہلے مقابلہ کے لئے نکلا لیکن اتفاق سے قید ہو گیا ہے لہذا اب تیری باری ہے۔ اب تو مقابلے کے لئے نکل اور اس عرب بدوی کو قتل کر۔ عزرائیل نے کہا کہ اگر مسلمانوں کا سردار مارا گیا تو اس کی جگہ دوسرا شخص قائم مقام ہو جائے گا لیکن اگر میں مارا گیا تو تم سب بغیر چرواہے کی بکریوں کی مانند بے سہارا ہو جاؤ گے، میری رائے یہ ہے کہ ہم سب مل کر بغیر کر دیں۔ رومی لشکر کے اراکین نے کہا کہ اس صورت میں بہت سپاہی مارے جائیں گے۔ اپنی جان بچانے کے لئے پوری قوم کو ہلاکت میں مت ڈال۔ اراکین لشکر نے عزرائیل کو خوب ڈانٹا اور دھمکایا اور قتل

کردینے کی دھمکی دی تو ناچار بادل ناخواستہ آمادہ جنگ ہوا۔

حاکم عزرائیل کو عربی زبان میں گفتگو کرنے کا ملکہ تھا۔ وہ میدان میں آیا اور حضرت خالد سے کہا کہ اے برادر عربی! میرے قریب آؤ تاکہ میں تم سے کچھ سوال کروں۔ حضرت خالد نے فرمایا تو میرے قریب آ، تاکہ میں تیرا سر توڑوں۔ یہ کہہ کر آپ نے اس پر حملہ کا قصد کیا۔ عزرائیل نے چلا کر کہا اے برادر! توقف کرو۔ تمہارا حکم مان کر میں تمہارے قریب آتا ہوں۔ حضرت خالد نے دیکھا کہ یہ شخص ڈر گیا ہے لہذا آپ نے حملہ کرنے میں توقف کیا۔ عزرائیل نے قریب آ کر کہا کہ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ تمہارے لشکر میں شہسوار اور بہادر لڑنے والے موجود ہونے کے باوجود تم سردار ہو کر بار بار مقابلہ کرنے کیوں نکلتے ہو؟ اگر تم کو کچھ ہو گیا تو تمہارا لشکر بغیر چرواہے کی بکریوں کے مثل ہو جائے گا۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ تو نے مجھ سے پہلے میرے دونوں ساتھی حضرت ضرار اور حضرت عبدالرحمن کو دیکھا ہے۔ ان دونوں نے تمہارے لشکر پر قیامت برپا کر دی تھی اگر میں ان دونوں کو واپس نہ بلاتا تو وہ تم سب کو پھاڑ کر رکھ دیتے۔ میرے تمام ساتھی ایسے ہی بہادر اور شیردل ہیں۔ لہذا میری موت سے کوئی فرق واقع نہ ہوگا۔ پھر حضرت خالد نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ کہا کہ میں دمشق کا حاکم ہوں اور میرا نام عزرائیل ہے۔ یہ سن کر حضرت خالد مسکرائے اور فرمایا اے دشمن خدا! جس کے نام پر تیرا نام رکھا گیا ہے وہ حضرت عزرائیل ملک الموت مشتاق ہیں کہ تجھ کو جلد از جلد دوزخ میں پہنچادیں۔ پھر عزرائیل نے حضرت خالد سے پوچھا کہ کلوں کے ساتھ تم نے کیا معاملہ کیا؟ فرمایا کہ وہ ہاتھ پاؤں بندھا ہوا حالت اسیری میں پڑا ہوا ہے۔ عزرائیل نے کہا کہ وہ ایک بلا ہے، اس کو ابھی تک قتل کیوں نہیں کیا؟ فرمایا اس لئے کہ تم دونوں کو ایک ساتھ قتل کرنا ہے۔

حضرت خالد کی بات سن کر عزرائیل سہم گیا اور اس نے لالچ دلاتے ہوئے کہا کہ اگر کلوں کو قتل کر کے اس کا سر مجھے دے دو تو اس کے عوض آپ کو ایک ہزار مثقال سونا، دس ریشمی کپڑے اور پانچ گھوڑے بطور انعام دوں گا۔ فرمایا کہ یہ تو کلوں کے خون کا عوض ہوا۔ اپنے قتل کرنے کا عوض کیا دے گا؟ عزرائیل نے کہا مجھ سے تم کیا لو گے؟ فرمایا تیرا سر جزیہ میں لوں گا، حالانکہ تو ذلیل و خوار ہوگا۔ عزرائیل نے نرم لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا کہ اے

عربی برادر! میں جتنی تمہاری تعظیم اور لحاظ کرتا ہوں تم اتنی ہی میری اہانت و تذلیل کرتے ہو۔ لہذا اب میں تمہارے ساتھ سختی اور شدت اختیار کرتا ہوں۔ اپنے کو مجھ سے بچاؤ کیونکہ میں تمہارا قاتل ہوں۔ میں ملک الموت کا ہم نام ہوں۔

حضرت خالد کو اس کی بیہودہ گفتگو پر طیش آ گیا اور مثل شعلہ عزرائیل پر حملہ آور ہوئے عزرائیل اپنے کو بچاتا ہوا جوابی حملے کرنے لگا۔ اب عزرائیل کی جرأت بڑھ رہی تھی خالد کے حملے ابھی شباب پر نہیں آئے تھے بلکہ متوسط درجہ کے وار کرتے تھے لہذا عزرائیل نے یہ گمان کیا کہ ان سے لڑنا اتنا مشکل نہیں جتنا میں سمجھ رہا تھا۔ خواہ مخواہ ان کو شہرت دے دی گئی ہے۔ اب اُس کے حوصلے بڑھنے لگے۔ عزرائیل کا شمار ملک شام کے نامور بہادروں میں ہوتا تھا۔ عزرائیل اب اپنے اصل رنگ میں آ گیا اور تکبر و غرور میں مخمور ہو کر حضرت خالد سے کہا کہ اگر میں چاہوں تو تم کو پلک جھپکنے میں زمین پر مردہ گرا سکتا ہوں لیکن تم پر مہربانی اور شفقت کی نظر کرتے ہوئے اور تمہارے ساتھیوں کے حال پر رحم کرتے ہوئے عفو و کرم سے کام لیتا ہوں۔ لہذا اب تم اپنے آپ کو میرے حوالے کر دو تاکہ لوگ دیکھیں کہ کلوں کو قید کرنے والے کو عزرائیل کس طرح قید کر کے لے آیا! پھر تم کو اس شرط پر رہا کر دوں گا کہ ملک شام کے جن شہروں پر تم نے قبضہ کر لیا ہے وہ ہمارے سپرد کر دو اور ملک شام سے جزیہ عرب کی طرف کوچ کر جاؤ۔

حضرت خالد نے فرمایا اے دشمن خدا! عنقریب تجھے معلوم ہو جائے گا کہ ہم دونوں میں سے کون غالب آتا ہے۔ یہ فرما کر آپ نے بھی اپنا اصلی رنگ دکھاتے ہوئے لڑائی کا ایسا داؤ دکھایا کہ عزرائیل کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ اس نے اپنا طرز گفتگو بدلتے ہوئے کہا کہ اے برادر عربی اتنا غصہ کیوں کرتے ہو؟ میں تو یونہی مذاق کر رہا تھا، حضرت خالد نے فرمایا لیکن میرا مزاح خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تلوار مارنا ہے۔ آپ نے بڑھ کر تلوار کی ضرب لگائی لیکن عزرائیل نے لوہے کی زرہ پہن رکھی تھی لہذا تلوار نے کچھ کام نہیں کیا۔ تاہم تلوار کی ضرب اتنی شدید تھی کہ عزرائیل لڑکھڑا گیا۔ اس کا دل اندوہ لگیں ہو گیا اور اس نے یقین کر لیا کہ ان کا مقابلہ کرنا امر محال ہے۔ جان چھڑا کر راہ فرار اختیار کرنے میں ہی

خیریت سمجھ کر بھاگ نکلا۔

حضرت خالد نے اس کا تعاقب کیا۔ لیکن عزرائیل کا گھوڑا بہت ہی تیز رفتار تھا، وہ آگے نکل گیا اور حضرت خالد اسے نہ پاسکے۔ حضرت خالد کا گھوڑا بری طرح تھک چکا تھا، عزرائیل نے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ حضرت خالد کا گھوڑا سست ہو گیا ہے تو اس نے اپنا گھوڑا اٹھرا دیا۔ حضرت خالد اس کے قریب پہنچے تو عزرائیل نے پھر شیخی کرتے ہوئے کہا: شاید تم نے یہ گمان کیا ہوگا کہ میں تم سے ڈر کر بھاگا ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں نے تمہارے ساتھ مکر کیا ہے تاکہ تم کو تمہارے لشکر سے دور لا کر گرفتار کر لوں۔ عزرائیل نے حضرت خالد کے گھوڑے کو دیکھا تو وہ پسینے میں شرابور تھا اور بہت تیز تیز سانس لے رہا ہے۔ اب یہ گھوڑا کارآمد نہیں ہے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ میرے گھوڑے کے پچھڑ جانے سے تو نے طمع کی ہے لیکن میں پیدل بھی تیرا مقابلہ کر سکتا ہوں، یہ فرما کر آپ گھوڑے کی زین سے اتر گئے اور تلوار نکال کر اس پر حملہ کرنے بڑھے۔ حضرت خالد کو پایادہ دیکھ کر عزرائیل کی جرأت اور بڑھی۔ اس نے آپ پر تلوار کا وار کیا لیکن حضرت خالد نے اس کا وار خالی پھیر دیا اور بجلی کی طرح تلوار کی ضرب لگا کر اس کے گھوڑے کی کوچیں کاٹ ڈالیں۔ عزرائیل زمین پر گر لیکن فوراً کھڑا ہو گیا۔ اور ہرن کی طرح رومی لشکر کی طرف بھاگا لیکن حضرت خالد نے بھی دوڑنے میں تیز رفتاری سے کام لیتے ہوئے اس کو پالیا اور اس کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں دبوچ لیا۔ عزرائیل کے منہ سے جھاگ اڑنے لگا۔ وہ بری طرح سے حضرت خالد کی گرفت میں آ گیا تھا۔

عزرائیل نے حضرت خالد کی مضبوط پکڑ سے چھوٹنے کے لئے خوب ہاتھ، پاؤں مارے لیکن ناکام رہا۔ وہ حضرت خالد کے ہاتھوں میں تڑپ اور بلک رہا تھا۔ حضرت خالد نے اُسے ہاتھ پر اٹھالیا اور چاہا کہ زمین پر زور سے پٹک کر اس کا کام تمام کر دیں۔ رومیوں نے اپنے حاکم کو ایسی بے بسی کی حالت میں دیکھا تو اس کی رہائی کے قصد سے حملہ کرنے حضرت خالد کی جانب اُمنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح بڑھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت اسلامی لشکر سے دور اور رومی لشکر سے قریب تنہا تھے۔ عزرائیل کو ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں اور سامنے سے رومی فوج دوڑتی ہوئی آرہی تھی۔ رومی لشکر کو حضرت خالد

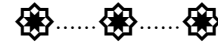
کی طرف بڑھتے دیکھ کر اسلامی لشکر کے مجاہدین بھی حضرت خالد کی مدد اور حفاظت کے لئے بہت تیز بھاگے لیکن فاصلہ زیادہ تھا۔ بظاہر حضرت خالد کی جان کا خطرہ کھڑا ہو گیا تھا۔ بچنا مشکل نظر آ رہا تھا۔ ایک اکیلی جان پر ٹوٹ پڑنے کے لئے ہزاروں جانیں آرہی تھیں۔ بڑا نازک مرحلہ تھا۔

◎ لشکر حضرت ابو عبیدہ کی آمد

ہزاروں کی تعداد میں رومی حضرت خالد بن ولید کی طرف بڑھ رہے تھے کہ نعرہائے تکبیر کی کان کے پردے پھاڑتی بلند آوازیں سنائی دیں۔ رومیوں کے لشکر کے قریب ہی اسلامی لشکر کے نشان نظر آئے۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح سینٹس (۳۷) ہزار کا لشکر جبار لے کر آ پہنچے تھے۔ رومیوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کا عظیم لشکر آ پہنچا ہے تو حواس باختہ ہو گئے۔ حضرت خالد کی طرف بڑھنا چھوڑ کر قلعہ کی طرف رخ پھیرا، سردار جائے چولھے بھاڑ میں ہم چلے قلعہ میں، کارویہ اختیار کیا۔ گرتے پڑتے ایسے بھاگے کہ قلعہ کے اندر جا کر ہی دم لیا۔ حاکم عزرائیل حضرت خالد کے ہاتھوں میں پڑا کا پڑا رہ گیا۔ تمام رومی بھاگ نکلے اور ان کا حاکم عزرائیل حضرت خالد کی قید میں آ گیا۔

حضرت ابو عبیدہ نے حضرت خالد کے قریب پہنچ کر سواری سے اترنا چاہا لیکن حضرت خالد نے قسم دے کر انھیں سواری سے اترنے نہ دیا۔ کیوں کہ رسول اکرم، خدا کے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابو عبیدہ کو دوست رکھتے تھے اور ان کی بہت عزت فرماتے تھے۔ حضرت ابو عبیدہ نے حضرت خالد سے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! خدا کی قسم! حضرت ابوبکر صدیق نے تم کو سردار مقرر کیا اس سے میں بہت خوش ہوں۔ اہل فارس اور مشرکین عرب کے ساتھ جنگ میں تمہاری خدمات سے میں اچھی طرح واقف ہوں۔ واقعی تم ہی سپہ سالار کے منصب کے لائق ہو۔ حضرت ابوبکر صدیق نے بہترین انتخاب کیا ہے۔ حضرت خالد نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ اے امین الامت! اگر خلیفۃ المسلمین کا حکم نہ ہوتا تو میں ہرگز آپ کی موجودگی میں یہ عہدہ منظور نہ کرتا کیونکہ آپ مجھ سے پہلے ایمان لائے اور خاصان درگاہ مقبول

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہیں۔ آپ کا رتبہ اور درجہ بڑا ہے۔ خدا کی قسم! آپ کے مشورے کے بغیر میں کوئی کام نہیں کروں گا اور کسی معاملہ میں آپ سے مخالفت نہیں کروں گا۔ پھر دونوں صحابہ نے آپس میں مصافحہ کیا۔ حضرت خالد پاپیادہ تھے لہذا ان کے لئے گھوڑا لایا گیا۔ وہ سوار ہوئے اور دونوں یعنی حضرت ابو عبیدہ اور حضرت خالد گھوڑوں پر سوار باتیں کرتے ہوئے اسلامی لشکر کے کیمپ کی طرف روانہ ہوئے۔ راہ میں حضرت خالد نے دونوں سرداروں کی گرفتاری، نیز اب تک کی کارگزاری کی داستان حضرت ابو عبیدہ کو سنائی۔ حاکم عزرائیل کو لشکر کے مجاہدین مقید کر کے ساتھ چلتے تھے۔ اس طرح مقام دیر خالد میں دونوں اسلامی لشکر کی ملاقات ہوئی مسلمانوں نے سلام اور مصافحہ و معانقہ کیا اور آپس میں ایک دوسرے سے مل کر بہت مسرور ہوئے۔ شب آرام میں بسر ہوئی۔ (فتوح الشام، ص: ۵۲)



جنگ کا دوسرا دن اور قلعہ دمشق کا محاصرہ

رومی لشکر کے سردار کلوص اور دمشق کے حاکم عزرائیل کے قید ہو جانے سے اہل دمشق نے ہرقل بادشاہ کے داماد ”توما“ کو دمشق کا حاکم بنایا تھا۔ توما جنگی امور میں بہت ماہر تھا اور اسی وجہ سے شاہ ہرقل اس پر بہت اعتماد کرتا تھا۔ دوسرے دن حاکم توما لشکر لے کر قلعہ سے نکلا اور دیر وزیر خالد کے قریب وسیع میدان میں توقف کیا اسلامی کیمپ سے حضرت خالد نے رومی لشکر کو آتے دیکھا تو حضرت ابو عبیدہ سے کہا کہ رومیوں پر اسلامی لشکر کا رعب بیٹھ چکا ہے۔ مناسب ہے کہ آپ اور میں دونوں مل کر یلغار کر دیں۔ حضرت ابو عبیدہ نے کہا کہ تمہارا فیصلہ مناسب ہے۔ چنانچہ اسلامی لشکر نے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے یلغار کر دی۔ تکبیر کی آواز سے کوہ و صحرا گونج اٹھے۔ اسلامی لشکر کے کفن بردوش مجاہدوں نے ایسا سخت حملہ کیا کہ پہلے حملے میں ہی رومیوں کے دل ہل گئے مجاہدوں نے رومیوں پر تلواروں کے وار کر کے میدان کو لاشوں سے بھر دیا۔ رومیوں کو لشکر کی ترتیب اور صف بندی کا بھی موقع میسر نہ ہوا اور مجاہدوں نے ان کو تلواروں کی نوک پر لیا۔ موت کی تیز آندھی رومی لشکر پر چل گئی۔ دم دبا کر ایسے بھاگے جیسے شیر کو دیکھ کر بکری۔ مجاہدوں نے دیر خالد سے قلعہ دمشق تک ان کا تعاقب کیا اور جو بھی ہاتھ لگا اسے واصل جہنم کیا۔ رومی لشکر دمشق کے قلعہ میں گھس گیا دروازے بند کر لئے۔ مجاہدوں نے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ باب مشرقی پر حضرت خالد اور باب جابیہ پر حضرت ابو عبیدہ لشکر کے ساتھ ٹھہرے۔ رومی قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر دیکھنے لگے کہ اسلامی لشکر اب کیا کرتا ہے؟ جب اہل دمشق قلعہ کی دیوار سے دیکھ رہے تھے اس وقت حضرت خالد نے رومی لشکر کے سردار کلوص اور دمشق کے سابق حاکم عزرائیل کو بلایا اور دونوں کے سامنے اسلام پیش کیا۔

لیکن دونوں نے جب اسلام قبول کرنے سے صاف انکار کیا تو حضرت خالد نے ان کے قتل کا حکم دیا۔ دونوں کو قلعہ کی دیوار کے قریب لایا گیا اور قلعہ کی دیوار پر موجود ہزاروں رومیوں کی نظروں کے سامنے دونوں کی گردنیں ماری گئیں۔ حضرت ضرار بن ازور نے

عزرائیل کو اور حضرت رافع بن عمیرہ طائی نے کلوص کو قتل کیا۔ اپنی نظروں کے سامنے دونوں سرداروں کی ہلاکت کا منظر دیکھ کر اہل دمشق تلملا اٹھے۔ غم و ہیبت نے ان کو گھیر لیا۔ اہل دمشق نے دونوں سرداروں کے مارے جانے اور دمشق کا محاصرہ ہونے کا حال ہر قل بادشاہ کو لکھا، ایک قاصد کو خط دے کر اس کی کمر میں رسی باندھ کر رات کے وقت اس کو قلعہ کی دیوار سے لٹکا کر نیچے اتارواہ قاصد دمشق سے انطاکیہ پہنچا اور ہر قل بادشاہ کو خط دیا۔

◎ سردار وردان بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ دمشق روانہ

ہر قل بادشاہ نے اہل دمشق کا خط پڑھا تو خط پھینک کر رونے لگا۔ ارکان دولت اور مصاحب دربار کو جمع کیا اور دمشق کی داستان سنائی اور کہا کہ میں نے تم کو اس سے قبل بھی عربوں کی دلیری سے متنبہ کیا تھا کہ مسلمان میرے تحت تک کے مالک ہو جائیں گے لیکن تم نے ہمیشہ میری بات کے ساتھ بے اعتنائی کرتے ہوئے اس کو اہمیت نہ دی۔ لیکن اب پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے۔ عرب ریگستان کے رہنے والے اور چننا، جو اور خرمے جیسی خشک غذا کھانے والے ہمارے سرسبز و شاداب علاقوں کے لذیذ میوہ جات کا مزہ چکھ چکے ہیں اور اب وہ سخت لڑائی کے بغیر یہاں سے ٹلنے والے نہیں۔ ہمارے لہلہاتے کھیت اور بارونق شہر ان کو اچھے معلوم ہوئے ہیں اور وہ پورے ملک شام پر قبضہ اور تسلط کے درپے ہوئے ہیں۔ اگر یہ بات باعث ننگ و عار نہ ہوتی تو میں انطاکیہ چھوڑ کر اپنے آبائی شہر قسطنطنیہ چلا جاتا اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ چین و سکون کے ساتھ حفاظت سے رہتا۔ لیکن اب نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ میں بذات خود عربوں کے مقابلے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ حاضرین مجلس نے کہا کہ اے بادشاہ! آپ کیوں زحمت گوارا فرماتے ہیں۔ آپ کے لشکر کے سرداروں میں ایک بہادر شخص ایسا ہے کہ جس نے لشکر فارس کے سامنے شجاعت کے جوہر دکھا کر سب کو دنگ کر دیا تھا۔ اور وہ شخص قلعہ حص کا حاکم وردان ہے۔ عربوں کے لئے وہ اکیلا کافی ہے۔

ہر قل نے حاکم حص وردان کو بلایا اور اسے عربوں کے مقابلہ میں جانے کا حکم دیا۔ وردان نے کہا کہ اے بادشاہ! آپ نے مجھے یاد کرنے میں بڑی دیر کر دی۔ آپ نے مجھے

چھوڑ کر دوسرے سرداروں کو عربوں کے مقابلے میں بھیج کر ہرمجاز پر ہزیمت اٹھائی اور بازی ہاتھ سے نکل گئی۔ اگر شروع سے ہی میری خدمت لی گئی ہوتی تو میں بہت پہلے عربوں کو بھگا چکا ہوتا۔ ہر قل نے کہا کہ میں عربوں کو بالکل اہمیت نہیں دیتا اور ان کے سامنے تجھ جیسے جلیل القدر شجاع کو بھیجنا تیری شان کے خلاف سمجھتا تھا۔ لیکن عربوں کی جسارت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ ان کے استیصال کے لئے تیرا جانا لازمی ہو گیا ہے۔ میں نے تجھ کو بارہ ہزار سواروں پر سردار مقرر کیا ہے لہذا تو جلد از جلد کوچ کرنے کی تیاری کر اور جب تو بمقام بعلبک اور اجنادین پہنچنا تو وہاں جو لشکر ہے اس سے کہنا کہ مسلمانوں کا ایک لشکر عمرو بن العاص کی سرداری میں ارض فلسطین میں پڑاؤ کئے ہوئے ہے وہ اس لشکر کو خالد بن ولید تک نہ پہنچنے دیں۔ فلسطین سے دمشق جانے والے تمام راستے مسدود کر دیں۔ پھر تو وہاں سے دمشق کی کمک کو پہنچ جانا۔

وردان نے کہا کہ اے بادشاہ! میں آپ کی مراد پوری کروں گا۔ خالد بن ولید اور اس کے ساتھیوں کے سر کاٹ کر لاؤں گا اور آپ کے قدموں میں ڈال دوں گا۔ پھر یہاں سے ملک حجاز پر لشکر کشی کر کے مسلمانوں کے کعبہ کو ڈھا دوں گا اور مدینہ کو سہار کر کے کھنڈر بنا دوں گا۔ آپ اجازت عطا فرمائیں، آپ کا یہ خادم اسی وقت کوچ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ ہر قل نے وردان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا کہ اگر عربوں سے مقابلہ کر کے توفیق حاصل کرے گا اور اپنا کہا کر دکھائے گا تو میں وہ تمام شہر جو مسلمانوں نے فتح کر لئے ہیں اور حجاز کا جتنا حصہ تو فتح کرے گا ان سب کا تجھے مالک کر دوں گا۔ یہ وعدہ میں مقدس انجیل کا حلف اٹھا کر کرتا ہوں۔ اور ہاں! اس سے بڑھ کر ایک انعام یہ کہ میرے انتقال کے بعد ملک شام کا تو ہی بادشاہ ہوگا اور میں ان تمام وعدوں کی دستاویز لکھ جاؤں گا۔

ہر قل نے وردان کو خلعت (شاہی لباس) دیا اور ایک سونے کی صلیب دی، جس کے چاروں کناروں میں قیمتی یا قوت جڑے ہوئے تھے اور کہا کہ جس وقت دشمن سے مقابلہ ہو اس صلیب کو آگے رکھنا یہ صلیب تیری مدد کرے گی۔ پھر وردان نے کنیسہ میں جا کر عبادت کی اور کنیسہ کے پادریوں نے مذہبی مراسم ادا کر کے اس کے لئے فتح و نصرت کی دعا کی۔ کنیسہ

سے نکل کر وردان انطاکیہ شہر کے صدر دروازے ”باب فارس“ پر آیا۔ وہاں لشکر جمع کیا گیا اور جب بارہ ہزار کا لشکر مکمل ہو گیا تو اس نے کوچ کی۔ وردان کے لشکر کو رخصت کرنے ہرقل بادشاہ لشکر کے ہمراہ لوہے کے پل تک گیا۔ وردان کا لشکر معرات کے راستے سے عما نامی مقام سے گزرتا ہوا شہر دمشق کی طرف آگے بڑھا۔

◎ قلعہ دمشق کا محاصرہ جاری

ادھر دمشق کے قلعہ کا اسلامی لشکر نے محاصرہ جاری رکھا تھا۔ اسلامی لشکر کے مجاہدین قلعہ کے ارد گرد بارادہ جنگ موجود رہتے تھے۔ اہل دمشق قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر ان پر پتھر اور تیر کی بارش برساتے تھے مجاہدین چڑو کی ڈھالیں ہاتھ میں رکھتے تھے۔ اور اپنے کو بچاتے تھے۔ موقع پا کر مجاہدین یمن بھی تیران کو مارتے تھے۔ اس طرح بیس دن کا عرصہ گزر گیا لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ رومی قلعہ میں محصور ہونے کی وجہ سے سخت تنگی و پریشانی میں تھے۔ قلعہ میں رسد بھی ختم ہونے کے قریب تھا۔ علاوہ ازیں اہل دمشق کے کھیت قلعہ کے باہر تھے لہذا ان کی کاشت کاری کا کاروبار ٹھپ پڑ گیا تھا۔ قلعہ میں غلہ وغیرہ نہیں آ سکتا تھا۔ اشیاء صرف کی بھی قلت تھی۔ غرض وہ مختلف مصیبتوں میں گرفتار تھے۔

حضرت شداد بن اوس روایت کرتے ہیں کہ اسلامی لشکر نے بیس دن تک دمشق کا محاصرہ جاری رکھا۔ ایک دن اسلامی لشکر میں خبر آئی کہ ہرقل بادشاہ نے ”اجنادین“ میں رومیوں کا بھاری لشکر جمع کیا ہے۔ خبر سنتے ہی حضرت خالد باب شرقی سے روانہ ہو کر باب جابیہ حضرت ابو عبیدہ کے پاس آئے اور صورت حال سے مطلع کرتے ہوئے اپنی رائے پیش کی کہ ہم دمشق کا محاصرہ ترک کر کے اجنادین میں جمع رومی لشکر سے نیٹ لیں بعد میں دمشق کا مسئلہ حل کریں گے۔ اگر اللہ نے ہم کو فتح دی تو پھر یہاں واپس پلٹ آئیں گے۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ میری رائے اس کے برعکس ہے کیونکہ بیس دن تک قلعہ میں محصور رہنے کی وجہ سے اہل دمشق تنگ آ گئے ہیں اور ہمارا رعب ان کے دلوں میں سما گیا ہے۔ اگر ہم یہاں سے کوچ کر گئے تو ان کو راحت حاصل ہوگی اور وہ کھانے پینے کی چیزیں قلعہ میں کافی مقدار میں ذخیرہ

کر لیں گے اور جب ہم اجنادین سے یہاں دوبارہ واپس آئیں گے تو وہ لوگ طویل عرصہ تک ہمارا مقابلہ کرنے کے لائق ہو جائیں گے اور ان پر تنگی کی جو صورت حال ابھی قائم ہے پھر نہ ہو سکے گی۔ حضرت خالد نے حضرت ابو عبیدہ کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے محاصرہ جاری رکھا اور دمشق کے قلعہ کے متفرق دروازوں پر اسلامی لشکر کے تمام متعین سرداروں کو حکم دیا کہ اپنی اپنی طرف سے حملہ میں شدت اختیار کریں۔ حضرت خالد کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ہر جانب سے اسلامی لشکر نے شدید حملے شروع کئے۔

اس طرح دمشق کے محاصرہ کو کل اکیس دن گزر گئے۔ حضرت خالد نے مجاہدوں کو حملہ میں شدت کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے خود بھی باب شرقی سے سخت حملہ جاری رکھا۔ اہل دمشق اب بالکل تنگ آ گئے تھے اور ہرقل بادشاہ کی کمک کے منتظر تھے۔ حضرت خالد نے پے در پے حملے جاری رکھے۔ وہ اسی طرح مصروف جنگ تھے کہ انھوں نے دیکھا کہ قلعہ کی دیوار پر جو رومی تھے وہ دفعۃً تالیاں بجا کر ناچنے کو دے لگے اور خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ حضرت خالد حیرت سے ان کو دیکھنے لگے۔ وہ لوگ پہاڑوں کی جانب واقع ”بیت لہیا“ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے ایک دوسرے کو کچھ دکھا رہے تھے۔ حضرت خالد بن ولید نے پہاڑ کی جانب دیکھا تو ایک بڑا غبار اس طرح اٹھتا ہوا نظر آیا کہ اس کی وجہ سے آسمان تاریک نظر آتا تھا۔ دن کے وقت بھی اندھیرا چھاتا ہوا دکھائی دیا۔ حضرت خالد فوراً سمجھ گئے کہ دمشق کی کمک کرنے ہرقل بادشاہ کا لشکر آ رہا ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں چند مخبروں نے خبر دی کہ اے سردار! ہم نے پہاڑ کی گھاٹی کی طرف ایک لشکر جرار دیکھا ہے اور وہ بیشک رومیوں کا لشکر ہے۔ حضرت خالد نے ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَظِيمِ“ پڑھا اور فوراً باب شرقی سے باب جابیہ پر آئے اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو صورت حال سے آگاہ کیا اور کہا کہ اے امین الامت! میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ تمام لشکر لے کر ہرقل بادشاہ کے فرستادہ لشکر سے نبرد آزما کر لوں، لہذا اس امر میں آپ کا مشورہ کیا ہے؟ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ اے ابوسلیمان! یہ مناسب نہیں کیونکہ اگر ہم نے اس جگہ کو چھوڑ دیا تو اہل دمشق قلعہ سے باہر آ کر ہم سے جنگ کریں گے۔ آگے سے ہرقل کا لشکر حملہ آور ہوگا اور پیچھے سے اہل دمشق حملہ کریں گے۔ ہم رومیوں کے دو

لشکر کے درمیان میں آ کر مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ اس پر حضرت خالد نے کہا کہ تو پھر آپ کی اس معاملہ میں کیا رائے ہے؟ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا:

◎ پانچ سو مجاہد سواروں کا بارہ ہزار رومی سپاہ سے مقابلہ

تم اپنے لشکر سے کسی جوان مرد اور جنگ آزمودہ مجاہد کے ساتھ ایک جماعت روانہ کرو اور ان کو حکم دو کہ اگر ان کو اس لشکر سے لڑنے کی استطاعت و قوت کا یقین ہو تو لڑ لیں ورنہ ہمارے پاس واپس پلٹ آئیں۔ پھر ہم اور کوئی تدبیر کریں گے۔ حضرت خالد اس طرح کا مشورہ کرنے کے بعد پھر اپنی جگہ باب شرتی پر آئے اور حضرت ضرار بن الازور کو بلا کر فرمایا کہ میں نے تم کو پانچ سو سواروں پر سردار مقرر کیا ہے۔ تم ان سواروں کو لے کر ”بیت لہیا“ کی جانب سے آنے والے رومی لشکر کی طرف جاؤ۔ اگر تم ان کو روک سکو تو ٹھیک ہے ورنہ واپس آ جانا۔ حضرت ضرار بن الازور فوراً پانچ سو سواروں کو لے کر روانہ ہو گئے اور بیت لہیا نام کے مقام پر آئے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں آ زرسنگ تراش کر بت بناتا تھا۔ حضرت ضرار نے وہاں آ کر دیکھا کہ دشمن کا لشکر بکریوں کے ریوڑ کی طرح پہاڑ کی گھاٹی سے اتر رہا تھا۔ لشکر کے تمام سپاہی لوہے کی زریہوں میں لپٹے ہوئے ہیں، اور ان کے سروں پر لوہے کے خود ہیں۔ آفتاب کی روشنی میں ان کی زریہیں، خود، تلواریں اور نیزے مثل آئینہ چمک رہے ہیں۔

حضرت ضرار بن الازور کے ساتھیوں نے دشمن کی کثیر تعداد دیکھ کر حضرت ضرار سے کہا کہ اے سردار! یہ لوگ بہت زیادہ تعداد میں ہیں۔ بہتر ہے کہ ہم پلٹ جائیں اور حضرت خالد بن ولید کو مطلع کریں۔ حضرت ضرار نے فرمایا قسم خدا کی! میں خدا کی راہ میں ضرور شمشیر زنی کروں گا اور پیٹھ پھیر کر ہر گز بھاگنے والوں کے زمرے میں داخل نہیں ہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحَفًا فَلَا تُولُوهُمْ الْآدْبَارَ“
(سورة الانفال، آیت: ۱۵)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! جب کافروں کے لشکر سے تمہارا مقابلہ ہو تو انھیں

پیٹھ نہ دو۔“ (کنز الایمان)

حضرت ضرار نے مزید فرمایا کہ اگر میں بھاگ کر واپس جاؤں گا تو گنہگار اور اللہ کا نافرمان شمار کیا جاؤں گا۔ حضرت ضرار کی گفتگو سن کر حضرت رافع بن عمیرہ الطائی بھی جوش میں آئے اور انھوں نے مجاہدوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے گروہ مسلمین! ان گبروں سے کیا ڈرنا؟ اللہ تعالیٰ نے تم کو اکثر لڑائیوں میں مدد دی ہے اور صبر کرنے سے خدا کی مدد قریب ہوتی ہے۔ ہمارے قلیل گروہ نے ہمیشہ کثیر جماعت کو شکست دی ہے۔ مناسب یہ ہے کہ اگلے لوگوں کی راہ پر چلو اور تواضع و انکساری سے اللہ کی طرف رجوع کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام مجید میں صاف ارشاد فرمایا ہے:

”كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ“
(سورة البقرہ، آیت: ۲۴۹)

ترجمہ: ”بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔“ (کنز الایمان)

حضرت رافع بن عمیرہ الطائی کی پر جوش تقریر نے مجاہدوں کے دل جنبش میں لادینے۔ تمام نے بیک زبان یہی کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھاگتا ہوا نہ دیکھے، ہم زندگی کی آخری سانس تک دشمنوں سے لڑیں گے۔

◎ پانچ سو مجاہدوں کی بارہ ہزار رومیوں سے مدد بھیڑ

حضرت ضرار بن الازور تمام ساتھیوں کو لے کر بیت لہیا کے قریب کمین گاہ میں چھپ گئے اور رومی لشکر کا انتظار کرنے لگے۔ حضرت ضرار نے صرف شلوار پہنی تھی۔ اوپر کا جسم ننگا کر کے ہاتھ میں لمبا نیزہ لئے ہوئے عربی نسل کی گھوڑی پر سوار تھے۔ تھوڑی دیر بعد رومیوں کا بارہ ہزار کا لشکر اپنی متکبرانہ شان و شوکت سے آتا ہوا نظر آیا۔ تمام مجاہد ہوشیار ہو گئے۔ جب لشکر قریب آیا تو حضرت ضرار بن الازور اپنے ساتھیوں کے ساتھ نعرہ تکبیر کہتے ہوئے ٹوٹ پڑے۔ اچانک اس طرح کے حملہ سے رومی لشکر کے سپاہیوں کے دلوں میں رعب سما گیا۔ حضرت ضرار

بپھرے ہوئے شیر کی طرح رومیوں پر حملہ کر کے ان کو لقمہ اجل بنا رہے تھے۔ ان کے جسم و قامت کی ہیئت، سرعت اور جست کو دیکھ کر رومی متحیر تھے۔

ایک شخص رومی لشکر کا نشان فوج اٹھائے ہوئے تھا۔ حضرت ضرار نے اس کے سینے میں نیزہ پیوست کر دیا۔ لشکر کے مہمہ پر ایک شخص عمدہ لباس پہنے ہوئے لشکر کے اہم ارکان میں سے تھا۔ اس کو بھی حضرت ضرار نے نیزہ کی ایک ضرب سے خاک میں ملا دیا۔ ہر قتل بادشاہ نے وردان کے لشکر کو روانہ کرتے وقت جو سونے کی صلیب دی تھی اس کو ایک بطریق اٹھائے ہوئے تھا اور وہ تا تار ی گھوڑے پر سوار تھا۔ حضرت ضرار اس کی طرف لپکے اور ایسا نیزہ مارا کہ اس کے سرین کو پھاڑ دیا، اور اس کی آنتوں کو چیرتا ہوا دوسری جانب نکلا اور وہ مردہ ہو کر زمین پر گرا۔ صلیب اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گری۔ جب وردان نے صلیب کو زمین پر گرتے دیکھا تو اس کو شگون بد میں شمار کیا اور اس کو اپنی ہلاکت کا خوف لاحق ہوا۔ وردان نے گھوڑے سے اتر کر صلیب کو اٹھانے کا قصد کیا لیکن چند مجاہدوں نے صلیب کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ وردان کو ہمت نہ ہوئی کہ مجاہدوں کے حصار سے صلیب کو اٹھائے۔ دفعۃً حضرت ضرار نے پکار کر مجاہدوں سے کہا کہ یہ صلیب میرا حق و حصہ ہے۔ اس کو مت اٹھاؤ۔ ویسے ہی پڑی رہنے دو۔ حامل صلیب رومی کے ساتھیوں کے قتل سے فراغت پا کر اس صلیب کو میں اٹھاؤں گا۔ وردان نے جب حضرت ضرار کو دیکھا تو آپ کی صورت و ہیئت کو دیکھ کر کانپنے لگا اور لشکر کے بیچ میں گھسنے کے ارادہ سے پیچھے کی جانب ہٹنے لگا۔ اس کے ساتھیوں نے کہا اے سردار کہاں جاتے ہو؟ وردان نے حضرت ضرار کی جانب اشارہ کر کے کہا کہ میں اس شریر شخص سے بھاگتا ہوں ایسی ڈراونی صورت و ہیئت والا شخص میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

حضرت ضرار نے وردان کو بھاگتا دیکھ کر اس کا تعاقب کیا۔ وردان کے محافظوں نے حضرت ضرار اور وردان کے درمیان حائل ہو کر حضرت ضرار کو اس تک پہنچنے سے باز رکھا۔ حضرت ضرار نے وردان کے کئی محافظوں کو اپنے نیزہ کی نوک کا مزہ چکھا کر ان کو زندگی سے بے مزہ کر دیا۔ وردان کا بیٹا حمران حضرت ضرار پر حملہ آور ہوا اور اس نے آپ کے بائیں بازو پر نیزہ مارا، نیزہ لگتے ہی خون کا فوارہ چھوٹا اور حضرت ضرار کو سست کر دیا لیکن ایک لمحہ کے بعد آپ نے

بشدت تمام حمران کے دل پر نیزہ مارا۔ نیزہ لگتے ہی دل کٹ گیا اور وہ واصل جہنم ہو گیا۔ حضرت ضرار نے حمران کے جسم سے نیزہ کھینچا تو نیزے کا پھل حمران کے جسم میں پیوست رہ گیا اور نیزہ بغیر پھل کے مثل چوب باہر نکلا۔ رومیوں نے حضرت ضرار کے ہاتھ میں بغیر پھل کا نیزہ دیکھا تو شیر بن گئے اور حضرت ضرار پر لپکے اور حضرت ضرار کو گرفتار کر لیا۔

حضرت ضرار کا گرفتار ہونا مجاہدوں پر شاق گزرا۔ سب نے سخت حملہ کر کے حضرت ضرار کو چھڑانے کی کوشش میں جان ہتھیلی میں لے کر لڑے لیکن حضرت ضرار کو چھڑانہ سکے۔ اب مجاہدوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ چھوٹی جماعت کے مقابلہ میں رومیوں کا لشکر جرار اور اس پر طرہ یہ کہ اسلامی لشکر کا شیر ببر رومیوں کی قید میں جکڑ گیا۔ مجاہدین نے بھاگنے کا ارادہ کیا تو حضرت رافع بن عمیرہ طائی نے پکار کر کہا کہ اے قرآن کو حفظ کرنے والو! اے قرآن کو اٹھانے والو! بھاگ کر کہاں جاؤ گے۔ کیا تم یہ نہیں جانتے ہو کہ جو شخص جہاد میں پیٹھ پھیر کر بھاگے گا وہ اللہ کے غضب میں مبتلا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”وَمَنْ يُؤَلِّمْ يَوْمَئِذٍ دُبْرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِتْنَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَ مَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ“

(سورۃ الانفال، آیت: ۱۶)

ترجمہ:- ”اور جو اس دن انھیں پیٹھ دے گا مگر لڑائی کا ہنر کرنے یا اپنی جماعت میں جا ملنے کو تو وہ اللہ کے غضب میں پلٹا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور کیا بری جگہ ہے پلٹنے کی۔“ (کنز الایمان)

تفسیر:- ”یعنی مسلمانوں میں سے جو جنگ میں کفار کے مقابلہ سے بھاگا وہ غضب الہی میں گرفتار ہوا۔ اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ سوائے دو حالتوں کے۔ ایک تو یہ کہ لڑائی کا ہنر یا کرتب کرنے کے لئے پیچھے ہٹا ہو وہ پیٹھ دینے اور بھاگنے والا نہیں ہے۔ دوسرے جو اپنی جماعت میں ملنے کے لئے پیچھے ہٹا ہو وہ بھی بھاگنے والا نہیں۔“ (تفسیر خزائن العرفان، ص: ۳۲۱)

حضرت رافع بن عمیرہ طائی نے مزید فرمایا کہ جنت کے کچھ دروازے ایسے ہیں جو

مجاہدین صابریں کے علاوہ کسی کے لئے نہیں کھولے جائیں گے۔ اے دین کے خدمتگارو! صبر کرو اور صلیب کے پوجنے والوں پر حملہ کرو۔ آگاہ ہو جاؤ کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میں حملہ کرنے میں تم سے آگے رہوں گا۔ اگر تمہارے سردار ضرار گرفتار ہو گئے یا شہید کر دیئے گئے تو کیا ہوا؟ اللہ تو زندہ ہے اور تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اس کلام کو سنتے ہی مجاہدوں نے شجاعت اور بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے رومیوں سے برا بھلا کر لی اور مقابلہ کرنے میں کوئی کمزوری نہیں دکھائی۔

◎ مجاہدوں کی مدد کرنے حضرت خالد کا بیت لہیا پہنچنا

جب حضرت ضرار رومیوں کی قید میں آئے تھے تو اسلامی لشکر سے ایک شخص تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت خالد کے پاس آیا اور اس نے حضرت ضرار کی گرفتاری اور بہت سے مجاہدوں کی شہادت کی اطلاع دی اور یہ بھی کہا کہ مجاہدین اس وقت مصیبت میں گرفتار ہیں۔ حضرت خالد نے پوچھا کہ رومی لشکر کی تعداد کتنی ہے؟ عرض کیا کہ بارہ ہزار۔ حضرت خالد نے فرمایا خدا کی قسم! میں نے دشمنوں کی تعداد کم گمان کر کے مجاہدوں کو مقابلہ کے لئے بھیجنے کی جرات کی تھی۔ حضرت خالد نے پوچھا کہ رومی لشکر کا سردار کون ہے؟ کہا کہ حمص کا حاکم وردان۔ البتہ اس کے لڑکے حمران کو حضرت ضرار نے قتل کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت خالد نے ”لا حول“ پڑھا۔ پھر اپنے معتمد کو حضرت ابو عبیدہ کے پاس بھیج کر اس امر میں ان کا مشورہ طلب کیا۔ حضرت ابو عبیدہ نے کہلا بھیجا کہ باب شرقی پر اپنی جگہ کسی کو نائب بنا کر تم خود دشمنوں کے مقابلہ کے لئے جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ تم دشمنوں کو اس طرح پیس ڈالو گے جس طرح چکی غلہ کو پیس ڈالتی ہے اور دشمنوں کو بیہوش کر کے مٹی میں ڈال دو گے۔

حضرت خالد نے حضرت میسرہ بن مسروق عیسیٰ کو اپنا قائم مقام مقرر کیا اور ایک ہزار سواران کے ساتھ کر دیئے اور باقی سواروں کو اپنے ساتھ لیئے اور انہیں حکم دیا کہ گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دو اور نیزے سیدھے کر لو اور جب دشمن کے قریب پہنچو تو سب یکبارگی حملہ کرنا اور دشمن کو اپنا دفاع کرنے کا موقع نہ دینا۔ شاید اس طرح ہم ضرار تک پہنچ جائیں

گے۔ اگر وہ زندہ ہو گئے تو ان کو چھڑالیں گے اور اگر رومیوں نے جلدی کر کے انہیں شہید کر دیا ہوگا تو انشاء اللہ ہم رومیوں سے ضرار کا بدلہ ضرور لیں گے۔ ان کے لشکر میں تباہی مچا دیں گے اور رومیوں کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیں گے۔ پھر حضرت خالد اور ساتھیوں نے نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے گھوڑے دوڑائے۔ گھوڑے تیز رفتاری سے دوڑتے، ہوا سے باتیں کرتے جارہے تھے اور آندھی کے تیز جھونکوں کی طرح مجاہدین اسلام اپنے دینی بھائیوں کی نصرت و اعانت کرنے کو ندتی ہوئی بجلی کی رفتار سے گھوڑوں پر بیت لہیا کی جانب دوڑے۔

◎ ایک نقاب پوش نامعلوم سوار مجاہد

حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیت لہیا کی طرف بڑھ رہے تھے۔ آپ سب سے آگے رجز کے اشعار پڑھتے ہوئے گھوڑے کی رفتار تیز سے تیز تر کرتے جارہے تھے۔ ناگاہ آپ نے دیکھا کہ آپ کے آگے سیاہی مائل سرخ رنگ کے گھوڑے پر ایک سوار بڑی تیزی سے جارہا ہے۔ بلند قدم و قامت اور ہاتھ میں ایک لمبا نیزہ تھا۔ اس نے سیاہ لباس اس طرح پہنا تھا کہ دونوں آنکھوں کے علاوہ اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آتا تھا۔ اس نقاب پوش سوار نے اپنے گھوڑے کی باگ ڈھیلی کر دی تھی اور اس کا گھوڑا ہوا سے باتیں کرتا ہوا جا رہا تھا۔ وہ نقاب پوش سوار گھوڑے کے زین پر اس طرح چپک کر بیٹھا تھا کہ گویا وہ گھوڑے کے جسم میں چسپاں ہے۔ گھوڑے کو ایڑی مارنا، کودنا، دوڑانا اور گھوڑے کو موڑنا و پھیرنا بڑی صفائی سے انجام دے رہا تھا۔ اس کا انداز رفتار اس کی شہسواری، ہوشیاری اور دلیری کی گواہی دے رہا تھا۔ اس نے لوہے کی زرہ پہن رکھی تھی اور کمر کو ایک چادر سے مضبوط باندھ رکھا تھا۔ شوق جہاد میں مضطرب و بیقرار ہو کر سب سے آگے مثل آگ کے شعلہ جا رہا تھا۔ گھوڑا سواری کے فن کا ماہر اور مشاق معلوم ہوتا تھا۔ اس کے تیور اس کی بلند حوصلگی اور شجاعت کی نشان دہی کر رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ دشمن پر وہ ایک آندھی کی طرح چھا جائے گا۔ حضرت خالد بن ولید بھی اس سوار کو دیکھ کر محو حیرت تھے اور اس کو پہچاننے کی کوشش کر رہے تھے کہ یہ کون بہادر مجاہد ہے جس نے مشرکوں سے لڑنے کے لئے اپنے سر پر کفن باندھ رکھا ہے۔ تھوڑی دیر میں حضرت خالد کا

قافلہ بیت لہیا کے قریب پہنچ گیا۔

علامہ واقدی روایت کرتے ہیں کہ حضرت رافع بن عمیرہ طائی اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر رومی لشکر کے ساتھ موت کا سامنا کر رہے تھے بلکہ موت کے منہ میں جا پہنچے تھے۔ بڑے صبر و استقلال سے مقابلہ کر رہے تھے کہ دفعۃً حضرت خالد بن ولید لشکر کی کمک لے کر پہنچ گئے۔ وہ نقاب پوش سوار سب سے پہلے رومیوں پر حملہ آور ہوا۔ اس کے حملے کی نوعیت شکاری باز کے چڑیوں کے جھنڈ پر حملہ کرنے کی تھی۔ اس طرح اس نے رومی لشکر کو ہلا کر رکھ دیا۔ رومی لشکر کی صفیں کچے دھاگہ کی طرح توڑ کر رکھ دیں۔ وہ سوار رومی لشکر کے وسط میں گھس کر اوجھل ہو گیا مگر تھوڑی دیر کے بعد وہ لشکر سے اس حالت میں باہر نکلا کہ اس کا نیزہ خون سے تر تھا۔ پھر وہ لشکر میں غائب ہوا اور باہر نکلا اور ایک ہی گرداوے میں کئی رومیوں کو خاک و خون میں ملا دیا۔ قہر الہی کی بجلی بن کر جس پر گرتا اس کو جلا کر رکھ کر دیتا۔ اس کے نیزے کی ضرب اتنی شدید تھی کہ سپر کو پھاڑ کر سپر اٹھانے والے کو ہلاک کر دیتی تھی۔ موت سے بے خوف ہو کر وہ نقاب پوش اپنے کو معرض ہلاکت میں ڈالے ہوئے تھا۔ پھر اچانک وہ رومیوں کے لشکر میں پوشیدہ ہو گیا اور ایک گروہ کو پھاڑ ڈالا۔ اس کا قلق اور اضطراب ہر لمحہ بڑھتا جاتا تھا اور اس کے حملے کی شدت میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ حضرت رافع بن عمیرہ طائی نے جب اس نقاب پوش سوار کے کرتب اور لڑائی کے فن دیکھے تو یہ گمان کیا کہ یہ سوار حضرت خالد بن ولید ہیں کیونکہ ایسے حملے حضرت خالد کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ حضرت رافع اسی سوچ میں تھے کہ حضرت خالد ان کے پاس پہنچے۔ حضرت رافع نے حضرت خالد سے پوچھا کہ جب آپ میرے پاس ہیں تو یہ کفن بردوش اور نقاب پوش مجاہد کون ہے؟ جو دشمنان خدا سے لڑنے میں دلیری کر کے اپنی جان راہ خدا میں خرچ کرنے کو ٹٹلا ہے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں بھی نہیں جانتا کہ یہ سوار کون ہے؟ اس کی دلیری اور شجاعت نے مجھ کو بھی تعجب میں ڈال رکھا ہے۔

حضرت خالد بن ولید نے اپنے لشکر کے ساتھ رومیوں پر حملہ کر دیا اور دونوں لشکر ایک دوسرے سے گٹھ گٹھ گئے۔ وہ نقاب پوش سوار رومی لشکر کے قلب سے باہر نکلا۔ اس کا نیزہ خون

میں شرابور تھا۔ اس کے گھوڑے سے پسینے کی دھاریں ٹپکتی تھیں۔ وہ سوار اپنے دائیں بائیں اس طرح نیزہ مارتا تھا کہ جو بھی اس کی زد میں آ جاتا اوندھے منہ گر کر خاک و خون میں تڑپتا تھا۔ رومی سپاہی اس نقاب پوش سوار سے ایسا ڈر گئے تھے کہ اس کو اپنی طرف آتا دیکھ کر بھاگتے تھے۔ گویا یہ سوار ان کے لئے فرشتہ موت تھا۔ چند رومی سپاہی متحد ہو کر اس سوار پر حملہ آور ہوئے لیکن موت سے بے پروا ہو کر وہ سوار تنہا دلیری سے ان سے نبرد آزما ہو کر اعلیٰ شجاعت کا مظاہرہ کر رہا تھا، رومی کثیر تعداد میں تھے اور ایسا لگتا تھا کہ اس پر غالب آ جائیں گے۔ لیکن حضرت خالد بن ولید اور ان کے ساتھیوں نے رومیوں پر حملہ کر کے اس سوار کو نزعہ سے نکال کر بچایا۔ وہ سوار اسلامی لشکر میں آ ملا۔ مجاہدوں نے اس نقاب پوش سوار کو دیکھا تو ایسا محسوس ہوا کہ وہ ایک سرخ گلاب ہے وہ سوار خون سے آلودہ تھا۔

حضرت خالد بن ولید نے اس نقاب پوش سے فرمایا: خدا تجھ کو جزائے خیر دے اے نوجوان! تو کون ہے؟ اللہ کی راہ میں اپنی جان صرف کرنے والے تیرا نام کیا ہے؟ لیکن اس سوار نے حضرت خالد کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ اعراض کرتے ہوئے خاموش رہا۔ مجاہدوں نے کہا کہ اے مرد نیک! لشکر کا سردار تجھ سے سوال کرتا ہے اور تو اعراض کر کے جواب نہیں دیتا؟ صرف لشکر کے سردار ہی نہیں بلکہ تمام مسلمان تیرے تعارف کے لئے بیقرار ہیں۔ لہذا صرف اتنا بتا دے کہ تیرا نام کیا ہے؟ اور تو کس قبیلہ کا ہے اس نقاب پوش سوار نے کوئی جواب نہیں دیا اور چپ رہا پھر حضرت خالد بن ولید نے اصرار کیا تو اس سوار نے...

”نقاب کے پیچھے سے عورت کی آواز میں کہا کہ اے سردار! میں نے نافرمانی کرتے ہوئے جواب دینے میں روگردانی نہیں کی۔ آپ کے حکم کی تعمیل میں تاخیر کرنے اور آپ کے سوال کا جواب دینے میں دیر لگانے کی وجہ صرف شرم و حیا ہے کیونکہ میں پردے میں بیٹھنے والی ہوں۔ میں نے جو کام کیا ہے وہ میرے دل کی رنجیدگی کی وجہ سے کیا ہے۔ حضرت خالد نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ جواب میں کہا کہ میرا نام ”خولہ“ ہے میں ازور کی بیٹی ہوں اور ضرار بن ازور کی بہن ہوں۔ میں عورتوں کے گروہ میں بیٹھی ہوئی تھی کہ مجھ کو خبر ملی کہ میرے بھائی ضرار کو رومیوں نے قید کر لیا ہے اور آپ

اپنے ہمراہیوں کے ساتھ میرے بھائی کی رہائی کے لئے جارہے ہیں تو میں اپنا حلیہ تبدیل کر کے آپ کے ساتھ شامل ہو گئی اور کیا میں جو کیا۔“
حضرت خولہ کو اپنے بھائی کے نہ ملنے کا بہت غم اور افسوس تھا۔ اپنے بھائی کے فراق میں رونے لگیں ان کی یہ حالت دیکھ کر حضرت خالد بھی رونے لگے۔

◎ حضرت خالد کارومیوں پر حملہ اور حضرت خولہ بنت ازیور کی شجاعت

حضرت خالد نے حضرت خولہ کو اطمینان اور تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اب ہم سب یکبارگی حملہ کریں گے اور ہم کو اُمید ہے کہ خدا ہم کو تمہارے بھائی تک پہنچا دے تاکہ ہم ان کو قید سے چھڑا لیں، حضرت خولہ نے کہا کہ اس حملہ میں میں سب سے آگے رہوں گی۔ چنانچہ مجاہدوں نے رومیوں پر حملہ کر دیا۔ حضرت خولہ نے ایسے شدید حملے کئے کہ رومی لشکر میں گھبراہٹ پھیل گئی۔ رومی سپاہی حضرت خولہ کی جنگی مہارت دیکھ کر کہنے لگے کہ اگر سارے اہل عرب اس سوار کی طرح بہادر ہیں تو ہم میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ حضرت خالد نے بھی ایسے کرتب جنگ دکھائے کہ رومیوں کے قدم ڈمگانے لگے۔ وردان نے اپنے لشکر کی بزدلی اور نامردی کو تاڑ لیا۔ لہذا اپنے لشکر کو ثابت قدم رکھنے کے لئے اہل دمشق کی کمک کی اُمید دلائی، فتح و غلبہ کا یقین دلا لیا لیکن حضرت خالد نے رومیوں کو دائیں بائیں متفرق اور پریشان کر دیا۔ حضرت خالد نے ہر چند کوشش کی کہ کسی طرح وردان تک پہنچ کر اس کا کام تمام کر دوں لیکن وردان محافظوں کے جھرمٹ میں اور فاصلے پر ہونے کی وجہ سے اس تک نہ پہنچ سکے۔

حضرت خولہ کا یہ حال تھا کہ وہ رومی لشکر میں گھس کر دائیں بائیں پھاڑ دیتی تھیں۔ نیزے کا سرعت سے استعمال کر کے کئی رومیوں کے سینے چھلنی کر دیئے۔ حضرت خولہ نیزہ بازی کرتی جاتی تھیں اور اپنے بھائی کو ڈھونڈھتی تھیں اور اپنے بھائی کے فراق و غم میں درد بھرے اشعار پڑھ کر اپنے بھائی کو پکارتی تھیں۔ ہر مسلمان مجاہد سے اپنے بھائی کا حال دریافت کرتی تھیں لیکن کسی نے نہیں کہا کہ میں نے ضرا کو بحالت قید یا مقتول دیکھا۔ حضرت خولہ کو اپنے بھائی کا کہیں بھی سراغ نہ ملا تو وہ مایوس اور نا اُمید ہو گئیں اور حزن و الم پر مشتمل اشعار پڑھتی تھیں

اور آہ و بکا کرتی تھیں۔ ان کی مضطرب و بیقرار حالت دیکھ کر تمام مجاہدین پر بھی گریہ طاری ہو گیا۔ تمام مجاہدین حضرت ضرا کے لئے رورہے تھے اور بارگاہ خداوندی میں ان کی حیات اور ان سے ملاقات کی رور و کردعائیں کرتے تھے گویا کہ مجاہدین کی پر خلوص دعائیں قبول ہوئیں۔ حضرت خالد بن ولید نے حضرت ضرا کا سراغ پانے کے لئے پھر ایک مرتبہ حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ حملہ کی تیاری کر رہے تھے کہ رومی لشکر سے کچھ سواروں کو تیز گھوڑے دوڑاتے ہوئے اسلامی لشکر کی طرف آتے دیکھا، مجاہدین یہ سمجھے کہ شاید یہ سوار حملہ کرنے آرہے ہیں۔ حضرت خالد اپنے ساتھیوں کے ساتھ فوراً کھڑے ہو گئے اور ان کا مقابلہ کرنے کے لئے مستعد اور آمادہ ہو گئے۔ جب وہ رومی سوار قریب آئے تو انھوں نے اپنے ہتھیار پھینک دیئے اور گھوڑوں سے نیچے اتر کر ہاتھوں کو اوپر اٹھائے ہوئے ”لَفُون لَفُون“ چلانے لگے۔ حضرت خالد نے انھیں امان دی اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ اور کیا چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا کہ ہم شہر حص کے باشندے ہیں۔ سردار وردان کے ورغلانے پر ہم تم سے لڑنے آئے تھے لیکن اب ہم کو یقین ہو گیا ہے کہ تمہارا مقابلہ کرنے کی ہم میں طاقت نہیں تم ہم کو اور ہمارے اہل و عیال کو امان دو اور ہم کو بھی ان لوگوں میں شمار کرو جن سے تم نے صلح کی ہے۔ آپ جو بھی معاوضہ طلب فرمائیں گے ہم حاضر خدمت کر دیں گے۔ بلکہ اپنے شہر کے دیگر باشندوں کو بھی صلح پر رضامند کریں گے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ جب ہم تمہارے شہر میں آئیں گے تب تم سے صلح کریں گے۔ اس وقت ممکن نہیں۔ پھر حضرت خالد نے ان رومی سواروں کو حوالات میں ڈالنے کا حکم فرمایا۔ اور ان سے حضرت ضرا کے متعلق پوچھا کہ ان کو قید کرنے کے بعد رومی لشکر کے سردار نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ وہ زندہ ہیں یا انھیں شہید کر دیا گیا؟

◎ حضرت ضرا کی رہائی

رومی سواروں نے کہا کہ شاید آپ اس شخص کے متعلق پوچھتے ہیں جو ننگے بدن تھا اور جس نے ہمارے بہت سے سپاہیوں کو مار ڈالا اور ہمارے سردار کے بیٹے کو بھی قتل کر کے ہمارے سردار کو رنج و غم میں ڈالا ہے۔ حضرت خالد نے فرمایا ہاں! ہاں! میں ان کے متعلق ہی

پوچھ رہا ہوں، جلدی بتاؤ وہ کہاں ہیں؟ رومی سواروں نے کہا کہ ان کا حال یہ ہے کہ وردان نے ان کو ایک اونٹ پر بٹھا کر سوسواروں کی نگرانی میں ہرقل بادشاہ کے پاس حمص روانہ کیا ہے۔ حمص سے ان کو انتظار کیا بھیجا جائے گا۔ یہ کام سردار وردان نے اس لئے کیا ہے کہ وہ ہرقل بادشاہ کے سامنے اپنی بہادری اور شجاعت کا اظہار کرے کہ ہم نے اسلامی لشکر سے ایسے خونخوار شخص کو گرفتار کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔

حضرت ضرار کا سراغ ملنے پر حضرت خالد بن ولید بہت خوش ہوئے۔ آپ نے فوراً حضرت رافع بن عمیرہ طائی کو بلایا اور کہا کہ اے رافع تم ملک شام کے تمام راستوں سے اچھی طرح واقف ہو تمہاری تجویز اور تدبیر کی وجہ سے ہم نے ارض سامہ سے ارکہ تک کا بغیر پانی کا علاقہ طے کیا تھا۔ اونٹوں کو ذبح کر کے اس کے پیٹ سے پانی نکال کر گھوڑوں کو پلانے اور اس کا گوشت مجاہدوں کو کھلانے کی تمہاری تدبیر بہت کامیاب رہی۔ آج پھر تم ایک مرتبہ ملک شام کے راستوں کی مہارت کا اعادہ کرو اور ضرار بن ازور کو چھڑاؤ۔ رومی سردار وردان نے حضرت ضرار کو سوسواروں کی نگرانی میں حمص کی جانب روانہ کیا ہے۔ لہذا تم کوئی درمیان سے جانے والے کم مسافت کے چھوٹے راستے سے ان کا تعاقب کرو اور وہ لوگ ضرار کو لے کر حمص پہنچیں اس سے قبل ان سے جا ملو اور ضرار کو چھڑاؤ۔

حضرت خالد بن ولید کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت رافع بن عمیرہ نے اسلامی لشکر سے ایک سوسوار چن لئے اور روانگی کا ارادہ کیا۔ حضرت خولہ بنت ازور کو خبر ملی تو وہ خوشی سے مچل گئیں۔ فوراً مسلح ہو کر گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت خالد کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور عرض کی کہ اے سردار! آپ کو اس مقدس ذات پاک جو بہترین خلائق ہیں یعنی رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا واسطہ دیتی ہوں کہ مجھ کو بھی اس جماعت کے ساتھ جانے کی اجازت عنایت فرماؤ تاکہ اپنے بھائی کو چھوڑانے میں اپنی خدمت پیش کروں۔ حضرت خولہ کو اجازت دے دی۔ لہذا وہ بھی حضرت رافع بن عمیرہ کے ساتھ روانہ ہوئیں وہ مسلمانوں کے پیچھے پیچھے تھوڑا فاصلہ رکھ کر چلتی تھیں۔

جب یہ گروہ مسلمین نامی مقام پر پہنچا تو حضرت رافع نے وہاں کے میدان میں ادھر ادھر

گشت کر کے زمین پر گھوڑوں کے نشان قدم تلاش کیے لیکن ان کو کہیں بھی گھوڑوں کے نشان قدم نظر نہ آئے۔ لہذا انھوں نے کہا کہ اے گروہ مسلمین بشارت ہو کہ رومی قافلہ اب تک یہاں نہیں پہنچا اور اُمید ہے کہ وہ غنقریب آ پہنچے۔ حضرت رافع نے تمام مجاہدوں کو وادی الحیات کے مقام پر ایک کمین گاہ میں چھپا دیا اور رومی قافلہ کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ایک غبار ظاہر ہوا اور ایک قافلہ نظر آیا۔ حضرت رافع نے دیکھا کہ ایک سوری سوار حضرت ضرار کو اپنے بیچ میں گھیرے ہوئے آرہے ہیں۔ جیسے ہی وہ قافلہ قریب آیا سب سے پہلے حضرت خولہ نے کمین گاہ سے نکل کر تکبیر کہہ کر حملہ کیا اور ان کے بعد حضرت رافع اور مجاہدوں نے باواز بلند تکبیر کہتے ہوئے حملہ کیا۔ یہ حملہ کیا تھا؟ ایک چٹکی بجانے کا معاملہ تھا۔ ایک سوری کے مقابلے میں ایک سوماجہد تھے ایک گھڑی میں تمام رومی مرے ہوئے زمین پر لیٹے پڑے تھے۔ تمام مجاہدوں نے اور خصوصاً حضرت خولہ نے حضرت ضرار کو سلام و مرحبا کہا اور بہ سلامت رہائی پر مبارکباد پیش کی۔ حضرت ضرار نے تمام مجاہدین کا شکریہ ادا کیا اور خیریت پوچھی پھر مجاہدوں نے مقتول رومیوں کے گھوڑے، ہتھیار، کپڑے اور مال واسباب لے لئے۔

مجاہدین مال غنیمت ایک جگہ جمع کر رہے تھے کہ اچانک کچھ رومی سوار بیت لہیا کی جانب سے بھاگتے ہوئے آرہے تھے۔ حضرت رافع نے ان کو دیکھ کر گمان کیا کہ یہ لوگ بیت لہیا میں حضرت خالد کے لشکر کے ہاتھوں پٹ کر بھاگے ہیں۔ لہذا حضرت رافع اور ان کے ساتھیوں نے آگے بڑھ کر ان پر حملہ کیا رومیوں نے کوئی مقابلہ نہیں کیا بلکہ ”لفون لفون“ پکارنے لگے لہذا تمام لوگ گرفتار کر لیا گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ان کا تعاقب کرتے ہوئے وہاں آ پہنچے اور حضرت ضرار اور حضرت رافع وغیرہ سے اتفاقی ملاقات ہو گئی۔ حضرت رافع کی زبانی حضرت ضرار کی رہائی کی کہانی سن کر حضرت خالد بہت خوش ہوئے۔ حضرت ضرار کو بہ سلامت رہائی کی مبارکباد دی اور حضرت رافع کی عظیم کارنامہ کی تعریف کرتے ہوئے شکریہ ادا کیا۔

حضرت رافع نے خالد سے ان کے یہاں آنے کا سبب پوچھا، تو بتایا کہ حضرت ضرار کی رہائی کے لئے، حضرت رافع کو روانہ کرنے کے بعد اسلامی لشکر نے ایسا سخت حملہ کیا کہ

جنگ اجنادین

ہرقل بادشاہ کو وردان کے لشکر کی شکست فاش اور اس کے بیٹے حمران کے قتل کا مفصل حال معلوم ہو چکا تھا۔ لہذا ہرقل نے اس کو خط لکھا اور خوب ڈانٹ ڈپٹ کی اور یہاں تک لکھا کہ ماضی میں تو نے رومی لشکر کی جو خدمات انجام دیں اس کا لحاظ نہ ہوتا تو میں تیرے قتل کا حکم صادر کرتا، اب تجھ کو ایک موقع دیتا ہوں۔ اجنادین میں نوے ہزار لشکر پر تجھ کو سردار مقرر کرتا ہوں، تو وہ لشکر لے کر دمشق کی کمک کر اور تھوڑا لشکر فلسطین کی جانب روانہ کر، تاکہ فلسطین میں جو اسلامی لشکر ہے اس کو وہیں لڑائی میں الجھا رکھے اور اس لشکر کو دمشق کی طرف نہ جانے دے۔ ہرقل کا خط ملتے ہی وردان فوراً اجنادین پہنچ گیا اور رومی لشکر کی سرداری سنبھالی۔

○ اسلامی لشکر کی ملک شام میں کیفیت اور تعداد

ملک شام میں اسلامی لشکر کی کیفیت اور تعداد حسب ذیل تھی:

- ۳۳,۰۰۰ ہزار کا لشکر حضرت ابو عبیدہ بن جراح کے ساتھ جو دمشق آ کر حضرت خالد کے ساتھ مل گیا تھا۔
- ۴,۰۰۰ کا لشکر حضرت شریحیل بن حسنہ کے ساتھ تھا جن کو حضرت ابو عبیدہ نے بصرہ کی طرف بھیجا تھا۔
- ۱,۵۰۰ کا لشکر زحف حضرت خالد بن ولید کے ساتھ تھا جو حضرت ابو عبیدہ کے ساتھ دمشق میں تھا۔
- ۹,۰۰۰ کا لشکر حضرت عمرو بن العاص کے ساتھ مقام فلسطین میں تھا۔
- ۲,۰۰۰ کا لشکر حضرت یزید بن ابی سفیان اور حضرت ربیعہ بن عامر کے ساتھ بمقام ارض بلقا تھا۔
- ۱,۰۰۰ کا لشکر حضرت معاذ بن جبل کے ساتھ بمقام حوران تھا۔

وردان کا لشکر پیٹھ دکھا کر ہر چہار جانب بھاگنا شروع کیا۔ مجاہدوں نے مفرور رومیوں کا ہر جانب تعاقب کیا۔ وردان کہاں پوشیدہ ہو گیا وہ کسی کو پتہ نہ چلا۔ حضرت خالد نے اس کو بہت تلاش کیا تاکہ اس کو قتل کر دیں لیکن وہ ہاتھ نہ آیا۔ کچھ رومی سوار وادی الحیات کے راستے سے بھاگے۔ شاید ان میں وردان ہے یہ گمان کر کے حضرت خالد نے ان کا تعاقب کیا تھا اور یہاں آپہنچے۔

القصة! حضرت خالد بن ولید وہاں سے تمام ساتھیوں کے ہمراہ قلعہ دمشق پر واپس آئے اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو فتح کی خوشخبری اور تمام روداد سنائی اسلامی لشکر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور سب نے قلعہ دمشق کی فتح کا پختہ یقین کیا۔

اسلامی لشکر دمشق میں مقیم تھا اور قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا کہ بصرہ سے حضرت عباد بن سعید حضرمی حضرت خالد کے پاس آئے اور اطلاع دی کہ رومیوں کا نوے ہزار کا لشکر بمقام ”اجنادین“ جمع ہوا ہے۔ حضرت خالد نے حضرت ابو عبیدہ سے مشورہ کیا تو انھوں نے فرمایا کہ ہمارا لشکر ملک شام میں متفرق مقامات میں منتشر ہے۔ لہذا ان تمام کو خط لکھ دو کہ وہ ہم سے اجنادین میں ملیں اور ہم بھی اب قلعہ دمشق کا محاصرہ ترک کر کے اجنادین کی جانب کوچ کریں۔



○ ۱,۰۰۰ کاشکر حضرت نعمان بن مقرن کے ساتھ مقام تدمر میں تھا۔

۵۱۵۰۰ (اکاون ہزار پانچ سو)

حضرت خالد بن ولید نے تمام لشکر کے سرداروں کو ایک ہی مضمون کا حسب ذیل خط لکھا:

”بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - اَمَّا بَعْدُ - فَاِنَّ اِخْوَانَكَ
الْمُسْلِمُونَ قَدْ عَزَمُوا عَلَى الْمَسِيرِ اِلَى اَجْنَادَيْنِ فَاِنَّ
هُنَالِكَ مِنَ الْعَدُوِّ لَتَسْعَيْنَ الْفَأْ وَهُمْ يُرِيدُونَ الْمَسِيرَ اِلَيْنَا
لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ
الْكَافِرُونَ - فَاِذَا وَصَلَ اِلَيْكَ كِتَابِي هَذَا فَاقْدِمْ مَنْ مَعَكَ مِنَ
الْمُسْلِمِينَ اِلَى اَجْنَادَيْنِ فَاِنَّكَ تَجِدُنَا هُنَالِكَ اِنْ شَاءَ اللَّهُ
تَعَالَى وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَ عَلَى مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ“

ترجمہ: بعد حمد و صلوٰۃ کے مطلب یہ کہ تمہارے بھائی مسلمانوں نے ارادہ رواں لگی کا بجانب اجنادین کے کیا ہے۔ اس واسطے کہ وہاں نوے ہزار فوج دشمنوں کی ہے جو قصد آنے کا ہماری طرف رکھتی ہے بغرض بھجانے نور اللہ تعالیٰ کہ اپنے منہوں سے حالانکہ اللہ تعالیٰ پورا کرنے والا ہے اپنے نور کا اگر چہ کافر لوگ اس کو برا جانیں پس جس وقت پہونچے یہ خط میرا تمہارے پاس تو جو مسلمان تمہارے ساتھ ہیں ان کو لے کر اجنادین میں آؤ کہ تم ہم کو وہیں پاؤ گے اگر چاہا اللہ تعالیٰ نے اور سلامتی ہو تم پر اور تمہارے ساتھی مسلمانوں پر۔

(حوالہ:- فتوح الشام، ص: ۶۴)

ہر سردار کے پاس الگ الگ قاصد روانہ فرمائے۔ خطوط کی روانگی کے بعد حضرت خالد نے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ حکم ملتے ہی مجاہدوں نے فوراً خیمے اُکھٹرنے شروع کئے اور خیمے اور مال اسباب لپیٹ کر اونٹوں پر لادنا شروع کیا۔ غنیمت اور مال واسباب کے اونٹوں کو عورتوں اور بچوں کے ساتھ لشکر کے پیچھے کی جانب رکھا اور سوار و مجاہدین کو لشکر کے آگے رکھا۔ حضرت خالد

بن ولید نے کہا کہ میری رائے ہے کہ میں عورتوں اور بچوں کے قافلہ کے ساتھ لشکر کے پیچھے رہوں اور آپ لشکر کے آگے رہیں۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ وردان اپنا لشکر لے کر اجنادین سے دمشق کی طرف روانہ ہوا ہو۔ اور اس سے آنا سامنا ہو جائے اگر تم لشکر کے آگے رہو گے تو تم ان کو روک سکو گے اور مقابلہ کر سکو گے۔ لہذا تم آگے رہو اور میں پیچھے رہتا ہوں۔ حضرت خالد نے فرمایا آپ کی رائے مناسب ہے میں آپ کی رائے اور تجویز کے خلاف نہیں کروں گا۔

○ اسلامی لشکر دمشق سے اجنادین کی جانب روانہ

حضرت خالد بن ولید لشکر کے سواروں کے ساتھ لشکر کے آگے چلے اور حضرت ابو عبیدہ لشکر کے پیچھے مستورات اور اطفال کے قافلہ کے ساتھ چلے اور ان کے ساتھ ایک ہزار سوار بغرض نگرانی اور حفاظت تھے۔ جب اسلامی لشکر دمشق کا محاصرہ ترک کر کے روانہ ہوا تو لشکر کو کوچ کرتے دیکھ کر اہل دمشق مارے خوشی کے اُچھلنے کودنے لگے اور تالیاں بجا کر اپنی خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ اسلامی لشکر کی کوچ کے متعلق اہل دمشق نے مختلف آراء ظاہر کیں، کسی نے کہا کہ اجنادین میں ہمارے عظیم لشکر کے جمع ہونے کی خبر سن کر ملک شام میں اپنے دوسرے لشکر کے پاس جمع ہونے گئے ہیں، کسی نے کہا کہ محاصرہ سے تنگ آ کر کسی اور مقام پر لشکر کشی کرنے جا رہے ہیں۔ اور بعض نے تو یہاں تک کہا کہ ملک حجاز کی طرف بھاگ کر جا رہے ہیں۔

دمشق میں بولص بن بلقانام کا ایک بطریق رہتا تھا وہ بڑا دشمنند اور ماہر جنگ تھا، تیر اندازی میں پورے ملک شام میں اس کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ تمام نصرانی اور خود ہرقل بادشاہ کے نزدیک اس کا بڑا مرتبہ تھا، بولص اب تک کبھی بھی اور کہیں بھی اسلامی لشکر کے مقابلہ میں نہیں آیا تھا۔ جب اسلامی لشکر دمشق سے روانہ ہوا تھا تب اہل دمشق نے قلعہ کی دیوار سے دیکھا تھا کہ عورتوں، بچوں اور مال واسباب کا قافلہ لشکر کے پیچھے ہے لہذا ان کو یہ طمع ہوئی کہ اس پر چھاپہ مار دیا جائے۔ اپنے اس فاسد ارادے کی تکمیل کے لئے ان کی نظروں میں صرف ایک ہی

شخص تھا اور وہ بولص بن بلقا تھا۔ مفسدین اس کے پاس آئے اور اپنی تجویز پیش کی۔ بولص نے ڈانٹتے ہوئے جواب دیا کہ مجھے کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ عربوں کے مقابلے میں تم نے ہمیشہ بزدلی اور کم ہمتی کا ہی مظاہرہ کیا ہے اور اسی وجہ سے میں نے آج تک عربوں سے مزاحم ہونے سے کنارہ کشی اختیار کی ہے۔ میں تم جیسے نامردوں کو ساتھ لے کر عربوں سے لڑنے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔ اہل دمشق نے بطریق بولص سے کہا کہ اے ہمارے معزز پیشوا! اگر تم ہماری قیادت کرنے پر رضامند ہو جاؤ تو ہم حق مسیح اور انجیل کی قسم پر وعدہ کرتے ہیں کہ ہم ثابت قدم رہیں گے اور ہم میں سے ایک فرد بھی فرار نہ ہوگا۔ اور ہم تم کو پورا اختیار دیتے ہیں کہ ہم میں سے جو بھی بھاگنے کی کوشش کرے تم اس کی گردن مار دینا۔

بطریق بولص نے اہل دمشق کا عزم و استقلال دیکھا تو وہ رضامند ہو گیا اور دمشق میں جتنے سوار اور پیدل لڑنے والے تھے تمام کو جمع کیا اور اس نے حسب ذیل لشکر جمع کر لیا۔

① اپنی سرداری میں چھ ہزار جنگجو سواروں کو رکھا۔

② اپنے بھائی بطرس کی سرداری میں دس ہزار آزمودہ کار لڑنے والے منتخب کئے۔

اس طرح کل سولہ ہزار کا لشکر لے کر وہ اسلامی لشکر کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ اسلامی لشکر کی کیفیت یہ تھی کہ حضرت خالد بن ولید مع اپنے ہمراہیوں کے گھوڑے پر سوار ہو کر بہت آگے نکل گئے تھے۔ جب کہ حضرت ابو عبیدہ ایک ہزار سواروں کے ساتھ عورتوں اور بچوں کے قافلے اور مال و اسباب کے ساتھ اونٹ کی چال چلتے ہوئے کئی میل کے فاصلے سے پیچھے چل رہے تھے۔ اچانک ان کے ہمراہی نے پیچھے کی جانب ایک غبار اٹھتا ہوا دیکھا اور حضرت ابو عبیدہ کو آگاہ کیا۔ غبار دیکھ کر حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ بیشک! ہمارے دشمن اہل دمشق ہمارے تعاقب میں آ رہے ہیں۔ حضرت ابو عبیدہ نے قافلے کو ٹھہرنے کا حکم دیا اور تمام عورتوں، بچوں اور بار بردار اونٹوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور ان کو اپنی جگہ متحد ہو کر بیٹھے رہنے کی تاکید کی اور ایک ہزار سواروں کو دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لئے مستعد اور کمر بستہ رہنے کا حکم دیا۔ اب رومی لشکر کا غبار بڑھتا جا رہا تھا اور نزدیک آ رہا تھا۔ لشکر کا شور و غل بھی صاف سنائی دینے لگا۔ اور اب رومیوں کا لشکر تیز آندھی کی طرح آ پہنچا۔ ایک ہزار کفن بردوش مجاہدوں نے

ان کا مقابلہ کیا۔ ایک ہزار سواروں نے رومی لشکر کے چھ ہزار سواروں سے ٹکری اور شجاعت کے جوہر دکھائے لیکن رومی لشکر کے دس ہزار پیدل نے عورتوں، بچوں اور مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔ کیونکہ ان کی نگرانی پر مقرر ایک ہزار مجاہد سوار مصروف جنگ تھے۔ بطریق بولص کے بھائی بطرس نے عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا اور تمام مال و اسباب لوٹ لیا اور سب کو لے کر ”نہر استریاق“ چلا گیا اور اپنے بھائی بطریق بولص سے کہا کہ میں نہر استریاق نامی مقام پر تمہارا انتظار کرتا ہوں۔

ادھر حضرت ابو عبیدہ ایک ہزار مجاہدوں کے ہمراہ رومی لشکر کے چھ ہزار سواروں کے بیچ میں گھر چکے تھے۔ جنگ کی آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ حضرت ابو عبیدہ مجاہدوں کو صبر کے ساتھ ثابت قدم رہ کر لڑنے کی ترغیب دیتے تھے۔ اور خود بھی شدید قتال کر رہے تھے۔ اس وقت حضرت ابو عبیدہ یہ جملے فرماتے تھے کہ قسم ہے خدا کی! رائے وہی اچھی تھی جو خالد بن ولید نے تجویز کی تھی کہ وہ لشکر کے حصہ خلف میں رہیں۔ حضرت ابو عبیدہ اور ان کے ساتھی سخت مصیبت میں مبتلا تھے لیکن پھر بھی دلیری سے مقابلے میں جے رہے۔ جب رومی لشکر نے عورتوں کے قافلے کو قید کر لیا اور حضرت ابو عبیدہ اور ان کے ساتھیوں پر بلائے ناگہانی آپڑی تھی تو حضرت سہیل بن صباح وہاں سے حضرت خالد کی طرف بھاگے۔ ان کی سواری میں یمن کا گھوڑا تھا۔ حضرت سہیل نے اپنے گھوڑے کی باگ ڈھیلی چھوڑ دی۔ گھوڑا بجلی کی طرح چلا بلکہ یوں کہنے کہ ہوا میں اڑا۔ تھوڑی ہی دیر میں حضرت سہیل نے حضرت خالد کے لشکر کو پالیا اور قریب پہنچتے ہی بلند آواز سے پکارا کہ اے مجاہدو! واپس پلٹو، واپس پلٹو، تمہارے بھائی سخت مصیبت میں مبتلا ہیں۔ حضرت خالد کا لشکر یہ پکار سن کر تھم گیا۔ حضرت خالد نے پوچھا اے سہیل! کیا معاملہ ہے؟ حضرت سہیل نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا کہ رومیوں نے ہماری عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا۔ مال و اسباب لوٹ لیا اور شدید حملہ کر دیا ہے۔ حضرت ابو عبیدہ اور ان کے ساتھی سخت مصیبت میں ہیں۔

حضرت سہیل بن صباح سے یہ خبر سن کر حضرت خالد بن ولید نے استرجاع پڑھا۔ ان کی نظروں کے سامنے اپنے دینی بھائیوں کی حالت کا قیاسی منظر کھڑا ہو گیا۔ اپنے دینی بھائیوں

کے حال پر بیقرار ہو گئے اور اپنے ساتھیوں کو پکار کر کہا کہ اے مجاہدو! باگیں پھيرو! اور واپس پلو! ہمارے بھائیوں پر رومی آپڑے ہیں۔ امین الامت دشمنوں کے نرغہ میں آ گئے ہیں۔ حضرت خالد کی آواز پر سب سے پہلے حضرت رافع بن عمیرہ طائی ایک ہزار سواروں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ان کے روانہ ہوتے ہی حضرت خالد نے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق کو ایک ہزار سواروں کے ساتھ روانہ فرمایا۔ پھر ایک ہزار سواروں کے ساتھ حضرت ضرار بن ازور کو اور ان کے پیچھے حضرت خالد بذات خود ایک ہزار سواروں کے ساتھ اس طرح روانہ ہوئے کہ سب نے اپنے گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں اور ان کے گھوڑے ہوا سے باتیں کرتے ہوئے اس مقام پر جا پہنچے جہاں حضرت ابو عبیدہ رومی لشکر سے مصروف جنگ تھے۔ حضرت خالد کا لشکر پہنچتے ہی رومیوں پر قہر الہی کی بجلی ٹوٹ پڑی۔ مجاہدوں کی تلواروں نے اس کثرت سے رومیوں کو کاٹا کہ لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔

حضرت ضرار بن ازور عورتوں کے قید ہونے پر سخت مشتعل تھے اور وہ مثل شعلہ حملہ آور تھے۔ اتفاق سے ان کا سامنا بطریق بولص سے ہو گیا۔ بولص ان کو دیکھتے ہی پہچان گیا کیونکہ اس نے دمشق کے قلعہ کی دیوار سے حضرت ضرار کو لڑتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہی ڈراؤنی صورت اور اوپر کا بدن نگاہ دیکھ کر وہ چونک اٹھا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ اس شیطان کو میرے پاس مت آنے دو۔ مجھے اس شریر سے الگ رکھو۔ حضرت ضرار نے فرمایا کہ میں شیطان تب کہلاؤں گا جب تیری طلب اور لڑائی میں کوتاہی کروں۔ یہ کہتے ہوئے حضرت ضرار اس کی طرف بڑھے۔ بولص نے گھوڑا دوڑایا اور بھاگا۔ بولص کو بھاگتا دیکھ کر حضرت ضرار نے دور سے ہی اس پر نیزہ پھینکا۔ نیزے سے محفوظ رہنے کی غرض سے بولص نے اپنے آپ کو گھوڑے سے زمین پر گرادیا۔ پھر اٹھ کھڑا ہوا اور جان تھیلی پر لے کر بھاگا۔ حضرت ضرار نے اس کا تعاقب کر کے پکڑ لیا اور اس کی گردن مروڑ کر اس کا دم نکالنے کا قصد کیا۔ بولص چلایا کہ اے عربی! مجھ کو باقی رکھ اور مت مار کیونکہ میری بقا میں تمہاری عورتوں کی بقا ہے۔ حضرت ضرار نے ہاتھ روک لیا اور اس کو گرفتار کر لیا۔ اس دوران حضرت خالد، حضرت عبدالرحمن، حضرت ابو عبیدہ، حضرت رافع اور ان کے ساتھیوں نے رومیوں میں کثرت سے تیغ زنی کر کے ان کے

پانچ ہزار نو سو (۵۹۰۰) فوجیوں کو قتل کر ڈالا۔ چھ ہزار سواروں میں سے صرف ایک سو ہی زندہ بچے تھے اور وہ بھی تمام کے تمام گرفتار ہو گئے تھے۔ جن میں ان کا سردار بطریق بولص بھی تھا۔ یہ جنگی حادثہ شہور نامی مقام میں ہوا تھا۔

اب سب سے اہم مسئلہ ان عورتوں کو چھوڑانے کا تھا جن کو بطریق بولص کا بھائی بطرس قید کر کے نہر استریاق نامی مقام پر لے گیا تھا۔ جو ایک سو سوار قید ہوئے تھے ان سے حضرت خالد نے معلوم کر لیا کہ عورتوں کو لے کر بطرس کہاں گیا ہوا ہے۔ حضرت ضرار بن ازور کو جب پتہ چلا کہ ان کی بہن خولہ بھی قید ہو گئی ہیں تو وہ بیقرار ہو گئے۔ حضرت خالد نے ان سے فرمایا کہ بے صبری نہ کرو۔ ہم نے ان کا سردار اور ایک سو سوار کا گروہ پکڑ لیا ہے۔ اگر ہماری عورتوں کو چھڑانے کی کوئی سبیل نہ ہوئی تو ان قیدیوں کے عوض اپنی عورتوں کو چھڑالیں گے۔ حضرت خالد نے حضرت ابو عبیدہ کے ہمراہ سارا لشکر اجنادین کی جانب روانہ کر دیا تاکہ اگر وردان کا لشکر آ پہنچے تو وہ اسلامی لشکر کی کمک کریں۔ حضرت خالد نے اپنے ساتھ دو ہزار سوار رکھے تاکہ قید ہونے والی معزز خواتین اسلام کی رہائی کا معاملہ حل کریں۔ ایک سو رومی قیدیوں کو حضرت ابو عبیدہ کے ہمراہ بھیج دیئے مقام ”شہور“ سے حضرت خالد ”نہر استریاق“ کی جانب دو ہزار سواروں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ لشکر کے آگے حضرت خالد بن ولید، حضرت رافع بن عمیرہ طائی، حضرت میسرہ بن مسروق، حضرت ضرار بن ازور اور روماء مسلمین تھے۔ ان کے پیچھے دو ہزار مجاہدین قطار بند گھوڑے دوڑاتے ہوئے آرہے تھے۔ جب حضرت خالد نہر استریاق کے اس مقام پر پہنچے جہاں بطرس کا دس ہزار کا پیدل لشکر خواتین اسلام کو قید میں رکھ کر پڑاؤ کیے ہوئے تھا تو حضرت خالد نے دور سے دیکھا کہ لشکر کے بیچ سے گرد اٹھ رہی ہے اور تلواریں اور نیزے چمک رہے ہیں۔ یہ تمام علامتیں لڑائی کی تھیں جو بطرس کے لشکر میں خواتین اسلام اور نامرد رومی سپاہیوں کے درمیان ہو رہی تھی۔

◎ خواتین اسلام کا رومیوں سے مقابلہ

بطرس خواتین اسلام کو قید کرنے کے بعد جب نہر استریاق پہنچا تو اس نے حکم دیا کہ تمام

عورتوں کو میرے سامنے پیش کرو۔ حضرت خولہ بنت ازور سب سے زیادہ خوبصورت تھیں۔ بطرس نے کہا کہ یہ میرے لئے ہے۔ اس عورت کے معاملہ میں کوئی مجھ سے جھگڑانہ کرے۔ اسی طرح ہر اسلامی خاتون کی نسبت رومی سپاہی کہنے لگے کہ یہ میرے لئے، یا فلانی میرے لئے ہے۔ پھر خواتین کو ان کے خیموں میں بھیج دیا۔ رومی سپاہی اسلامی لشکر کا لوٹا ہوا مال و اسباب ایک جگہ جمع کر رہے تھے اور بطریق بولص کا انتظار کر رہے تھے کہ وہ آکر سب کو اس کے حصے کا مال اور پسند کی عورت تقسیم کر دے۔

خواتین اسلام اپنے خیموں میں آکر مشورہ کرنے جمع ہوئیں۔ قید ہونے والی خواتین میں قوم حمیرہ و عمالقہ و تباہیہ کی عورتیں بھی تھیں۔ ان قبیلوں کی عورتیں شجاعت اور بہادری، نیز گھوڑے کی سواری میں پورے ملک عرب میں مشہور تھیں۔ تمام عورتوں کو مخاطب کر کے حضرت خولہ بنت ازور نے کہا کہ اے اسلام کی بہادر بیٹیو! کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ رومی ہم پر غالب آجائیں اور ہم ان مشرکوں کی باندیاں بن کر رہیں؟ ہماری وہ بہادری کا ذکر جو ملک عرب کی مجلسوں میں ہوتا ہے، وہ بہادری کہاں چلی گئی؟ ہماری شجاعت اور دانشمندی کو آج کیا ہو گیا ہے؟ اے اسلام کی غیرت مند خواتین! ان مشرکوں کی باندی بن کر جینے سے مر جانا میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔ ذلت کی حیات سے عزت کی موت بہتر ہے۔ آج وقت کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی بہادری کا مظاہرہ کریں اور ان رومیوں سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کر جائیں۔

حضرت خولہ کی پر جوش گفتگو کا جواب دیتے ہوئے حضرت عقیلہ بن عفار حمیریہ نے کہا کہ اے خولہ! اس وقت ہم ایسی مجبوری کی حالت میں ہیں کہ ہمارے پاس تلوار، نیزہ اور سواری کا گھوڑا کچھ بھی نہیں۔ ہم بے سروسامان اور نہتے ہیں۔ ہم ان مسلح رومیوں کے سامنے کر بھی کیا سکتی ہیں؟ حضرت خولہ نے کہا: اے بہادر شہزادی! خیموں کی چوبیس تو ہیں، وہ ہمارا ہتھیار ہیں۔ خیموں کی لکڑیاں لے کر ہم سب ان رومی ناکسوں پر حملہ کر دیں، شاید اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمادے اور ہم ان پر غالب آجائیں۔ ورنہ اور کیا ہوگا؟ یہی نہ؟ کہ وہ ہم کو شہید کر دیں گے۔ اس طرح مرجانے سے ہم اور ہمارے خاندان شرم و عار سے نجات اور راحت حاصل کریں گے۔ حضرت عقیلہ بنت عفار نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ اے عقل و دانش کی

ملکہ! خدا کی قسم! تم نے جو بات کہی اس سے بہتر کوئی بات نہیں اور جو تدبیر تم نے بتائی اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں۔

تمام خواتین حضرت خولہ بنت ازور کی تجویز کو منظور کرتے ہوئے اظہار شجاعت پر کمر بستہ ہوئیں۔ خیموں کو منہدم کر کے چوبیس نکال لیں اور ہر عورت نے اپنے ہاتھ میں ایک ایک چوب لے لی اور یکبارگی شور و غل مچاتی ہوئیں رومیوں سے مقابلہ کرنے نکل پڑیں۔ گویا کہ سراپا نزاکت نے پیکر شجاعت کا روپ اختیار کر لیا۔ مستورات کا گروہ ایک نامعلوم جذبہ کے تحت عازم جنگ و قتال ہوا تھا۔ تاریخ میں خواتین اسلام کا تذکرہ طلائی حروف سے منقش کرانے اپنا خون بہا دینے پر آمادہ ہوئیں تھیں۔ بلکہ رومی نزو ذلت و رسوائی کے ننگن پہنا کر اس کو مادہ بنانے پر آمادہ ہوئی تھیں۔ حضرت خولہ بنت ازور سب سے پیش پیش چلتی تھیں۔ ایک چوب ان کے ہاتھ میں تھی اور ایک ایک چوب کا ندھے اور پیٹھ پر باندھ رکھی تھیں تاکہ دوران لڑائی ایک چوب ٹوٹ جائے تو فوراً دوسری چوب استعمال میں لائی جاسکے۔ حضرت خولہ اپنی دینی بہنوں اور سہیلیوں کو نصیحت کرتی تھیں کہ سب متحد اور یکجا ہو کر لڑو اور کوئی ایک دوسرے سے جدا نہ ہو اور ثابت قدمی سے مقابلہ کرو۔ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو۔

خواتین کا گروہ قدم بڑھاتے ہوئے آگے چلا۔ ایک رومی سپاہی سامنے آیا۔ حضرت خولہ نے چوب کی ضرب شدید اس کے سر پر رسید کی۔ ایسا لگتا تھا کہ چوب نہیں تلوار ماری ہے کیونکہ ایک ہی ضرب میں اس کا سر تر بوز کی طرح پھٹ گیا اور وہ دنیا سے چل بسا۔ حضرت خولہ کی اس جرأت نے گروہ خواتین میں ایک جوش پیدا کر دیا۔ تمام خواتین کے ہاتھ میں چوبیں اور حملہ کی جرأت دیکھ کر بطرس نے خواتین کو دھمکاتے ہوئے کہا کہ یہ کیا ہنگامہ مچا رکھا ہے؟ عقیلہ بنت عفار نے طنزاً جواب دیا، تاکہ ہم اپنے کو طعن عرب سے بچائیں اور تمہاری کھوپڑی توڑ کر تمہاری حیات کا سلسلہ منقطع کر دیں۔ بطرس نے سپاہیوں سے کہا کہ ان عورتوں کو متفرق کر دو اور ان کو پکڑ لو لیکن ان پر تلوار یا نیزہ مت چلانا اور خردار! جو شخص خولہ کو گرفتار کرے وہ اس کے ساتھ کسی بھی قسم کی بدتمیزی نہ کرے۔ بطرس کے حکم پر سپاہیوں نے چاروں اطراف سے خواتین کو گھیر لیا لیکن کسی کو قریب جانے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ کیونکہ جو بھی ان کے قریب جاتا

تھا اس کے گھوڑے کے وہ ہاتھ پاؤں توڑ ڈالتی تھیں اور اس کو گھوڑے سے گرا کر لائیوں سے پیٹ کر مار ڈالتی تھیں۔ علامہ واقدی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اس طرح خواتین اسلام نے تیس رومیوں کو مار ڈالا۔ بطرس نے جب یہ حال دیکھا تو اس نے سپاہیوں کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ حضرت خولہ نے بھی خواتین کو حملہ کے لئے مستعد کیا۔ حضرت خولہ بنت ازور بھری ہوئی شیرنی کی طرح ڈکارتی تھیں اور شجاعت و بہادری کے اشعار پڑھ کر خواتین کو ابھارتی تھیں اور پکار پکار کر کہتی تھیں کہ اے دختران اسلام! تم کو ضرور مرنا ہے لیکن بزدلوں کی طرح مت مرنا بلکہ بڑے بہادروں کی شان سے موت کو محبوب جان کر مرنا ہے۔

بطرس حضرت خولہ کے قریب آیا اور نہایت نرم لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا کہ اے عربی خاتون! شدت سے باز آؤ، اور نرمی اختیار کرو۔ میں تمہاری تعظیم و احترام کرتا ہوں اور تمہارے لئے اپنے دل میں وہ امر رکھتا ہوں کہ تم خوش ہو جاؤ گی۔ میں وہ ہوں کہ ملک شام کی پری رُو عورتیں مجھ پر فریفتہ ہو کر میری خواہش میں بیقرار رہتی ہیں۔ لیکن میں کسی کی طرف التفات نہیں کرتا۔ میرے ملک میں وسیع کھیت، سرسبز وزرخیز زمینیں، مویشی، مکانات اور بے شمار مال و اسباب ہیں، وہ سب تمہارا ہے بشرطیکہ مجھ کو تم اپنا مالک بنانے پر راضی ہو جاؤ۔ بطرس کی اس بیہودہ گوئی پر الفاظ کا طمانچہ رسید کرتے ہوئے حضرت خولہ نے جواب دیا اے کافر، ناکس اور فاحشہ کے بیٹے! قسم خدا کی! اگر میں تجھ پر ظفر اور غلبہ پاؤں گی تو اس چوب سے تیرے سر کا بھیچہ توڑ دوں گی۔ تجھ کو اپنا مالک تسلیم کرنا تو درکنار تجھ کو میں اپنی بکریوں اور اونٹوں کے چرواہے کے قابل بھی نہیں سمجھتی۔ حضرت خولہ کا جواب سن کر بطرس غصہ سے برا بھلا کہتا ہوا اور اس نے سپاہیوں سے کہا کہ اے نامردو! اس سے بڑھ کر تمہارے لئے شرم و عار کی بات کیا ہوگی کہ عرب کی عورتیں تم پر غالب آ گئیں۔ لہذا تم مسیح اور ہرقل کے غضب سے ڈرو۔ بطرس کے اس کلام سے رومی سپاہی جنبش میں آئے اور خواتین اسلام پر حملہ کر دیا۔ خواتین نے بڑی دلیری اور شجاعت سے ان کا مقابلہ کیا۔ لڑائی کا تنور گرم ہوا۔ رومیوں نے تلواریں اٹھائیں لیکن ان کی تلواریں خواتین اسلام تک نہ پہنچ سکتی تھیں کیونکہ ان کے ہاتھوں میں خیمے کی لمبی اور دراز چوبیں تھیں۔ جس سے وہ شمشیر زن کو اپنے سے دور رکھتی تھیں اور موقع پاتے ہی ضرب

چوب سے ان کے سروں کو توڑتی تھیں۔ وہ اس طرح مصروف مقابلہ تھیں کہ حضرت خالد بن ولید کا لشکر نہر استریاق پہنچا اور دور سے اُٹھتے ہوئے غبار کو دیکھا۔ حضرت خالد نے رومی لشکر کے پڑاؤ کے نزدیک توقف کیا۔

◎ حضرت خالد کا خواتین اسلام کی کمک کو پہنچنا

حضرت خالد نے حضرت رافع بن عمیرہ الطائی کو بھیجا، تاکہ وہ قریب جا کر تفتیش کر آئیں کہ یہ اُٹھتا ہوا غبار کس وجہ سے ہے؟ حضرت رافع نے جا کر دیکھا تو حیرت میں غرق ہو گئے۔ جانباز خواتین جوش و خروش کے ساتھ رومیوں کا مقابلہ کر رہی ہیں۔ حضرت رافع فوراً واپس آئے اور صورت حال سے مطلع کیا۔ تمام مجاہدین کو حضرت خالد نے حکم دیا کہ تیزی سے گھوڑے دوڑاتے ہوئے ایک ساتھ پہنچو لیکن جب ان رومیوں کے قریب پہنچنا تو چاروں طرف پھیل جانا اور رومیوں کو بیچ حصار میں لے لینا۔ حضرت خالد کا حکم ملتے ہی مجاہدوں نے نشان بلند کئے، نیزے سیدھے کر لئے اور گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں اور ایک ساتھ اس طرح روانہ ہوئے کہ جیسے ہزاروں کمانوں میں سے ایک ساتھ ہزاروں تیر چھوٹے ہیں۔ اچانک اسلامی لشکر کے آہنچنے سے بطرس کا دل دھڑکنے لگا۔ اس کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔ تمام رومی سپاہیوں پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اسلامی لشکر کے مجاہدوں نے ان کو چاروں طرف سے یوں گھیر لیا کہ سب کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔

مقدس خواتین اسلام پر نظر بد کر کے ان کی عصمت و عزت سے کھیلنے کا ناپاک خواب دیکھنے والوں کو اب نظروں کے سامنے موت نظر آنے لگی۔ بطرس نے اپنا رویہ تبدیل کرتے ہوئے خواتین اسلام سے کہا کہ اے گروہ خواتین! میرے دل میں تمہارے لئے مہربانی اور تعظیم آ گئی ہے کیونکہ ہم بھی ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی رکھتے ہیں۔ صلیب کے طفیل میں تم سب کو چھوڑ دیتا ہوں۔ جب تمہارے مرد یہاں آئیں تو ان کو کہنا کہ ہمارے ساتھ نیک سلوک کیا گیا ہے اور یہ بھی کہنا کہ بطرس کے الفاظ منہ میں رہ گئے کیونکہ اس نے اسلامی لشکر سے دو شخصوں کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ ان دو اشخاص میں سے ایک زرہ وغیرہ پہن رکھا تھا اور دوسرے ننگے

بدن تھے۔ دونوں عربی سواروں نے گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں تھیں اور ان کے ہاتھ میں نیزے چمکتے تھے۔ دونوں اس شان سے آتے تھے کہ جیسے شیر اپنے شکار پر حملہ کرنے آتا ہو۔ ان دونوں اشخاص میں ایک حضرت خالد بن ولید اور دوسرے حضرت ضرار بن ازور تھے۔ وہ قریب آئے کہ فوراً حضرت خولہ نے پکارا کہ اے بھائی! تمہاری بہن یہاں ہے۔ اللہ نے ہم کو مدد دی اور کچھڑے ہوئے بھائی بہن کو پھر ایک مرتبہ ملا دیا۔

بطرس نے جب یہ سنا کہ حضرت ضرار کو خولہ نے جس طرح مخاطب کر کے پکارا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کی حقیقی بہن ہیں۔ اور میں نے ان کی بہن کے ساتھ بہت بدتمیزی کی ہے لہذا یہ ننگے بدن اور ڈراؤنی شکل و صورت والا عربی سوار مجھ کو کچا جبا جائے گا۔ یہ خیال آتے ہی بطرس کے اوسان خطا ہو گئے۔ اس طرح بھاگا جیسے کوئی موت کو دیکھ کر بھاگتا ہے۔ بطرس کو بھاگتا دیکھ کر حضرت خولہ اس کے تعاقب میں دوڑیں۔ حضرت خولہ کو کسی رومی کے پیچھے دوڑتے دیکھ کر حضرت خالد اور حضرت ضرار نے اپنے گھوڑے اس جانب موڑے۔ اب اسلامی لشکر بھی رومی کیمپ میں داخل ہو چکا تھا۔ بطرس نے حضرت ضرار کو اپنے قریب آتے دیکھ کر کہا کہ اے برادر عربی! مبارک ہو، اپنی بہن کو سنبھالو۔ یہ میری طرف سے تم کو ہدیہ اور تحفہ ہے۔ حضرت ضرار نے فرمایا کہ میں نے تیرا ہدیہ قبول کیا اور اس ہدیہ وقفہ کا بدلہ میرے پاس نیزہ کی نوک کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ کہہ کر حضرت ضرار نے اس کے سینہ پر نیزہ مارا۔ حضرت خولہ نے پوری طاقت کا استعمال کرتے ہوئے اس کے گھوڑے کے پیروں میں چوب پھٹکاری اور گھوڑا جھکا، بطرس گھوڑے کی زین سے زمین پر گرا۔ حضرت ضرار نے نیزہ اس کے سرین میں پیوست کر دیا جو جسم کے آر پار نکل گیا اور اس کو مردہ کر دیا۔ حضرت ضرار نے اس کا سر کاٹ کر نیزے کی نوک پر لٹکا لیا۔

اپنے سردار کے سر کو نیزے پر لٹکا دیکھ کر رومیوں کے دل بیٹھ گئے اور پیٹھ دکھا کر بھاگنا شروع کیا۔ مجاہدوں نے تعاقب کیا اور شدت سے تیغ زنی کی۔ تین ہزار (۳۰۰۰) رومی ذلت و رسوائی کے ساتھ قتل ہوئے باقی دمشق کی طرف بھاگ نکلے۔ حضرت خالد نے مجاہدوں کو حکم دیا کہ جلد از جلد مال غنیمت جمع کر کے اجنادین کی جانب روانہ ہو جاؤ کیونکہ حضرت

ابوعبیدہ اجنادین کی طرف آگے بڑھ رہے ہیں اور اس علاقے میں وردان کا عظیم لشکر اپنا جبراً پھاڑے ہمارا منتظر ہے۔ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے تمام کام بجلت انجام دینے کے بعد لشکر اسلام اجنادین کی طرف روانہ ہوا۔ راہ میں مرج راہط نام کے مقام پر حضرت ابوعبیدہ کے لشکر سے ملاقات ہو گئی۔ حضرت ابوعبیدہ خواتین اسلام کی رہائی اور رومیوں کی ہزیمت کی داستان سن کر بہت خوش ہوئے اور حضرت خالد کو مبارکباد اور دعائے خیر سے نوازا۔

حضرت ابوعبیدہ کے لشکر میں ایک سو قیدی تھے جن کو بطریق بولص کے ساتھ ثور رانامی مقام پر گرفتار کیا گیا تھا۔ حضرت خالد نے بولص کو بلا کر اسلام کی دعوت دی اور کہا کہ قبول کر ورنہ تیرا حال بھی تیرے بھائی بطرس جیسا کرونگا۔ بولص نے پوچھا کہ میرے بھائی بطرس کے ساتھ تم نے کیا معاملہ کیا؟ حضرت خالد نے حضرت ضرار کے نیزے کی جانب اشارہ کیا۔ بولص نے دیکھا کہ اس کے بھائی بطرس کا کٹا ہوا سر نیزے کی نوک پر لٹک رہا تھا۔ بولص رونے لگا اور کہا کہ اب بھائی کے بغیر زندگی کا کوئی لطف نہیں۔ مجھ کو بھی میرے بھائی کے ساتھ ملا دو۔ چنانچہ حضرت خالد کے حکم سے حضرت مسیب بن نجیہ الفزاری نے اسکی گردن اڑادی۔

متفرق اسلامی لشکروں کا اجنادین میں تجمع

جیسا کہ اوراق سابقہ میں مذکور ہوا کہ حضرت خالد بن ولید نے ملک شام میں متفرق اسلامی لشکر کے سرداروں کو خطوط ارسال کر کے انھیں اجنادین پہنچنے کی تاکید کی۔ اس کے مطابق تمام سردار اپنے اپنے لشکر کے ساتھ اجنادین پہنچ گئے۔ حضرت عمرو بن العاص فلسطین میں تھے اور وہاں سے اجنادین کی طویل مسافت ہونے کی وجہ سے وہ پہنچ نہیں سکے تھے۔ علامہ واقدی کی کتاب ”فتوح الشام“ میں اجنادین کی جنگ کے تذکرہ میں کہیں بھی حضرت عمرو بن العاص کا ذکر نہیں۔ جنگ اجنادین کے فوراً بعد جنگ دمشق (بار دوم) ہوئی تھی، اس کے احوال میں علامہ واقدی نے حضرت عمرو بن العاص کا ذکر کیا ہے لہذا صورت حال یہ ہوئی تھی کہ حضرت عمرو بن العاص فلسطین سے جب اجنادین آئے تو جنگ اجنادین اختتام پذیر ہو چکی تھی اور اسلامی لشکر اجنادین سے کوچ کر کے دمشق جا رہا تھا اور حضرت عمرو بن العاص دمشق جانے

والے اسلامی لشکر سے ملحق ہوئے تھے۔ حضرت عمرو بن العاص کا لشکر جنگ اجنادین میں شریک نہیں ہوا تھا۔ حضرت شریحیل بن حسنہ، حضرت یزید بن ابی سفیان، حضرت نعمان بن مقرن اور حضرت معاذ بن جبل کے لشکر بمقام اجنادین جمادی الاولیٰ ۱۲ھ میں جمع ہوئے تھے۔ حضرت معاذ بن جبل کے لشکر میں حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام حضرت سفینہ بھی شامل تھے۔ تمام لشکر کے سرداروں نے مع اپنے مجاہدین کے حضرت خالد بن ولید اور حضرت ابوعبیدہ اور ان کے لشکر سے ملاقات کی۔

○ رومیوں کا لشکر اجنادین میں

رومی لشکر پہلے سے اجنادین میں موجود تھا بلکہ جب بیت لہیا کا معرکہ ہوا تھا اس کے پہلے سے ہی ہرقل بادشاہ نے اجنادین میں فوج جمع کرنا شروع کر دیا تھا۔ قریب و بعید سے رومی جنگ کے لئے روز بروز لشکر میں شمولیت کرتے تھے اور رومی لشکر کی تعداد میں دن بہ دن اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ رومی لشکر اجنادین کے میدان میں ٹڈی دل کی طرح پھیلا ہوا تھا بلکہ ابھر رہا تھا۔ رومی لشکر نوے صف میں ترتیب دیا گیا تھا اور ہر صف میں ایک ہزار سپاہی تھے۔ حضرت خالد بن ولید نے رومی لشکر کی تعداد کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے حضرت ضرار بن ازور کو بھیجا اور ان کو خاص تاکید کی کہ تم رومی لشکر کی تعداد کا تخمینہ کر کے چلے آنا۔ خود اعتمادی اور جرأت پسندی سے کام لیتے ہوئے تنہا ان سے مت الجھنا۔ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے:

”وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا“

(سورۃ البقرہ، آیت: ۱۹۵)

ترجمہ:- ”اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور بھلائی والے ہو جاؤ۔“ (کنز الایمان)

حضرت ضرار نے کہا میں احتیاط سے کام لوں گا اور ایسا کوئی بھی قدم نہیں اٹھاؤں گا کہ بذات خود مصیبت و ہلاکت میں مبتلا ہو جاؤں۔ پھر حضرت ضرار اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر رومی لشکر کی جانب گئے۔ گویا کہ وہ کوئی مسافر ہوں اور سیر و تفریح کے لئے نکلے ہوں اس انداز سے رومی لشکر کے قریب گئے اور لشکر کے ساز و سامان، خیمے، نشان افراد وغیرہ کو دیکھنے لگے۔ ایسا

محسوس ہوا کہ خیموں کا شہر بسا ہوا ہے۔ رومی سپاہی کے جسم پر لوہے کے غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔ خیموں پر تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر جھنڈے لہرا رہے تھے۔ حضرت ضرار نے شمار کیا تو نوے جھنڈے تھے اور ہر جھنڈے کے نیچے ایک ہزار سپاہی تھے۔ آفتاب کی روشنی میں سپاہیوں کے خود، زرہیں، نیزے، تلواریں وغیرہ اس طرح چمک رہے تھے جیسے ایک ساتھ ہزاروں قمقے روشن کئے گئے ہوں۔ حضرت ضرار رومی لشکر کا معائنہ کرنے میں کھوئے ہوئے تھے کہ رومی لشکر کے سردار وردان نے ان کو دیکھ لیا۔ فوراً حکم دیا کہ کوئی مسلمان ہمارے کیمپ کی جاسوسی کرنے آیا ہوا ہے۔ لہذا اسے گرفتار کر کے میرے پاس حاضر کرو۔

تیس رومی سوار حضرت ضرار کی طرف لپکے۔ ان کو دیکھ کر حضرت ضرار نے اپنے گھوڑے کا رخ اسلامی لشکر کی جانب پھیرا اور بھاگے۔ رومی سپاہی نے گمان کیا کہ یہ ڈر کر بھاگ رہا ہے، یقیناً یہ بخبری کے کام کے لئے ہی آیا تھا۔ اس کو گرفتار کرنا ضروری ہے۔ رومی سپاہیوں نے آپس میں کہا کہ گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دو شکار ہاتھ سے نکل نہ جائے۔ رومی سپاہیوں نے حضرت ضرار کا تعاقب کیا۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد حضرت ضرار نے زور سے اپنے گھوڑے کی لگام کھینچی، گھوڑا چراغ پا ہو کر ٹھہر گیا اور ہنہانے لگا۔ حضرت ضرار نے گھوڑے کا رخ اسلامی لشکر سے پھیر کر رومی لشکر کی جانب کر دیا۔ سامنے سے تیس رومی سپاہی انھیں گرفتار کرنے تیزی سے آرہے تھے۔ درمیان میں تھوڑا فاصلہ تھا۔ حضرت ضرار نے گھوڑے کو ایڑی ماری۔ گھوڑا گویا اپنے مالک کے دل کا ارادہ سمجھ گیا ہو۔ گھوڑے نے لمبی جست لگائی اور ہوا سے باتیں کرتا ہوا اپنی تمام طاقت استعمال کرتے ہوئے دوڑا۔ رومی سپاہی سامنے سے آرہے تھے حضرت ضرار نے اپنا نیزہ راست کر لیا اور رومی سپاہیوں کے برابر مقابل گھوڑا دوڑاتے ہوئے ان کے درمیان پہنچ گئے اور ایک سپاہی کے سینے میں نیزہ پیوست کر دیا۔ وہ مردہ ہو کر زمین پر گرا۔ رومی سپاہی گھبرا اٹھے۔ اس طرح کے بازگشت حملے کا انھوں نے تصور نہیں کیا تھا۔ وہ کچھ سوچیں اور سمجھیں اور کوئی قدم اٹھائیں، اتنی دیر میں تو حضرت ضرار نے نیزہ سے آراکشی کرتے ہوئے تین سپاہیوں کو ڈھادیئے۔ حضرت ضرار مثل شیر نر رومی بھیڑوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔ اپنے چار ساتھیوں کو پلک جھپکنے میں کشتہ دیکھ کر ان کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ رومی سپاہیوں

نے بھاگنے میں ہی عافیت گمان کی۔ اپنی سوار یوں کے رخ رومی لشکر کی جانب پھیر کر پیٹھ دکھا کر بھاگنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر پہلے رومی سپاہی حضرت ضرار کا تعاقب کر رہے تھے۔

لیکن اب معاملہ برعکس تھا۔ رومی سپاہی بھاگ رہے تھے اور حضرت ضرار تعاقب کر رہے تھے۔ تعاقب کرتے ہوئے حضرت ضرار نے نیزہ زنی جاری رکھی اور جس کے بھی قریب پہنچ جاتے اس کے سینے میں نیزہ گھسیڑ دیتے اور اس کو سواری سے زمین پر مردہ گرا دیتے۔ اس طرح رومی لشکر کی حد آنے تک حضرت ضرار نے نیزہ بازی کرتے ہوئے تعاقب کیا۔ تیس میں سے صرف گیارہ سپاہی رومی لشکر میں زندہ واپس گئے اور انیس سپاہی کی لاشیں میدان میں بکھری پڑی تھیں۔ حضرت خالد بن ولید دور سے حضرت ضرار کا یہ کارنامہ دیکھ رہے تھے۔ حضرت ضرار رومی سپاہیوں کا تعاقب کرتے ہوئے رومی لشکر تک گئے اور جب بچے ہوئے گیارہ سپاہی لشکر میں داخل ہو گئے تب حضرت ضرار واپس پلٹ کر اسلامی لشکر میں آئے۔ حضرت خالد نے ان سے فرمایا کہ اے ضرار! میں نے تم کو تاکید کی تھی کہ خود اعتمادی کے بھرم میں کسی قسم کی کوئی جرات مت کرنا، پھر بھی تم نے رومی سپاہیوں سے لڑائی کیوں مول لی؟ حضرت ضرار نے کہا کہ اے سردار! آپ کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے میں نے ان پر حملہ نہیں کیا، بلکہ انھوں نے مجھ پر حملہ کیا تھا میں نے تو صرف مقابلہ کیا ہے۔ اے سردار! اگر آپ کی ڈانٹ اور ملامت کا خوف نہ ہوتا تو میں ان کے لشکر پر حملہ کئے بغیر واپس نہ آتا۔ بلکہ رومی لشکر میں کھرام مچا دیتا:

دشمن احمد پہ شدت کیجیے
ملحدوں کی کیا مروت کیجیے

(از:۔ امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

◎ رومی لشکر کی صف بندی اور وردان کا لشکر سے خطاب

رومی لشکر بہت دنوں سے اجنادین میں پڑاؤ کیے ہوئے تھا لہذا لشکر کی ترتیب اور صف بندی کا کام پایہ تکمیل کو پہنچ چکا تھا۔ لیکن اسلامی لشکر کی آمد کے بعد رومی سردار وردان نے نظر

ثانی کرتے ہوئے ترتیب شدہ لشکر کا معائنہ کیا اور معمولی ترمیم و تجدید کی۔ رومی لشکر میں عیسائیوں کے مذہبی قائد و پیشوا یعنی بطارقہ اور اطراف کے علاقوں کی ریاستوں کے بادشاہ بھی کافی تعداد میں تھے۔ وردان نے تمام بطارقہ، ملوک، ارکان لشکر اور نشان برداروں کو خصوصاً، اور تمام رومی سپاہیوں کو عموماً خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قیصر روم شاہ ہرقل کو تم پر ناز اور بھروسہ ہے۔ اس لشکر میں ملک شام کے آزمودہ جنگ بہادر شہسوار موجود ہیں۔ ہرقل بادشاہ کی بہت سی امیدیں تم سے وابستہ ہیں اور تمہاری ذمہ داری ہے کہ عربوں کو ذلت و رسوائی کی شکست دے کر بادشاہ کی آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ اگر تم نے ثابت قدمی اور اتفاق باہمی سے مقابلہ کیا تو کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔ صلیب سے مدد مانگو، صلیب تمہاری اعانت کرے گی۔ مسلمانوں کے لشکر کی تعداد تم سے بہت کم ہے۔ ان کے ایک سپاہی کے مقابلے میں تم تین ہو۔ لہذا ان کا رعب اور خوف دل سے نکال دو اور بلند ہمتی سے کام لو۔ اگر تم نے اس جنگ میں بزدلی دکھا کر شکست کھائی تو مسلمانوں کا رعب مسلط ہو جائے گا اور پھر ان کا مقابلہ کرنے کی کسی میں جرأت نہ ہوگی اور تمہارا ملک، تمہاری جاگیر، تمہاری دولت کے وہ مالک ہو جائیں گے اور تمہارے مردوں کو غلام اور عورتوں کو کنیریں بنائیں گے۔

وردان کی تقریر نے رومیوں کو جنبش میں لا دیا اور تمام رومیوں نے حق مسیح اور انجیل کے حلف اٹھائے اور خون کے آخری قطرے تک اسلامی لشکر سے مقابلہ کرنے کا عزم محکم کیا۔

◎ اسلامی لشکر کی صف بندی اور حضرت خالد کی ترغیب جہاد

حضرت خالد نے حضرت ضرار اور دیگر ذرائع سے رومی لشکر کی صحیح تعداد معلوم کر لی تھی۔ آپ نے اسلامی لشکر کی صف بندی شروع کی۔ میمنہ پر حضرت معاذ بن جبل، میسرہ پر حضرت سعید بن عامر انصاری، دائیں بازو پر حضرت نعمان بن مقرن، بائیں بازو پر حضرت شرحبیل بن حسنہ، ساتھ میں حضرت یزید بن ابی سفیان کو چار ہزار سواروں کے ساتھ عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے اور قلب میں حضرت خالد خود ٹھہرے۔ حضرت خالد نے اپنے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق، حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی، حضرت رافع بن عمیرہ طائی،

حضرت مسیب فزاری، حضرت ذوالکلاع حمیری، حضرت ربیعہ بن عامر وغیرہ کو ٹھہرایا۔ صف آرائی مکمل کر کے حضرت خالد نے لشکر میں صفوں کے درمیان گشت کیا اور مجاہدین کو جہاد کی ترغیب دی۔ حضرت خالد بلند آواز سے فرماتے کہ اے گروہ مسلمین! اللہ کے دین کی مدد کرو، اللہ تمہاری مدد فرمائے گا۔ اللہ کی راہ میں مشرکوں سے جہاد کرو اور دشمن سے جنگ کرتے وقت صبر و استقلال سے کام لو۔ جب تک میرا حکم نہ ہو حملہ مت کرو۔ اللہ سے مدد طلب کرو وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہیں فتح و غلبہ عنایت فرمائے گا۔

◎ دونوں لشکر مقابلہ کے لئے میدان میں آئے

حضرت خالد اسلامی لشکر کو کیمپ سے میدان میں لے آئے۔ وردان نے دیکھا کہ اسلامی لشکر میدان میں آپہنچا ہے تو اس نے بھی لشکر کو میدان کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا۔ رومی لشکر نے اپنی کثرت سے میدان کے طول و عرض کو بھر دیا۔ رومی سپاہی کلمہ کفر بلند کرتے ہوئے اور صلیب و نشان کو بلند کرتے تکبر و غرور سے اکڑتے ہوئے میدان میں آئے۔ درمیان میں تھوڑا فاصلہ چھوڑ کر دونوں لشکر آمنے سامنے ٹھہرا۔ دونوں لشکر مقابلہ کے لئے بالکل تیار تھا۔ رومی لشکر سے ایک بوڑھا شخص سیاہ لباس پہنے ہوئے برآمد ہوا۔ اس کے ساتھ گبر تھے۔ وہ بوڑھا اسلامی لشکر کے قریب آیا اور عربی زبان میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ تمہارا سردار میرے سامنے آئے اور مجھ سے گفتگو کرے۔ حضرت خالد بن ولید گھوڑا بڑھا کر اس کے سامنے آئے۔ بوڑھے نے کہا کیا تم ہی مسلمانوں کے سردار ہو؟ حضرت خالد نے فرمایا ہاں! مسلمان مجھ کو ایسا سمجھتے ہیں۔ لیکن میں ان کا سردار اس وقت تک ہوں جب تک میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری میں ہوں اور اگر مجھ میں کوئی کمی اور تبدیلی واقع ہو جائے تو مسلمانوں پر میری سرداری باقی نہ رہے گی۔ بوڑھے نے کہا کہ تمہارے تواضع اور مذہب کی اطاعت و پابندی کی وجہ سے ہی تم ہم پر غالب ہو گئے ہو۔ اگر تم اپنے طور طریقہ میں تغیر اور تبدل کرتے تو ہرگز ہم پر غالب نہ ہوتے۔

پھر اس بوڑھے نے کہا کہ ہمارا ملک شام وہ ہے کہ اہل فارس اور جرمقہ اس کے شہروں

پر قبضہ کرنے آئے تھے لیکن شکست کھا کر واپس لوٹ گئے۔ تم اہل عرب ہمارے کچھ شہروں پر قابض ہو گئے ہو لیکن قبضہ اور غلبہ ہمیشہ باقی نہیں رہتا۔ ہمارے لشکر کے سرداروں نے تم پر شفقت اور مہربانی کرتے ہوئے مجھ کو تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ تمہارے لشکر کے ہر سپاہی کو ایک کپڑا، ایک عمامہ اور ایک دینار اور تمہارے لئے ایک سو دینار و دس کپڑے اور تمہارے خلیفہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ہزار دینار اور ایک سو کپڑے اس شرط پر دیئے جائیں گے کہ تم ملک شام چھوڑ کر حجاز واپس چلے جاؤ۔ اس بوڑھے راہب نے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے مزید کہا کہ آج یہاں پر جو رومی لشکر موجود ہے اس میں ملک کے جنگ آزمودہ، جنگجو اور سرغنے لوگوں نے شرکت کی ہے اور ہمارے لشکر کی تعداد چونٹیوں کی طرح ہے۔ اس کو تم ان لشکروں کی مانند مت گمان کرو جن کو تم نے ماضی قریب میں شکست دی ہے۔ اس لشکر کو شکست دینا تو بہت دور کی بات ہے۔ اس لشکر سے ٹکر لینا اور اس کے مقابلے میں کھڑا رہنا بھی تمہارے لئے محال ہے۔ لہذا تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ اپنی حرکتوں اور جراتوں سے باز آؤ اور ہمارے ملک سے چلے جاؤ۔

حضرت خالد بن ولید نے فرمایا کہ قسم ہے حق تعالیٰ کی! ہم ہرگز تمہارے ملک سے نہ جائیں گے جب تک تم تین باتوں میں سے کسی ایک کو قبول و اختیار نہ کرو۔

(۱) کلمہ شہادت کا اقرار کر کے مسلمان ہو جاؤ۔

(۲) جزیہ ادا کرو یا

(۳) ہم سے جنگ کرو۔

حضرت خالد نے اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ تم اپنے لشکر کی تعداد کی کثرت بیان کر کے ہم پر اپنا رعب اور خوف قائم کرنے کی کوشش کرتے ہو؟ لیکن ہم تمہاری تعداد کو مطلق خاطر میں نہیں لاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد کا وعدہ فرمایا ہے:

”وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ“ (سورۃ الروم، آیت: ۴۷)

ترجمہ:- ”اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا۔“ (کنز الایمان)

اے نصرانی راہب! اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم، ہمارے آقا و مولیٰ، صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی مقدس زبان سے ہماری مدد کا وعدہ فرمایا ہے۔ ہم اپنے نبی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان سے فرمائے گئے ہر وعدہ پر یقین کامل رکھتے ہیں اور دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت سے نہیں گھبراتے:

کیا دے جس یہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا

(از: - امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

حضرت خالد نے مزید فرمایا کہ اے راہب! تم نے ہم کو کپڑوں اور دیناروں کی لالچ اور طمع میں مبتلا کرنے کی کوشش بے جا کی ہے۔ کیونکہ ہم دنیا کی دولت کے حصول کی خاطر جہاد نہیں کرتے، بلکہ اللہ اور اللہ کے رسول کی خوشنودی و رضا حاصل کرنے کے لئے راہ خدا میں اپنی جانیں قربان کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ دنیا کے مال و متاع ہماری نظروں میں پیچھے ہیں:

ان کا منگتا پاؤں سے ٹھکرا دے وہ دنیا کا تاج
جس کی خاطر مر گئے منعم رگڑ کر ایڑیاں

(از: - امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

حضرت خالد بن ولید کی گفتگو سن کر بوڑھا راہب خاموش ہو گیا۔ اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا اس نے کہا کہ میں آپ کی گفتگو سے اپنے سردار کو مطلع کرتا ہوں۔ ان کو جو مناسب معلوم ہو قدم اٹھائے۔

◎ جنگ میں حضرت ضرار کی شجاعت

بوڑھا راہب حضرت خالد کے پاس سے لوٹ کر وردان کے پاس آیا اور گفت و شنید کی تمام کیفیت بیان کی۔ وردان نے کہا کہ شاید وہ ہم کو ان لشکروں کے مثل گردانتے ہیں جنہیں وہ شکست دے چکے ہیں۔ لیکن ان کو کیا پتہ کہ ہمارا لشکر ان کو صرف ایک گرداوے میں بیہوش کر کے زمین پر ڈال دے گا۔ اب ہمارے لئے لازمی ہو گیا ہے کہ ان عربوں کو اپنی تلواروں کا مزہ چکھائیں۔ وردان نے لشکر کو حکم دیا کہ حملہ کے لئے تیار ہو جاؤ لہذا رومی لشکر کے پیدل

دستے نے چھوٹے نیزے اور کمانیں ہاتھ میں لے لیں۔ تیروں کو کمانوں پر چڑھائے اور تمام تیر اندازوں نے اسلامی لشکر پر نشانہ باندھا اور تیر چلانے کے لئے مستعد ہو گئے۔ ہزاروں تیر انداز قطار بند کھڑے سردار کے حکم کے منتظر تھے۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضرت معاذ بن جبل نے مجاہدوں کو پکارا اور کہا کہ اے توحید کے پرستارو! بیشک جنت کا دروازہ تمہارے لئے کھول دیا گیا ہے۔ فرشتے قریب آرہے ہیں۔ جنت کی حوریں آراستہ اور مزین ہو کر تمہارا انتظار کرتی ہیں۔ بشارت ہو کہ اپنی جان کے عوض جنت کی دائمی زندگانی کا صلہ دینے کے لئے کا اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے:

”إِنَّ اللَّهَ الشَّارِي مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ“
(سورة التوبة، آیت: ۱۱۱)

ترجمہ: ”بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔“ (کنز الایمان)

حضرت خالد نے بھی مجاہدوں کو جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ میدان میں ثابت قدمی سے ڈٹے رہنا اور دشمن کو پیچھے نہ دکھانا۔ کیوں کہ میدان جہاد سے فرار ہونا گناہ عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اللہ سے اعانت طلب کرو، وہ ضرور تمہاری مدد فرمائے گا۔

وردان کا حکم ملتے ہی رومیوں نے تیروں کی بوچھاڑ شروع کی۔ بہت سے مجاہد زخمی ہوئے اور کئی مجاہد شہید ہوئے۔ حضرت ضرار بن ازور نے اپنے پورے جسم کو زہر میں مستور کر لیا اور ان کی متابعت میں دیگر مجاہدوں نے بھی ایسا ہی کیا اور یہ تمام سر سے کنواں کھودنے جیسا مشکل اور ناممکن کام انجام دینے کے عزم سے برستے ہوئے تیروں کے سائے میں آگے بڑھے۔ تیر انداز رومی لشکر کے مقدم حصہ میں صف اول میں کھڑے ہو کر تیر پھینک رہے تھے لہذا مجاہدین اس ارادہ سے چلے کہ ہم کسی صورت سے تیر اندازوں تک پہنچ جائیں اور شمشیر زنی اور نیزہ زنی کر کے ان کو تتر بتر کر دیں۔ مجاہدوں کو رومیوں کی سب سے بڑی کمزوری معلوم تھی کہ وہ ہماری تلوار اور نیزہ کے بالمقابل آنے سے گریز کرتے ہیں اور یہ حقیقت تھی کہ مجاہدین اسلام کی تلوار کی رومیوں میں تاب نہ تھی۔ حضرت ضرار نے اپنے گھوڑے کی باگ ڈھیلی چھوڑ

دی اور آن کی آن میں وہ مع اپنے ہمراہیوں کے وہاں پہنچ گئے جہاں رومی تیر انداز استادہ تھے۔ جاتے ہی حضرت ضرار نے نیزہ سے سینے چھلنی کرنے شروع کر دیئے۔ رومیوں نے ان پر کثرت سے تیر اور پتھر برسائے لیکن حضرت ضرار زرہ میں مکمل مستور ہونے کے باعث محفوظ رہے۔ حضرت ضرار کے نیزہ کی سرعت دیکھ کر رومی تیر اندازوں کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ تیر اندازوں کی صف میں کھرام مچ گیا۔ حضرت حسان بن عوف نے بیان کیا ہے کہ میں بھی حضرت ضرار کے ساتھ تھا۔ حضرت ضرار نے جاتے ہی نیزہ زنی کے وہ جو ہر دکھائے کہ تھوڑی ہی دیر میں تیس رومیوں کو مار ڈالا۔

حضرت ضرار کی شجاعت و دلیری پر رومی سپاہی انگشت بدنداں تھے۔ اور کہتے تھے کہ یہ شخص انسان ہے یا جن؟ ہم پر قہر و بلا بن کر ٹوٹ پڑا ہے۔ نہ معلوم کون شخص ہے؟ حضرت ضرار نے زرہ کو چہرے سے ہٹایا اور کہا کہ میں ضرار بن ازور تمہارا دشمن اور تمہارے سردار کے بیٹے حمران کا قاتل ہوں۔ میں واقعی تمہارے لئے بلا ہوں اور خدا کی طرف سے تم کو مٹانے پر مقرر ہوا ہوں۔ حضرت ضرار کا نام سنتے ہی رومیوں کی ہوا نکل گئی۔ پیچھے پلٹنے لگے۔ اور رومی لشکر میں گھس کر محفوظ جگہ چھپنے لگے۔ وردان دور سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا یہ بدوی کون شخص ہے؟ کسی نے کہا کہ یہ وہی شخص ہے جو ننگے بدن لڑتا ہے اور نیزہ زنی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا لیکن آج وہ زرہ پہن کر آیا ہے۔

صرف اتنے تعارف سے وردان نے حضرت ضرار کو پہچان لیا کہ یہی میرے لخت جگر کا قاتل ہے۔ لہذا اس نے پکار کر کہا کہ کون ہے جو میرے بیٹے کے قاتل سے میرا بدلہ لے اور مجھ سے منہ مانگا انعام حاصل کرے۔ ”طبریہ“ نامی مقام کا حاکم بولا کہ اے سردار! میں تمہارا بدلہ لینے جاتا ہوں اور تمہارے بیٹے کے قاتل کو زندہ یا مردہ لا کر تمہارے قدموں میں ڈالتا ہوں۔ اس طرح کی شیخی مار کر وہ اپنا گھوڑا دوڑا کر میدان میں آیا اور اشتعال طبع سے حضرت ضرار پر وار کیا۔ جس کو حضرت ضرار نے خالی پھیرا۔ اور ایسا جوابی وار کرتے ہوئے نیزہ مارا کہ نیزہ اس کی زرہ کو پھاڑا تھا ہوا اس کے سینہ میں پیوست ہو گیا اور ایک ہی وار میں اس کا کام تمام ہو گیا وردان یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ طبریہ کے حاکم کو کشتہ دیکھ کر کف افسوس ملتے ہوئے کہا کہ

میرے لشکر میں ایک بھی شخص ایسا نہیں جو اس عرب کو قتل کر سکے لہذا اب مجھے ہی اس کے مقابلہ میں جانا ہوگا۔ یہ کہہ کر وردان نے اپنے گھوڑے کو میدان کی طرف آگے بڑھایا۔ اسی وقت ایک بطریق جس کا نام ”اصطفان“ تھا اور ”عمان“ کا حاکم تھا، اس نے وردان کے گھوڑے کی رکاب تھام لی اور رکاب کو بوسہ دیتے ہوئے کہا کہ اے معزز سردار! اس ناکس بدوی کے لئے آپ کو زحمت گوارا کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ خادم کس دن کام آئے گا۔ حکم اور اجازت عنایت فرمائیے! اس بدوی کو قتل کرنا میرے لئے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے لیکن حضور والا! خادم کو انعام میں کیا عطا فرماؤ گے؟ وردان نے کہا منہ مانگا انعام دوں گا۔ اصطفان نے کہا کہ میں عمان کا حاکم ہوں۔ مال و دولت کی مجھ کو کوئی کمی نہیں صرف ایک کمی ہے۔ وردان نے کہا جلدی کہو کیا چاہتے ہو؟ اصطفان نے کہا کہ آپ کی صاحبزادی کا ہاتھ مانگتا ہوں۔ مجھے بحیثیت داماد قبول فرماؤ۔ وردان نے کہا اگر تو نے اس بدوی کو قتل کر دیا تو میری بیٹی تیری ہی ہے اور اس وعدہ پر میں یہاں موجود ملوک شام اور بادشاہ کے خاصان کو گواہ کرتا ہوں۔ وردان کی لڑکی حسن و جمال میں ملک شام کی تمام عورتوں میں یکتا تھی۔ اصطفان نے ایک مرتبہ اس کو دیکھا تھا اور دیکھتے ہی اس پر فریفتہ ہو گیا تھا اور اس کو پانے کے لئے کچھ بھی کرنے کو تیار تھا۔ اسی لئے وہ حضرت ضرار سے مقابلہ کا خطرہ مول لینے پر بھی آمادہ ہو گیا اور وردان سے اپنی بیٹی کے نکاح کا وعدہ لے لیا تھا۔

◎ اصطفان کا حضرت ضرار سے مقابلہ

اپنی محبوبہ کے متعلق وردان سے نکاح کا قرار حاصل کر کے اصطفان دلیری سے حضرت ضرار کے مقابلے میدان میں آیا۔ آگ کے شعلہ کی طرح دکھتا ہوا حضرت ضرار کی طرف لپکا۔ مشتعل ہو کر حضرت ضرار پر وار کیا لیکن حضرت ضرار نے اس کا وار خالی پھیر دیا اور جوابی وار کیا جس کو اصطفان نے ڈھال پر لیا۔ دونوں ایک دوسرے پر وار کرنے لگے اور اپنے خصم کا وار خالی پھیرتے گئے یہاں تک کہ لڑائی نے طول پکڑا۔ دونوں لشکر کے لوگ ٹکٹکی باندھ کر فریقین کے فن جنگ اور لڑائی کے جوہر دیکھنے لگے۔ اور اپنے لشکر کے نمائندے کی حوصلہ افزائی کے

لئے آوازیں کسنے لگے۔ حضرت خالد بن ولید بڑی بیقراری سے دونوں کی لڑائی دیکھ رہے تھے اور اصطفان کی جنگی مہارت دیکھ کر اندازہ کر لیا کہ یہ جنگی امور کا ماہر اور کہنہ مشق معلوم ہوتا ہے۔ اس کے وار کرنے کا اور مخالف کے وار کو خالی پھیرنے کا طرز اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یہ دلیر جنگجو شخص ہے حالانکہ حضرت ضرار کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہ تھی لیکن اتنی دیر تک لڑائی پر جے رہنا اور مات نہ کھانا بھی اصطفان کے لئے بڑی بات تھی لہذا حضرت خالد نے حضرت ضرار کو پکار کر فرمایا کہ اے ضرار! یہ کیا سستی اور غفلت ہے کہ دشمن مہلت پاتا ہے اور کوئی نتیجہ نہیں آتا؟ حضرت خالد کی اس تنبیہ پر حضرت ضرار اپنے گھوڑے کی زین پر بیٹھے بیٹھے کاٹنے لگے اور پھر اپنے سردار کے حکم کی بجا آوری میں اصطفان پر شدت سے حملے کرنے شروع کیے۔ لیکن اصطفان نے تمام وار خالی پھیر دیئے۔

○ حضرت ضرار کی اپنے گھوڑے کو دھمکی

اصطفان نے بھی جوابی حملے شروع کر دیئے۔ رومی تالیاں بجا کر اور شور مچا کر اصطفان کو جوش اور شجاعت پر ابھارتے تھے۔ دونوں سخت لڑائی میں منہمک تھے یہاں تک کہ آفتاب گرم ہو گیا اور دھوپ سخت ہو گئی۔ دونوں پسینے سے تر ہو گئے اور دونوں کے گھوڑے بھی پسینے میں شرابور ہو گئے۔ گھوڑوں میں اب کھڑے رہنے کی بھی سکت نہ تھی۔ گھوڑوں کے قدم لڑکھڑانے لگے لہذا دونوں پایادہ ہو کر لڑنے لگے۔ دفعۃً حضرت ضرار نے دیکھا کہ رومی لشکر سے ایک شخص کو قتل گھوڑا لے کر برآمد ہوا اور میدان کی طرف آنے لگا۔ وہ اصطفان کا غلام تھا اور اپنے مالک کو گھوڑا دینے آ رہا تھا۔ اگر اس نے آ کر اصطفان کو گھوڑا دے دیا تو یہ امر حضرت ضرار کے لئے باعث خطرہ و ہلاکت تھا لہذا اس کو روکنا ضروری تھا۔ حضرت ضرار نے قریب میں کھڑے اپنے گھوڑے کی طرف دوڑ لگائی اور چھلانگ لگا کر اس کی پیٹھ پر سوار ہو گئے۔ اصطفان نیزہ راست کئے ہوئے حضرت ضرار کی طرف بڑھ رہا تھا۔ حضرت ضرار نے گھوڑے کو ایڑی ماری لیکن گھوڑا چلنے کا نام نہیں لیتا۔ گھوڑا اتنا نڈھال ہو گیا تھا کہ ایک قدم چلنے کی بھی طاقت نہ تھی۔ بڑا نازک مرحلہ تھا۔ سامنے سے اصطفان کا غلام گھوڑا لے کر آ رہا تھا قریب سے اصطفان نیزہ

راست کئے ہوئے وار کرنے آ رہا تھا۔ اگر حضرت ضرار کا گھوڑا چلے تو ہی کام بنے۔ اصطفان کے غلام کو روکنا ضروری اور اصطفان کے نیزے کے وار سے محفوظ رہنا اشد ضروری تھا اور یہ گھوڑے کے چلنے پر منحصر تھا۔ لیکن گھوڑا اپنی جگہ سے ہلتا تک نہیں۔ موت قریب سے کودتی ہوئی آرہی تھی، سامنے سے بلا دوڑتی ہوئی آرہی تھی۔ نازک مرحلہ تھا گھوڑے نے حضرت ضرار کو بے بس و بے کس بنا دیا تھا۔ بظاہر بچنے کی کوئی امید نہ تھی لیکن شمع رسالت کے پروانے حضرت ضرار بے بس و بے کس نہ تھے:

کیوں کہوں یکس ہوں میں، کیوں کہوں بے بس ہوں میں
تم ہو، میں تم پر فدا، تم پہ کروڑوں درود

اور

مجھ سے بے کس کی دولت پہ لاکھوں درود
مجھ سے بے بس کی قوت پہ لاکھوں سلام

(از: امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

ایسے وقت میں کہ جب کوئی یاس و امید نہ تھی حضرت ضرار نے اپنے آقا و مولیٰ، رحمت عالم، مختار کل، مالک کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ یکس پناہ کی طرف رجوع کیا اور اپنے گھوڑے کو چلانے کے لئے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سہارا لیتے ہوئے اپنے گھوڑے سے مخاطب ہو کر جو فرمایا اس کا ترجمہ ہم علامہ واقدی کی کتاب سے نقل کر کے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں:

”دفعۃً ایک سوار صفوف روم سے نکلا ایک گھوڑا کو قتل لینے ہوئے اور وہ غلام اصطفان کا تھا۔ پس جب ضرار نے اس کو دیکھا چلا کر اپنے گھوڑے سے کہا اور لوگ سنتے تھے اور وہ یہ کہتے تھے کہ مضبوطی اور چالاکی کر تو میرے ساتھ ایک گھڑی نہیں تو شکایت کرونگا میں تیری پاس قبر شریف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے۔ پس ہنہانے لگا گھوڑا انکا اور بازو کھول کر چلا اور بڑھ کر لیا ضرار نے اصطفان کے غلام کو اور ضرب نیزے سے مار ڈالا اس کو پھر لے لیا

کوئل گھوڑے کو اور سوار ہوئے اس پر اور چھوڑ دیا اپنے گھوڑے کو بجانب مسلمانوں کے پس آ ملا وہ مسلمانوں میں۔“

(فتوح الشام، از علامہ واقدی، ص: ۷۷)

قارئین کرام سے التماس ہے کہ مندرجہ بالا عبارت کو ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ بنظر عمیق مطالعہ فرمائیں اور اس پر غور و فکر فرمائیں تو یہ نتیجہ اخذ ہوگا کہ:

○ حضرت ضرار نے جب دیکھا کہ اب بچنے کی کوئی تدبیر نہیں اور گھوڑا نکلے ہو گیا ہے تو انھوں نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اپنی توجہ مرکوز کی اور ان کا یقین اور اعتقاد پختہ تھا کہ یہ وہ سردارانِ انبیاء ہیں جو مدینہ میں آرام فرما ہونے کے باوجود بھی پوری کائنات پر ان کی حکومت ہے۔ لہذا انھوں نے اپنے گھوڑے سے کہا کہ میں تیری شکایت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس کروں گا۔

○ شکایت کس سے کی جاتی ہے؟ اس سے جو شکایت سن سکے۔ صرف سننے تک ہی اس کا تصرف محدود نہ ہو بلکہ شکایت سن کر شکایت کرنے والے کی تکلیف کا ازالہ کرنے کی استطاعت رکھتا ہو اور جس کے خلاف شکایت کی گئی ہو اس کو تعزیر کرنے کا اختیار بھی رکھتا ہو۔ حضرت ضرار نے بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گھوڑے کی شکایت کرنے کی بات کہہ کر اس بات کی شہادت دی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی پوری کائنات پر تصرف اور اختیار رکھتے ہیں۔

○ شکایت کرنے کی دھمکی بھی اسی کو دی جاتی ہے جو یہ سمجھتا ہو کہ جہاں میری شکایت کی جانے والی ہے اس بارگاہ کا اختیار اور تصرف اتنا وسیع ہے کہ اگر واقعی میری وہاں شکایت پہنچ گئی تو اچھا نہ ہوگا لہذا وہ یہ کوشش کرے گا کہ شکایت کا موقع ہی نہ دوں۔ حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھوڑا اسی نظریہ کے تحت دوڑا تھا کیونکہ اس گھوڑے کو حضرت ضرار نے صاف لفظوں میں دھمکی

دی تھی کہ میں تیری شکایت کائنات کے مالک و شہنشاہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کر دوں گا۔ گھوڑا بھی جانتا تھا کہ واقعی اگر میری شکایت اس بارگاہ میں کی گئی تو میرے لئے باعثِ ندامت ہے۔ لہذا مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اختیارات کا اعتراف کرتے ہوئے گھوڑے نے حکم کی تعمیل کی:

اپنے مولیٰ کی ہے بس شانِ عظیم، جانور بھی کریں جن کی تعظیم
سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم، پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں

(از: امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کائنات کا مالک و مختار بنا کر پیدا فرمایا تھا۔ انسان، جنات، حیوانات، جمادات اور نباتات آپ کی رسالت و عظمت کے قائل تھے۔ کتب احادیث میں ایسے کئی مستند واقعات پائے جاتے ہیں کہ تمام مخلوق نے خالق کائنات کے محبوب اور مختار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت و عظمت کی بجا آوری کی ہے۔

لیکن افسوس!

دور حاضر کے منافقین اختیاراتِ انبیاء کے منکر ہیں۔ توحید کی آڑ میں تنقیصِ انبیاء و اولیاء کے درپے رہتے ہیں۔ شہادت کے لئے کچھ اقتباسات پیش خدمت ہیں:

○ ”اولیاء و انبیاء و امام زادہ، پیرو شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور عاجز بندے ہیں اور ہمارے بھائی ہیں مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔“

(حوالہ: - تقویۃ الایمان، از: مولوی اسماعیل دہلوی، ناشر: دارالسلفیہ، بمبئی، ص: ۹۹)

○ ”اللہ کی شان بہت بڑی ہے۔ سب انبیاء اور اولیاء اس کے سامنے ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔“ (حوالہ: - ایضاً، ص: ۹۲)

○ ”اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔“ (حوالہ: - ایضاً، ص: ۷۰)

وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے امام اول فی الہند مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب سے ماخوذ مندرجہ بالا تین عبارت کو قارئین بنظر غور دیکھیں۔ ان تینوں عبارت کا حاصل یہ ہے کہ تمام انبیاء اور خصوصاً حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بندہ عاجز، بڑے بھائی، ذرہ ناچیز سے بھی کمتر کسی چیز کا مختار نہیں لکھ کر علی الاعلان تعظیم و احترام رسول کا انکار کیا ہے۔ اس عنوان پر مزید کوئی گفتگو نہ کرتے ہوئے قارئین کرام کی غیر جانبدار اور منصف عدالت میں استغاثہ ہے کہ میزان عدل میں آپ مولوی اسماعیل دہلوی اور صحابہ کرام کے اعتقاد کو الگ الگ پلوں میں رکھ تو لیں اور انصاف فرمائیں کہ مولوی اسماعیل دہلوی کے اعتقاد اجلہ صحابہ کے مقدس اور پاکیزہ اعتقاد سے کس قدر متضاد ہیں۔ ہم صحابہ کرام کے اعتقاد پر یقین رکھیں یا امام المنافقین دہلوی صاحب کے اعتقاد فاسدہ پر؟ دور حاضر کے منافقین کے متعلق صرف اتنا ہی کہنا ہے:

ذکر رو کے، فضل کاٹے، نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں، امت رسول اللہ کی

(از: امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

اب ہم معزز قارئین کرام کو ملک شام بمقام اجنادین میدان جنگ میں حضرت ضرار اور حاکم عمان اصطفان کی لڑائی کا معائنہ کرانے چلتے ہیں۔

حضرت ضرار نے اپنے گھوڑے کو روضہ رسول پر شکایت کرنے کی دھمکی دی۔ دھمکی سنتے ہی گھوڑا زور سے ہنہانے لگا گویا وہ اپنی زبان میں حضرت ضرار سے عرض کر رہا تھا کہ میری شکایت اس مقدس بارگاہ میں مت کرنا۔ میں اس مقدس ذات گرامی کے روبرو شرمندہ ہونا نہیں چاہتا۔ اور گھوڑا ہوا سے باتیں کرتا ہوا اپنے بازو کھول کر چلا۔ حضرت ضرار نے اصطفان کے غلام کے قریب جاتے ہی نیزہ کی ایک ضرب میں اس کو ختم کر دیا اور اس کا گھوڑا لے لیا حضرت ضرار نے اپنا تھکا ہوا گھوڑا اسلامی لشکر کی طرف ہانک دیا اور اصطفان نے جان لیا کہ میرا آخری وقت آ گیا ہے ضرار مجھ کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ حضرت ضرار نے اس پر حملے کا قصد کیا کہ دفعۃً انھوں نے دیکھا کہ رومی لشکر سے چند سوار میدان کی طرف آرہے تھے۔

⊙ اصطفان کی کمک کے لئے وردان، اور حضرت ضرار کی کمک کے لئے

حضرت خالد کمر بستہ

جب وردان نے دیکھا کہ اصطفان کے سر پر موت منڈلا رہی ہے تو وہ اپنے ساتھ ملک شام کے مشہور دس بطارقہ کو لے کر اصطفان کی کمک کرنے میدان میں روانہ ہوا۔ وردان کو کمک کے لئے آتا دیکھ کر اصطفان میں ہمت آگئی اور وہ حضرت ضرار کے وار اپنی ڈھال پر لینے لگا۔ حضرت خالد نے دیکھا کہ وردان اپنے دس ساتھیوں کے ہمراہ میدان کی طرف روانہ ہوا ہے تو حضرت خالد بھی اپنے ساتھ دس مجاہدوں کو لے کر میدان میں پہنچ گئے۔ حضرت ضرار اصطفان سے، حضرت خالد وردان سے اور دس مجاہد دس رومیوں سے مقابل ہوئے۔ ہر شخص اپنے مقابل سے لڑنے لگا۔

اصطفان لڑتے لڑتے تھگ گیا۔ اس کے بازو شل ہو گئے۔ وہ کانپنے لگا۔ مارے ڈر کے اس کا بُرا حال تھا۔ حضرت ضرار نے اس پر نیزہ کا وار کیا۔ وار سے بچنے کے لئے اصطفان نے اپنے گھوڑے سے گرا دیا اور بھاگنے لگا۔ حضرت ضرار بھی گھوڑے سے اتر کر اس کے تعاقب میں دوڑے اور پکڑ لیا۔ اب دونوں کشتی لڑنے لگے۔ حضرت ضرار نے کشتی لڑتے ہوئے موقع پا کر اصطفان کے کمر بند میں ہاتھ ڈال کر اوپر اٹھالیا اور پوری طاقت سے زمین پر دے پٹکا اور اس کے سینہ پر چڑھ گئے۔ اب اصطفان کو اپنی موت کا یقین ہو گیا۔ اس نے مدد کے لئے وردان کو پکارا اے سردار مجھے بچاؤ۔ وردان اس وقت حضرت خالد سے مصروف لڑائی تھا اور وہ بھی مصیبت میں پھنسا ہوا تھا۔ اس نے اصطفان کو جواب دیا کہ مجھ کو ان درندوں سے کون بچائے گا۔ وردان کے قدم بھی لڑکھڑا رہے تھے۔ رومی لشکر نے دیکھا کہ ہمارا سردار قریب ہلاکت ہے تو پورے لشکر نے یلغار کر دی۔ ادھر سے اسلامی لشکر بھی دوڑا۔ دونوں لشکر آمنے سامنے دوڑتے ہوئے آرہے تھے۔ درمیان میں جو میدان تھا اس میں بارہ مجاہدین بارہ رومیوں سے مشغول لڑائی تھے۔ حضرت ضرار اصطفان کے سینے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ رومی لشکر امنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح آ رہا تھا قبل اس کے کہ رومی لشکر حضرت ضرار کو روند ڈالے

حضرت ضرار نے اصطفان کا سرتلواری سے کاٹ ڈالا۔ اصطفان اتنے زور سے چلایا کہ دونوں لشکر میں اس کی گونج سنی گئی۔ اصطفان کا سر کاٹنے کے بعد حضرت ضرار کھڑے ہو کر فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ حضرت ضرار خون میں نہائے ہوئے تھے۔

حضرت ضرار نے گھوڑے پر سوار ہو کر بلند آواز سے تکبیر کہی اور ان کا جواب دیتے ہوئے اسلامی لشکر نے بھی تکبیر کہی۔ دونوں لشکر آپس میں مل گئے۔ گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی مجاہدین اسلام نے بڑی دلیری اور شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ آفتاب غروب ہونے کے قریب ہوا تو جنگ موقوف کر دی گئی۔ دونوں لشکر اپنے اپنے کیمپ میں واپس گئے۔ اس دن رومی لشکر سے کل تین ہزار آدمی قتل ہوئے۔ ان قتل ہونے والوں میں ملک شام کے مختلف مقامات کے دس حاکم و بادشاہ بھی تھے۔ اسلامی لشکر سے تیس مجاہدوں نے جام شہادت نوش کیا۔ رومی لشکر کا سردار وردان ہجوم کا فائدہ اٹھا کر میدان سے فرار ہو گیا اور اپنے خیمے میں پناہ گزیں ہو گیا۔

○ حضرت خالد کو شہید کرنے کی وردان کی سازش

رات کے وقت وردان نے رومی لشکر کے سرداروں اور اراکین کی میٹنگ بلائی اور آج کی جنگ کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے لئے بڑے شرم اور غیرت کی بات ہے کہ کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود ہم نے ہزیمت اٹھائی اور کافی تعداد میں ہمارے آدمی قتل ہوئے۔ اگر آج کی طرح آئندہ کل بھی بزدلی اور نامردی کا مظاہرہ کر دے تو ہمارا بیڑہ غرق ہو جائے گا۔ وردان نے مزید یہ بھی کہا کہ عرب ہم پر غالب ہو جاتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے دین کے سخت پابند ہیں۔ اپنے پروردگار کو ہمیشہ یاد کر کے عبادت میں مصروف رہتے ہیں اور گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم نے اپنے دین کے احکام اور فریضہ عبادت کو بالائے طاق رکھ دیا ہے اور سراپا معاصی و عصیاں میں غرق ہیں۔ لہذا اللہ کی طرف سے عربوں کو فتح و نصرت کی عنایت ہوتی ہے اور ہم ہزیمت و شکست سے دوچار ہوتے ہیں۔ لہذا اے دین مسیح کے معاونو! اپنے گناہ اور معاصی سے توبہ کرو تا کہ مسیح اور صلیب تمہاری مدد کر کے تمہیں عربوں پر غلبہ دیں۔ وردان کی تقریریں کر سب

رونے لگے اور سب نے توبہ کی اور کہا کہ اب تک جو ہوا سو ہوا۔ لیکن اب ہم ان عربوں میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔ ہم عہد کرتے ہیں کہ جب تک ہم میں کا ایک شخص بھی زندہ رہے گا۔ تب تک ہم ان سے لڑیں گے۔ اے سردار! کل میدان جنگ میں ہم اپنا کہنا کر کے دکھادیں گے۔

وردان نے جب اپنی قوم کا عزم محکم اور قوی استقلال دیکھا تو خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ اسی وقت وردان کا ایک مصاحب کھڑا ہوا اور کہا کہ اے سردار! قوم کی باتوں میں مت آ۔ یہ قوم اعتماد و بھروسہ کرنے کے قابل نہیں۔ اس وقت شجاعت اور جوش و خروش کی باتیں کرتے ہیں لیکن کل جنگ کے میدان میں عربوں کو دیکھتے ہی ان کا جوش ٹھنڈا پڑ جائے گا۔ ہمارا سابقہ جن عربوں سے پڑا ہے ان کا مقابلہ کرنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے کیونکہ ان کا ایک شخص ہمارے پورے لشکر پر حملہ کرنے چلا آتا ہے اور ہماری صفیں الٹ دیتا ہے۔ موت سے بے خوف ہو کر بلکہ موت کی خواہش میں وہ آمادہ قتال ہوتا ہے کیونکہ ان لوگوں نے اپنے نبی اور رسول کے اس قول پر دل سے یقین کر لیا ہے کہ جو مسلمان میدان جنگ میں مارا جائے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ موت اور زندگی ان کے نزدیک برابر ہے بلکہ موت کو زندگی پر ترجیح دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کا سردار خالد بن ولید جنگی امور میں اتنا ماہر ہے کہ وہ ہم کو کسی بھی محاذ پر کامیاب نہیں ہونے دے گا۔ اپنے لشکر کے سپاہیوں کو جنگ پر ابھارنا، ان میں جوش پیدا کرنا، حوصلہ افزائی کرنا اور ان سے من چاہا کام لینے کا فن اس میں اس طرح موزن ہے کہ اس کے ایک اشارے پر اس کے سپاہی مرجانے یا مارڈالنے میں لمحہ بھر تاخیر نہیں کرتے اور وہ بذات خود بھی دلیر جنگجو اور بہادر شہسوار ہے۔

وردان نے مصاحب سے کہا کہ تمہاری سب باتیں درست ہیں لیکن اس کا تدارک کیا ہے؟ یہ عرب صلح پر بھی آمادہ نہیں ہوتے۔ جب بھی صلح کی پیش کش کرو تو وہ ایک ہی جواب دیتے ہیں کہ ہماری تین شرطوں میں سے کسی ایک کو قبول کرو۔ مصاحب نے کہا ایک تدبیر ہے تم مسلمانوں کے سردار کو مارڈالو اس سردار کی وجہ سے ہی مسلمانوں کے لشکر کا حوصلہ برقرار ہے۔ اگر تم کسی طرح خالد بن ولید کو مارڈالو تو مسلمانوں کا حوصلہ پست ہو جائے گا اور وہ شکست

کھا کر بھاگ جائیں گے۔ حضرت خالد کو شہید کرنے کی صرف بات سن کر وردان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے، ایک ہلکی سی کپکپی اس پر طاری ہو گئی۔ وردان نے تھرائی ہوئی آواز میں کہا کہ تم خالد بن ولید کو مار ڈالنے کی بات کرتے ہو لیکن صورت حال یہ ہے کہ آج میں اس کے ہاتھ سے مرتے مرتے بمشکل بچ کر آیا ہوں۔ تم ایسے امر محال کا مشورہ مت دو بلکہ کوئی ایسی تدبیر بتاؤ جو ممکن اور آسان ہو۔ مصاحب نے کہا کہ سیدہ بسینہ کھلے میدان کی جنگ میں تو مسلمانوں کے سردار قتل کرنا تو میں بھی سوچ نہیں سکتا لیکن مکر و فریب سے باسانی اس کو ہلاک کر سکتے ہیں۔ وردان نے کہا کہ تو اس بات سے بھی اچھی طرح واقف ہو جا کہ ان عربوں کو فریب دینا بھی آسان نہیں کیونکہ وہ مکر و فریب کی تہ تک پہنچ جاتے ہیں اور ہر فریب سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔ لہذا تم کوئی ایسا حیلہ تجویز کرو کہ جس میں خطرہ کم اور کامیابی کی کامل توقع ہو۔ اگر مناسب ہو گا تو میں وہ فریب ضرور کروں گا۔

مصاحب نے کہا کہ تم اسلامی لشکر کے سردار کو پیغام بھیجو کہ میں تم سے صلح کے مسئلہ پر اکیلے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ صرف ہم دونوں سردار ہی وہ گفتگو کریں اور تیسرا کوئی بھی نہ ہو۔ اور اسلامی لشکر کے سردار کو اس جگہ کا پتہ بتادو کہ فلاں جگہ ہم دونوں کل صبح ملاقی ہوں گے۔ جب اسلامی لشکر کا سردار تمہاری دعوت صلح کو منظور کر لے تو رات میں اس جگہ کے قریب دس اشخاص مسلح پوشیدہ کر دو۔ جب مسلمانوں کا سردار تم سے بات چیت کرنے آئے تو تم اسے باتوں میں لگا کر اپنے آدمیوں کو اشارہ کر دینا وہ تمام اس پر ٹوٹ پڑیں گے اور اس کو ہلاک کر دیں۔ تم گفتگو کرنے کے لئے دونوں لشکر کے درمیان کی کوئی جگہ منتخب کرنا اور وہ جگہ اسلامی لشکر سے اتنے فاصلہ پر ہو کہ اس کی مدد کرنے اس کے لشکر سے کوئی آپہنچے اتنی دیر میں تو اس کا کام تمام ہو جائے۔

○ وردان کا نمائندہ حضرت خالد کے پاس

اپنے مصاحب کی بات سن کر وردان خوش ہو گیا اور اپنے ایک بھروسہ مند اور پر اعتماد شخص کو بلایا۔ اس شخص کا نام داؤد تھا جو شہر حصص کا رہنے والا تھا۔ داؤد کو عربی زبان پر اچھا عبور

حاصل تھا اور گفتگو کرنے میں بہت ہی ہوشیار و چالاک تھا۔ وردان نے داؤد سے کہا کہ تو میرے نمائندہ کی حیثیت سے مسلمانوں کے لشکر کے پاس جا اور ان سے درخواست کر کہ آج کے دن وہ لڑائی موقوف رکھیں اور کل صبح ان کا سردار میدان کے بیچ میں جو ریت کا ٹیلہ ہے وہاں اکیلا آئے اور میں بھی بذات خود وہاں اکیلا آؤں گا تاکہ ہم دونوں سردار آپس میں بات چیت کر کے مصالحت کی کوئی صورت نکالیں۔ داؤد متعصب قسم کا گاڑھا نصرانی تھا۔ اس نے وردان سے کہا کہ افسوس ہے تجھ پر کہ تو بادشاہ ہرقل کے حکم کی خلاف ورزی کرنے پر مستعد ہوا ہے۔ بادشاہ نے تجھ کو لشکر جرار دے کر عربوں سے لڑنے بھیجا ہے اور تو بزدلی دکھا کر صلح کرنے پر آمادہ ہوا ہے۔ اگر بادشاہ کو پتہ چلا کہ تیری طرف سے صلح کی پیش کش لے کر میں گیا تھا تو تیرے ساتھ مجھ پر بھی بادشاہ کا عتاب ہو گا۔ لہذا مجھ سے تو یہ کام نہیں ہو گا۔ تب وردان نے داؤد سے کہا کہ صلح کی گفتگو کا تو بہانہ ہے میں مسلمان کے سردار کے ساتھ مکر و فریب کر کے اس کو ریت کے ٹیلہ کے پاس اکیلا بلانا چاہتا ہوں۔ اس ریت کے ٹیلے کے پیچھے رات کے وقت سے میرے دس بہادر سپاہی چھپ کر بیٹھے ہوں گے۔ جیسے ہی خالد بن ولید مجھ سے گفتگو کرنے آئیں گے میں اپنے پہلے سے چھپے ہوئے آدمیوں کو آواز دوں گا۔ وہ آکر اسے قتل کر دیں گے۔ داؤد نے کہا کہ یہ تو نامردی اور بزدلی کا کام ہے۔ وردان نے کہا جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔ پھر وردان نے داؤد کو ڈانٹتے ہوئے کہا کہ میں تجھ سے اس معاملہ میں مشورہ نہیں لیتا ہوں، لہذا زبان درازی مت کر اور تجھ سے جو کہا جائے وہ کر۔ ورنہ تیری زبان کاٹ کر پھینک دوں گا۔ سردار ہونے کے ناطے میرا حکم ہے کہ تو اسی وقت جا اور خالد بن ولید سے گفتگو کر کے اس کو کسی بھی طرح آنے کے لئے رضامند کر لے کیونکہ عربی زبان میں تو فصیح اور بلیغ گفتگو کرنے میں مہارت رکھتا ہے اور اسی وجہ سے اس کام کے لئے میں نے تیرا انتخاب کیا ہے۔ داؤد وردان کے تیور دیکھ کر سہم گیا اور اس نے کہا کہ اے سردار! میں تیرے حکم کی تعمیل میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کروں گا۔ وردان نے کہا کہ اگر میں اپنے اس مشن میں کامیاب ہوا تو تجھ کو بیش بہا انعام و اکرام سے نوازاؤں گا۔

داؤد گھوڑے پر سوار ہو کر اسلامی لشکر کے قریب آیا اور پکار کر کہا کہ میں رومی لشکر کے

سردار کا اپنی ہوں۔ تمہارے سردار سے معاملہ کی گفتگو کرنے آیا ہوں۔ حضرت خالد بن ولید اس کے پاس آئے۔ داؤد نصرانی نے کہا کہ اے عربی برادر ہمارا سردار خونریزی کو پسند نہیں کرتا۔ کل جس کثرت سے انسان مقتول ہوئے ہیں اس کو دیکھ کر ہمارا نرم دل سردار بہت ملول اور رنجیدہ ہوا ہے۔ لہذا وہ یہ چاہتا ہے کہ تم دونوں سردار آپس میں مصالحت کی گفتگو کرلو۔ ہمارے سردار نے آپ کے لئے یہ پیام بھی دیا ہے کہ تم کو کچھ مال دے کر صلح کی کوئی تجویز پاس کی جائے اور صلح نامہ بھی تحریر کر لیا جائے تاکہ فریقین کا خون رائیگاں نہ جائے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ میں بھی یہ نہیں چاہتا کہ انسانوں کا خون بیجا بہایا جائے۔ داؤد نصرانی نے کہا کہ مجھ کو آپ سے یہی امید تھی۔ لہذا میری آپ سے گزارش ہے کہ کل صبح سورج نکلنے کے بعد اس میدان کے درمیان جو ریت کا ٹیلہ ہے وہاں اکیلے آ جاؤ، سردار وردان بھی وہاں اکیلے ہی آئیں گے۔ تم دونوں سردار کھلے دل سے گفتگو کر لینا اور صلح کی کوئی صورت طے کر لینا۔

داؤد نصرانی کی بات سن کر حضرت خالد خاموش ہو گئے اور گہری سوچ میں پڑ گئے۔ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد فرمایا کہ اگر رومی سردار اخلاص نیت سے صلح پر آمادہ ہوا ہے تو ٹھیک ہے اور اگر وہ کوئی مکر و فریب کی چال چلنا چاہتا ہے تو سن لو کہ ہم اہل عرب مکر و فریب کی جڑ تک پہنچ جاتے ہیں اور مکار کے مکر و فریب سے فوراً آگاہ ہو جاتے ہیں۔ داؤد نصرانی نے کہا کہ اے برادر عربی! آپ کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہ کرو۔ بلکہ ہم پر اعتماد و بھروسہ رکھو۔ ہماری نیت میں خیر و بھلائی کے سوا کچھ بھی نہیں لہذا حضرت خالد نے آئندہ کل بتائی ہوئی جگہ پہنچنے کے لئے تیار ہو گئے۔

○ حضرت خالد، وردان کی سازش پر مطلع

داؤد نصرانی نے حضرت خالد سے آئندہ کل آنے کا وعدہ لے کر رومی لشکر میں واپس جانے کے لئے اپنا گھوڑا موڑا اور چند قدم جانے کے بعد ٹھہر گیا۔ اس کے دل میں حضرت خالد کا رعب بھر گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ اگر وردان نے ان کو مکر و فریب سے قتل بھی کر ڈالا پھر بھی وہ اسلامی لشکر کو شکست نہیں دے سکے گا۔ اسلامی لشکر کا حوصلہ پست نہیں ہوگا بلکہ اسلامی لشکر کے

سپاہی اپنے سردار کا انتقام لینے کے لئے دوہرے جوش و خروش سے لڑیں گے اور ان کے سردار کے قتل کی سازش کا تمام ذمہ میرے سر عائد کر کے مسلمان مجھ کو اور میرے اہل و عیال کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ لہذا مناسب یہی ہے کہ میں خالد بن ولید کو حقیقت حال سے آگاہ کر دوں اور اپنے اہل و عیال کے لئے امان حاصل کر لوں۔ چنانچہ وہ واپس مڑا۔ حضرت خالد ابھی تک اپنی جگہ کھڑے کچھ سوچ رہے تھے۔ داؤد نصرانی ان کے قریب آیا اور کہا کہ اے برادر عربی! اگر میری اور میرے اہل و عیال کی جان بخشی کا وعدہ کرو اور امان دینے کا عہد کرو تو ایک ضروری امر کی اطلاع دوں۔ حضرت خالد نے فرمایا کہو، کیا کہنا چاہتے ہو؟ داؤد نصرانی نے کہا کہ وردان نے آپ کے ساتھ مکر و فریب کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اور داؤد نے وردان کی سازش کی پوری تفصیل کہہ سنائی۔ حضرت خالد نے داؤد سے فرمایا کہ جاؤں گے تجھ کو امان دی۔ پھر داؤد نصرانی لشکر میں پلٹا اور وردان کو اطلاع دی کہ اسلامی لشکر کا سردار کل صبح ریت کے ٹیلے کے قریب گفتگو کرنے آئے گا۔ وردان یہ سن کر خوش ہوا اور کہا کہ میں اُمید رکھتا ہوں کہ صلیب مجھ کو میرے عزم میں کامیابی دے گی۔

○ صیاد خود اپنے دام میں آ گیا

حضرت خالد بن ولید جب داؤد نصرانی سے گفتگو کر کے اسلامی لشکر کے کیمپ میں واپس آئے تو وردان کی بیوقوفی پر مسکرا رہے تھے۔ ان کو مسکراتا دیکھ کر حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا: اے ابوسلیمان! تم کو اللہ ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے کیا بات ہے؟ حضرت خالد نے حضرت ابو عبیدہ کو وردان کے مکر و فریب کی تفصیل بتائی۔ حضرت ابو عبیدہ نے پوچھا کہ اس معاملہ میں تم نے کیا سوچا ہے؟ حضرت خالد نے فرمایا کہ میں اکیلا جاؤں گا اور ان تمام سے نیپٹ لوں گا۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا قسم خدا کی! تم ان کے لئے اکیلے کافی ہو، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم کو ہماری قوت اور طاقت کا استعمال کرنے کا حکم دیتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

”وَأَعِدُّوْهُمْ مَّا اسْتِطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَ مِّنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ
تُزْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ“ (سورة الانفال آیت: ۶۰)

ترجمہ :- اور ان کے لئے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے اور جتنے گھوڑے باندھ سکو کہ ان سے ان کے دلوں میں دھاک بٹھاؤ جو اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن ہیں۔

(کنز الایمان)

لہذا اے خالد! اس نے تمہارے لئے دس آدمی برائے حملہ مقرر کیے ہیں اور گیارہواں وہ خود ہے۔ اس لئے تم بھی اسی تعداد میں اپنے آدمیوں کو پہلے سے چھپا کر بٹھا دو۔ جب وردان اپنے آدمیوں کو پکارے تو تم بھی اپنے ساتھیوں کو پکارنا تاکہ برابر کا مقابلہ ہو جائے۔ علاوہ ازیں پورا اسلامی لشکر مسلح ہو کر گھوڑے پر سوار تیار رہے گا تاکہ تم وردان کو قتل کرو اسی وقت ہم رومی لشکر پر یلغار کر دیں گے۔ حضرت خالد نے کہا کہ اے امین الامت! میں آپ کی رائے کے خلاف نہ کروں گا۔ حضرت خالد نے اسلامی لشکر کے دس شجاع اشخاص کا انتخاب فرمایا۔

ان کے اسماء یہ ہیں:

- (۱) حضرت رافع بن عمیرہ طائی
- (۲) حضرت مسیب بن نجیحہ الفزاری
- (۳) حضرت معاذ بن جبل
- (۴) حضرت ضرار بن ازور
- (۵) حضرت سعید بن زید بن عمرو بن فضیل عدوی
- (۶) حضرت سعید بن عامر بن جرتح
- (۷) حضرت ابان بن عثمان
- (۸) حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی
- (۹) حضرت زفر بن سعید بیاضی
- (۱۰) اور حضرت عدی بن حاتم الطائی۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

ان تمام حضرات کو حضرت خالد نے وردان کے مکروفریب سے آگاہ کیا اور ان کو تاکید کی کہ تم ریت کے ٹیلے کی دائیں طرف چھپ کر بیٹھ جاؤ اور جب میں پکاروں گا تب تم فوراً نکل کر میرے قریب آ جانا۔ حضرت ضرار بن ازور نے حضرت خالد سے کہا کہ اے سردار! اگر آپ اجازت دو تو ہم رات میں ہی ان چھپنے والے رومیوں پر حملہ کر دیں اور ان کو مار کر ان کی جگہ بیٹھ جائیں اور جب وردان اپنے آدمیوں کو آواز دے تب بجائے وردان کے آدمیوں کے ہم نکل کر آئیں۔ حضرت خالد حضرت ضرار کی بات سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ تمہاری تجویز بہت ہی عمدہ ہے جاؤ میں نے تم کو اس کام کی اجازت دی اور تمہارے ساتھیوں پر تم کو سردار مقرر

کیا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں کامیابی عطا فرمائے۔

○ رات ہی میں رومی سپاہیوں کا صفایا اور حضرت ضرار کا مشن کامیاب

جب رات ہوئی تو وردان نے اپنے منصوبہ کے تحت دس آدمیوں کو ریت کے ٹیلے پر بھیج دیا۔ وہ دس آدمی رات کے ابتدائی وقت میں وہاں پہنچ گئے اور ٹیلے کے قریب ایک کمین گاہ میں ٹھہرے۔ وہاں پہنچ کر وہ تھوڑی دیر ادھر ادھر کی باتوں میں اور آئندہ کل اسلامی لشکر کے ساتھ کئے جانے والے مکروفریب کے متعلق گفتگو کرنے میں مصروف رہے۔ پھر خوب شراب پی اور اپنے ہتھیار کھول کر سرہانے رکھ کر سو گئے۔ رات کا جب تہائی حصہ باقی تھا۔ حضرت ضرار بن ازور اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسلامی لشکر کے کیمپ سے روانہ ہوئے۔ جب ریت کے ٹیلے کے قریب پہنچے تو حضرت ضرار نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم سب یہاں توقف کرو۔ میں آگے جا کر دشمنوں کا سراغ لگا کر آتا ہوں اور جب تک میں واپس نہ آؤں تم لوگ یہیں ٹھہرنا اور ایک خاص تاکید کہ آپس میں گفتگو بھی مت کرنا تاکہ اگر دشمن یہیں کہیں قریب میں ہوں تو ان کو ہمارے آنے کا پتہ نہ چلے۔ پھر حضرت ضرار نے اپنی زرہ نیزہ اور دیگر ساز و سامان کو اتار دیا اور اوپر کا بدن عریاں کر کے ہاتھ میں تلوار لے کر دشمنوں کی کھوج میں چلے۔ حضرت ضرار بہت ہی احتیاط کے ساتھ اور کسی قسم کی آواز نہ ہو اس بات کا خیال رکھتے ہوئے سنبھل سنبھل کر چلتے تھے۔ رات کا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اندھیری رات تھی مگر تاروں کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ صبح قریب تھی۔ حضرت ضرار بہت ہی چوکنا ہو کر کان اونچے کر کے ہر طرف نظر دوڑاتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ تھوڑا فاصلہ طے کرنے پر ان کے کان میں خراٹوں کی آواز آئی۔ حضرت ضرار اب بہت ہوشیار ہو گئے اور جہاں سے خراٹوں کی آواز آرہی تھی اس طرف بڑھے۔ قریب ہی میں دس رومی اپنے ہتھیار اپنے سرہانے رکھ کر گہری نیند میں پڑے خراٹے لے رہے تھے۔

حضرت ضرار فوراً اپنے ساتھیوں کے پاس آئے اور کہا کہ بشارت ہو کہ رومی سپاہی عالم مستی میں غافل سوئے پڑے ہیں۔ تم سب اپنی زرہیں اتار دو، نیزے رکھ دو اور صرف ہاتھ

میں ایک ایک تلوار لے لو اور میرے ساتھ چلو۔ تمام مجاہدین حضرت ضرار کے کہنے کے مطابق روانہ ہوئے۔ حضرت ضرار نے ان کو حکم دیا کہ ہر مجاہد ایک ایک رومی کے سر کے پاس کھڑا ہو جائے اور تلوار سے اس کا سر قلم کر دے لیکن ایک ضروری امر کو فراموش نہ کریں کہ سب کی تلوار کی ضرب ایک ساتھ ہی ہونی چاہئے تاکہ ایک ہی وار میں سب ختم ہو جائیں۔ تلوار کی ضرب آگے پیچھے ہونے میں یہ خوف ہے کہ اس کے قریب والا بیدار ہو جائے اور مقابلہ کے لئے کھڑا ہو جائے یا بھاگ جائے اور وردان کو مطلع کر دے اور ہمارے کئے کرائے پر پانی پھیر دے۔ تمام مجاہدین دبے پاؤں بہت ہی احتیاط برتتے ہوئے سوئے ہوئے رومی سپاہیوں کے قریب جا پہنچے۔ تمام رومی بدستور غافل سوئے پڑے تھے۔ ہر رومی سپاہی کے سر کے قریب ایک ایک مجاہد کھڑا ہو گیا۔ سب نے تلواریں تان لیں اور حضرت ضرار کے اشارے پر دس تلواریں ایک ساتھ رومیوں کی گردنوں پر گریں اور ایک ہلکی چیخ ان کے حلق سے نکلی اور فوراً دب گئی۔ دس رومیوں کے بغیر سر کے جسم تھوڑی دیر تڑپے اور پھر ساکن ہو گئے۔

◎ حضرت خالد اور وردان کی ملاقات

دوسرے دن صبح حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ سے رخصت کی اجازت حاصل کر کے ریت کے ٹیلے کی طرف روانہ ہوئے۔ وردان بھی وہاں آ پہنچا۔ دونوں اپنے اپنے گھوڑوں سے اتر کر بیٹھ گئے۔ وردان نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے حضرت خالد سے کہا کہ تم ہم سے اب کیا چاہتے ہو۔ حالانکہ تم نے ہمارے بہت سے آدمیوں کو قتل کیا ہے۔ اب کیا چاہتے! جو مانگنا ہے وہ مال مانگو! میں تمہارا مطالبہ پورا کرنے میں بخل نہیں کروں گا۔ کیونکہ تم قحط زدہ ملک کے ننگے اور بھوکے لوگ ہو، لہذا مناسب مطالبہ کرو، تم کو ضعیف والا غریب سمجھ کر بطور امداد عنایت کروں گا۔ وردان نے اس طرح کی ترش و تلخ گفتگو سے بات کا آغاز کیا۔ کیونکہ وہ صلح کرنے آیا ہی نہ تھا بلکہ وہ یہ چاہتا تھا کہ اس طرح کی بات چیت سے معاملہ تو تو، میں میں، سے ہاتھ پائی تک پہنچ جائے اور ریت کے ٹیلے کے پیچھے چھپے ہوئے اپنے آدمیوں کو جلد از جلد پکارنے کی نوبت آ جائے لیکن اس کو معلوم نہیں تھا کہ اس کے آدمی

رات میں ہی جہنم پہنچا دیئے گئے ہیں۔ حضرت ضرار نے وردان کے دسوں آدمیوں کو قتل کر کے ان کے کپڑے اور ہتھیار لے لئے تھے اور ان کی لاشوں کو ایک گڑھے میں ڈال کر اوپر سے ریت ہموار کر دی اور ان رومیوں کے کپڑے سب مجاہدوں نے پہن لئے تاکہ اگر وردان کا کوئی نمائندہ ان کی حرکت پر نگرانی کرتا ہو تو دور سے ایسا معلوم ہو کہ رومی سپاہی بیٹھے ہوئے ہیں۔

وردان کی اس طرز گفتگو کا منشاء حضرت خالد اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ جھگڑا مول لینا چاہتا ہے۔ حالانکہ حضرت خالد بھی یہی چاہتے تھے۔ آپ کے لئے تو من بھاتا معاملہ ہو رہا تھا۔ لہذا انھوں نے اینٹ کا جواب پتھر سے دیتے ہوئے فرمایا کہ اے نصرانی کتے! اللہ تعالیٰ نے ہم کو صدقہ اور خیرات سے بے پروا کر دیا ہے۔ ہم تیرے صدقات و خیرات کے محتاج نہیں اگر تو اسلام قبول نہیں کرتا تو جزیہ ادا کر اور وہ بھی اس طرح کے ادائے جزیہ سے تو ذلیل و خوار ہو۔ ورنہ تلوار ہمارے اور تمہارے درمیان حاکم ہے۔ ہم تادم مرگ تم سے قتال کرتے رہیں گے اور ہاں! تو نے ہم کو ضعیف اور لاغر گردانا ہے لیکن تم ہمارے نزدیک کتوں کے مثل ہو۔ ہمارا ایک مجاہد تمہارے ایک ہزار سپاہی کو ضعیف و کمزور سمجھ کر ان سے بھڑنے پر آمادہ ہوتا ہے۔ حضرت خالد نے مزید فرمایا کہ اے نصرانی مکار و فریبی! تو نے مجھ کو یہاں صلح کی گفتگو کرنے بلایا ہے لیکن تو نے صلح کی گفتگو کرنے کے بجائے ہماری تذلیل و توہین کا رویہ اختیار کیا ہے اور اگر تو گفتگو کے بہانے میرے ساتھ مکرو فریب کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو دیکھ! میں اپنے لشکر سے دور یہاں اکیلا ہوں۔ تیرا جو بھی ارادہ ہو ظاہر کر، میں انشاء اللہ تیرے لئے کافی ہوں۔

حضرت خالد کا یہ دندان شکن جواب سن کر وردان کھڑا ہو گیا اور چھلانگ لگا کر حضرت خالد کے دونوں بازو پکڑ کر چٹ گیا۔ حضرت خالد نے بھی اس کو بالکل دبوچ لیا۔ وردان زور سے چلانے لگا کہ اے میرے وفادار محافظو! جلدی دوڑو، میں نے عربوں کے سردار پر قابو پا لیا ہے، جلدی آؤ اور اسے قتل کر دو۔ وردان کی آواز سن کر ٹیلے کی پشت میں چھپے ہوئے صحابی رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوڑے۔ سب نے تلوار ہاتھ میں لے لیں تھیں اور حضرت ضرار سب سے آگے ننگی تلوار لیے مثل شیر جوش و خروش سے جست لگاتے ہوئے

آ رہے تھے۔ وردان نے گمان کیا کہ میرے آدمی آ رہے ہیں۔ اس کا دل باغ باغ ہو گیا لیکن ایک لمحہ میں اس کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ حضرت ضرار کو تیز آندھی کی مانند اپنی طرف آتے دیکھ کر اس کے ہاتھ پاؤں سنسنانے لگے۔ پورے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ ہاتھ کی پکڑ ڈھیلی ہو گئی، حضرت خالد کو چھوڑ دیا اور حضرت خالد کے قدم پکڑ کر گر گڑا انے لگا اور کہا کہ اے خالد! تم مجھ کو جلدی مار ڈالو مگر اس شیطان کو (معاذ اللہ حضرت ضرار کی طرف اشارہ کیا) مجھ سے دور رکھو، اس کی صورت دیکھ کر میرا برا حال ہو رہا ہے۔ حضرت خالد نے بہت ہی سکون سے جواب دیا کہ اطمینان رکھو! وہی تمہارے قاتل ہیں۔ اتنی دیر میں تو حضرت ضرار آپہنچے اور انھوں نے وردان پر وار کرنے کا قصد کیا لیکن حضرت خالد نے ان کو ہاتھ کے اشارہ سے منع کیا، وہ رک گئے۔ حضرت ضرار کے ساتھی بھی اب آپہنچے۔ کل گیارہ مجاہدوں کے حصار میں رومی لشکر کا سردار کسمپرسی کے عالم میں زمین پر لیٹا ہوا تھا۔ تمام مجاہدوں نے تلواریں سونت لی تھیں۔ اور حضرت خالد کے حکم کے منتظر تھے۔ وردان مارے ڈر کے کانپ رہا تھا۔ حضرت خالد کے اور مجاہدوں کے قدموں پر لوٹتا تھا۔ روتا اور گر گڑاتا تھا۔ اس کے حلق سے آواز بھی نہ نکلتی تھی اور وہ امان امان کہہ کر التجا کرتا تھا۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ امان اس کو دی جاتی ہے جو امان کا مستحق ہوتا ہے۔ تو نے صلح کے بہانے مکر و فریب کی جال بچھائی اور خود پھنس گیا۔

”وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِدِيْنَ“ (سورہ آل عمران، آیت: ۵۴)

ترجمہ:- ”اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے۔“ (کنز الایمان)

حضرت خالد نے اتنا فرمانے کے بعد حضرت ضرار کی طرف دیکھا اور آنکھوں آنکھوں میں حکم دے دیا۔ اور حضرت ضرار نے وردان کی رگ شانہ پر تلوار کا وار کیا۔ خنجر... ایک ہلکی سی آواز سنائی دی۔ وردان کی موت کی آخری ہچکی بھی نہ نکلی اور اس کا سر دھڑ سے الگ ہو گیا۔ حضرت ضرار کی متابعت میں ان کے ساتھیوں نے بھی تلواریں رکھیں اور وردان کے ناپاک جسم کو کئی ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا۔

○ لشکر اسلام کی یلغار، رومیوں کی شکست فاش

حضرت خالد نے وردان کے سر کو تلوار کی نوک پر لٹکایا اور اپنے ساتھیوں کو رومی لشکر کی جانب جانے کا حکم دیا۔ تمام مجاہدین رومی لشکر کی طرف بڑھے۔ حضرت خالد ان کے آگے تھے اور ان کی تلوار کی نوک پر وردان کا سر تھا۔ اس ہیئت سے رومیوں نے ان کو اپنی طرف آتے دیکھا تو سمجھے کہ وردان اپنے مکر و فریب میں کامیاب ہو گیا ہے اور وہ اسلامی لشکر کے سردار کا سر کاٹ کر اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ آ رہا ہے لہذا رومی لشکر میں نا قوس بجنے لگے۔ صلبان بلندی کی گئیں، اور رومی سپاہی تالیاں بجا کر ناچنے کودنے لگے۔ اُدھر اسلامی لشکر سے حضرت ابو عبیدہ نے یہ منظر دیکھا تو ان کے دل و جگر پر چھریاں چلنے لگیں اور خوف کیا کہ حضرت خالد مبتلائے مصیبت ہو گئے۔ لہذا انھوں نے رومی لشکر پر یلغار کا حکم دیا۔ مجاہدین بڑے ہی جوش و خروش سے چھوٹے۔ بعض حضرت خالد کے لئے دعائیں مانگتے تھے اور بعض جوش انتقام میں چلاتے تھے۔

رومی لشکر فرط مسرت میں محوِ رقص تھا کہ اتنے میں حضرت خالد اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کے قریب پہنچ گئے۔ تب رومیوں کو پتہ چلا کہ نوک شمشیر پر اسلامی لشکر کے سردار کا نہیں بلکہ ہمارے وردان کا سر ہے۔ پھر کیا تھا؟ رومیوں کے حواس اڑ گئے۔ ان کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا اچھا گیا۔ رومی لشکر میں صف ماتم بچھ گئی اور تھوڑی دیر پہلے جو خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے وہ سینہ کو ٹٹنے لگے۔ حضرت خالد اب رومی لشکر کے بالکل قریب آ گئے اور حضرت ابو عبیدہ بھی اسلامی لشکر لے کر قریب آ گئے۔ حضرت خالد نے پکارا کہ اے رومیو! اے صلیب کے پوجنے والو! میں خالد بن ولید صحابی رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں۔ یہ سر تمہارے سردار کا ہے۔ یہ کہہ کر حضرت خالد نے وردان کے سر کو رومی لشکر پر پھینکا اور رومی لشکر پر حملہ کیا۔ حضرت ضرار اور ان کے ساتھی بھی رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت ابو عبیدہ نے بھی اسلامی لشکر سے یورش کرا دی۔ مجاہدوں نے نعرہ تکبیر کی صدا بلند کی جس کو سنتے ہی رومیوں کے دلوں کو سچکھے لگ گئے اور ان کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ رومیوں نے پیٹھ دکھائی اور بھاگنا شروع کیا۔

مجاہدوں نے رومیوں کو نیزہ و شمشیر کی نوک پر لیا اور جس طرح کھیتوں میں کاشت کاٹی جاتی ہے اس طرح رومیوں کو بکثرت کاٹا۔ رومی چاروں اطراف میں بھاگ رہے تھے اور اسلام کے مجاہدین ان کا تعاقب کرتے۔ جو بھی ہاتھ لگتا، اسے تہ تیغ کر دیتے۔ صبح سے لے کر عصر تک مجاہدین رومیوں کو پیستے رہے۔

ارباب سیر و اہل تاریخ بیان کرتے ہیں کہ نوے ہزار کے رومی لشکر سے پچاس ہزار رومی سپاہی مارے گئے اور باقی بھاگ نکلے۔ بعض قیساریہ کی طرف اور بعض دمشق کی طرف بھاگ گئے۔ جنگ اجنادین کا معرکہ بروز سنہ ۲۸ جمادی الاول، ۱۳ھ کے دن وقوع پذیر ہوا تھا۔ رومی لشکر کے سپاہی اپنے خیمے، مال و اسباب، کپڑے، ہتھیار وغیرہ چھوڑ کر جان بچانے کے لئے بھاگے تھے۔ حضرت خالد نے وہ تمام مال غنیمت جمع کرنے کا حکم دیا۔ بیشمار سونے کی صلیبیں، سونے چاندی کے برتن، سونے کی زنجیریں، ریشمی کپڑے، ہتھیار، خیمے اور دوسری قیمتی چیزیں ہاتھ آئیں۔ حضرت خالد نے تمام مال غنیمت محفوظ کر لیا اور فرمایا کہ یہ مال فتح دمشق کے بعد تقسیم کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔ اسی دن حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ فلسطین سے اجنادین پہنچے۔ جنگ اجنادین میں اسلامی لشکر کے چار سو پچتر (۴۷۵) مجاہدوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

☆ اب تک فتح ہونے والے مقامات

(۱) ارکہ (۲) سختہ (۳) تدمر (۴) حوران (۵) بصرہ (۶) بیت لہیا (اجنادین)

◎ امیر المؤمنین کو فتح اجنادین کی خوشخبری

حضرت خالد بن ولید نے فتح اجنادین کی اطلاع کا تفصیلی خط امیر المؤمنین، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر کرنے کے لئے حضرت عبدالرحمن بن حمید جمی کو روانہ کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملک شام گئے ہوئے اسلامی لشکر کی بہت فکر تھی۔ کیونکہ کئی دنوں سے ملک شام سے کوئی اطلاع نہیں آئی تھی لہذا آپ تشویش کے عالم میں

روزانہ صحابہ کرام کی ایک جماعت لے کر مدینہ کے باہر ملک شام کی طرف جانے والے راستہ تک آتے تھے کہ شاید کوئی قاصد ملک شام سے پیغام لے کر آئے۔ حسب معمول آپ وہاں تشریف لے گئے تھے کہ حضرت عبدالرحمن بن حمید پہنچے۔ حضرت ابو بکر صدیق نے سجدہ شکر ادا کیا۔ جب آپ نے سجدے سے سر اٹھایا تو حضرت عبدالرحمن بن حمید نے آپ کو حضرت خالد کا خط دیا۔ پہلے آپ نے خط کو آہستہ آہستہ پڑھا لیکن جوں جوں پڑھتے جاتے تھے آپ کا چہرہ چمکتا جاتا تھا۔ پھر آپ نے باز بلند خط پڑھ کر اپنے ہمراہ آئے ہوئے صحابہ کرام کو سنایا اور پھر مدینہ منورہ شہر میں واپس لوٹ آئے۔ مدینہ میں خبر پھیلی کہ ملک شام سے قاصد آیا ہے اور عظیم فتح کی خوشخبری لایا ہے تو لوگوں کا جم غفیر مسجد نبوی کے پاس جمع ہو گیا۔ حضرت صدیق اکبر نے حضرت خالد کا خط بلند آواز سے پڑھ کر لوگوں کو سنایا۔ خط سن کر مسلمانوں میں جہاد کا ایسا شوق پیدا ہوا کہ صرف مدینہ منورہ ہی نہیں بلکہ مکہ معظمہ میں بھی جب یہ خبر پہنچی تو وہاں سے بھی لوگ جہاد کے ارادے سے گروہ درگروہ مدینہ آ پہنچے۔

دیکھتے دیکھتے مدینہ طیبہ میں سات ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔ مکہ معظمہ سے جو مجاہدین آئے تھے ان میں حضرت ابوسفیان بن حرب اور عیداق بن ہاشم بھی شامل تھے۔ یمن سے حضرت عمرو بن معدی کرب الزبیدی اور مالک اشتر نخعی بھی کثیر تعداد میں مجاہدین کو لے کر مع اطفال و مستورات آئے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سات ہزار کا لشکر ملک شام روانہ کیا اور لشکر کی روانگی کی اطلاع حضرت خالد کو پہنچانے کے لئے ملک شام سے حضرت خالد کے قاصد کی حیثیت سے آئے ہوئے حضرت عبدالرحمن بن حمید کو ہی لشکر کے آگے خط دے کر روانہ فرمایا۔ حضرت عبدالرحمن بن حمید امیر المؤمنین کا خط لے کر اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر اکیلے روانہ ہو گئے تاکہ وہ جلد از جلد حضرت خالد کے پاس پہنچ کر انھیں امیر المؤمنین کا خط اور سات ہزار کے لشکر کی روانگی کی خبر پہنچا دیں۔



جنگ دمشق (بار دوم)

جس دن حضرت خالد بن ولید نے حضرت عبدالرحمن بن حمید کو خط دے کر مدینہ منورہ روانہ کیا تھا اسی دن انھوں نے اسلامی لشکر کو اجنادین سے دمشق کی جانب کوچ کرنے کا حکم دیا تھا۔ لہذا لشکر نے اجنادین سے اپنا کیمپ سمیٹ لیا اور دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ اہل دمشق کو اجنادین میں رومی لشکر کی شکست فاش کی اطلاع پہلے ہی مل چکی تھی پس جب انھیں یہ خبر ملی کہ اسلامی لشکر اب دمشق کی طرف آ رہا ہے تو وہ بہت گھبرائے۔ دیہات اور اطراف میں بسنے والے بھاگ بھاگ کر دمشق کے قلعہ میں پناہ گزیں ہو گئے۔ قلعہ میں کافی تعداد میں غلہ اور اشیائے صرف جمع کر لیں تاکہ اگر اسلامی لشکر کا محاصرہ طول پکڑے تو ذخیرہ ختم نہ ہو۔ علاوہ ازیں ہتھیار اور سامان جنگ بھی مہیا کر لیا۔ قلعہ کی دیواروں پر منجنيق، پتھر، ڈھال، تیر، کمان، وغیرہ سامان چڑھا دیا تاکہ قلعہ کی دیوار سے محاصرہ کرنے والے اسلامی لشکر پر حملہ کیا جائے۔

اسلامی لشکر کی تعداد اب کافی زیادہ تھی۔ تقریباً پچاس ہزار لشکر کی مجموعی تعداد تھی۔ اسلامی لشکر نے دمشق سے آدھے کوس کے فاصلہ پر دیر خالد نامی مقام پر کیمپ لگایا۔ پھر اسلامی لشکر قلعہ کی طرف آیا اور قلعہ کا محاصرہ کیا۔ حضرت خالد بن ولید نے دمشق کے متفرق دروازوں پر حسب ذیل ترتیب سے سرداروں کو متعین فرمایا:

(۱) باب جابیہ پر حضرت ابو عبیدہ بن جراح

(۲) باب صغیر پر حضرت یزید بن ابی سفیان

(۳) باب توما پر حضرت شریل بن حسنہ

(۴) باب فرادیس پر حضرت عمرو بن العاص

(۵) باب کیسان پر حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی

(۶) باب شرقی پر حضرت خالد بن ولید بذات خود

(۷) باب مرقش بندر ہوتا تھا، وہاں لڑائی نہ تھی اس لئے مجاہدوں نے اس دروازے کا نام ”باب السلامہ“ رکھ دیا۔

(۸) حضرت ضرار بن ازور کو دو ہزار (۲۰۰۰) سوار کے ساتھ لشکر کے طلیعہ کی حیثیت سے مقرر کیا تاکہ وہ ہر باب پر گشت کریں اور جہاں ضرورت ہو وہاں کمک کریں۔ علاوہ ازیں قلعہ کے باہر کوئی رومی جاسوس نظر آئے تو اس کو گرفتار کر کے حضرت خالد کے پاس بھیج دیں۔ جب رومیوں کو پتہ چلا کہ اسلامی لشکر نے قلعہ کا محاصرہ کیا ہے تو وہ قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے اور تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی، ساتھ میں منجنيق سے پتھر بھی برسانے شروع کئے۔ اسلامی لشکر نے قلعہ کے نیچے سے تیروں سے جواب دیا۔ دونوں طرف کے بہت سے آدمی زخمی ہوئے۔ حضرت خالد بن ولید باب شرقی پر مصروف جنگ تھے کہ ان کے پاس حضرت عبدالرحمن بن حمید مدینہ طیبہ سے امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق کا خط لے کر واپس آئے۔ حضرت خالد نے وہ خط پڑھا اور پھر ہر دروازہ پر وہ خط پڑھنے کے لئے بھیجا۔ تمام دروازوں پر متعین سرداروں نے بلند آواز سے وہ خط پڑھ کر سنایا۔ مجاہدین اس خط میں دی گئی اطلاع یعنی حضرت ابوسفیان، حضرت عمرو بن معدی کرب اور حضرت مالک اشتر نخعی کی معیت میں سات ہزار کے لشکر کی خبر سن کر بہت خوش ہوئے۔ حضرت خالد موقع ملتے ہی تمام دروازوں پر گشت کرتے تھے۔ معائنہ کرتے اور ضروری ہدایات کرتے تھے۔ صبح سے لے کر شام تک فریقین نے ایک دوسرے پر تیر اور پتھر پھینک کر حملے کئے۔ لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ غروب آفتاب کے وقت جنگ موقوف کر دی گئی۔ رات کے وقت تمام اسلامی سردار اپنے محاذ پر ٹھہرے رہے۔ ہر دروازے پر مجاہدین بلند آواز سے تکبیر اور تہلیل کہتے تھے اور اپنی بیداری کا ثبوت دینے کے ساتھ ساتھ ماحول کو گرما کر رومیوں کو مرعوب کرتے تھے۔ رومی بھی گھٹنے بجا کر اور کلمات کفر بول کر شور و غل مچاتے تھے، اور ہاتھ میں شمعیں روشن کئے قلعہ کی فصیل پر گھومتے تھے۔ رومیوں نے اس کثرت سے مشعلیں روشن کی تھیں کہ رات کے وقت بھی دن کا اُجالا معلوم ہوتا تھا اور آس پاس کا منظر صاف نظر آتا تھا۔ حضرت ضرار بن ازور اپنے ساتھیوں کے ساتھ قلعہ کے ہر دروازے پر گشت کرتے تھے۔ اور سخت نگہبانی کرتے تھے۔

◎ اہل دمشق کا حاکم تو ما سے مشورہ

رات کے وقت دمشق کے رؤساء، امراء اور دانشمند حاکم تو ما کے محل میں آئے اور حاکم تو ما سے کہا کہ مسلمانوں کے لشکر جرار نے ہم پر یورش کر کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا ہے۔ لہذا تم ہر قل بادشاہ سے کمک طلب کرو یا پھر مسلمانوں سے مصالحت کر لو اور وہ جو مانگیں انہیں دے کر یہاں سے رفع دفع کرو کیونکہ ہم میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ ہم ذہنی الجھن اور بلا میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ تو ما حاکم نے تکبر اور غرور کے نشے میں دھت ہو کر کہا کہ ہر قل اعظم کے سر کی قسم! میں عربوں کو کوئی حیثیت نہیں دیتا۔ میں جب ان کے مقابلے کے لئے نکلوں گا تب تم دیکھنا کہ میں ان کی صفیں الٹ دوں گا اور اگلوں کو پچھلوں سے ملا دوں گا۔ میں ہر قل اعظم کا داماد اور ماہر جنگجو ہوں۔ ملک شام میں میرا کوئی ثانی نہیں۔ میرا وہ رعب اور دبدبہ ہے کہ اگر میں شہر پناہ کے دروازے کھول بھی دوں تو ان عربوں کو میرے ہوتے ہوئے شہر میں پاؤں رکھنے کی بھی جرأت نہ ہوگی۔ اہل دمشق نے کہا کہ اے ہمارے حاکم! تم نے ان عربوں کو لڑتے نہیں دیکھا۔ ان کی دلیری کا یہ عالم ہے کہ ان کے لشکر کا ضعیف اور بوڑھا شخص ہمارے پندرہ بیس نوجوان پر اکیلا بھاری پڑتا ہے۔ اور ان کا سردار خالد بن ولید ایسا خطرناک ہے کہ ہمارا کوئی شہ ذرا اس کا مقابلہ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ حاکم تو ما نے کہا کہ خواہ مخواہ عربوں سے اتنا ڈرتے ہو۔ ان ننگے بھوکے عربوں سے کیا ڈرنا کہ جن کے پاس جنگ کا ساز و سامان بھی نہیں۔ اہل دمشق نے کہا کہ تم غلط فہمی میں مبتلا ہو۔ فلسطین، بیت لہیا، شحوراء، نہر استریاق، اور اجنادین میں انھوں نے ہمارا اتنا ہتھیار چھینا ہے کہ ان کے پاس ہتھیار کی بہتات ہے۔ یہ جب ملک شام میں آئے تھے تب ان کے پاس سامان جنگ کہاں تھا؟ اس کے باوجود ہم پر غالب آ گئے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اس بات کا یقین دلایا ہے کہ جو کافر میدان جنگ میں مارا جائے گا وہ دوزخ میں جائے گا اور جو مسلمان جہاد کرتے ہوئے مرے گا وہ جنت میں جائے گا۔ لہذا وہ اپنے نبی کے وعدہ پر کامل اعتماد رکھ کر جان ہتھیلی پر لے کر لڑتے ہیں اور موت کی پروا نہیں کرتے لہذا اے حاکم!

کسی بھی صورت سے یہ مسئلہ حل کر۔ چاہے صلح سے ہو یا دلیری سے لڑ کر۔ ورنہ ہم ان عربوں سے صلح کر لیں گے اور ان کے لئے شہر کے دروازے کھول دیں گے۔

اہل دمشق کی یہ دھمکی سن کر حاکم تو ما کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ اس کو خوف لاحق ہوا کہ کہیں میری قوم اپنا کہنا سچ نہ کر دکھائے۔ لہذا اس نے اہل دمشق کو ڈھارس دلاتے ہوئے کہا کہ ہر قل بادشاہ کا لشکر جرار عنقریب ہماری کمک کرنے آ رہا ہے اور آئندہ کل میں بذات خود ان سے لڑنے نکلوں گا اور ان کو پیس کر رکھ دوں گا۔ ان کے سرداروں کو تو ایک ایک کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔ لیکن تم بھی میری طرح ہمت اور اولوالعزمی سے کام لیتے ہوئے میرے ساتھ عربوں کا مقابلہ کرو۔ یقین جانو کہ اگر تم نے بہادری سے عربوں کا مقابلہ کیا تو ان کے قدم اکھڑ جائیں گے اور راہ فرار اختیار کرنے کے علاوہ ان کے پاس کوئی چارہ نہ رہے گا۔ تم خواہ مخواہ ان کی شہ میں آ گئے ہو اور ڈرتے ہو۔ تم کل دیکھنا کہ عربوں کا بھرم کھل جائے گا۔ اور ان کی بندھی ہوئی ہوا جاتی رہے گی۔ میں کل عربوں پر بلائے ناگہانی کی طرح نازل ہو کر ان کو تباہ کر دوں گا۔ اہل دمشق حاکم تو ما کی شیخی بھری باتوں میں آ گئے اور کہا کہ اے سردار! ہم تمہارے ساتھ شانہ سے شانہ ملا کر آخری دم تک عربوں سے لڑیں گے۔ حاکم تو ما اہل دمشق کے عہد و پیمان سے مسرور ہوا اور ان کو تسلی دے کر رخصت کیا۔ اہل دمشق نے حاکم تو ما کا شکریہ ادا کیا اور مطمئن ہو کر اس کے پاس سے اپنے گھر چلے گئے۔ تمام رومیوں نے آئندہ کل اسلامی لشکر سے مقابلہ کرنے کا مصمم عزم و ارادہ کر لیا۔ رات سکون سے بسر ہوئی۔ دونوں لشکر کے نگہبان اپنی ذمہ داری رات بھر نبھاتے رہے یہاں تک کہ شب تاریکی سیاہ زلفیں سمٹ گئیں اور روشنی بکھرتی ہوئی صبح کی پو پھیٹی۔



جنگ دمشق کا دوسرا دن

صبح صادق ہوئی ہر سردار نے اپنے اپنے لشکر کے ساتھ باجماعت نماز فجر پڑھی، اور نماز سے فاف ہو کر مسلح ہو کر حملہ کرنے قلعہ کی طرف آگے بڑھے۔ رومیوں نے اسلامی لشکر کو قلعہ کی فصیل کی طرف آتے دیکھ کر چلانا شروع کیا۔ ہزاروں کی تعداد میں تیر انداز، کمان میں تیر چڑھا کر حملہ کے لئے آمادہ ہو گئے۔ منجیقین پتھروں سے آراستہ کر لی گئیں۔ حضرت خالد نے اسلامی لشکر کو حکم دیا تھا کہ کوئی بھی شخص سوار ہو کر مقابلہ کرنے نہ جائے بلکہ پایادہ جائے اور اپنے آپ کو ڈھال کی آڑ میں چھپا کر بہت ہی احتیاط سے آگے بڑھے کیونکہ رومی دشمن قلعہ کی دیوار سے تیر اور پتھر برساتے ہیں لہذا ہر باب پر اسلامی لشکر پیادہ ہی قلعہ کی طرف آگے بڑھا۔ جیسے ہی اسلامی لشکر قریب آیا رومیوں نے شدت سے تیر اور پتھر برسانے شروع کئے لیکن لشکر اسلام کے جانباز مجاہد ثابت قدم رہے۔ باب تو ماہر حاکم تو ماہر رومیوں کو جنگ کی ترغیب دیتا تھا اور اُکساتا تھا۔ اس کے ساتھ دمشق کا سب سے بڑا راہب تھا۔ راہب کے سر پر سونے کی صلیب اعظم تھی۔ اس بڑے راہب نے صلیب اعظم کو باب تو ماہر کے برج پر گاڑ دیا۔ اور اس کے پاس بہت سے راہب، بطریق اور دین نصرانی کے عابد جمع ہوئے۔ ایک نصرانی عالم کے ہاتھ میں انجیل تھی۔ اس نے انجیل کو صلیب کے پاس رکھا۔ پھر تمام راہبوں نے بلند آواز سے کلمہ کفر کہا اور تو ماہر کے لئے بوسیلہ صلیب و انجیل دعا مانگی۔ دعا کے اختتام پر حاکم تو ماہر نے سختی سے حملہ کرنے کا حکم دیا۔

○ حضرت ابان بن سعید بن عاص کی شہادت

باب تو ماہر حضرت شریحیل بن حسنہ اپنے لشکر کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ جب حاکم تو ماہر نے شدت سے تیر اور پتھر برسائے تو حضرت شریحیل کے ساتھیوں نے ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اور سخت لڑائی لڑی۔ بہت سے مجاہد زخمی ہوئے۔ کسی کا سر پھٹا، کسی کا ہاتھ ٹوٹا، کسی کا پاؤں گھائل ہوا، کسی کے بازو میں تیر گھسا۔ الغرض تمام دروازوں کے مقابلے میں باب تو ماہر رومیوں کا حملہ بہت شدید تھا۔ حضرت ابان بن سعید بن عاص کو ایک زہر آلود تیر لگا۔ تیر نکال کر حضرت ابان

نے زخم پر عمامہ باندھ لیا لیکن تھوڑی ہی دیر میں زہر ان کے جسم میں سرایت کر گیا۔ حضرت ابان بن سعید غش کھا کر گرے۔ مجاہدین ان کو اٹھا کر خیمہ میں لے آئے۔ اور ان کا علاج کرنے کی غرض سے زخم پر باندھا ہوا عمامہ کھولا۔ حضرت ابان کی حالت بہت نازک تھی۔ بچنے کی بہت کم امید تھی۔ زہر کا اثر ان کے جسم سے ظاہر ہو رہا تھا۔ حضرت ابان کو اس امر کا احساس ہو گیا تھا کہ اب زندگی کے آخری لمحات ہیں۔ دار الفنا سے دار البقاء کی طرف جانے کا وقت آ گیا ہے۔ مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار کا شرف حاصل کرنے کا وقت آ گیا ہے:

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے

کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

(از: - امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

حضرت ابان بن سعید نے آسمان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا گویا وہ کوئی منظر دیکھ رہے تھے۔ ان کے چہرے پر ایک عجیب چمک پھیل گئی۔ اور وہ اُنکلی اُٹھا کر آسمان کی جانب اشارہ کرتے ہوئے پکارا اُٹھے:

”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ هَذَا

مَا وَعَدَ الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ۔“

ترجمہ: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا

ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ یہ وہ ہے

جس کا رحمان نے وعدہ کیا ہے اور رسولوں نے تصدیق کی ہے۔“

اتنا کہنے کے بعد ان کا انتقال ہو گیا:

جان دے دو وعدہ دیدار پر

نقد اپنا دام ہو ہی جائے گا

(از: - امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

حضرت ابان بن سعید کا نکاح اجنادین کی جنگ کے دوران ہوا تھا۔ ان کی زوجہ محترمہ اُمّ

ابان بن ربیعہ کے ہاتھ کی مہندی کا رنگ اور ان کے سر میں عطر کی خوشبو ابھی تک باقی تھی۔

حضرت اُمّ ابان کا شمار ملک عرب کی اُن شجاع اور دلیر خواتین میں ہوتا تھا جو راہ خدا میں دشمنان دین سے جہاد کرنے میں پیش پیش رہتی تھیں۔ جب اُن کو اپنے سر تاج کی شہادت کی اطلاع ملی تو بھگتی ٹھوکریں کھاتی ہوئی آئیں اور اپنے شوہر کی لاش کے پاس کھڑی ہو گئیں۔ غم و اضطراب میں سراپا غرق تھیں لیکن صبر و استقلال کا پیکر بنی ہوئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امیدوار تھیں۔ اپنی زبان سے ناشکری کا ایک جملہ بھی نہیں نکالا۔ اپنے شوہر کو مخاطب کر کے ان کے ہجرو فراق میں اشعار کہتی تھیں۔ ان عربی اشعار کا صرف ترجمہ ذیل میں پیش ہے:

”گوارا ہوتم کو وہ چیز جو دی گئی۔ تم تو حور عین کی طرف اور سایہ پروردگار کی طرف چل دیئے۔ اُس پروردگار عالم کی طرف چل بے جس نے ہم دونوں کو ملایا تھا پھر جدا کر دیا۔ قسم ہے رب جہاں کی! میں ہر حال میں جہاد کروں گی اور کوشش کروں گی کہ تم سے جلد از جلد مل جاؤں کیونکہ میں تمہاری آرزو مند ہوں۔ تھوڑے ہی دنوں کی رفاقت میں نہ تم مجھ سے آسودہ ہوئے اور نہ میں تم سے سیراب ہوئی مگر اللہ کو یہی امر منظور تھا کہ ہم میں جدائی واقع ہو میں نے حرام کیا اپنے اوپر اس امر کو کہ تمہارے بعد کوئی دوسرا شخص مجھ کو مس کرے۔ میں نے اپنی جان اللہ کی راہ میں وقف کی اور عنقریب تم سے آملوں گی۔ اللہ سے اُمید کرتی ہوں کہ یہ امر جلد واقع ہو۔“

(حوالہ: فتوح الشام، از: علامہ واقدی، ص: ۹۷)

حضرت خالد بن ولید نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت ابان بن سعید کو دفن کیا گیا۔ حضرت ابان بن سعید کی تدفین تک ان کی زوجہ نے مطلق آہ و گریہ نہ کیا۔ بلکہ صبر و تحمل سے کام لیا۔

○ حضرت ابان بن سعید کی زوجہ کی شجاعت

حضرت ابان بن سعید کی تدفین کے بعد حضرت اُمّ ابان اپنے خیمے کی طرف پلٹیں لیکن ان کا ہر قدم ایک عزم محکم اور پختہ ارادے کے ساتھ اُٹھ رہا تھا۔ اپنے شوہر کے انتقام کا ولولہ موجزن تھا۔ اپنے خیمہ میں آ کر ہتھیار تھاما۔ اپنے چہرے پر کپڑا باندھا اور اپنی ہیئت بدل ڈالی اور حضرت

خالد بن ولید سے اجازت لئے بغیر باب تو ما پر حضرت شریحیل بن حسنہ کے لشکر میں آ کر شامل ہو گئیں جہاں ان کے شوہر شہید ہوئے تھے۔ باب تو ما پر اس وقت سخت لڑائی جاری تھی۔ حضرت اُمّ ابان مجاہدوں میں شامل ہو کر سخت لڑائی لڑتی تھیں۔ باب تو ما کے برج پر ایک شخص حاکم تو ما کے آگے کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں صلیب اعظم تھی اور وہ صلیب سونے کی تھی اور اس میں قیمتی جواہر جڑے ہوئے تھے۔ صلیب اعظم اٹھانے والا شخص رومیوں کو جنگ کی ترغیب دیتا تھا اور صلیب کے وسیلہ سے فتح و کامیابی کی دعا مانگتا تھا۔ حضرت اُمّ ابان نے اس شخص کا نشانہ لیا اور تیر چلایا۔ تیر ٹھیک نشانہ پر لگا۔ تیر لگتے صلیب بردار تمللا اٹھا اور زخم لگنے سے اُچھلا اور اس کے ہاتھ سے صلیب چھوٹ کر نیچے گری۔ صلیب کے گرتے ہی مجاہدین نے لپک کر اس کو اٹھالیا اور حضرت شریحیل بن حسنہ کے حوالے کر دیا۔ شہر پناہ کی دیوار سے حاکم تو ما نے دیکھا کہ صلیب اعظم نیچے گر کر مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئی ہے تو وہ بوکھلا گیا اور اسے اپنی ہلاکت کا خوف محسوس ہوا۔ حاکم تو ما نے رومیوں کو پکار کر کہا کہ اے صلیب کے پرستارو! ہماری بزرگ اور مقدس صلیب عربوں نے چھین لی ہے۔ ہمارا مذہبی شعار دشمنوں کے قبضہ میں چلا گیا ہے اور یہ امر ہمارے لئے باعث عار ہے۔ میں صلیب اعظم کو واپس لینے میدان میں جاتا ہوں۔ جس کے دل میں دین مسیح کی تعظیم و احترام ہو وہ میرا ساتھ دے۔ یہ کہہ کر حاکم تو ما سرعت سے زینہ اُتر کر نیچے آیا اور دروازہ کھولنے کا حکم دیا۔ دروازہ کھلتے ہی رومی لشکر بھی حاکم تو ما کے ساتھ قلعہ سے باہر نکلا۔

میدان میں آ کر تو ما نے مجاہدوں پر تیر اور پتھر شدت سے برسانے شروع کئے۔ قلعہ کی دیوار سے بھی حملہ کی سختی ہوئی لہذا حضرت شریحیل نے مجاہدوں کو پیچھے ہٹ کر دیوار سے اتنے فاصلہ پر ٹھہرنے کا حکم دیا کہ دیوار کے اوپر سے پھینکے جانے والے تیروں اور پتھروں کا خطرہ نہ رہے۔ مجاہدوں نے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ حاکم تو ما یہ سمجھا کہ میں دروازہ کھول کر لڑنے میدان میں آیا ہوں اس لئے مسلمان میرے رعب و خوف کی وجہ سے پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ رومی لشکر کے سپاہیوں نے بھی یہی گمان کیا اور قلعہ کی دیوار پر موجود رومیوں نے بھی ایسا ہی سوچا۔ لہذا ان کے حوصلے بلند ہوئے اور کثرت سے رومی قلعہ سے نکل کر میدان میں آنے لگے۔ حضرت شریحیل بن حسنہ کے ساتھ مجاہدوں نے بڑی پامردی سے رومیوں کا مقابلہ کیا۔ رومیوں کی

تعداد بڑھتی ہی چلی جا رہی تھی اور حاکم تو ماسب کو ترغیب دیتا تھا۔ حاکم تو ماست ہاتھی کی مانند جھومتا ہوا دائیں بائیں حملہ کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ اپنی حفاظت کے لئے رومی گہروں اور دیروں کا گروہ اپنے ارد گرد رکھا تھا۔ دفعۃً تو مانے دیکھا کہ صلیب اعظم حضرت شرحبیل بن حسنہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ مثل چیتے کے جست لگا کر حضرت شرحبیل پر حملہ آور ہوا۔ تو مانے چلا کر فحش گالی دیتے ہوئے حضرت شرحبیل سے کہا کہ تم پر ہلا کی لانے والی بلا بٹکل تو ما آ پہنچی ہے، اپنی جان کی خیر چاہتے ہو تو صلیب میرے حوالے کر دو۔ حضرت شرحبیل نے صلیب کو زمین پر ڈال دیا اور تلوار و ڈھال لے کر تو ما کے مقابلہ میں آگئے دونوں میں شدت کی شمشیر زنی شروع ہو گئی۔ تو ما صلیب کی وجہ سے خشم ناک ہو کر بہت ہی زور سے وار کرتا تھا۔ اور حضرت شرحبیل تو ما کے تمام وار ڈھال پر لے کر خالی پھیرتے تھے لہذا تو ما مشتعل ہو کر حملے کی شدت میں اضافہ کرتا تھا اور قریب تھا کہ تو ما صلیب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

حضرت اُم ابان نے حضرت شرحبیل بن حسنہ کے ساتھ تو ما کو لڑتے دیکھ کر مجاہدوں سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے؟ بتایا گیا یہی شخص دمشق کا حاکم تو ما ہے جو ہر قل بادشاہ کا داماد ہے اور اسی نے تمہارے شوہر کو شہید کیا ہے۔ اپنے شوہر کے قاتل کو اپنی نظروں کے سامنے دیکھ کر حضرت اُم ابان کی آنکھوں سے شعلے برسنے لگے۔ فوراً کمان میں تیر چڑھالیا اور تو ما کا نشانہ باندھا اور ”بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلَىٰ مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ“ کہہ کر تیر پھینکا۔ تیر تو ما کی دائیں آنکھ میں بیوست ہو گیا۔ تیر لگتے ہی تو ما بھیڑیے کی طرح چیخا۔ حضرت اُم ابان نے دوسرا تیر کمان میں رکھ کر نشانہ باندھا تو ما پر ماریں مگر تو ما کے محافظوں نے تو ما کو گھیرے میں لے لیا۔ حضرت اُم ابان نے پے در پے تیر برسائے اور کئی رومیوں کو زخمی کر دیا۔ دو گہروں کو جہنم رسید کر دیا۔ تیر لگنے کی وجہ سے تو ما نڈھال ہو گیا اور شدت درد سے بھونکنے لگا اور پیٹھ پھیر کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ قلعہ کی طرف بھاگا۔ تو ما کو بھاگتا دیکھ کر تمام رومی سپاہی بھی قلعہ کی طرف بھاگے۔ مجاہدوں نے ان کا تعاقب کیا اور قلعہ کے دروازے تک پہنچا دیا اور اس دوران تین سو رومیوں کو قتل کر ڈالا۔

حاکم تو ما اور رومی قلعہ میں داخل ہو گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ حاکم تو ما درد کی وجہ سے بری طرح کرا رہا تھا۔ فوراً جراثیم اور معالین کو بلایا گیا۔ حاکم تو ما کی آنکھ کی مرہم پٹی کی گئی۔ اہل

دمشق نے تو ما سے کہا اے سردار! آج ہم پر دو مصیبتیں آئیں۔ ایک تو یہ کہ ہم سے صلیب اعظم چھین لی گئی اور دوسری یہ کہ تیری آنکھ پھوٹ گئی۔ اسی لئے ہم نے کہا تھا کہ ان عربوں سے مقابلہ کرنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ آج کے دن کی فضیحت سے نصیحت حاصل کر اور عربوں سے مصالحت کی کوئی صورت اختیار کر۔ اب بھی وقت ہے، زیادہ کچھ نہیں گیا ہے۔ اپنے دماغ کو آسمان سے زمین پر لا اور ہماری بات دماغ میں اتار۔

◎ حاکم تو ما کی شیخی بھری باتیں

حاکم تو ما اپنی آنکھ کے زخم کی کلفت سے بے چین و بیقرار تھا۔ لوگوں کی باتیں سن کر مزید پریشان ہوا۔ غضب ناک ہو کر کہا کہ ایسا بزدلانہ مشورہ دے کر تم اپنے ضمیر کے مُردہ ہونے کا ثبوت دیتے ہو۔ ہماری صلیب اعظم ہم سے چھین لی گئی اس سے بڑا صدمہ کیا ہو سکتا ہے؟ میری ایک آنکھ ضائع ہوئی لیکن یقین جانو کہ مقدس صلیب عربوں سے واپس حاصل کروں گا اور میری ایک آنکھ کے بدلے عربوں کی ہزار آنکھیں پھوڑوں گا تا کہ شاہ ہر قل کو معلوم ہو جائے کہ اس کے بہادر داماد نے اپنا بدلہ لے لیا۔ اے صلیب کے پرستارو! میں عنقریب عربوں کے سردار کے ساتھ فریب کر کے مارڈالوں گا اور ان کو ملک شام سے بھگا دوں گا۔ ہمارا جو مال و اسباب انھوں نے لوٹا ہے وہ اُن سے واپس چھین لوں گا بلکہ ایک لشکر لے کر ملک حجاز پر یورش کروں گا اور ان کے سردار ابو بکر تک پہنچ جاؤں گا اور ان کی نشانیوں یعنی خانہ کعبہ اور روضہ انور کو مٹا دوں گا۔ ان کی مسجدوں کو کھود ڈالوں گا۔ ان کے شہروں کو تباہ و برباد کر دوں گا۔ ان کے گھروں کو گوہوں اور وحشی جانوروں کا مسکن بنادوں گا۔ اس طرح تو ما بڑی دیر تک بکواس کرتا رہا۔ پھر وہ قلعہ کی دیوار پر چڑھا۔ رومیوں کو لڑنے کی ترغیب دینے لگا۔ پورے دن جنگ جاری رہی یہاں تک کہ آفتاب نے اپنا چہرہ افق کے ریشمی آنچل کے کناروں میں چھپا لیا۔ جنگ موقوف۔ گزشتہ شب کی طرح آج بھی اسلامی لشکر کے سردار اپنے مقام پر ٹھہرے۔ تمام دروازوں پر اذان کہی گئی اور عشاء کی نماز باجماعت پڑھی گئی۔

○ رات میں سوئے ہوئے اسلامی لشکر پر حاکم دمشق کا حملہ

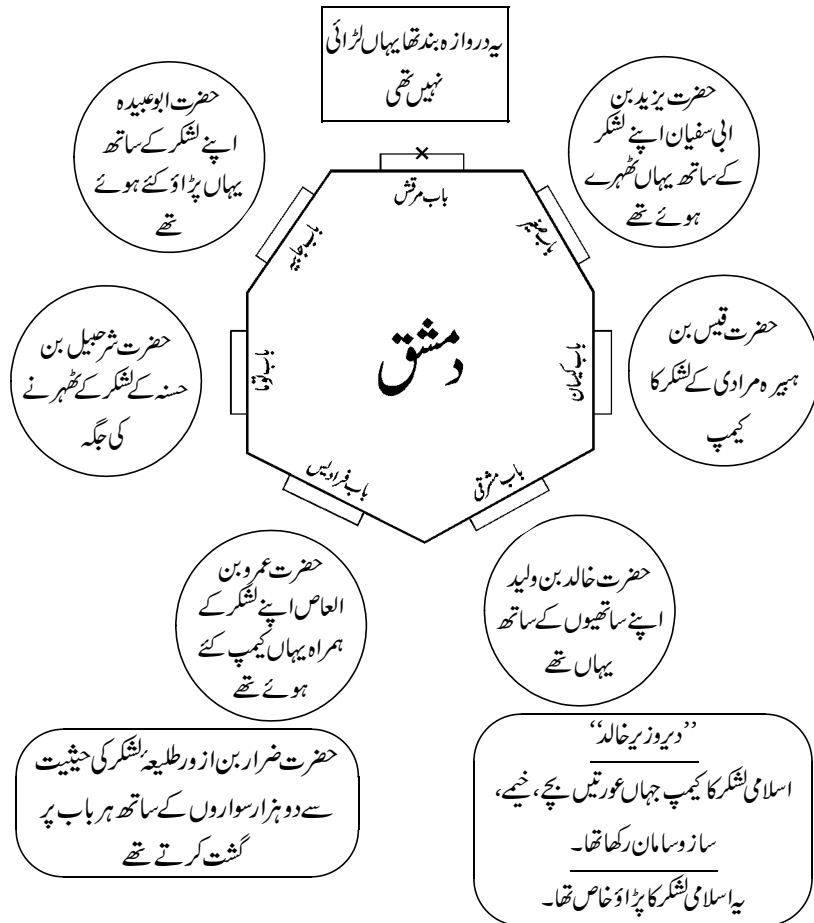
رات کے وقت حاکم توما نے رومی لشکر کے تمام سرداروں اور شہر کے معزز لوگوں کو اپنے محل میں بلایا اور کہا کہ ہم تعداد میں اور اسلحہ میں مسلمانوں سے بہت زیادہ ہیں۔ مسلمانوں کا لشکر ہمارے شہر کے قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے ہے۔ قلعہ کے چھ دروازوں پر ان کے الگ الگ سردار اپنا لشکر لے کر ٹھہرے ہیں۔ لہذا میں نے یہ تدبیر سوچی ہے کہ آج رات میں جب مسلمان غافل سوئے پڑے ہوں تب ہم سب یکبارگی ان پر حملہ کر دیں اور انہیں ختم کر دیں۔ حملہ کی صورت یہ ہوگی کہ تمام دروازوں کے پاس ہمارے بہادر لڑنے والے جمع ہو جائیں اور پوری طرح مسلح ہوں۔ تمام دروازے ایک ہی وقت میں ایک ساتھ کھولے جائیں اور تمام دروازوں سے ہم ٹکلیں اور شبنوں مار دیں۔ حملہ کرنے کے لئے ناقوس بجایا جائے گا۔ ناقوس کی آواز سن کر تمام دروازے کھول دیئے جائیں اور ہر دروازے سے نکل کر حملہ کر دیں اور مسلمانوں کو مار ڈالیں۔ اہل دمشق نے حاکم توما کی تدبیر کو بہت پسند کیا اور رات میں اسلامی لشکر پر حملہ کرنے کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔

آدھی رات جب بیتی تو توما نے ہر باب پر جدا جدا گروہ مقرر کیا اور سب کو ہدایت و نصیحت کی۔ مثلاً باب شرقی والے گروہ سے کہا کہ تم بہت احتیاط سے کام لینا کیونکہ اس دروازہ پر مسلمانوں کا سردار ہے۔ اسی طرح ہر باب کے گروہ کو متنبہ کیا۔ ہر دروازے پر گشت اور معائنہ کرنے کے بعد توما نے ناقوس بجانے کا حکم دیا۔ ناقوس بجتے ہی قلعہ کے تمام دروازے کھول دیئے گئے ہر دروازے سے رومی نکلنے شروع ہوئے۔ تمام نے زرہیں پہنی تھیں اور ہاتھ میں تلوار، نیزہ وغیرہ تھے۔ قلعہ سے باہر آ کر تمام رومی متفرق اسلامی کیمپوں پر ایک ساتھ حملہ آور ہوئے۔

○ حضرت خالد بن ولید کا و امحمد اہ کا نعرہ

آدھی رات کے بعد جب رومی حملہ کرنے قلعہ سے باہر آنے والے تھے اس وقت کچھ مجاہدین مشغول عبادت تھے۔ اور کچھ تہجد کی نماز کے لئے وضو کر رہے تھے کہ انھوں نے ناقوس کی

آواز سنی پھر دروازوں کے کھلنے کی آواز آئی اور تھوڑی ہی دیر میں زرہ اور ہتھیاروں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ پس وہ ہوشیار ہو گئے اور اپنے ہمراہیوں کو جگانا اور خطرہ سے آگاہ کرنا شروع کر دیا۔ تمام مجاہدین چونک کر مثل شیر اُٹھ کھڑے ہوئے اور جلدی جلدی مقابلے کے لئے نکلے۔ انھیں مسلح ہونے کا بھی موقع نہیں ملا۔ صرف تلوار اور ڈھال لے کر دوڑے۔ قلعہ دمشق کے تمام ابواب اور اسلامی لشکر کے سرداروں کا ہر باب پر ٹھہرنا اور اسلامی لشکر کے کیمپ کا جغرافیہ ناظرین کرام کی ضیافت طبع کے لئے ذیل میں درج ہے۔ ذہن میں یہ خاکہ مستحضر رکھ کر مطالعہ کرنے سے جنگ کی کیفیت کا صحیح انداز ہونے کے ساتھ ساتھ مطالعہ کا لطف بھی دوچند ہوگا۔



رات کے وقت رومیوں نے متفرق ابواب پر جب یوریش کی تھی اور اچانک چھاپا مارا تھا تب حضرت خالد بن ولید باب شرقی کے مقابل جو کیمپ تھا وہاں نہیں تھے بلکہ ”دیر“ نام کے مقام پر جہاں اسلامی لشکر کا خاص پڑاؤ تھا وہاں کی حفاظت کے لئے ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس کیمپ میں خواتین و اطفال اور مال و اسباب کی نگرانی ضروری تھی، لہذا وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ تقریباً ایک یا دو ہزار کے لشکر کے ساتھ دیروز خالد کے کیمپ میں تھے اور باب شرقی پر حضرت رافع بن عمیرہ طائی کو اپنا قائم مقام مقرر کیا تھا۔ جب رومیوں نے ایک ساتھ تمام ابواب سے نکل کر اسلامی لشکروں پر چھاپا مارا تو مجاہدوں نے بھی ان کو جواب دیتے ہوئے مقابلہ کیا۔ لہذا ایک زبردست شور و غل بلند ہوا۔ رات کا وقت ہونے کی وجہ سے آدھے کوس کے فاصلہ پر واقع ”دیر“ میں اسلامی کیمپ تک آواز پہنچی۔ پھر کیا ہوا؟ یہ جاننے سے پہلے علامہ

واقدی کی زبانی صورت حال کی کیفیت سماعت فرمائیں:

”ایک شخص نے اُس کے ساتھیوں سے صاحب ناقوس کے پاس جا کر حکم اُس کے بجانے کا دیا۔ پس ایک ایسی آواز سخت بجائی اُس نے کہ سوائے اُس کے اور آواز نہ تھی۔ یہاں تک کہ کھولا قوم نے سب دروازوں کو اور دوڑ پڑے لوگ اُسی وقت اور نکلا تو دروازے سے اور سنی مسلمانوں نے آواز۔ پس دوڑے وہ لوگ بجانب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور وہ غافل تھے قوم کے فریب سے مگر یہ کہ جاگتے اور ہوشیار تھے۔ پس جب سنا لوگوں نے آواز کو جگا دیا بعضوں نے بعض کو اور آوازیں دینے لگے اور اُٹھ کھڑے ہوئے لوگ اپنے خواب گاہوں سے مثل شیر حملہ آور کے۔ پس نہیں پہونچے اُن تک دشمن ان کے مگر یہ کہ وہ ہوشیار ہو گئے تھے۔ اور متوجہ مقابلہ دشمن ہوئے مگر بے ترتیب تھے۔ پس لڑے لوگ بیچ اندھیری رات کے اور کام کیا تلواروں نے اور سنا خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آواز کو۔ پس اُٹھ کھڑے ہوئے بدحواس گھبرائے ہوئے۔ بسبب سننے آواز اور فریاد کے اور چلا کر کہا ”وَ اَغْوْثَا۔ وَالْاِسْلَامَاہ۔ وَ اَحْمَدَاہ۔ اَکْیْنُوْا قَوْمِیْ وَ رَبِّ الْکَعْبَةِ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْظِرْ

اَلیْہِمَّ بِعَیْنِکَ الْتِیْ لَا تَنَامُ وَ اَنْصُرْہُمْ وَلَا تَسْلَمْہُمْ اِلٰی عَدُوِّہُمْ“

(فتوح الشام، از: - علامہ واقدی، ص: ۱۰۳)

حضرت خالد بن ولید نے فوراً حضرت فتحان بن زید طائی جو حضرت عدی بن حاتم طائی کے بھائی تھے ان کو اپنا قائم مقام بنایا اور تمام لشکر ان کے ساتھ رہنے دیا اور اپنے ساتھ چار سو (۴۰۰) سواروں کو لے کر اسلامی کیمپ سے باب شرقی کی جانب روانہ ہوئے۔ حضرت خالد اور ان کے ساتھی ایسی غلت میں روانہ ہوئے کہ زرہ پہننے کی بھی مہلت نہ ملی۔ ایک پل کی تاخیر بھی ان کو گوارا نہ تھی۔ حضرت خالد نے اپنے گھوڑے کی باگ ڈھیلی چھوڑ دی اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ برق رفتاری سے دمشق کے قلعہ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ حضرت خالد کو اپنے مسلمان بھائیوں پر نازل مصیبت کا بڑا قلق تھا۔ اور وہ گھوڑے پر سوار ہیں اور ان کی پشیمان مبارک سے مسلسل اشک رواں تھے اور وہ رنج و غم میں ڈوبے اشعار پڑھتے تھے۔ حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں نے سوار ہونے کی حالت میں ہی اپنی تلواریں میان سے باہر کر لیں تھیں اور وہ جلد از جلد پہنچنے کی کوشش میں اپنے گھوڑوں کی رفتار تیز سے تیز تر کرتے جاتے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں حضرت خالد باب شرقی پر پہنچ گئے۔ باب شرقی پر صورت حال یہ تھی کہ حضرت رافع بن عمیرہ طائی اور ان کے ساتھیوں پر رومی کثرت سے بلائے ناگہانی کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ لیکن حضرت رافع اور ان کے ساتھی بڑی جاں فشانی اور ثابت قدمی سے مقابلہ کر رہے۔ جب حضرت خالد وہاں پہنچے تو گھمسان کی لڑائی جاری تھی۔ تلواروں کے ٹکرانے کی وجہ سے آگ کے شعلے چمکتے تھے۔ اور ایک عجیب شور و غل اٹھ رہا تھا۔ حضرت خالد نے جاتے ہی نعرہ تکبیر سے فضا کو بھر دیا اور مجاہدوں کو پکار کر کہا کہ اے گروہ مومنین! میں خالد بن ولید تمہاری مدد کرنے آ گیا ہوں۔ پھر حضرت خالد نے رومیوں پر حملہ کیا اور ان کے دلیروں کو زمین پر ڈال دیا۔ بھاری تعداد میں رومی قتل ہوئے اور باقی بھاگ نکلے۔ حضرت خالد باب شرقی پر رومیوں سے مصروف جنگ تھے مگر ان کا دل دوسرے ابواب پر مقرر اسلامی لشکروں کے لئے بیتاب تھا خصوصاً حضرت ابو عبیدہ اور حضرت شرجیل کے لئے وہ زیادہ فکر مند تھے۔ کیونکہ حضرت ابو عبیدہ عمر رسیدہ بزرگ شخص تھے اور سادہ لوح اور نرم طبیعت تھے۔

حضرت شرحبیل کے لئے فکر مند ہونے کی وجہ حاکم تو ماتھا کیونکہ وہ اپنے ساتھ جنگجو اور دلیروں کو لے کر بڑی تعداد میں حملہ آور ہوا تھا۔ حضرت خالد نے باب شرقی پر رومیوں کا صفایا کرنے کے بعد باب جابیہ اور باب تو ما پر مجاہدوں کی مدد کے لئے پہنچ گئے۔

◎ قلعہ دمشق کے دیگر پھاٹکوں پر جنگ کی صورت حال

◎ باب جابیہ پر حضرت ابو عبیدہ بن جراح کے لشکر پر جرجی بن قالا نام کا رومی سردار اپنی قوم کے ساتھ نکلا تب حضرت ابو عبیدہ اپنے خیمے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ دروازہ کھلنے اور لوگوں کے نکلنے کی آواز سنی۔ نماز کو جلدی جلدی پوری کر کے اپنے ساتھیوں کو پکارا اور ہوشیار کر دیا۔ قبل اس کے کہ جرجی بن قالا اُن پر آ پڑے تمام مجاہدوں نے ہتھیار سنبھال لئے۔ اور بڑی دلیری سے مقابلہ کیا۔ اس معرکہ میں حضرت ابو عبیدہ سخت لڑائی لڑے۔ باب جابیہ پر شہنشاہ مارنے والے رومیوں میں سے ایک بھی شخص زندہ واپس نہ گیا۔ جرجی بن قالا کو بھی مجاہدوں نے کاٹ کر پھینک دیا۔

◎ باب تو ما پر حضرت شرحبیل بن حسنہ کے لشکر پر حاکم دمشق تو مانے سخت حملہ کیا تھا۔ حضرت شرحبیل کے علاوہ حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق، حضرت ابان بن عثمان، حضرت اُمّ ابان بنت عتبہ اور دیگر مجاہدوں نے جس ثابت قدمی سے مقابلہ کیا اس کی نظیر شاید نہ ملے۔ مجاہدوں نے تیغ زنی میں وہ دلیری اور سرعت دکھائی کہ رومیوں کی لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ بالآخر تو ما ہزیمت کھا کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ کر قلعہ میں داخل ہو گیا۔

◎ باب صغیر پر حضرت یزید بن ابی سفیان کے لشکر پر جب رومیوں نے چھاپا مارا تو حضرت ضرار بن ازور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ گشت کرتے ہوئے باب صغیر کے قریب تھے۔ حضرت ضرار اور ان کے ساتھی حضرت

یزید بن ابی سفیان کے لشکر کی کمک کرنے پہنچ گئے اور اس کثرت سے شمشیر زنی کی کہ رومیوں کے خون سے میدان کی زمین سرخ بنا دی۔ حضرت ضرار بن ازور نے اکیلے ڈیڑھ سو رومیوں کو کاٹ کر ہلاک کر ڈالا۔



قارئین کرام سے التماس

اب ہم قارئین کرام کی عدالت میں ایک استغاثہ پیش کرتے ہیں اور توقع کرتے ہیں کہ ہم غیر جانبدارانہ فیصلے سے نوازے جائیں گے۔

رات کے وقت رومیوں نے اسلامی لشکر پر چھاپا مارتا تھا اور اس کی اطلاع جب حضرت خالد بن ولید کو پہنچی تو انھوں نے ”واغو شاہ، وامحمدادہ“ یعنی اے فریاد کو پہنچنے والے، اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ کانعرہ لگایا حضرت خالد بن ولید یہ نعرہ ۳۱ھ میں یعنی حضور اقدس س رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے دو سال بعد لگا رہے ہیں، اور نعرہ بھی کہاں لگا رہے ہیں؟ ملک شام میں اور کیوں لگا رہے ہیں؟ مصیبت آپڑی ہے اس لئے۔ یعنی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد، دنیا کے کسی بھی کونے میں تم پر مصیبت آپڑے تو رسول مختار، مالک کائنات، دافع البلاء والوباء، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارو:

نہ کیوں کر کہوں یا حبیبی اغثنی
اسی نام سے ہر مصیبت ٹلی ہے

(از:- امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

اگر ”یا محمد“ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کانعرہ لگانا شرک ہوتا تو کیا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فعل شرک کا ارتکاب کرتے؟ ہرگز نہیں۔ جو ذات گرامی کفر و شرک کو مٹانے کے لئے ایک سو سے زیادہ جہاد کرے، اپنے جسم کو زخموں سے چور کرے، ہزاروں مشرکوں کو تہ تیغ کرے، وہ ذات گرامی کبھی شرک کا ارتکاب کر سکتی ہے؟ وہ ذات گرامی کہ جن کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیف اللہ (اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار) کے خطاب سے نوازیں، جو اسلامی لشکر کا سردار ہو، اس اسلامی لشکر کا سردار، جس لشکر میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور حضرت زبیر بن العواص جیسے اشخاص ہوں جن کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا

ہے، وہ اسلامی لشکر جس میں اکابر و اجلہ صحابہ کرام شامل ہوں، اس لشکر کا سردار کبھی شرک کر سکتا ہے؟ اگر ”یا رسول اللہ“ اور ”یا محمد“ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کہنا شرک ہے تو کیا حضرت خالد کو اسلام کے بنیادی عقائد کی معلومات نہ تھی؟ نہیں حاشا اللہ! ان کے متعلق ایسا گمان کرنا بھی روا نہیں۔ کیونکہ حضرت خالد بن ولید کا شمار اجلہ صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے۔ حضور کے وہ تعلیم و تربیت یافتہ ہیں۔ انھیں یقین کامل تھا کہ و امجدادہ کانعرہ لگانا شرک نہیں بلکہ باعث رحمت و برکت ہے۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہی ”یا محمد“ کا ورد کرنے کی تعلیم فرمائی ہے۔ ”یا محمد“ کہنے کا ثبوت حدیث میں ہے۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

○ حدیث سے یا رسول اللہ کہنے کا ثبوت

○ اس حدیث کی سند

(۱) نسائی (۲) ترمذی (۳) ابن ماجہ (۴) حاکم (۵) بیہقی (۶) ابن خزیمہ اور (۷) ابوالقاسم طبرانی نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب صحیح کہا، اور طبرانی و بیہقی نے اس کو صحیح کہا اور حاکم نے بشرط بخاری و مسلم صحیح کہا اور امام عبد العظیم منذری وغیرہ ائمہ نقد و تنقیح نے ان کی تصحیح کو مسلم و مقرر رکھا ہے۔

حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز یوں کہے:

”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ
يَا مُحَمَّدُ إِنِّي أَتَوَجَّهُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِتُقْضَى
لِي اللَّهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ“

ترجمہ:- ”اے الہی میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلتہ تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہ رحمت کے نبی ہیں۔ یا رسول اللہ میں آپ

کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روائی ہو۔ الہی ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔“

اس حدیث پاک میں صاف لفظوں میں ”یا محمد“ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کہنے کی تعلیم فرمائی گئی ہے۔ اگر اس طرح ندا کرنا شرک ہوتا تو حاجی شرک و کفر، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دعا کی تعلیم نہ فرماتے۔ حضرت خالد بن ولید بارگاہ رسالت کے ”کاتب“ بھی تھے۔ امام اجل، محقق علی الاطلاق، حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے اپنی معرکتہ الآراء تصنیف ”مدارج النبوة“ جلد ۲: باب ہفتم، عنوان، ”رد ذکر کاتبان بارگاہ رسالت“ کے ذیل میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار کیا ہے۔ حضرت خالد بن ولید نے بارگاہ رسالت کی خدمت گزاری کر کے احکام کفر و شرک کی کامل معلومات حاصل کی تھی۔

لیکن افسوس! دور حاضر کے مسلم نما منافقین ”یا رسول اللہ“ کہنے کی سختی اور شدت سے ممانعت کرتے ہیں اور شرک کا حکم نافذ کرتے ہیں۔ تقریر اور تحریر کے ذریعہ غلیظ تردید کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ کہنے والے مؤمن کو بلا وجہ کافر اور مشرک ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔

”یا رسول اللہ“ کہنے کے جواز میں مندرجہ بالا ایک حدیث ہی کافی ہے لیکن الحمد للہ، ائمہ ملت اسلامیہ کی جلیل القدر تصانیف میں اس کے جواز کے ثبوت کے انبار موجود ہیں۔ مثلاً:

○ ”شِفَاءُ السَّقَامِ“ مصنف:- بقیۃ المجتہدین، تقی المملۃ والدین

امام ابوالحسن علی سبکی

○ ”مَوَاهِبُ لَدُنِّيهِ“ مصنف:- شارح صحیح بخاری، امام اجل، علامہ احمد بن محمد المصری القسطلانی

○ ”شَرْحُ مَوَاهِبِ لَدُنِّيهِ“ مصنف:- علامۃ الشمس محمد بن عبدالباقی زرقانی

○ ”مَطَالِعُ الْمَسَرَّاتِ“ مصنف:- علامہ فاسی

○ ”مِرْقَاةُ شَرْحِ مَشْكُوءَةٍ“ مصنف:- علامہ ملا علی قاری

○ ”أَشْعَةُ اللَّمَعَاتِ“ مصنف:- شیخ محقق، شاہ عبدالحق بن سیف الدین

دہلوی (المتوفی ۱۰۵۲ھ)

○ ”أَفْضَلُ الْقُرَى شَرْحُ أُمِّ الْقُرَى“ مصنف:- امام ابن حجر مکی

○ ”جَذْبُ الْقُلُوبِ إِلَى دِيَارِ الْمَحْبُوبِ“ مصنف:- شاہ عبدالحق محدث دہلوی

○ ”أَنْوَارُ الْإِتِّبَاهِ فِي حَلِّ نِدَاءِ يَا رَسُولَ اللَّهِ“ مصنف:- امام احمد رضا محدث بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ)

○ ”الْأَهْلَالُ بِفَيْضِ الْأَوْلِيَاءِ بَعْدَ الْوَصَالِ“ مصنف:- امام احمد رضا محدث بریلوی

○ ”أَنْهَارُ الْأَنْوَارِ مِنْ يَمِّ صَلَاةِ الْأَسْرَارِ“ مصنف:- امام احمد رضا محدث بریلوی

○ ”لَوَاقِحُ الْأَنْوَارِ فِي طَبَقَاتِ الْأَخْيَارِ“ مصنف:- امام عارف باللہ عبد الوہاب شعرانی

○ ”كِتَابُ الْأَدَبِ الْمُفْرَدِ“ مصنف:- امام محمد بن اسماعیل البخاری

(المتوفی ۲۵۶ھ)۔ صاحب بخاری شریف

○ ”نَسِيمُ الرِّيَاضِ“ مصنف:- امام شہاب الدین خفابی مصری

○ ”فَتْاوَى خَيْرِيَّةِ“ مصنف:- امام خیر الدین رملی، استاد صاحب درمختار

○ ”أَطْيَبُ النَّعَمِ فِي مَدْحِ سَيِّدِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ“ مصنف:- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

مندرجہ بالا کتب میں اور دیگر معتمد و مستند کتب ائمہ دین میں قرآن و حدیث اور اقوال و افعال صحابہ کرام کے دلائل قاہرہ باہرہ قاطعہ ساطعہ سے اظہر من الشمس کی طرح ظاہر و ثابت

کیا گیا ہے کہ انبیاء کرام و اولیاء عظام سے استغاثہ و توسل کرتے ہوئے یا رسول اللہ، یا علی، یا غوث وغیرہ کہنا جائز و مستحسن اور صالحین میں رائج و مشروع ہے۔ جن حضرات کو اس مسئلہ کی

تفصیل درکار ہو وہ خصوصی طور پر مندرجہ بالا کتب کی طرف رجوع فرمائیں۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ ”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ...“ (الخ)

والی حدیث ایک مؤمن کے لئے ثبوت جواز نداء کے حق میں کافی وافی شافی ہے۔ لیکن دور

حاضر کے منافقین سقاوت قلبی اور بغض و عناد کی وجہ سے اس حدیث کے متعلق بھی نئے نئے

شوشے اور شگوفے نکال کر مسئلہ کو الجھانے کی سعی ناکام کرتے ہیں۔ دور حاضر کے منافقین اس

حدیث کے متعلق یہ تاویل پیش کرتے ہیں کہ یہ دعا صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

ظاہری حیات میں جائز تھی کیونکہ اس وقت حضور موجود تھے لیکن اب وصال شریف کے بعد یا

محمدؐ، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا ممنوع ہے کیونکہ اب حضور موجود نہیں۔ یہ دعا حضور اقدس کی حیات تک کے لئے مخصوص تھی۔ عوام الناس کو دھوکہ دے کر بہکانے کی منظم سازش کے تحت اس قسم کے ذہنی اختراعات بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ اب ہم ایک قوی شہادت پیش کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اجلہ صحابہ کرام نے حاجت مندوں کو اس دعا کی تعلیم و تلقین فرمائی ہے۔

○ صحابی رسول حضرت عثمان بن حنیف اور ایک حاجت مند

امام اجل، ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی (المتوفی ۳۲۰ھ) کی کتاب ”معجم کبیر“ میں اس حدیث کی شرح میں صاف مرقوم ہے:

”أَنَّ رَجُلًا كَانَ يَخْتَلِفُ إِلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فِي حَاجَةٍ لَهُ وَكَانَ عُثْمَانُ لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهِ وَلَا يَنْظُرُ فِي حَاجَتِهِ فَلَقِيَ عُثْمَانَ بْنَ حَنِيفٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَشَكَى ذَلِكَ إِلَيْهِ. فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ بْنُ حَنِيفٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِنَّتِ الْمِيْضَاةُ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ أَتَيْتِ الْمَسْجِدَ فَصَلَّ فِيهِ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ قُلِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيْنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي أَتَوَجَّهُ بِكَ إِلَى رَبِّي فَيَقْضِي حَاجَتِي وَتَذَكَّرُ حَاجَتَكَ وَرُحْ إِلَى حَتَّى أَرْوَحَ مَعَكَ. فَاَنْطَلَقَ الرَّجُلُ فَصَنَعَ مَا قَالَ لَهُ ثُمَّ أَتَى بَابَ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَجَاءَ الْبَوَابَ حَتَّى أَخَذَ بِيَدِهِ فَأَدْخَلَهُ عَلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَاجْلَسَهُ مَعَهُ عَلَى الطَّنْفَسَةِ وَقَالَ مَا حَاجَتُكَ؟ فَذَكَرَ حَاجَتَهُ فَقَضَاهَا ثُمَّ قَالَ مَا ذَكَرْتَ حَاجَتَكَ حَتَّى هَذِهِ السَّاعَةُ وَقَالَ مَا كَانَ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ فَأَتَيْنَا ثُمَّ أَنَّ الرَّجُلَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهِ

فَلَقِيَ عُثْمَانَ بْنَ حَنِيفٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ لَهُ جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا مَا كَانَ يَنْظُرُ فِي حَاجَتِي وَلَا يَلْتَفِتُ إِلَيَّ حَتَّى كَلَّمْتُهُ فِيَّ. فَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ حَنِيفٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَاللَّهِ مَا كَلَّمْتُهُ وَلَكِنْ شَهِدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاتَّاهُ رَجُلٌ ضَرِيرٌ فَشَكَا إِلَيْهِ ذَهَابَ بَصَرِهِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَيْتِ الْمِيْضَاةَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلَّ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ ادَّعُ بِهَذِهِ الدَّعَوَاتِ فَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ حَنِيفٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَوَاللَّهِ مَا تَفَرَّقْنَا وَطَالَ بِنَا الْحَدِيثُ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى الرَّجُلِ كَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بِهِ ضَرْقٌ

ترجمہ:- ”ایک حاجت مند اپنی حاجت کے لئے امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آتا جاتا تھا لیکن امیر المؤمنین اس کی طرف التفات نہیں فرماتے تھے اور نہ اس کی حاجت پر نظر فرماتے تھے۔ اس حاجت مند شخص نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس امر کی شکایت کی۔ انھوں نے فرمایا کہ وضو کر کے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ پھر دعا مانگ کہ الہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے توجہ کرتا ہوں۔ یا رسول اللہ میں حضور کے توسل سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت روائی فرمائے اور پھر اپنی حاجت ذکر کر۔ پھر شام کے وقت میرے پاس آنا تاکہ میں بھی تیرے ساتھ امیر المؤمنین کے پاس چلوں گا۔ وہ وہ حاجت مند گیا اور جس طرح حضرت عثمان بن حنیف نے کہا تھا یونہی کیا۔ پھر وہ حاجت مند اکیلا ہی امیر المؤمنین کے آستانہ پر حاضر ہوا۔ تھوڑی دیر میں دربان آیا اور اس حاجت مند کا ہاتھ پکڑ کر امیر المؤمنین کے حضور لے گیا۔ امیر المؤمنین

نے اس حاجت مند شخص کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور اس کی حاجت پوچھی۔ اس شخص نے اپنی حاجت عرض کی تو امیر المؤمنین نے فوراً اس کی حاجت پوری فرمادی اور ارشاد فرمایا کہ اتنے دنوں کے بعد تم نے اپنی حاجت بیان کی۔ اب جب بھی تمہیں کوئی حاجت پیش آئے تو ہمارے پاس چلے آیا کرو۔ وہ شخص امیر المؤمنین کے پاس سے نکل کر حضرت عثمان بن حنیف سے ملا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے آپ کی سفارش کی وجہ سے امیر المؤمنین نے میری حاجت پر نظر فرمائی اور میری طرف توجہ فرمائی۔ حضرت عثمان بن حنیف نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں نے تمہارے معاملہ میں امیر المؤمنین سے کچھ بھی نہیں کہا مگر ہوا یہ کہ میں نے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور اقدس کی خدمت میں ایک نابینا شخص حاضر ہوا اور حضور سے اپنی نابینائی کی شکایت کی۔ حضور نے اس سے ارشاد فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے پھر یہ دعا کرے۔ خدا کی قسم ہم اٹھنے بھی نہ پائے تھے اور باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ نابینا شخص اس حال میں ہمارے پاس آیا کہ گویا وہ کبھی اندھا نہ تھا۔“

(حوالہ:- انوار الانتاہ فی حل نداء یا رسول اللہ، مصنف:- اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت،

امام احمد رضا محدث بریلوی، مطبوعہ:- مطبع اہلسنت وجماعت بریلی، ص: ۲۱)

قارئین کرام توجہ فرمائیں کہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار اکابر صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ انھوں نے ایک حاجت مند کو خلافت عثمانی کے زمانے میں یہ دعا تعلیم فرمائی۔ حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت ۲۴ھ سے ۳۵ھ تک رہا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے ۱۴، سے ۲۵ سال کے درمیان حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا تعلیم و تلقین فرمائی۔ اگر ”یا رسول اللہ“ اور ”یا محمد“ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہنا شرک ہوتا تو کیا صحابہ

کرام شریکۃ الفاظ پر مشتمل دعا کسی کو تعلیم کرتے؟ ہرگز نہیں بلکہ ہمارے لئے صحابہ کرام کا قول و فعل جواز و استحباب کی دلیل ہے۔ پھر صحابہ کرام کے مبارک زمانہ سے لے کر تابعین، تبع تابعین کے دور تک اور پھر ان کے دور سے صد ہا سال تک ملت اسلامیہ کے ائمہ دین، مجتہدین کرام، علمائے متقدمین و متاخرین، سلف صالحین، اولیاء کاملین وغیرہ بزرگوں نے ”یا رسول اللہ“ کے الفاظ سے مزین دعائیں، اوراد و وظائف خود کئے، اپنے متعلقین اور متوسلین کو تعلیم فرمائے، اس کے جواز و مستحب ہونے کے ثبوت میں کتب تصنیف فرمائیں ان تمام کے افعال و اقوال کو میزان عدل کے ایک پلے میں رکھو اور دوسرے پلے میں دور حاضر کے منافقین کے نظریات و اعتقاد کو رکھو جو یہ کہتے اور لکھتے ہیں کہ یا رسول اللہ کہنا شرک ہے۔ پھر موازنہ کر کے فیصلہ فرماؤ کہ حق کیا ہے؟ اور باطل کیا ہے؟ اس مسئلہ کی بحث کو مزید طول نہ دیتے ہوئے ہم اپنے ذی احترام قارئین کو ملک شام کے شہر دمشق کی طرف واپس لے چلتے ہیں۔



جنگ دمشق کا تیسرا دن

گذشتہ شب رومیوں نے اسلامی لشکر پر یورش کی تھی مگر مجاہدوں نے ان کے ارادوں کو خاک میں ملا دیا اور رومیوں نے ہزیمت اٹھائی تھی۔ جب رومی بھاگ کر قلعہ میں بند ہوئے تو روسائے دمشق نے حاکم تو ما سے کہا کہ تو نے ہمارا کہنا نہیں مانا اور ہر حال میں آمادہ جنگ ہوا۔ مکر و فریب کر کے رات میں یورش بھی کی لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے بے شمار لوگ ہلاک ہوئے لہذا ہم تم کو متنبہ کرتے ہیں کہ تم عربوں سے صلح کر لو اور لڑنے کا خیال اپنے دماغ سے نکال دو۔ اگر تم نے ہماری بات نہیں مانی تو ہم عربوں سے صلح کر لیں گے اور تجھ کو تیرے حال پر چھوڑ دیں گے۔ تو ماننے کہا کہ مجھے کچھ دنوں کی مہلت دو تا کہ میں ہرقل بادشاہ کو صورت حال سے مطلع کر دوں۔ اگر وہ ہماری کمک کرتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ ہم صلح کر لیں گے۔ تو مانے اول تا آخر تمام احوال لکھ کر صبح ہونے سے پہلے ہرقل بادشاہ کے پاس قاصد کو روانہ کر دیا۔

جب صبح ہوئی اور دن کا اُجالا پھیلا تو حضرت خالد نے تمام دروازوں پر اسلامی لشکر کے سردار کو حکم بھیجا کہ اپنے اپنے کیمپ سے آگے بڑھ کر قلعہ کی طرف جاؤ اور سخت حملہ شروع کر دو۔ حکم ملتے ہی ہر باب پر مقیم اسلامی لشکر قلعہ کی دیوار کے قریب آگیا اور حملہ شروع کر دیا۔ اہل دمشق پر معاملہ تنگ اور دشوار ہو گیا۔ اہل دمشق نے پیغام بھیجا کہ چند دنوں کے لئے جنگ موقوف کر دی جائے اور کچھ دنوں کی مہلت دی جائے کیونکہ ہم صلح کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں۔ لیکن حضرت خالد نے اہل دمشق کی درخواست کو ٹھکرا دیا اور صاف انکار کر دیا بلکہ حملہ کی شدت میں اضافہ کر دیا۔ اہل دمشق نہایت پریشان اور حیران تھے۔ اہل دمشق سب کے سب جمع ہوئے اور قوم کے قائدین سے کہا کہ اب ہم سے صبر و تحمل نہیں ہو سکتا۔ محاصرہ کی وجہ سے ہم اکتا گئے ہیں۔ لہذا کوئی سبیل نکالو اور ہم کو مصیبت سے چھٹکارا دلاؤ۔

اس وقت مجمع میں ایک بوڑھا نصرانی راہب بھی موجود تھا جو اگلی کتابوں کا زبردست عالم تھا۔ اس نے کہا کہ اگر ہرقل بادشاہ اپنا تمام ہتھیار اور لشکر لے کر بھی آئے گا تب بھی مسلمانوں کو

دفع نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ میں نے اگلی کتابوں میں پڑھا کہ ان کے سردار حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین اور سید المرسلین ہیں اور ان کا دین سب دینوں پر غالب ہو جائے گا۔ لہذا تم حیلہ جوئی ترک کرو اور اپنے تمام کاموں کو چھوڑ کر عربوں سے صلح کر لو۔ وہ جو بھی مانگیں ان کو دے دو اور صلح کر لو، یہی تمہارے اور تمہارے اہل و عیال کے حق میں بہتر اور مناسب ہے۔

اہل دمشق نے بوڑھے نصرانی راہب کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے لڑائی موقوف کر دی اور جو لوگ قلعہ کی دیوار سے تیرا و پتھر پھینک کر اسلامی لشکر پر حملہ کر رہے تھے ان کو بھی نیچے اتار لیا اور کسی بھی قسم کی جنگی کارروائی کرنے سے باز رہے۔ قلعہ کی دیوار پر سناٹا چھا گیا۔ اہل دمشق قلعہ میں محصور ہو کر صلح کے متعلق گفتگو میں مشغول ہو گئے۔ جنگ دمشق کا تیسرا دن اس طرح سکون سے گزرا۔ رات کے وقت اہل دمشق پھر بوڑھے نصرانی راہب کے پاس آئے اور کہا کہ اے ہمارے معزز دینی رہبر! مسلمانوں سے صلح کے معاملہ میں آپ کیا مشورہ دیتے ہیں، راہب نے کہا کہ باب مشرقی پر ان کے سردار خالد بن ولید ہیں وہ نوجوان جنگجو اور جوشیلے شخص ہیں، وہ صلح پر جلد آمادہ نہیں ہوں گے۔ لیکن باب جابیہ پر ان کے سردار ابو عبیدہ بن جراح ہیں وہ بوڑھے صلح پسند اور نرم طبیعت شخص ہیں۔ ان کے پاس کسی صورت سے پہنچ جاؤ اور صلح کر کے ان سے امان حاصل کر لو۔ مسلمانوں کی ایک خوبی اور خصوصیت یہ بھی ہے کہ اگر ان کے لشکر کا کوئی غلام بھی کسی کو امان دے دیتا ہے تو لشکر کا سردار اس کی امان کا لحاظ کرتا ہے اور امان کو منظور کرتا ہے۔ یہ قوم اپنے وعدے کی پکی ہے اور عہد شکنی و وعدہ خلافی ان کی عادت و فطرت میں نہیں۔

○ اہل دمشق صلح کے لئے حضرت ابو عبیدہ کے پاس

جب رات ہوئی تو ہر دروازہ پر مسلمان ہوشیار رہتے ہوئے قلعہ کے آس پاس نگہبانی کر رہے تھے تاکہ اگر گزشتہ شب کی طرح رومی لشکر مکر و فریب سے حملہ کرے تو اس کا فوراً تذکرہ کیا جاسکے۔ رات کا کچھ حصہ گزرا تھا کہ باب جابیہ سے ایک رومی نے بزبان عربی

بلند آواز سے پکارا کہ اے گروہ عرب! ہم صلح کے متعلق گفتگو کرنا چاہتے ہیں، کیا ہم کو امان مل سکتی ہے کہ ہم تمہارے سردار کے پاس آکر صلح کا معاملہ طے کر لیں۔ اس وقت حضرت عامر بن طفیل الدوسی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ قلعہ کے قریب گشت کر رہے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ حضرت ابو ہریرہ فوراً دوڑتے ہوئے حضرت ابو عبیدہ کے پاس گئے اور کہا کہ اے سردار! رومی صلح کی گفتگو کرنے آپ کے پاس آنا چاہتے ہیں اور آپ کے پاس آنے کے لئے امان چاہتے ہیں۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ جاؤ ان سے کہہ دو کہ ہمارے سردار کے پاس آنے اور پھر شہر تک واپس جانے تک تم کو امان ہے۔ حضرت ابو ہریرہ قلعہ کی دیوار کے قریب آئے اور پکار کر کہا کہ اے اہل دمشق! تمہارے لئے ہمارے سردار نے امان کا وعدہ فرمایا ہے، تم بلا کسی خوف و خطر آ سکتے ہو۔ اہل دمشق نے کہا کہ اے برادر عربی! تم کون شخص ہو؟ کہ ہم تمہاری بات پر بھروسہ کر سکیں۔ حضرت ابو ہریرہ نے جواب دیا کہ میں ابو ہریرہ الدوسی صحابی رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں۔ ہمارا طریقہ غدر اور فریب کرنا نہیں ہے۔ ہم قوم عرب زمانہ جاہلیت میں بھی عہد و وفا کے پابند تھے اور اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم کے طفیل ہم کو راہ راست دکھائی ہے تو اب تو ہم ہرگز وعدہ خلافی نہیں کر سکتے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں عہد پورا کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

”وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا“

(سورہ بنی اسرائیل، آیت: ۳۴)

ترجمہ:- ”اور عہد پورا کرو۔ بے شک عہد سے سوال ہونا ہے۔“ (کنز الایمان)

حضرت ابو ہریرہ کا جواب سن کر اہل دمشق نے باب جابیہ کھولا اور دین نصرانیہ کے ایک سو علماء، رؤسا اور گہر دروازہ سے باہر نکلے۔ ان تمام نے زنا اور صلیبیں پہن رکھیں تھیں۔ مجاہدوں نے ان کے کفری شعائر کو دور کیا اور پھر ان کو حضرت ابو عبیدہ کے پاس لے آئے۔ صلح کے تعلق سے گفتگو کا آغاز ہوا اور معاملہ طے ہو گیا۔ اہل دمشق نے جزیہ ادا کرنا منظور کیا اور اہل دمشق کے لئے امان حاصل کر لی اور ساتھ میں ان کے آٹھ کنیسہ کو منہدم نہ کرنے کا عہد بھی لے

لیا۔ حضرت ابو عبیدہ نے ان کو صلح کی دستاویز لکھ دی۔ لیکن دستخط نہیں فرمائے کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ لشکر کے سپہ سالار اعظم ہونے کی حیثیت سے حضرت خالد بن ولید دستخط کریں یہی مناسب ہے۔ حضرت ابو عبیدہ نے یہ سوچا کہ حضرت خالد کو صبح بلا کر تمام کیفیت سے آگاہ کر دوں گا اور دستخط لے لوں گا۔ اس وقت آدھی رات میں ان کو تکلیف دے کر یہاں بلانا مناسب نہیں کیونکہ وہ گزشتہ شب بھر اور آج کا پورا دن جنگ کی سخت مشقت اٹھائے ہوئے ہیں لہذا ان کے آرام میں خلل واقع نہیں کرنا بہتر ہے۔ علی الصبح ان کو صلح کی بشارت دیں گے۔ حضرت ابو عبیدہ اسی سوچ میں تھے کہ اہل دمشق نے کہا کہ اے سردار! ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ اسی وقت ہمارے ساتھ چلو اور شہر میں داخل ہو کر شہر پر قبضہ کر لو۔

حضرت ابو عبیدہ فوراً تیار ہو گئے اور اپنے ساتھ ایک سو مجاہدوں کو لیا۔ ان ایک سو مجاہدوں میں پینتیس صحابہ کرام تھے اور پینسٹھ تابعین تھے۔ حضرت ابو عبیدہ اہل دمشق کے وفد کے ہمراہ قلعہ دمشق کی طرف پیدل روانہ ہوئے۔ راستے میں آپ کے ساتھیوں میں سے بعض نے مشورہ دیا کہ اے امین الامت! ہم رومیوں کی بات پر اعتماد کر کے چل پڑے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ دھوکہ دے بیٹھیں اور قلعہ کے اندر ہم کو لے جا کر بدعہدی کر کے ہم کو ہلاک کر دیں لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس رومی وفد کے کچھ اہم لوگوں کو یرغمال کے طور پر اپنے لشکر کے قبضہ میں رکھ لیں تاکہ رومی لوگ ہمارے ساتھ بدعہدی کرنے میں سومرتبہ سوچیں اور جھجک محسوس کریں۔ مجاہدوں کی اس دوراندیشی پر حضرت ابو عبیدہ نے مسرت کا اظہار فرمایا اور انھیں اطمینان اور تسلی دیتے ہوئے جو ارشاد فرمایا وہ علامہ واقدی کی کتاب میں یوں ہے:

”نماز فرض پڑھی ابو عبیدہ نے اور سو گئے۔ دیکھا رسول اللہ کو خواب میں کہ

فرماتے ہیں آپ ”الْأَمَلَةُ تَفْتَحُ الْمَدِينَةَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى“ ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مستعجل۔ پس عرض کیا میں نے کہ یا رسول اللہ کیا سبب ہے کہ میں مستعجل دیکھتا ہوں۔ پس فرمایا آپ نے کہ میں آیا ہوں اس واسطے کہ جنازہ ابو بکر صدیق پر جاؤں۔ پس بیدار ہوئے ابو عبیدہ بن الجراح اور نہیں لیا

ابوعبیدہ بن الجراح نے قوم سے گرو بابت ارشاد صدق بنیاد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے۔“ (حوالہ: -فتوح الشام، ص: ۱۰۸)

نوٹ: -گرو = یرغمال = وہ فرد یا افراد جو شراٹھ کی پابندی کی ضمانت میں دشمن کے حوالے کیئے جائیں۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۶)

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عالم ما کان و ما یكون اور مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ ”الَلَّیْلَةُ تُفْتَحُ الْمَدِیْنَةُ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی“ یعنی ”اسی رات میں شہر فتح ہو جائے گا اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔“ لہذا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو اعتماد کامل تھا رومی ہمارے ساتھ بیوفائی نہیں کریں گے کیونکہ محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آج رات میں شہر فتح ہو جائے گا۔ اور ارشاد گرامی صدق کی بنیاد پر ہی مبنی ہے۔ اور اس وقت میں بالیقین شہر کو فتح کرنے ہی جا رہا ہوں لہذا بطور یرغمال کسی رومی کو رکھنے کی مطلق ضرورت نہیں۔ اسی وجہ سے انھوں نے یرغمال کی طرف توجہ ہی نہ فرمائی۔

قارئین کرام کی توجہ درکا ہے کہ حضرت ابوعبیدہ کا پختہ عقیدہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا کہ آج رات میں شہر فتح ہو جائے گا لہذا ارشاد کے مطابق یقیناً آج شب میں شہر فتح ہو کر رہی رہے گا۔ اور حضرت ابوعبیدہ اپنے ساتھ ایک سو صحابہ اور تابعین کو لے کر کسی بھی قسم کی حفاظت کا انتظام کئے بغیر رومیوں کے وفد کے ساتھ چل دیئے۔ ایک سو (۱۰۰) صحابہ و تابعین کی زندگی خطرہ میں ڈالنا اور وہ بھی خواب کی بشارت پر اعتماد کرتے ہوئے۔ صرف ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نہیں بلکہ ان کے ساتھ جانے والے ایک سو صحابہ و تابعین اور ان کو جانے کے لئے رخصت کرنے والے لشکر اسلام کے ہزاروں تابعین و صحابہ کو بھی پختہ یقین تھا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آج کی رات میں شہر فتح ہونے کی بشارت دی ہے تو یقیناً آج رات میں ہی شہر فتح ہو کر رہے گا۔ اس میں شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔

لیکن افسوس کہ دور حاضر کے منافقین کا یہ عقیدہ ہے کہ لڑائی میں فتح ہوگی یا شکست اس

بات کا انبیاء کرام کو علم نہیں تھا اور ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔

وہابی، غیر مقلد، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے امام اوّل فی الہند، مولوی اسماعیل دہلوی کہ جس کو تبلیغی جماعت کے متبعین ”مولانا شہید“ اور نہ جانے کیا کیا القاب سے نوازتے ہیں۔ وہ مولوی اسماعیل دہلوی صاحب نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب ”تقویت الایمان“ کی فصل ثانی، اشراک فی العلم کے رد میں زیر عنوان ”نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل نہیں تھا“ لکھا ہے:

”اور اسی طرح کچھ اس بات میں بھی ان کو بڑائی نہیں کہ اللہ نے غیب دانی ان کے اختیار میں دے دی ہو کہ جس کے دل کا حال چاہیں معلوم کر لیں یا جس غائب کا حال جب چاہیں معلوم کر لیں کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا، یا کس شہر میں ہے یا کس حال میں ہے یا جس آئندہ بات کو جب ارادہ کریں تو دریافت کر لیں کہ فلاں کے اولاد ہوگی یا نہ ہوگی یا اس سوداگری میں اس کو فائدہ ہوگا یا نہ ہوگا یا اس لڑائی میں اس کو فتح ہوگی یا شکست؟ ان باتوں میں بندے بڑے ہوں یا چھوٹے سب یکساں بے خبر اور نادان ہیں۔“

(حوالہ: -تقویت الایمان، مصنف: -مولوی اسماعیل دہلوی،

ناشر: -دارالسلفیہ، ممبئی، ص: ۴۶)

تقویت الایمان کی مندرجہ بالا عبارت میں صاف لفظوں میں کہا گیا ہے کہ لڑائی میں فتح ہوگی یا شکست؟ اس بات کا علم کسی بڑے بندے یعنی انبیاء کرام یا چھوٹے بندے یعنی عامۃ المسلمین کو نہیں بلکہ وہ تمام بے خبر اور نادان ہونے میں یکساں ہیں؟ جب کہ اجلہ صحابہ کرام کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح کی خبر دی ہے وہ حق ہے۔ صرف فتح کی ہی خبر نہیں بلکہ فتح حاصل ہونے کا وقت بھی بتا دیا کہ آج رات میں ہی فتح حاصل ہوگی۔ قارئین فیصلہ کریں کہ صحابہ کرام کا عقیدہ درست ہے یا مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے متبعین دور حاضر کے منافقین کا؟ اور ہم کو کن کے نقش قدم پر چلنا ہے؟

القصہ! حضرت ابوعبیدہ بن جراح جب دمشق کے قلعہ میں باب جابیہ سے داخل ہوئے

تب رات کا آخری حصہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اسی رات شہر فتح ہوگا لہذا رات ہی میں شہر فتح ہوا۔ اور کیوں نہ ہو؟

خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے
دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے

(از:- امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

◎ حضرت خالد کا باب شرقی سے دمشق میں داخلہ

جس طرح حضرت ابو عبیدہ کے ساتھ رات ہی میں فتح از صلح کا معاملہ پیش آیا اسی طرح حضرت خالد بن ولید کے ساتھ بھی اسی رات میں فتح بزور شمشیر کا معاملہ پیش آیا۔ حضرت خالد بن ولید نے دن کے وقت باب شرقی پر سخت حملہ کیا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ حضرت عمرو بن العاص کے بھائی اور فلسطین میں شہید ہونے والے حضرت سعید کے والد حضرت خالد بن سعید کو رومیوں نے زہر آلود تیر مار کر شہید کر دیا تھا۔ حضرت خالد بن ولید نے نماز جنازہ پڑھا کر ان کو باب شرقی کے قریب دفن کیا۔ پھر حضرت خالد بن ولید دشمنان کو ہرگز شہر سے حملہ آور ہوئے تھے۔ جب رات کا کچھ حصہ گزرا تو حضرت خالد بن ولید کے پاس یوشابن مرقس نام کا ایک رومی قس آیا۔ یوشابن مرقس دین نصرانیہ کا عالم تھا اور اس نے ملائم اور کتب سابقہ میں پڑھا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کے ہاتھوں ملک شام فتح ہوگا اور دین اسلام تمام ادیان پر غالب ہو جائے گا۔ یوشابن مرقس کا مکان باب شرقی کے قلعہ کی دیوار سے ملحق تھا۔ آدھی رات میں اس نے اپنے مکان سے ملحق قلعہ کی دیوار میں نقب زنی کر کے باہر نکل کر حضرت خالد بن ولید کے پاس آیا اور کہا کہ اگر مجھ کو اور میرے اہل و عیال کو امان دی جائے تو میں اپنے گھر کے ذریعہ تم کو قلعہ شہر میں داخل کر دوں۔ یوشابن مرقس نے اپنے مکان میں نقب زنی کا قصہ بیان کیا اور یہ بھی بتایا کہ باب شرقی میرے مکان سے بالکل قریب ہے۔ حضرت خالد بن ولید نے حضرت کعب بن ضمیرہ کو سردار مقرر کر کے ان کے ساتھ ایک سو (۱۰۰) مجاہدوں کو یوشابن مرقس کے ہمراہ روانہ کیئے اور ان کو حکم دیا کہ موقع پا کر قلعہ کے اندر

سے باب شرقی کا قفل کھول دینا میں لشکر لے کر دروازہ کے باہر موجود ہوں گا۔ تم لوگ دروازہ کھول دینا، میں لشکر لے کر شہر میں داخل ہو جاؤں گا۔ حضرت خالد نے ان کو روانہ کرنے کے بعد لشکر کے تمام مجاہدوں کو بیدار کیا اور سب کو مسلح ہو کر باب شرقی پر جانے کا حکم دیا۔ یہ تمام معاملہ ناگہانی ہوا تھا۔ اور یوشابن مرقس کی پیش کش اور تدبیر اتنی نفع بخش تھی کہ حضرت خالد بن ولید نے بلا کسی تامل اور تاخیر اس کی تکمیل میں مصروف ہو گئے اور ان کے پاس بھی اتنا وقت نہ رہا کہ اس مہم کے متعلق حضرت ابو عبیدہ کی رائے معلوم کریں یا ان کو اس امر کی اطلاع دیں۔ انہوں نے بھی حضرت ابو عبیدہ کی استراحت شب کا لحاظ کرتے ہوئے آدھی شب کے وقت بیدار کرنا مناسب نہ جانا۔ حضرت خالد بن ولید لشکر کو لے کر رات کے آخری حصہ میں باب شرقی پر پہنچ گئے اور دروازہ کھلنے کے انتظار میں حملہ کرنے کے لئے مستعد تھے۔

یوشابن مرقس اپنے ہمراہ حضرت کعب بن ضمیرہ اور ان کے ساتھیوں کو لے کر نقب کے ذریعہ اپنے مکان میں داخل ہو گیا۔ اس مکان سے باب شرقی صاف نظر آ رہا تھا۔ لیکن اس وقت باب شرقی پر رومی سپاہی زیادہ تعداد میں تھے۔ یوشابن مرقس نے حضرت کعب کو توقف کرنے اور دروازہ پر رومی سپاہیوں کی تعداد کم ہونے تک انتظار کرنے کو کہا۔ رات اب ختم ہونے کے قریب تھی اور صبح ہونے والی تھی۔ اور ساتھ میں مسلمانوں کی فتح مبین بھی بہت قریب تھی۔



جنگ کے چوتھے دن دمشق پر مسلمانوں کی فتح مبین

صبح نمودار ہوئی۔ اُجالا پھیلتا گیا اور رومی سپاہی آہستہ آہستہ ضروری حاجت کے لئے باب شرقی سے بکھرتے گئے۔ چند سپاہی باقی رہ گئے اور وہ بھی قلعہ کے اندر محفوظ اور سلامت ہونے کے گمان میں مسلح نہیں تھے۔ کچھ معمولی ہتھیار اٹھائے ہوئے، شب بیداری کی وجہ سے غنودگی کے عالم میں جھونکے کھا رہے تھے۔ حضرت کعب بن ضمیرہ نے موقع غنیمت جان کر نعرہ تکبیر کہتے ہوئے حملہ کر دیا۔ رومی سپاہیوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایسے وقت میں اس طرح کا حملہ ہوگا۔ نعرہ تکبیر کی صدا سن کر اور مجاہدوں کے ہاتھوں میں برہنہ شمشیریں دیکھ کر ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ بدحواسی کے عالم میں کچھ مقابلہ کرنے کھڑے ہوئے، کچھ ہتھیاروں کی طرف لپکے مگر وہ اپنے ہتھیار سنبھالیں اس سے قبل مجاہدوں کی تلواریں ان کی گردنوں تک پہنچ گئیں اور سب کو زمین پر مردہ ڈال دیں۔ دفعتاً تکبیر کی آواز اور تلوار زنی کا شور و غل اُٹھنے سے ادھر ادھر متفرق رومی سپاہی چونک اٹھے اور ہتھیار لے کر قلعہ کے دروازہ کی طرف دوڑے۔ رومی سپاہی دوڑ کر دروازہ تک پہنچیں اتنی دیر میں تو مجاہدوں نے قفل توڑ ڈالے۔ اور دروازہ کھول ڈالا۔ دروازہ کھلتے ہی حضرت خالد بن ولید اسلامی لشکر کے ساتھ قلعہ میں داخل ہو گئے اور داخل ہوتے ہی رومیوں کے سروں پر تلواریں رکھ کر ہلاک کرنا شروع کیا۔ اس کثرت سے تلوار زنی کی کہ لاشوں کا انبار لگ گیا۔ بجلی کی طرح شہر میں خبر پھیل گئی کہ باب شرقی سے اسلامی لشکر داخل ہو گیا اور بڑی شدت سے تیغ زنی اور نیزہ زنی جاری ہے۔ رومی سپاہی اور اہل دمشق باب شرقی سے شہر کے وسط کی طرف بھاگنے لگے۔ حضرت خالد نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے تیغ زنی کا سلسلہ برقرار رکھا۔

ادھر باب شرقی پہ یہ صورت حال تھی اور ادھر باب جابیہ سے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایک سوساقتیوں کے ساتھ رات کے آخری حصہ میں شہر میں داخل ہو گئے تھے۔ اور صبح ہونے تک باب جابیہ پر ہی تھے۔ اس دوران صلح کے تعلق سے کچھ مزید شرائط بھی طے

فرمائے۔ فجر کی نماز باب جابیہ پر باجماعت ادا فرمائی اور پھر اپنے لشکر کو بھی بلا لیا۔ لشکر آجانے پر وہ لشکر کے ساتھ پیدل شہر میں داخل ہوئے۔ حضرت ابو عبیدہ کے ساتھ دمشق کے قس اور راہب بھی سیاہ بالوں کے لباس پہنے ہوئے اور ہاتھوں میں انجیل لئے ہوئے چلتے تھے اور لوگوں کو صلح واقع ہونے اور امان حاصل ہونے کی خوشخبری دیتے ہوئے بشکل جلوس شہر میں گشت کرتے ہوئے شہر کے وسط میں واقع عیسائیوں کی خاص عبادت گاہ ”کنیسہ مریم“ کی طرف آگے بڑھ رہے تھے۔

جب حضرت ابو عبیدہ کا لشکر کنیسہ مریم پہنچا اسی وقت حضرت خالد بن ولید کا لشکر بھی تیغ زنی کرتا ہوا کنیسہ مریم پر پہنچا۔ دونوں اسلامی لشکر اچانک شہر کے وسط میں ملاقی ہوئے اور دونوں لشکر کے سردار ایک دوسرے کو دیکھ کر محو حیرت تھے۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ میں نے صلح سے شہر فتح کیا ہے۔ حضرت خالد بن ولید نے فرمایا کہ میں نے تلوار سے شہر فتح کیا ہے اور میں تمام رومیوں کو ہلاک کر کے چھوڑوں گا۔ اس پر حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ اے سردار! میں نے ان کو امان دی ہے۔ اور ان کو صلح و امن کی دستاویز بھی لکھ دی ہے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ اے امین امت! آپ کی دی ہوئی امان میں نہیں توڑوں گا۔ مجھے آپ کی دی ہوئی امان منظور ہے اور میں نے بھی اہل دمشق کو امان دی لیکن دو شخصوں کے لئے امان نہیں۔ ایک حاکم دمشق تو ماوراء دوسرا اس کا وزیر ہرئیس۔

حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ میں تمام اہل دمشق کو امان دے چکا ہوں اور یہ دونوں بھی دمشق کے باشندے ہونے کے ناطے امان میں داخل ہیں۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ اے امین الامت! اگر آپ نے امان نہ دی ہوتی اور آپ کی امان کا لحاظ نہ ہوتا تو ان دونوں ملعون و مفسد شخصوں کو فوراً قتل کر دیتا۔ لیکن میں اب یہ چاہتا ہوں کہ یہ دونوں فساد کی اس شہر میں نہ رہیں بلکہ کہیں اور چلے جائیں۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ اے ابوسلیمان! آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ میں نے اہل دمشق سے اس شرط پر صلح کی ہے کہ حاکم تو ماوراء اس کا وزیر ہرئیس یہ دونوں شہر سے نکال دیئے جائیں گے۔

اس دوران حاکم تو ماوراء ہرئیس بھی وہاں آ پہنچے۔ کیونکہ ان کو یہ پتہ چل گیا تھا کہ حضرت

ابو عبیدہ کی متابعت میں حضرت خالد نے بھی امان دے دی ہے۔ قتل و قتال موقوف، اور امن قائم ہو گیا ہے۔ ان دونوں نے حضرت خالد سے کہا کہ ہمیں اس بات کی اجازت دی جائے کہ ہم اپنے اہل و عیال، مال و اسباب اور ساتھیوں کو لے کر جہاں چاہیں چلے جائیں۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ اس وقت تو ہماری امان اور ذمہ داری میں ہے لہذا ہم تیرے ساتھ کسی قسم کی مزاحمت نہیں کر سکتے لیکن جب تو دارالحرب میں پہنچ جائے گا تو ہماری امان اور ذمہ داری سے نکل جائے گا۔ پھر ہم جو چاہیں گے تیرے ساتھ سلوک کریں گے۔ اس پر تو مانے کہا کہ ہم کو تین دن اپنی ذمہ داری اور امان میں رکھو۔ تاکہ ہم تین دن میں جہاں چاہیں چلے جائیں اور تم میں سے کوئی شخص ہمارا پیچھا نہ کرے۔ تین دن کے بعد ہم تمہاری امان اور ذمہ داری سے نکل جائیں گے تین دن کے بعد ہم تمہارے ہاتھ لگیں تو تم کو پورا اختیار ہوگا کہ چاہے ہمیں غلام بنانا، قید کرنا یا پھر قتل کر ڈالنا۔ حضرت خالد نے فرمایا جا! میں نے تیری یہ درخواست بھی منظور کی۔ تو اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب اور ساتھیوں کے ساتھ جہاں بھی جانا چاہتا ہے جاسکتا ہے لیکن ہتھیار اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں۔ اس پر ہر بیس نے کہا کہ اے سردار عربی! یہ کیسے ممکن ہے۔ اہل و عیال اور مال و اسباب کے ساتھ سفر کرنے میں راستے میں درندوں اور ڈاکوؤں کا خطرہ رہتا ہے اور ان سے حفاظت کرنے کے لئے ہتھیاروں کا ساتھ میں ہونا اشد ضروری ہے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ ضرورت کے پیش نظر تم کو ہر شخص کے ساتھ صرف ایک ہتھیار لے جانے کی اجازت ہے۔ یعنی جو اپنے ساتھ تلوار لے اسے نیزہ لینے کی اجازت نہیں۔ جو اپنے ساتھ نیزہ لے اس کو اپنے ساتھ تلوار لے جانے کی اجازت نہیں۔ الغرض تلوار، نیزہ تیرکمان، چھری، برچھی وغیرہ میں سے جو چاہے وہ ایک ہتھیار لے سکتا ہے۔ ایک سے زیادہ کسی بھی قسم کا دوسرا ہتھیار ساتھ لینے کی اجازت نہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اخلاق جلیلہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے فراخ دلی سے تو ما جیسے شتی اور بدخواہ دشمن کی قریب قریب تمام درخواستیں منظور فرمائیں۔

◎ حاکم تو ما اپنے اہل و عیال کے ساتھ شہر بدر

حضرت خالد بن ولید سے اپنی درخواستیں منظور کروالینے کے بعد تو ما اور ہر بیس نے اپنے اہل و عیال، متعلقین اور سپاہیوں کو لے کر دمشق سے روانگی کی تیاری شروع کی۔ قلعہ کے باہر ایک بڑا خیمہ کھڑا کیا گیا۔ تو ما کے حکم پر اس کے سپاہیوں نے تو ما کا قیمتی مال و اسباب خیمہ میں جمع کرنا شروع کیا۔ تو ما کا مال و اسباب کیا تھا؟ ایک بڑا خزانہ تھا۔ سونے کا کام کیا ہوا ریشمی کپڑا تین سو بوجھ تھا۔ سونے چاندی کے برتن، زیورات، جواہرات صندوقیں بھر بھر کے تھے۔ دمشق میں جو متعصب نصرانی تھے اور جن کو جزیہ ادا کرنے سے انکار تھا وہ تمام لوگ بھی تو ما کے ساتھ جانے کے قصد سے اپنا مال و اسباب لے کر قلعہ کے باہر خیمہ میں جمع کرنے لگے۔ رومیوں نے کوئی اچھی چیز یا اچھا کپڑا دمشق میں نہ رہنے دیا۔ قلعہ کے باہر قیمتی سامان کا ڈھیر لگ گیا۔ تو ما کے ساتھ جانے والے لوگوں کا میلہ لگ گیا۔ پانچ ہزار رومی سوار، تو ما کے خویش و اقارب، اہل و عیال، متعصب نصرانی، گبر، قس، بطارقہ وغیرہ مل کر ساتھ ہو لئے۔ تو ما اور ہر بیس نے دیکھا کہ اب لے جانے کے قابل کوئی قیمتی چیز دمشق میں باقی نہیں اور تمام متعلقین اور متوسلین لوگ بھی آگئے ہیں تب انھوں نے قافلہ کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ کلمات کفر بلند کرتے ہوئے اور ناقوس بجا کر انجیل سے مدد طلب کرتے ہوئے دمشق سے روانہ ہوئے۔

دمشق میں اب صرف وہی لوگ تھے جو صلح اور ادائے جزیہ پر رضا مند تھے۔ حضرت خالد بن ولید نے اہل دمشق کے سامنے امان کا وعدہ دہرایا اور اہل دمشق نے اسلامی لشکر کو شہر دمشق کا قبضہ سپرد کر دیا۔ اور دمشق فتح ہوا۔

دمشق ۱۱ جمادی الثانی ۳۱ھ بروز دوشنبہ فتح ہوا۔ اور گیارہ دن بعد مدینہ طیبہ میں امیر المؤمنین، خلیفہ المسلمین، اصدق الصادقین، امام المتقین، حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رحلت فرمائی۔ ”إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“

حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب گزشتہ فتح دمشق کی بشارت حضرت ابو عبیدہ کو خواب میں دی تھی اور اس خواب میں حضرت ابو عبیدہ نے دیکھا کہ سرکار

دو عالم جلدی میں ہیں لہذا عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جلدی کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ میں ابوبکر صدیق کے جنازہ پر جا رہا ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت کی اطلاع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ کو دی۔ ملک شام میں مقیم اسلامی لشکر کے لئے مدینہ منورہ میں پیش آنے والا رحلت ابوبکر کا سانحہ ”غیب“ تھا۔ لیکن اس پر حضرت ابوعبیدہ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عطا سے مطلع ہو گئے تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عطا سے اللہ کے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کا علم حاصل اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عطا و نظر عنایت سے عاشق رسول کو غیب کا علم حاصل۔ دور حاضر کے منافقین علم غیب کے عقیدہ میں بھی شور و غوغا مچاتے ہیں اور معاذ اللہ یہاں تک کہتے اور لکھتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں تھا۔ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے لئے صرف اتنا کہنا ہی کافی ہے:

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

(از:- امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

☆ اب تک اسلامی لشکر کے ہاتھوں فتح ہونے والے مقامات

(۱) ارکہ (۲) سخنہ (۳) تدمر (۴) حوران (۵) بصرہ (۶) بیت لہیا (۷) اجنادین (۸) دمشق

◎ حاکم تو ما کا تعاقب

جب حاکم تو ما دمشق سے روانہ ہوا تو حضرت خالد بن ولید نے اپنے ساتھیوں سے اور خصوصاً لشکر زحف سے فرمایا کہ اپنے گھوڑوں کی تیمارداری شروع کرو۔ گھوڑوں کو اچھی طرح چارا اور دانا کھلا کر تر و تازہ کر لو اور اپنے ہتھیاروں کو صیقل کر کے تیار رکھو۔ تین دن گزرنے کے بعد میں ان گہروں کا تعاقب کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ لہذا مجاہدین اپنے گھوڑوں کی تیمارداری اور ہتھیاروں کی صفائی وغیرہ میں لگ گئے۔ اسی دن اہل دمشق کے ساتھ غلہ کے تعلق سے ایک

معاملہ پیش آیا۔ دمشق سے جو غلہ ہاتھ لگا تھا اس کے متعلق مجاہدوں کا یہ خیال تھا کہ یہ مال غنیمت ہے لیکن اہل دمشق کا کہنا یہ تھا کہ یہ بھی امان میں شامل ہے۔ اس معاملہ نے کافی طول پکڑا اور مجاہدوں میں بھی اس کے متعلق دو رائے قائم ہوئیں لہذا اس مسئلہ کو حل کرنے میں حضرت خالد الجھ گئے اور تو ما کی روانگی کو چار دن اور چار رات کا عرصہ گزر گیا۔ غلہ کا مسئلہ حل کرنے کے بعد حضرت خالد نے تو ما کے تعاقب کا ارادہ موقوف کر دیا کیونکہ چار دن اور چار رات میں وہ اتنی دور نکل گیا ہوگا کہ اب اس کو پکڑنا مشکل۔ لیکن حضرت خالد بن ولید کو ”یونس“ نام کے ایک شخص نے تو ما کا تعاقب کرنے کے لئے مستعد کر دیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب یونس کو پتہ چلا کہ حضرت خالد نے تو ما کے قافلہ کے تعاقب کا ارادہ موقوف کر دیا ہے تو وہ حضرت خالد کے پاس آیا اور کہا کہ اے سردار! تو ما کا تعاقب کرنے سے آپ کو کس چیز نے باز رکھا ہے؟ حضرت خالد نے فرمایا کہ تو ما کی روانگی کو چار دن ہو گئے ہیں اور وہ ڈر اور خوف کی وجہ سے تیز رفتاری سے سفر کرتا ہوا بہت دور نکل گیا ہوگا علاوہ ازیں وہ کس سمت گیا ہے وہ بھی ہمیں نہیں معلوم لہذا اس کا تعاقب کرنا بے سود ہے۔ یونس نے کہا...

◎ یونس کون تھا؟ مختصر تعارف

جنگ دمشق جاری تھی تو ضرار بن ازور اپنے ساتھیوں کے ساتھ قلعہ کے ہر باب پر گشت کرتے، اور رومیوں کی حرکت پر کڑی نگرانی کرتے۔ ایک رات وہ باب کیسان کے قریب تھے کہ انھوں نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی لہذا وہ چونکا ہو گئے اور ایک طرف چھپ کر دیکھنے لگے۔ تھوڑی دیر میں دروازہ سے ایک شخص باہر نکلا اور چند قدم آگے بڑھا۔ حضرت ضرار اور ان کے ساتھیوں نے چھاپا مار کر اس کو پکڑ لیا۔ اسی وقت دروازے سے دو شخص باہر نکلے اور پہلے نکلنے والے شخص کو پکارنے لگے لیکن وہ شخص حضرت ضرار کے قبضہ میں تھا۔ اس نے اپنے دونوں ساتھیوں کو پکار کر کہا کہ چڑیا جال میں پھنس گئی۔ یہ سنتے ہی اس کے دونوں ساتھی دروازہ میں واپس چلے گئے اور پھر دروازہ بند ہو گیا۔

اب وہ پہلے نکلنے والا شخص حضرت ضرار کی قید میں اکیلا رہ گیا۔ حضرت ضرار نے گمان

کیا کہ شاید یہ شخص جاسوس ہے۔ لہذا اس کو حضرت خالد کے پاس لے چلیں تاکہ حضرت خالد اس سے پوچھتاچھ کر کے اس کی جاسوسی کی کیفیت معلوم کریں۔ حضرت ضرار اس شخص کو حضرت خالد کے پاس لے آئے۔ حضرت خالد نے اس سے فرمایا کہ اگر تو اپنی جان کی خیریت چاہتا ہے تو سچ بیچ بتادے کہ تو کون ہے؟ اور دروازہ سے کس کام کے لئے باہر آیا تھا؟ اس شخص نے کہا کہ میرا نام یونس ہے۔ میں رومیوں کا مذہبی پیشوا اور خاندان ملوک سے ہوں۔ جب تمہارے لشکر نے دمشق کا محاصرہ کیا اس کے چند دن پہلے ایک لڑکی سے میری شادی ہوئی تھی۔ ہم دونوں ایک دوسرے کی محبت میں دیوانگی کی حد تک پہنچ گئے تھے لیکن شادی کے بعد رخصتی کی رسم باقی تھی۔ اس درمیان تم نے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ لہذا رخصتی کا عمل بالائے طاق رہ گیا۔ میں اپنی معشوقہ کے ہجر و فراق میں بے چین و بے قرار تھا۔ میں نے اپنے سسرال والوں سے کہا کہ میری بیوی کو رخصت کر کے میرے پاس بھیج دو لیکن انھوں نے صاف انکار کیا۔ اور مجھ سے تند لہجے میں کہا کہ ہم عربوں کے محاصرہ کی وجہ سے ابتلائے مصیبت ہیں اور تو رخصتی کا اصرار کر رہا ہے، فی الحال یہ ممکن نہیں۔ جنگ اجنادین کے پہلے تم لوگوں نے جب دمشق کا محاصرہ کیا تھا تو طویل عرصہ تک محاصرہ جاری رہا اور اس مرتبہ بھی محاصرہ طول پکڑنے کا گمان ہے۔ ہم دونوں عاشق و معشوق ایک دوسرے کے لئے تڑپتے تھے لہذا ہم نے خفیہ ملاقات کی تدبیر ڈھونڈ نکالی اور یہ کہ قلعہ کے باہر کچھ ویران کھنڈر ہیں وہاں ہم دونوں ملیں۔ لہذا میں نے اپنے ساتھی کے ساتھ اپنی معشوقہ کو باب کیسان پر بلایا اور میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ وہاں کا دربان میرا دوست تھا اور وہ میری دیوانگی سے واقف تھا لہذا اس نے دو پچھڑے ہوئے دلوں کو ملانے میں تعاون کیا۔ پہلے مجھے باہر نکالا اور کہا کہ چند قدم چل کے دیکھ لے کہ کوئی عربی سپاہی کا خطرہ تو نہیں؟ پھر تیری معشوقہ کو تیرے ساتھی کے ہمراہ نکالتا ہوں۔ پروگرام کے مطابق میں پہلے باہر نکلا اور تمہارے ساتھیوں نے مجھے گرفتار کر لیا۔ عین اسی وقت میرے ساتھی کے ہمراہ میری محبوبہ دروازہ سے برآمد ہوئی لیکن میں نے چڑیا جال میں پھنس گئی پکار کر ان کو متنبہ کر دیا لہذا وہ واپس پلٹ گئے۔

حضرت خالد نے اس سے فرمایا کہ کیا تو دین اسلام قبول کرتا ہے؟ تاکہ اگر دمشق فتح

ہو جائے تو میں تیری معشوقہ کے ساتھ از سر نو اسلامی طریقہ پر نکاح کر دوں۔ یونس نے فوراً بلند آواز سے کہا کہ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“ یونس نے دین اسلام کو صدق دل سے قبول کیا اور اسلامی لشکر کے مجاہدوں کے ہمراہ رومیوں سے جہاد کرتا تھا۔ جس دن دمشق کے قلعہ شرقی سے حضرت خالد شہر میں داخل ہوئے، یونس بھی حضرت خالد کے لشکر کے ساتھ تھا اور وہ سخت لڑائی لڑا تھا۔ جب دمشق فتح ہو گیا تو وہ اپنی معشوقہ کو تلاش کرنے لگا لیکن کہیں بھی اس کا سراغ نہ ملا۔ وہ مارا مارا گھومتا تھا اور ہر شخص سے اپنی محبوبہ کا پتہ پوچھتا تھا۔ کچھ لوگوں نے اسے بتایا کہ وہ تیرے رنج و غم میں راہبوں کے کپڑے پہن کر راہبہ بن گئی ہے اور تارک الدنیا ہو کر کنیہ میں بیٹھ گئی ہے۔ یونس فوراً اس کے پاس پہنچ گیا اور راہب بننے کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا کہ جب رات کے وقت عربوں نے تجھ کو گرفتار کر لیا تو مجھے یقین ہو گیا کہ وہ تجھے ضرور قتل کر دیں گے اور میں تیری زندگی سے ناامید ہو گئی۔ تیرے بغیر میری زندگی بیکار ہے یہ گمان کر کے میں نے دنیا کو چھوڑ دیا اور راہب بن کر کنیہ میں بیٹھ گئی۔

یونس نے کہا کہ اب ہمارے دکھ کے دن ختم ہوئے۔ میں نے دین اسلام قبول کر لیا ہے اور اسلامی لشکر کے سردار نے از سر نو ہمارا نکاح کر دینے کا وعدہ کیا ہے اور میں نے تیرے لئے امان بھی حاصل کر لی ہے۔ یونس کی بات سن کر اس کی معشوقہ آگ بگولا ہو گئی اور تند لہجہ میں کہا کہ قسم ہے حق مسیح کی! اب تیرا اور میرا کبھی ملن نہیں ہوگا۔ تو نے اپنا آبائی دین چھوڑ کر عربوں کا دین اختیار کر لیا ہے لہذا اب تیرا میرا کوئی رشتہ نہیں۔ اب مجھے بھول جا اور میری اُمید مت رکھنا۔ یونس نے اس کو سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ سنگ دل نہیں پگھلی۔ جب حاکم تو ما اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دمشق سے گیا تو وہ بھی تو ما کے قافلہ میں شامل ہو کر چلی گئی۔

◎ حضرت خالد تو ما کے تعاقب میں

اپنی معشوقہ کے اس طرح روٹھ کر چلے جانے سے یونس کے دل کی دنیا اُجڑ گئی۔ اس

کے کیچے سے دھواں اُٹھنے لگا۔ وہ اپنی معشوقہ کو یاد کرتا اور کف افسوس ملتا۔ لیکن جب اس نے سنا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ کا قافلہ کے تعاقب میں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو ایک مرتبہ پھر اس کے دل میں اُمید کی کرن چمکی۔ لیکن پھر دل میں اندھیرا چھا گیا کیونکہ تو ما کی روائگی کو چار دن گزر جانے کی وجہ سے حضرت خالد نے تعاقب کا عزم ترک کر دیا ہے۔ لہذا وہ حضرت خالد کے پاس آیا اور کہا کہ اے سردار! میں ملک شام کے تمام چھوٹے بڑے راستوں سے واقف ہوں۔ اگر آپ کا اب بھی تعاقب کا ارادہ ہے تو بسم اللہ کیجئے میں آپ کو درمیان سے جانے والے راستوں سے لے چلوں گا اور امید ہے کہ ہم تو ما کے قافلے تک پہنچ جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ! اگر ہم نے تو ما کے قافلے کو پکڑ لیا تو مجھ کو میری بیوی مل جائے گی اور میرا مقصد بھی حاصل ہو جائے گا۔ یونس کی بات سن کر حضرت خالد کو تو ما کے تعاقب کا میلان ہوا اور آپ نے یونس سے فرمایا کہ کیا تجھے پورا یقین ہے کہ ہم تو ما کے قافلے تک پہنچ جائیں گے؟ یونس نے جواب دیا کہ مجھے یقین ہے لیکن میں آپ کو جس راستہ سے لے چلنے کا ارادہ رکھتا ہوں وہ تمام علاقہ رومیوں سے بھرا ہوا ہے۔ راہ میں جو دیہات و قصبات واقع ہیں وہ بھی رومیوں کے ہیں لہذا تم اپنے سپاہیوں کو حکم دو کہ وہ تمام نصرانی عرب کا لباس پہن لیں۔ اس علاقہ میں قوم لُحُم اور قوم جذام کے نصرانی عرب آباد ہیں لہذا کسی کو شبہ نہ ہو۔ حضرت خالد نے اپنے ساتھ لشکر زحف اور دیگر ساتھیوں کو چار ہزار کی تعداد میں لئے اور سب کو نصرانی عربوں کا لباس پہن لینے کا حکم دیا۔

حضرت خالد ۱۲ جمادی الثانی ۳۱ھ بروز جمعرات تو ما کے قافلے کے تعاقب میں یونس کی رہبری میں دمشق سے نکلے۔

حضرت خالد جب دمشق سے روانہ ہوئے تو رہبری کی حیثیت سے یونس کو ساتھ میں لیا تھا۔ یونس کا نام حضرت خالد نے بدل کر نجیب رکھا۔ لہذا اب جہاں بھی یونس کا ذکر آئے گا وہاں نجیب نام ہوگا۔ نجیب نے تو ما کے قافلے کے نشان قدم پر اسلامی لشکر کو آگے بڑھایا۔ تو ما کے قافلے کے نشان قدم سے پتہ چلتا تھا کہ وہ انطاکیہ کی طرف گیا ہے۔ تھوڑی مسافت طے کرنے کے بعد نجیب نے شاہراہ چھوڑ دی اور پہاڑوں اور گھاٹیوں سے گزرنے والا راستہ

اختیار کیا۔ اس راستہ سے سفر کرنا نہایت دشوار تھا کیونکہ راہ میں نو کیلے پھرتی کثرت سے تھے کہ گھوڑوں کے پاؤں سے خون جاری ہو گیا۔ تنگ راستے اور نو کیلے جھاڑیوں کی وجہ سے مجاہدوں کے کپڑے بھی پھٹتے اور جسم میں زخم ہو جاتے۔ بڑی مصیبت اور مشقت اُٹھا کر نجیب ان کو شاہراہ پر لے آیا۔ اس شاہراہ پر تو ما کے قافلے کے نشان قدم پائے گئے۔ نجیب نے کہا کہ قافلہ یہاں سے بھی گزر گیا ہے اسلامی لشکر نے کچھ فاصلہ شاہراہ پر چل کر طے کیا اس کے بعد نجیب نے شاہراہ چھوڑ کر درمیان سے جانے والا دشوار راستہ اختیار کیا اور اسلامی لشکر جبلہ نامی مقام پر پہنچا۔ وہاں سے کوچ کر کے لازقیہ نامی مقام پر پہونچا اسلامی لشکر کئی دن سے مسلسل سفر کر رہا تھا صرف نماز کے وقت توقف کیا جاتا اور نماز ادا کرنے کے بعد پھر سفر شروع ہو جاتا۔ لازقیہ پہنچتے پہنچتے ان کے گھوڑے نیم جان ہو گئے اور سواروں کی حالت بھی خستہ تھی۔ نجیب نے اسلامی لشکر کو لازقیہ کے قریب ایک گاؤں کے جوار میں ٹھہرایا۔ نجیب بہت پریشان تھا کیونکہ لازقیہ سے انطاکیہ کی طرف جانے والے ساحلی راستہ پر اس نے تو ما کے قافلہ کے نشان قدم تلاش کرنے کی بہت کوشش کی تھی مگر کہیں بھی نشان قدم نظر نہ آئے۔ لہذا وہ اسلامی لشکر کو ٹھہرا کر خود گاؤں میں اکیلا گیا تاکہ تو ما کے قافلہ کا کوئی سراغ ملے۔ رات میں بڑی دیر کے بعد نجیب گاؤں سے واپس آیا۔

دوسرے دن صبح فجر کی نماز کے بعد حضرت خالد نے دیکھا کہ نجیب کا چہرہ اُترا ہوا ہے اور چہرے سے عجز اور مایوسی کے آثار نمودار ہیں۔ لہذا حضرت خالد نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ میں تم کو افسردہ دیکھ رہا ہوں؟ نجیب نے کہا کہ اے سردار! اب میں تو ما کے قافلے تک پہنچنے کی امید نہیں رکھتا کیونکہ میں قریب کے گاؤں میں گیا تھا۔ تو وہاں پتہ چلا کہ تو ما کا قافلہ انطاکیہ کے بجائے قسطنطنیہ کی طرف نکل گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ہرقل بادشاہ کو جب پتہ چلا کہ تو ما نے مسلمانوں کو دمشق سوہنپ دیا ہے اور وہ انطاکیہ آنے کے لئے روانہ ہوا ہے تو وہ شمناک ہوا اور اس نے اپنا قاصد روانہ کر کے سورہ نامی مقام سے تو ما کو قسطنطنیہ کی طرف چلے جانے کا حکم دیا۔ کیونکہ ہرقل بادشاہ مسلمانوں سے جنگ عظیم کی زبردست تیاری کر رہا ہے اور یرموک نامی مقام میں لاکھوں کی تعداد میں لشکر جمع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ تو ما انطاکیہ

آئے کیونکہ یرموک کی طرف بھیجنے کے لئے فی الحال وہ انطاکیہ میں لشکر جمع کر رہا ہے۔ اگر تو ما انطاکیہ آیا اور اس نے جنگ دمشق کے احوال بیان کئے تو اسلامی لشکر کی دلیری اور شجاعت کا ذکر سن کر اس کے لشکر کا حوصلہ پست ہو جائے گا۔ لہذا ہر قتل بادشاہ نے تو ما کے قافلے کو قسطنطنیہ چلے جانے کا حکم بھیج دیا ہے۔ ہر قتل بادشاہ نہیں چاہتا کہ تو ما انطاکیہ آئے۔

حضرت خالد نے نجیب سے فرمایا کہ کیا ہوا؟ ہم قسطنطنیہ جانے والے راستے کو اختیار کریں۔ نجیب نے کہا کہ یہ معاملہ مشکل ہے کیونکہ سوریہ نامی مقام بہت ہی پیچھے رہ گیا ہے۔ اگر ہم یہاں سے واپس پلٹیں اور سوریہ پہنچیں اتنے وقت میں تو ما کا قافلہ آرام سے قسطنطنیہ پہنچ جائے گا۔ حضرت خالد نے نجیب سے پوچھا کہ اگر ہم سوریہ جانے والا راستہ اختیار نہ کریں اور درمیان سے جانے والا کوئی چھوٹا راستہ اختیار کریں تو قافلہ ملنے کی امید ہے؟ نجیب نے جواب دیتے ہوئے عرض کیا کہ اے سردار! صرف ایک راستہ ہے لیکن اس راستہ سے جانا ممکن نہیں۔ کیونکہ اس راستہ سے جانے میں درمیان میں بڑے پہاڑوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور ان پہاڑوں کو عبور کرنا نہایت دشوار ہے۔ نیز ان پہاڑوں کے اطراف میں جو گاؤں واقع ہیں ان گاؤں میں ہر قتل بادشاہ کے سپاہی بڑی کثرت سے جمع ہوئے ہیں جو یرموک کی جنگ کے لئے تیاری کر رہے ہیں۔ اگر ان کو ہماری بھٹک لگ گئی تو مبادا وہ مزاحم ہوں گے اور ہم ایک نئی مصیبت میں الجھ جائیں گے۔

اسلامی لشکر کے مجاہدوں کی حالت یہ تھی کہ تمام گھوڑے اور سوار تھکے ماندے تھے۔ سفر کی مشقت اور تکان کی وجہ سے ان کے جسم بوجھل ہو گئے تھے۔ حضرت خالد نے مجاہدوں سے فرمایا کہ میں نے اپنی جان کو راہ خدا میں وقف کیا ہے۔ میں کسی بھی صورت سے تو ما کے قافلہ تک پہنچنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ قسم ہے اس رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق کی جو مدینہ منورہ میں آرام فرما ہیں! مجھے اللہ کی ذات پر کامل بھروسہ ہے کہ وہ ہم کو فتح و کامیابی عطا فرمائے گا۔ اے اسلام کے خدمت گارو! کیا تم میرا ساتھ دو گے؟ میں جانتا ہوں کہ آگے کا سفر دشوار اور خطرناک ہے اور تم بہت تھک چکے ہو لیکن صبر و ہمت سے کام لو اور تکان کو خاطر میں نہ لاؤ:

ضعف مانا مگر یہ ظالم دل
ان کے رستے میں تو تھکا نہ کرے
اور

کوئی ان تیز روؤں سے کہہ دو
کس کے ہو کر رہیں تھکنے والے

(از: -امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

حضرت خالد بن ولید کی پر جوش تقریر نے مجاہدوں میں ایک نیا جوش و خروش پیدا کر دیا اور تمام نے بیک زبان کہا کہ اے ہمارے محترم سردار! آپ جو بھی حکم فرمائیں ہمیں منظور ہے۔ لہذا حضرت خالد نے درمیان میں واقع خیل کام نام کے پہاڑ کی طرف آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ مجاہدوں میں نہ جانے کون سی طاقت و قوت آگئی تھی کہ جبل کام کو بغیر کسی توقف کے عبور کر لیا اور پہاڑ کی پرلی طرف کے میدان میں آ پہنچے۔ شام کا وقت تھا۔ میدان میں آ کر لشکر نے ابھی راحت کا دم بھی نہ لیا تھا کہ دفعۃً تیز ہوا چلنے لگی۔ گھنگھور گھٹا چھا گئی۔ بجلی کی چمک اور کڑک نے بھیانک منظر کھڑا کر دیا۔ بادل نے گرجنا اور برسننا شروع کر دیا:

بادل گرے بجلی تڑپے دھک سے کلیجا ہو جائے
بن میں گھٹا کی بھیانک صورت کیسی کالی کالی ہے

(از: -امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

پہلے ہلکی بوند اباندی شروع ہوئی۔ پھر آہستہ آہستہ تیز ہوئی اور تھوڑی ہی دیر میں دھواں دھار بارش ہونے لگی۔ پانی اس زور سے برستا تھا جیسے مشکوں کے منہ کھل گئے ہوں۔ اسلامی لشکر کے ساتھ ایک بھی خیمہ نہ تھا۔ اور نہ ہی بارش سے بچنے کا کوئی سامان تھا۔ تمام مجاہد کھلے میدان میں بیٹھے ہوئے بھیگ رہے تھے۔ نصف شب کے بعد مینہ تھا۔ خدا خدا کر کے رات بسر ہوئی۔ حضرت خالد نے اذان کہی اور لشکر اسلام نے حضرت خالد کی اقتدا میں نماز فجر پڑھی۔ صبح کے وقت بادل چھٹ گیا تھا۔ مطلع صاف تھا اور آفتاب اپنی آب و تاب کے ساتھ روشنی اور حرارت پھیلاتا ہوا نکلا۔ نجیب نے حضرت خالد بن ولید سے کہا کہ اے سردار! رات

کے آخری حصہ میں میں نے ایک شور و غل سنا ہے جو بہت ہی قریب کے علاقہ سے آرہا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ تو ما کے قافلہ کا شور ہو یا پھر رومیوں کا لشکر ہمارا پیچھا کرتے ہوئے قریب میں کہیں چھپا ہے۔ لہذا آپ اجازت دیں تاکہ میں تھوڑے فاصلہ تک جاؤں اور کوئی خبر وہاں سے لاؤں۔ حضرت خالد نے نجیب کے ساتھ حضرت مفرط بن جعدہ کو بھیجا۔ قریب میں ہی ابرس نام کا ایک متوسط پہاڑ تھا جس کو رومی جبل بازق کہتے ہیں۔ یہ دونوں اس پہاڑ کی چوٹی تک گئے۔ پہاڑ کی پشت کی جانب ایک بہت وسیع اور سرسبز و شاداب چراگاہ تھی۔ نجیب نے نظر اس طرف کی تو کیا دیکھا کہ چراگاہ کا وسیع میدان انسانوں اور جانوروں سے بھرا ہوا ہے۔ سواری کے گھوڑے کھلے میدان میں ہری گھاس چر رہے تھے۔ اعلیٰ قسم کے ریشمی خیمے نصب تھے۔ لوگ بارش کی وجہ سے بھیگے ہوئے اپنے کپڑے واسباب کو خشک کرنے کے لئے سورج کی دھوپ میں پھیلا رہے تھے۔ ایک طرف بڑی بڑی دیگوں میں کھانا پک رہا تھا۔ تقریباً آٹھ یا دس ہزار مرد، عورت، بچے اور چار پانچ ہزار گھوڑے اور دیگر جانوروں کی وجہ سے چراگاہ میں میلہ سا لگا ہوا ہے۔ نجیب نے ایک چٹان کی آڑ میں چھپ کر تھوڑی دیر تک بغور معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ حاکم تو ما کا ہی قافلہ ہے۔

◎ مرج دیاج کی لڑائی اور تو ما کا قتل

جس میدان میں حاکم تو ما کا قافلہ ٹھہرا ہوا تھا اس کا نام مرج دیاج تھا۔ ”مرج“ کے معنی چراگاہ یعنی گھاس کا میدان یا وہ جگہ جہاں جانوروں کو چرایا جاتا ہے۔ نجیب اور حضرت مفرط بن جعدہ کو اب پورا یقین ہو گیا کہ یہ تو ما کا قافلہ ہے۔ لہذا وہ دونوں بہت ہی سرعت سے ابرس پہاڑ سے نیچے اترے اور پھر دوڑتے ہوئے اسلامی لشکر میں آئے۔ نجیب نے حضرت خالد سے کہا کہ اے سردار! بشارت ہو کہ سامنے جو پہاڑ ہے اس کی پشت کی جانب وسیع میدان میں حاکم تو ما کا قافلہ پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ لہذا جلدی حملہ کرنے چلو، اور ہاں! میری آپ سے ایک ضروری گزارش ہے کہ آپ اپنے ساتھیوں کو حکم کر دو کہ جو شخص میری بیوی تک پہنچ جائے، وہ اسے مجھ تک پہنچا دے۔ میں نے اس کی خاطر ہی یہ کام انجام دیا ہے۔ مجھے

غنیمت کے مال سے کچھ بھی حصہ درکار نہیں۔ صرف میری بیوی مجھے مل جائے یہی میرا مقصد ہے۔ حضرت خالد نے فرمایا وہ تیرے ہی لئے ہے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

پھر حضرت خالد نے لشکر کے ایک ایک ہزار کے چار دستے بنائے۔ اور ہر دستہ پر ایک ایک سردار مقرر کیا۔ پہلے دستہ کے بذات خود سردار، دوسرے دستہ کے حضرت ضرار بن ازور سردار، تیسرے دستہ کے حضرت رافع بن عمیرہ طائی سردار، اور چوتھے دستہ کے حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق سردار تھے۔ سب سے پہلے حضرت خالد بن ولید ایک ہزار سواروں کے ساتھ روانہ ہوئے اور جاتے ہی مثل شیر حملہ آور ہوئے۔ تکبیر کی صدا سے میدان گونج اٹھا۔ اسلامی لشکر کو دیکھ کر رومی سپاہی اپنے گھوڑوں اور ہتھیاروں کی طرف دوڑے اور فوراً مسلح ہو کر سوار ہو گئے اور حضرت خالد کے مقابلے میں آ گئے۔ تو ما کے قافلے میں پانچ ہزار سوار لڑنے والے سپاہی تھے۔ تو ما نے حضرت خالد کے ساتھ ایک ہزار کی تعداد کا قلیل لشکر دیکھا تو اس کو جرأت ہوئی اور اپنے سپاہیوں سے کہا کہ ان مٹھی بھر عربوں کو مسیح نے لقمہ اجل بننے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ صلیب سے مدد طلب کرو اور ان سب کو اپنی تلوار کی نوک پر لو اور ایک کو بھی زندہ مت چھوڑو۔ ہر بیس نے بھی اپنے بطارقہ کو اکسایا اور ایک ساتھ پانچ ہزار رومی مقابلے میں آ گئے۔ دونوں لشکر نے ایک دوسرے پر حملہ کر دیا اور جنگ کی آگ کے شعلہ بلند ہوئے۔ اتنے میں حضرت ضرار بن ازور اپنے ایک ہزار ساتھیوں کے ساتھ نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے آ پہنچے۔ رومی چونک پڑے کہ یہ دوسرا لشکر کہاں سے آدھمکا۔ کچھ رومی حضرت ضرار کے لشکر کی طرف متوجہ ہوئے۔ دفعۃً تھلیل و تکبیر کہتے ہوتے ہوئے حضرت رافع بن عمیرہ طائی رومیوں پر حملہ آور ہوئے اور ان کے پیچھے حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق اپنے لشکر کے ساتھ رومیوں پر آ پڑے۔ اسلامی لشکر کی اس طرح قسطنطینی دیکھ کر رومیوں کے دل بیٹھ گئے۔ ان پر خوف اور لرزہ طاری ہو گیا۔ دل جمعی سے لڑنے کا حوصلہ کافور ہو گیا۔ ہمت ٹوٹ گئی۔ دل دہل گئے۔ اسلامی لشکر کے مجاہدوں نے شدت سے تیغ زنی اور نیزہ زنی کر کے رومی شہسواروں کو خاک و خون میں ملا دیا۔

حضرت خالد بن ولید اپنے شکار حاکم تو ما کی جستجو میں تھے۔ دفعۃً انھوں نے دیکھا کہ

ایک شخص اپنی دائیں آنکھ پر پٹی باندھے ہوئے لڑنے میں مصروف ہے۔ حضرت خالد فوراً پہچان گئے یہ کتنا شخص ہی تو ماہ ہے۔ کیونکہ انھیں معلوم تھا کہ جنگ دمشق میں حضرت ام ابان نے تیر مار کر تو ما کو یک چشم کر دیا تھا۔ حضرت خالد تو ما کی طرف لپکے۔ حضرت خالد کے ہمراہ حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق بھی تو ما پر جھپٹے۔ حضرت خالد کو اپنے قریب دیکھ کر تو ما تھر تھر کاپنے لگا۔ حضرت خالد نے تو ما کو جھڑکتے ہوئے فرمایا کہ اے دشمن خدا! تو اپنے گمان میں ہمارے ہاتھ سے بچ کر بھاگ نکلا تھا۔ اور تجھے اس بات کا وہم تک نہ ہوگا کہ ہم تجھ تک پہنچ جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے زمین لپیٹ دی اور ہم نے تجھ کو پالیا۔ یہ فرما کر حضرت خالد نے تو ما کی بائیں آنکھ میں نیزہ مارا۔ نیزہ لگتے ہی اس کی آنکھ پھوٹ گئی اور وہ گھوڑے کی پشت سے اُچھل کر زمین پر گرا اور چیختا ہوا تڑپنے لگا۔ حضرت عبدالرحمن اپنے گھوڑے سے کود پڑے اور تو ما کے سینے پر سوار ہو کر تلوار سے اس کا سر کاٹ لیا۔ اور سر کو نیزہ کی نوک پر چڑھا کر گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ نیزے کو بلند کیا اور مجاہدوں کو پکار کر کہا کہ اے گروہ مسلمین! خدا کا دشمن ملعون تو ما مارا گیا ہے اور اس کا سر نیزہ کی نوک پر نصب ہے۔ لہذا اب ہر بیس کو ڈھونڈھ نکالو اور اس کا بھی یہی حشر کرو۔ رومیوں نے تو ما کا سر نیزے پر بلند دیکھا تو ان کے ہاتھ پاؤں شل ہو گئے۔ مجاہدوں نے دلیری سے رومیوں کو قتل و غارت کیا۔ رومیوں کی اکثریت قتل ہوئی۔ باقی بھاگ نکلے۔ کثیر تعداد میں مال و اسباب، ہتھیار، خیمے، سونا، چاندی، جواہرات، زیورات اور دیگر قیمتی اشیاء مال غنیمت میں حاصل ہوئیں۔ ریشمی کپڑا تین سو (۳۰۰) بوجھ حاصل ہوا۔ اتنی کثرت سے ریشمی کپڑا مال غنیمت میں حاصل ہونے کی وجہ سے اس چراگاہ کا نام مرج الدیباج مشہور ہو گیا۔ دیباج یعنی ریشمی کپڑا۔ مرج کے معنی چراگاہ۔ مرج الدیباج یعنی ریشمی کپڑے والی چراگاہ۔ مال غنیمت کے علاوہ حاکم تو ما کی بیوی یعنی ہرقل بادشاہ کی دختر بھی بہت ساری عورتوں اور رومی سپاہیوں کے ہمراہ قید ہوئی۔

◎ نجیب اور اس کی بیوی کا قصہ

حاکم تو ما کے قافلے کے تعاقب کے مشن کو کامیابی کی منزل تک پہنچانے میں اہم کردار

ادا کرنے والے نجیب نے دمشق سے مرج الدیباج تک اسلامی لشکر کی رہبری کی خدمت اپنی بیوی کو حاصل کرنے کے مقصد کے تحت انجام دی تھی۔ نجیب کو اس کی بیوی ملی یا نہیں؟ اسی کے لئے مرج الدیباج کے میدان پر پھر ایک مرتبہ طائرانہ نظر کریں، آیا نجیب کی مراد پوری ہوئی یا نہیں؟

حضرت رافع بن عمیرہ طائی نے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے رومیوں کا لباس پہنا تھا۔ وہ سواری کے گھوڑے سے اتر کر ایک رومی عورت سے لڑتا تھا۔ کبھی عورت اُس پر غالب ہو جاتی تھی اور کبھی وہ عورت پر غالب آ جاتا تھا۔ دونوں میں سخت ہاتھ پائی ہو رہی تھی۔ مجھے تعجب ہوا کہ یہ کون شخص ہے جو ایک رومی نازنین سے لڑ رہا ہے۔ قریب جا کر دیکھا تو معلوم ہوا نجیب اپنی بیوی سے کششی لڑ رہا ہے۔ میں نے اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا اور آگے بڑھ گیا۔ جب تو ما قتل ہوا اور رومیوں نے ہزیمت اٹھائی تو میں نے چند عورتوں کے ساتھ ہرقل بادشاہ کی بیٹی کو بھی قید کر لیا اور واپس اس جگہ پر آیا تو میں نے دیکھا کہ نجیب کی بیوی خون آلودہ مردہ پڑی ہوئی ہے اور نجیب اس کے پاس بیٹھ کر اپنا سر پکڑ کر زار و قطار رو رہا ہے۔ میں نے نجیب کو پکار کر کہا کہ اے رہبر! کیا ہوا؟ اس قدر کیوں روتا ہے؟ اس نے روتے ہوئے جواب دیا کہ میں اپنی بیوی کی طلب میں یہاں تک آیا اور مجھے اپنی بیوی کے علاوہ اور کوئی خواہش نہ تھی کیونکہ مجھے اس کے ساتھ بے پناہ محبت تھی۔ یہاں پہنچ کر میں نے اس کو تلاش کیا اور اس تک پہنچ گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں تیرے فراق میں دیوانہ ہو کر یہاں تک پہنچ آیا اور تو مجھ سے بھاگتی ہے؟ اس نے کہا کہ میرا پیچھا چھوڑ دے اور مجھے بھول جا۔ قسم ہے حق مسیح کی! اب تیرا اور میرا ایک ساتھ رہنا ناممکن ہے کیونکہ تو اپنے دین سے منحرف ہو کر مسلمان ہو گیا ہے۔ لہذا میں نے اپنے نفس کو دین مسیح کے لئے وقف کر دیا ہے۔ اور اسی لئے میں قسطنطنیہ جا رہی ہوں۔ وہاں جا کر راہبہ بن کر تمام عمر کنیسہ میں بیٹھوں گی۔ میرا راستہ چھوڑ دے اور اپنی راہ پکڑ۔ میں نے اس سے بہت منت سماجت کی مگر اس نے میری ایک نہ سنی اور مجھ کو اپنے سے باز رکھنے کی غرض سے لڑنے لگی۔ میں بھی لڑائی پر اتر آیا اور ہم دونوں میں بہت دیر تک لڑائی ہوتی رہی۔ یہاں تک میں نے اس پر قابو پا لیا اور اس کو پکڑ کر اپنے ساتھ لے جانے لگا۔ دفعۃً اس

نے اپنے پاس رکھی ہوئی چھری نکالی اور اپنے سینہ میں پیوست کر کے خودکشی کر لی۔

اس کے بعد نجیب کا حال یہ ہوا کہ جب اسلامی لشکر کو لے کر حضرت خالد بن ولید دمشق واپس لوٹے اور اجنادین و دمشق سے جو مال غنیمت حاصل ہوا تھا اس مال سے خمس (20%) امیر المؤمنین کی خدمت میں بیت المال کے لئے الگ کر کے باقی مال مجاہدوں پر تقسیم فرمایا۔ تو حضرت خالد نے اپنے حصے میں سے بہت کثیر مال نجیب کو دیا اور فرمایا کہ یہ میری طرف سے ہدیہ اور تحفہ ہے۔ اس مال کو قبول کرو اور کوئی اچھی لڑکی ڈھونڈ کر نکاح کر لو۔ نجیب نے وہ مال لینے سے انکار کیا اور عرض کیا کہ اے رحم دل سردار! آپ کی کرم نوازی کا تہ دل سے شکریہ، اپنی بیوی کے انتقال کے بعد میں اس دنیا میں کسی بھی عورت سے نکاح کرنا نہیں چاہتا۔ عالم آخرت میں جنت کی حور سے ہی نکاح کروں گا۔ حضرت رافع بن عمیرہ طائی نے بیان کیا ہے کہ نجیب نے اسلامی لشکر کے ساتھ ملک شام کی لڑائیوں میں اپنی خدمات پیش کیں یہاں تک کہ جنگ یرموک میں وہ بڑی دلیری اور شجاعت سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

◎ مرج الدبیانج سے حضرت خالد بن ولید لاپتہ

تو ما قتل کرنے کے بعد حضرت خالد بن ولید ہر بیس کو تلاش کر رہے تھے تاکہ اس کو بھی اس کے انجام تک پہنچا دیں۔ دفعۃً انھوں نے ایک بھاری ڈیل ڈول والے گبر کو دیکھا۔ اس گبر کی سرخ رنگ کی بڑی داڑھی تھی اور اس نے ریشمی کپڑے کا قیمتی لباس پہن رکھا تھا۔ اور لوہے کی زرہ پہن رکھی تھی۔ حضرت خالد نے گمان کیا کہ یہ ہر بیس ہے۔ حضرت خالد نے اس کی طرف گھوڑا دوڑایا۔ حضرت خالد کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ گبر بھاگا۔ حضرت خالد نے اس کا تعاقب کیا اور اس کے قریب پہنچ گئے اور گھوڑا دوڑاتے ہوئے اس پر نیزہ کا وار کیا۔ لیکن صرف نیزہ کی نوک اس کی پشت سے مس ہوئی اور معمولی زخم لگا۔ وہ گبر گھبراہٹ کی وجہ سے گھوڑے کی پشت سے زمین پر گرا۔ حضرت خالد اپنے گھوڑے سے کودے اور اس کے سینے پر سوار ہو گئے اور اس کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ کیوں ہر بیس بھاگ کر کہاں جا رہا تھا؟ اب تو میرے ہاتھ سے بچنے

والانہیں۔ وہ گبر عربی زبان اچھی طرح جانتا تھا، اس نے جواب دیا کہ اے برادر عربی! مجھے مت مارو۔ میں ہر بیس نہیں ہوں۔ اگر تم نے مجھ کو مار ڈالا تو ہر بیس تمہارے ہاتھ سے بچ کر نکل جائے گا اور پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ اگر تم مجھ کو امان دو تو میں تم کو ہر بیس کا پتہ بتا دوں۔ حضرت خالد اس کے سینے سے اتر گئے اور اس کو امان دی۔ اس گبر نے پہاڑ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ دیکھو۔ حضرت خالد نے پہاڑ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو چند آدمی پہاڑ پر چڑھتے ہوئے دکھائی دیئے۔ گبر نے کہا کہ ہر بیس اپنے ساتھیوں کے آگے چل رہا ہے اور وہ سب بھاگ کر جا رہے ہیں۔ حضرت خالد نے اپنے قریب کھڑے حضرت اسد بن جابر کو قریب بلایا اور اس گبر کو ان کے حوالے کر کے فرمایا کہ تم اس گبر کو روکے رہو۔ اگر یہ اپنی اطلاع میں جھوٹا ثابت ہوگا تو ہم اس کی گردن مار دیں گے ورنہ رہا کر دیں گے۔

حضرت خالد نے اپنے گھوڑے کی باگ ڈھیلی چھوڑ دی اور فوراً ہر بیس کے قریب پہنچ گئے۔ ہر بیس کے ہمراہ قوم نصرانی کے بیس گبر تھے جو ہتھیاروں سے لیس تھے۔ زرہ اور خود میں جڑے ہوئے تھے۔ وہ تمام گبر ملک شام کے جنگجو شہسوار اور شجاع تھے۔ حضرت خالد نے جاتے ہی دو گبروں کو نیزہ مار کر ہلاک کر دیا اور گبروں کے آگے چلنے والے ہر بیس کو لٹکارتے ہوئے فرمایا کہ اے دشمن خدا! میں خالد بن ولید تیری ہلاکت کے لئے آپہنچا ہوں۔ بھاگتا کیوں ہے؟ رُک جا، اے بزدل نامرد تاکہ تجھے بھی تیرے سردار تو ما کے پاس بھیج دوں۔ گر جتنی ہوئی آواز میں حضرت خالد کی دھمکی سن کر ہر بیس گھوڑے کے زین سے سمٹ گیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ سختی ہو تم پر! کھڑے کھڑے منہ کیا دیکھتے ہو؟ یہ وہی شخص ہے جس نے ارکہ، تدمر، بصرہ، اجنادین اور دمشق کے لوگوں کو لوٹا اور قتل کیا ہے۔ اس کو زندہ واپس مت جانے دو۔ اگر تم نے اس کو مار ڈالا تو ہماری کھوئی ہوئی عزت واپس پلٹ آئے گی اور ہمارے مقتول بھائیوں کا بدلہ بھی حاصل ہوگا۔ ہر بیس کے کہنے اور ترغیب دینے پر رومی گبروں نے حضرت خالد کی طرف رُخ کیا۔ جس جگہ یہ معرکہ ہو رہا تھا وہ جگہ غیر ہموار اور تنگ تھی۔ گھوڑے پر سوار ہو کر لڑنا ممکن نہیں تھا لہذا حضرت خالد گھوڑے سے اتر گئے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں ڈھال تھام لی۔ گبروں نے دیکھا کہ حضرت خالد اکیلے ہیں تو

انھوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ دین اسلام کا شیر بھرا اٹھارہ بھیڑیوں کے درمیان پھنس گیا تھا۔ تنہا مقابلہ کر کے حضرت خالد نے گبروں کو جنگ کے وہ جو ہر دکھائے کہ وہ حیران و ششدر رہ گئے۔ حضرت خالد اتنی تیزی سے تلوار گھومتے تھے کہ کسی کو قریب آنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ اس دوران ہر بیس نے موقع پا کر حضرت خالد کے سر پر زور سے تلوار ماری لیکن حضرت خالد نے عمامہ کے نیچے لوہے کا خود پہن رکھا تھا۔ تلوار عمامہ کو کاٹتی ہوئی خود سے ٹکرائی اور ایسا بازگشت جھکا لگا کہ ہر بیس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی۔ حضرت خالد تنہا بڑی دلیری سے مقابلہ کر رہے تھے۔ لیکن سخت مصیبت میں تھے۔ بچنا مشکل تھا۔ حضرت خالد کو بھی اپنی شہادت کا یقین ہو گیا تھا لیکن حضرت خالد کو اپنے آقا و مولیٰ، جان عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیض اتم پر یقین کامل تھے:

جنگل درندوں کا ہے، میں بے یار شب قریب
گھیرے ہیں چار سمت سے بدخواہ لے خبر

(از:- امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہونا۔ حضرت خالد کی دلی خواہش تھی، اسی لئے حضرت خالد ہمیشہ خطرے کی جگہ پر ٹھہرتے اور دشمنان اسلام سے دلیری سے جنگ کرتے۔ مرج الد بیاج کی لڑائی سے قبل حضرت خالد نے بیس (۳۲) جنگوں میں شرکت فرمائی تھی اور ہر جنگ میں شہادت کے خواستگار تھے:

دے خدا ہمت کہ یہ جانِ حزیں
آپ پر واریں وہ صورت کیجئے

(از:- امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اب بھرے ہوئے شیر کی طرح دشمنان کو ہر کر لڑنے لگے لیکن جوش کے ساتھ ہوش سے کام لیتے ہوئے رومیوں پر رعب ڈالنے کے لئے زور سے نعرہ تکبیر کی صدا بلند کی۔ رومی گبریہ سمجھے کہ شاید ان کے ساتھی قریب میں چھپے ہوئے ہیں، اُن کو بلانے کے لئے یہ ”اللہ اکبر“ کی صدا لگاتے ہیں لیکن حقیقت یہ تھی کہ قریب میں حضرت خالد کا

کوئی بھی ساتھی نہ تھا۔ انھوں نے گبروں پر رعب اور ہیبت ڈالنے کے لئے ایک حیلہ اور تدبیر کی تھی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جاں نثار عاشق کے حیلہ کو حقیقت میں بدل دیا۔ حضرت خالد نے جیسے ہی نعرہ تکبیر بلند کیا فوراً صدائے بازگشت کی طرح جواب سنائی دیا:

”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ
وَرَسُولُهُ يَا أَبَا سُلَيْمَانَ وَشَكَ الْعَوْثُ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ“

ترجمہ:- ”نہیں ہے کوئی معبود مگر تھا اللہ، نہیں ہے شریک اس کا اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اے ابوسلیمان پروردگار عالم کی طرف سے تمہارے فریادرس آیا۔“

ایمان اور ایقان پر مشتمل صداسن کر حضرت خالد بھی محو حیرت تھے کہ دفعۃً حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ہاتھ میں ننگی تلواریں لئے دوڑے چلے آ رہے ہیں۔ آتے ہی مجاہدوں نے گبروں کو گھیر لیا اور حضرت ضرار بن ازور نے تو آنے کے ساتھ ہی گبروں کو تلوار کی نوک پر لیا۔ لمحہ بھر میں اٹھارہ گبر زمین پر بے جان پڑے تھے۔ حضرت خالد نے دیکھا کہ مجاہدوں کے آتے ہی ہر بیس اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر بھاگ رہا ہے لہذا آپ نے اس کا تعاقب کیا اور چند قدموں کے فاصلہ پر اس کو پالیا۔ ہر بیس بری طرح لرز رہا تھا۔ اس کے منہ سے جھاگ اڑنے لگا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا، مگر آواز حلق میں دبی کی دبی رہ گئی۔ حضرت خالد نے تلوار کی ایک ضرب میں اس کو زمین پر کشتہ ڈال دیا۔ حضرت خالد نے تمام مجاہدوں کا شکریہ ادا کیا۔ حضرت خالد نے حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر سے پوچھا کہ میرے یہاں ہونے کی خبر تم کو کس نے دی؟ حضرت عبدالرحمن نے جو جواب دیا وہ علامہ واقدی کی زبانی سماعت فرمائیں:

”پس کہا عبدالرحمن نے کہ اے سردار! تھے ہم رومیوں کی لڑائی میں اور فتح دی
اللہ تعالیٰ نے ہم کو اُن پر اور وہ لوگ کشتہ اور گرفتار ہوئے اور مسلمان مصروف

تھے یکجا کرنے مال غنیمت میں کہ دفعۃً سنی ہم نے آواز پکارنے والے کی ہوا سے اور وہ کہتا تھا کہ مشغول ہوں لوٹ کے مال جمع کرنے میں اور خالد بن الولید کو گھیر لیا ہے دشمنوں نے، پس جب سنائیں نے آواز کو اور میں نہیں جانتا تھا کہ کس جگہ میں ہوں اور گم کیا تھا ہم نے تمہاری ذات کو اور مسلمان اس سبب سے رنج میں تھے پس راہ بتائی ہمارے تئیں ایک گبر نے جو تمہارے ایک ساتھی کے قابو میں تھا اور کہا اُس نے تمہارے سردار کو میں نے راہ بتائی ہے بجانب ہرئیس کے اور وہ اُس کے ساتھ پہاڑ پر ہیں۔ پس جلدی روانہ ہوئے ہم تمہاری طرف۔“ (حوالہ: فتوح الشام، از: علامہ واقدی، ص: ۱۲۵)

پھر حضرت خالد بن ولید اپنے مجاہد ساتھیوں کے ساتھ مرج الدیباج کی طرف روانہ ہوئے مرج الدیباج میں اسلامی لشکر میں حضرت خالد کے گم ہونے اور دشمنوں کے درمیان پھنس جانے کی خبر بجلی کی طرح پھیل چکی تھی۔ ہر مجاہد حضرت خالد کے لئے پریشان اور بیقرار تھا۔ لشکر کے تمام لوگ حضرت خالد کی حفاظت اور سلامتی کی دعا مانگ رہے تھے۔ جب حضرت خالد کو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ واپس آتے دیکھا تو لشکر اسلام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ تمام نے نعرۂ تکبیر سے ان کا گرمجوشی سے استقبال کیا اور خیر و عافیت سے لوٹنے کی مبارکبادی دی۔ حضرت خالد نے ہرئیس کا پتہ بتانے والے رومی گبر کو بلایا اور فرمایا کہ میں نے تجھ سے جو وعدہ کیا ہے چاہتا ہوں کہ اسے پورا کروں کیونکہ تیرے ساتھ خیر خواہی کرنا مجھ پر واجب ہے۔ کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ تو دین اسلام قبول کر کے اہل جنت میں سے ہو جائے؟ اس گبر نے جواب دیا کہ میں اپنا دین بدلنا نہیں چاہتا لہذا حضرت خالد نے حسب وعدہ امان دے کر اس کی راہ چھوڑ دی۔ وہ گبر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر رومی شہروں کی طرف اکیلا چلا گیا۔

حضرت خالد بن ولید نے مجاہدوں کو مال غنیمت اور قیدیوں کو یکجا کرنے کا حکم دیا۔ جب تمام مال ایک جگہ جمع کیا گیا تو مال غنیمت کا ایک چھوٹا ٹیلہ بن گیا۔ پھر حضرت خالد نے راہ بتانے والے نجیب کو بلایا اور اس کا شکریہ ادا کیا اور بعد میں اس کی بیوی کا حال پوچھا۔ نجیب نے اپنی درد بھری داستان کہہ سنائی۔ حضرت خالد نے اظہار افسوس کیا اور صبر کرنے کی تلقین

فرمائی۔ اس پر حضرت رافع بن عمیرہ الطائی نے کہا کہ اے سردار! ہر قل بادشاہ کی بیٹی کو ہم نے قید کیا ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ نجیب کو ہر قل بادشاہ کی بیٹی ہمہ کر دیں تاکہ اس کی بیوی کا نعم البدل ہو جائے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ اگر ہر قل بادشاہ نے اپنی بیٹی ہم سے طلب کی تو ہم کو واپس دینی پڑے گی اور اگر ہر قل نے ہم سے اپنی بیٹی کا مطالبہ نہیں کیا تو پھر وہ نجیب کی ہی ہے۔

راہبر نجیب نے حضرت خالد سے کہا کہ اس وقت ہم ایسے علاقے میں ہیں کہ اطراف میں ہر قل بادشاہ کا لشکر موجود ہے۔ لہذا ہم پر کوئی لشکر آ پڑے اس سے پہلے یہاں سے روانہ ہو کر جلد از جلد دمشق پہنچ جانا چاہئے۔ نجیب کے مشورے کو قبول کر کے حضرت خالد نے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ مرج الدیباج سے کوچ کر کے اسلامی لشکر ”پل اُم حکیم“ کے قریب مرج الصفر نام کے مقام پر پہنچا تو دفعۃً ایک غبار اٹھتا ہوا نظر آیا۔ حضرت خالد نے حضرت صُصَّہ غفاری نام کے مجاہد کو اس غبار کی تحقیق کرنے بھیجا۔ حضرت صُصَّہ غفاری تیز گھوڑا دوڑاتے ہوئے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آ کر اطلاع دی کہ رومیوں کا لشکر اس شان سے ہے کہ سپاہیوں کے بدن لوہے سے اس طرح مستور ہیں کہ ان کی آنکھ کی پتلی کے سوا جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آتا۔ تھوڑی دیر میں وہ لشکر قریب آ گیا اور لشکر سے ایک بوڑھا راہب نکل کر آیا اور پکار کر کہا کہ میں ہر قل بادشاہ کا ایلچی ہوں اور اسلامی لشکر کے سردار سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ مجاہدین اس بوڑھے راہب کو حضرت خالد کے پاس لے آئے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ اپنا مقصد بیان کرو۔ بوڑھے راہب نے کہا کہ ہر قل بادشاہ نے یہ پیغام بھیجا ہے کہ تم نے میرے داماد کو قتل کر کے میری بیٹی کو گرفتار کر لیا ہے میں تم سے یہ امید رکھتا ہوں کہ تم میری بیٹی مجھ کو واپس کر دو۔ اگر میری بیٹی کے عوض کچھ مال درکار ہے تو مجھے دینے سے انکار نہیں یا اپنی طرف سے بطور ہدیہ میری بیٹی مجھ کو دے دو کیونکہ کرم اور بخشش کرنا مسلمانوں کے خصائل سے ہے۔ حضرت خالد نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اپنے بادشاہ سے کہہ دینا کہ ہم کو مال دنیا کی طمع نہیں۔ ہم بادشاہ کے ہاتھ پر اس کی بیٹی فروخت نہیں کرنا چاہتے۔ ہم کسی بھی قسم کا کوئی معاوضہ یا فدیہ لئے بغیر اس کی بیٹی کو آزاد کرتے ہیں اور یہ ہماری طرف سے تمہارے بادشاہ کو ہدیہ ہے۔ چنانچہ حضرت خالد نے اسی

وقت ہرقل اعظم کی بیٹی کو رہا کر کے شاہی ایلچی کے ساتھ روانہ کر دی۔

○ حضرت خالد کی دمشق واپسی

حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھ چار ہزار کالشکر لے کر توما کے تعاقب میں روانہ ہوئے تھے۔ اور اس میں ایک ماہ کا عرصہ گزر گیا تھا لیکن حضرت خالد ابھی تک دمشق واپس نہیں لوٹے اور نہ ہی ان کی طرف سے کوئی خبر آئی۔ لہذا حضرت ابوعبیدہ اور تمام مسلمان ان کے لئے متفکر تھے بلکہ ان سے ناامید ہو گئے تھے۔ بعض کو تو ایسے وسوسے آتے تھے کہ نجیب نے فریب کر کے اسلامی لشکر کو ہلاک کر دیا ہے۔ تمام مسلمان بارگاہ الہی میں گڑگڑا کر دعا کرتے تھے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں سلامت اور محفوظ رہیں اور خیر و عافیت سے واپس آجائیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجنادین کی فتح کے بعد حضرت ابوسفیان، حضرت عمرو بن معدی کرب اور حضرت مالک اشتر نخعی کی ہمراہی میں سات ہزار کالشکر روانہ کیا تھا وہ بھی دمشق آ پہنچا تھا لیکن حضرت خالد کی کوئی خبر نہ تھی۔ لہذا وہ بھی تشویش اور پریشانی میں تھے۔ تمام لشکر اسلام حضرت خالد کے لئے مضطرب و بیقرار تھا۔

حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کثیر تعداد میں مال غنیمت اور قیدی لے کر مہینہ بھر بعد دمشق آئے تو مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ تہلیل و تکبیر کی صدائیں بلند کر کے حضرت خالد کا شاندار استقبال کیا گیا۔ سب نے آپ کو مبارکباد پیش کی۔ پھر حضرت خالد نے مرج الدیباج کے سفر کی ازاول تا آخر کیفیت حضرت ابوعبیدہ اور مسلمانوں کو بتائی۔ سن کر سب متعجب ہوئے اور فتح عظیم کی مبارک بادی دی۔

حضرت خالد توما کے تعاقب میں ۱۴ جمادی الآخر ۱۳ھ کو دمشق سے روانہ ہوئے تھے۔ اور سترہ دن تک مسلسل سفر کر کے یکم رجب کو مرج الدیباج پہنچے۔ اور ساری کارگزاریوں کے بعد مرج الدیباج سے روانہ ہو کر ۱۴ یا ۱۵ رجب کو دمشق واپس آئے تھے۔

دمشق آ کر حضرت خالد نے مال غنیمت کا خمس امیر المؤمنین کی خدمت میں بھیجنے کے لئے الگ نکال لیا اور باقی مال مجاہدوں میں تقسیم فرما دیا۔ پھر حضرت خالد نے فتح دمشق سے

لے کر ہرقل بادشاہ کی بیٹی واپس بھیج دینے تک کی تفصیل لکھ کر امیر المؤمنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضرت عبداللہ بن قرط کو مدینہ منورہ روانہ کیا۔ حالانکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت کو ایک ماہ کا عرصہ ہو گیا تھا لیکن حضرت خالد اور اسلامی لشکر کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت کے سانحہ عظیم کی خبر نہ تھی۔

○ خلافت حضرت فاروق اعظم

خلیفۃ المسلمین، امیر المؤمنین اصدق الصادقین، امام المتقین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت کے بعد حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام صحابہ کرام نے با اتفاق رائے اپنا خلیفہ منتخب و تسلیم کیا اور تمام صحابہ نے مسجد نبوی شریف میں آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ اس وقت حضرت عمر فاروق کی عمر شریف بادن (۵۲) سال تھی۔ آپ کے دور خلافت میں آپسی اختلافات، عداوت، نفاق اور کفر و شرک کی جڑیں کٹ گئیں۔ دین اسلام کا کامل غلبہ ہو گیا۔ آپ نے بیت المال سے غریبوں کی تنخواہیں مقرر فرمادیں۔ حضرت عمر نہایت سادگی سے رہتے۔ خلیفہ ہونے کے باوجود گدڑی کا لباس پہنتے اور نمک کے ساتھ جو کی روٹی کھاتے۔ تواضع و انکساری کے وہ پیکر جمیل تھے۔ تکبر و غرور کا ان کے مزاج میں نام و نشان نہ تھا۔ ہاتھ میں دُرّہ لے کر عام لوگوں کے ساتھ مدینہ منورہ کے راستوں پر پیدل نکلتے۔ آپ کی ہیبت اور دبے کا یہ عالم تھا کہ لوگ تلوار سے بھی زیادہ آپ کے درّہ سے ڈرتے۔ غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ آپ لطف و مہربانی سے پیش آتے۔ بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر عنایت فرماتے۔ یتیموں کا بہت خیال، اور ان کی امداد فرماتے۔ ظالم سے مظلوم کا حق دلاتے۔ رات کو رعایا کی حفاظت کے لئے خود گشت فرماتے۔ نظام شریعت اور احکام دین کے معاملہ میں کسی کی بھی رعایت نہیں کرتے۔ عدل و انصاف کا ماحول قائم فرما دیا۔ آپ کے تصلّب فی الدین کی وجہ سے کفار، مشرکین، منافقین، یہود و نصاریٰ اور اسلام دشمن عناصر آپ سے ڈرتے اور جلتے تھے۔

شاہ روم ہرقل بادشاہ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق خلیفہ ہوئے ہیں تو وہ بڑا متفکر

اور تردد میں پڑا۔ اس نے ارکان سلطنت وارباب دولت اور دین نصرانیہ کے مذہبی پیشواؤں کو ”کنیہ فسان“ میں جمع کیا اور تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اب وہ شخص مسلمانوں کا خلیفہ مقرر ہوا ہے جو نہایت سخت مزاج ہے۔ جو اسلام میں داخل نہیں ہوتا اس پر وہ مطلق رحم نہیں کرتا۔ اس کے رعب سے مسلمان بھی کانپتے ہیں۔ اس کے ہاتھ میں ہر وقت کوڑا رہتا ہے جس کا خوف تلوار سے زیادہ ہے۔ یہ وہی شخص ہے جس کے متعلق ملاحم میں صاف لکھا ہے کہ وہ دراز قد، گندمی رنگ اور سیاہ چشم ہوگا۔ اس کی ہیبت سے عظیم سلطنتوں کے شہنشاہ کانپ اٹھیں گے۔ وہ فاتح اعظم کی حیثیت سے دور و دراز کے ممالک کو فتح کرے گا۔ سیاست کا ایسا ماہر ہوگا کہ اپنے دارالسلطنت میں بیٹھ کر اپنے لشکر کی کمانڈ کرے گا۔ اس کے ایک اشارے پر اس کے فرماں بردار مجاہد سر دھڑکی بازی لگا کر قیصر و کسریٰ کے ایوان اکھاڑ پھینکیں گے۔ وہ میرے تخت کا بھی مالک ہو جائے گا۔

ہرقل نے اپنی تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے مزید کہا کہ مسلمانوں کی کامیابی کا راز یہ ہے کہ وہ اپنے دین کے سخت پابند ہیں۔ اپنے خدا کی عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے ہیں۔ اپنے رب اور اپنے نبی کے ہر حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ ظلم و ستم اور گناہوں سے باز رہتے ہیں۔ عدل و انصاف کرتے ہیں۔ نیکیوں کی طرف راغب اور برائیوں سے منحرف رہتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ ان کی نصرت و مدد کرتا ہے اور انھیں کامیابی اور فتح حاصل ہوتی ہے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم ظلم و ستم، نا انصافی، خلق خدا کی حق تلفی، حرام کاری، عیاشی، مکاری، بیہودگی، بے حیائی، گنہگاری، فسق و فجور اور دین مسیح کی نافرمانی میں سر سے پاؤں تک غرق ہیں۔ اسی لئے ہم خدا کی مدد اور نصرت سے محروم ہیں۔ مسیح ہم سے ناراض ہیں لہذا ہم ہمیشہ شکست اور نامرادی سے دوچار ہوتے ہیں۔ اے دین مسیح اور صلیب کے پرستارو! اب بھی وقت ہے۔ اپنے گناہوں سے توبہ کر کے تمام نازیبا افعال کو ترک کر دو۔ ورنہ وہ دن دور نہیں کہ ہم پر ایسی قوم غالب و مسلط ہوگی جس کے دفاع کی ہم میں قوت و استطاعت نہیں۔ اس قوم کا دین تمام ادیان پر غالب ہو جائے گا۔

ہرقل نے اپنی تقریر میں یہاں تک کہا کہ اگر تم اپنی حرکتوں سے باز آ کر عیش و عشرت کو

نہیں چھوڑ سکتے تو تمہارے لئے مناسب ہے کہ تم مسلمانوں کا دین اپنالو۔ انہیں جزیہ دے کر صلح کر لو۔ ہرقل کی زبان سے یہ جملہ سن کر تمام حاضرین چونک گئے۔ خود بادشاہ یہ کہتا ہے کہ مسلمانوں کا دین اختیار کر لو یا جزیہ دینے پر رضا مند ہو جاؤ؟ لگتا ہے کہ بادشاہ کے دل میں مسلمانوں کا خوف گھر کر گیا ہے۔ لہذا تمام حاضرین مشتعل ہو گئے اور شہنشاہ ہو کر اس کی طرف جھپٹے اور بادشاہ کو مار ڈالنے کا قصد کیا۔ قوم کا اشتعال و غصہ دیکھ کر ہرقل سہم گیا۔ ماحول کی سنگینی اور وقت کی نزاکت کا اسے خیال آ گیا، اس نے حکمت عملی سے کام لیا اور اپنی بات کا رخ پلٹتے ہوئے کہا کہ اے میری قوم کے باغیرت لوگو! کیا تم نے یہ گمان کیا کہ میں سچ مچ تمہیں مسلمانوں کا دین قبول کرنے یا ادائے جزیہ پر راضی ہونے کی تلقین کرتا ہوں۔ ہرگز نہیں! یہ بات میں نے صرف اس لئے کہی ہے کہ میں تمہارا امتحان لے رہا تھا کہ تم میں اپنے دین کی محبت و غیرت باقی ہے یا نہیں؟ لیکن تم نے دین کے معاملہ میں اپنے بادشاہ کا بھی لحاظ نہ کرتے ہوئے خشم و غصہ کا اظہار کیا۔ یہ دیکھ کر میرا سینہ پھول گیا ہے۔ مجھے تمہاری غیرت دینی اور حمیت قومی پر فخر ہے۔ اب میں عربوں کو نیست و نابود کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی اور سستی نہیں کروں گا۔

ہرقل کی تقیہ بازی کے دام فریب میں لوگ آ گئے اور انھیں اپنے بادشاہ پر کامل اعتماد آ گیا۔ قوم نے ہرقل سے کہا کہ عربوں کو ملک شام سے دفع کرنے میں ہم شانہ سے شانہ ملا کر تمہارا ساتھ دیں گے بلکہ اپنے خون کے آخری قطرے تک اُن سے لڑیں گے۔

◎ حضرت عمر فاروق اعظم کو شہید کرنے کی ہرقل کی سازش

حضرت عمر فاروق اعظم کے خلیفہ مقرر ہوتے ہی ہرقل کی نیند حرام ہو گئی۔ اُسے دن میں بھی اپنی سلطنت کی ہلاکت کے خواب نظر آنے لگے۔ اس کو ہر وقت حضرت عمر فاروق کا خوف ستانے لگا۔ ہیبت فاروقی سے اس کا دل الٹ پلٹ ہونے لگا۔ حضرت فاروق اعظم کا خیال آتے ہی اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتیں۔ لہذا اس نے تہیہ کیا کہ جس کے وجود کے تصور سے میرا جینا مشکل ہو گیا ہے اس کا وجود ہی ختم کر دوں۔ ہرقل نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کی سازش کی۔ طلیقہ بن مازن نام کے ایک نصرانی عرب کو ہرقل نے کثیر مال دینے کا وعدہ کر کے مدینہ منورہ بھیجا تا کہ وہ کسی طرح بھی موقع پا کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دے۔ طلیقہ بن مازن مدینہ آیا اور مدینہ کے اطراف میں چھپ گیا۔ ایک دن اس نے دیکھا کہ حضرت عمر فاروق اطراف مدینہ کے باغوں کی طرف آئے ہیں اور یتیموں و غریبوں کے احوال کی خبر گیری اور ان کے باغوں اور کھیتوں کی نگرانی فرما رہے ہیں۔ وہ نصرانی عرب ایک گھنی شاخوں والے درخت پر چڑھ کر پتوں کے درمیان پوشیدہ ہو گیا۔ اتفاق کی بات کہ حضرت عمر بھی اسی درخت کے نیچے پتھر کا تکیہ لگا کر لیٹ گئے۔ جب آپ کو نیند آگئی تو طلیقہ بن مازن نے نیچے اتر کر آپ کو شہید کر دینے کا قصد کیا۔ اسی وقت ایک جنگلی درندہ آیا اور حضرت عمر کے ارد گرد گھومنے لگا۔ اور آپ کی نگہبانی کرنے لگا۔ پھر اس درندے نے اپنی زبان سے حضرت عمر کے تلووں کو چاٹا۔ تھوڑی دیر کے بعد طلیقہ بن مازن نے سنا کہ ہاتف غیبی نے پکار کر یہ جملہ کہا کہ ”يَا عُمَرُ عَذَلْتَ فَأَمَنْتَ“ اے عمر آپ نے انصاف کیا پس مامون رہے۔ یہ منظر دیکھ کر طلیقہ بن مازن سہم گیا اور اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ نیچے اتر کر حملہ کرنے کی اس کو ہمت و جرأت نہ ہوئی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیدار ہوئے تو وہ درندہ اٹھ کر چلا گیا۔ گویا کہ وہ حضرت عمر کی نیند کے وقت میں حفاظت کرنے اور پہرہ دینے حاضر ہوا تھا۔ حضرت عمر کے بیدار ہوتے ہی درندہ چلا گیا تو طلیقہ بن مازن درخت سے نیچے اتر اور حضرت عمر کے پاس آ کر آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور عرض کیا کہ میرے ماں باپ اس شخص پر قربان، جس کی حفاظت و نگہبانی جنگل کے درندے کرتے ہوں اور جس کی تعریف و ستائش فرشتے اور جنات کرتے ہوں۔ طلیقہ نے اپنے راز کا افشاء کر دیا۔ اور اپنی غلطی پر نادم ہو کر آپ سے معذرت چاہی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خندہ پیشانی سے معافی بخشی۔ طلیقہ بن مازن نے اسی وقت بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھا اور حضرت عمر کے ہاتھ پر ایمان لا کر مسلمان ہو گیا:

وہ عمر جس کے اعدا پر شیدا سقر

اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام

(از: - امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذکورہ واقعہ کوئی سنی سنائی بات نہیں بلکہ مستند روایت ہے۔ حضرت علامہ واقدی قدس سرہ نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

”پھر بلایا ہرقل نے ایک شخص نصرانی عرب کو کہ جس کا نام طلیقہ بن مازن تھا اور قبول کیا اُس کے واسطے کچھ مال دینے کو اور کہا اُس سے کہ روانہ ہو تو اسی وقت بجانب یثرب کے اور دیکھ فکر اور تامل سے اس امر کو کہ کیوں کر قتل کر سکتا ہے تو عمر کو۔ پس طلیقہ نے منظور کیا اس امر کو اور روانہ ہوا بطرف مدینہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور پہونچ کر چھپ رہا حوالی مدینہ طیبہ میں اور اُسی وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکلے اور دیکھ رہے تھے یتیموں اور رائٹوں کے لڑکے بالوں کو اور خبر گیری کرتے تھے اُن کے باغوں اور احاطوں کی اور چڑھ گیا وہ نصرانی ایک درخت پیچیدہ شاخ والے پر اور چھپ رہا اُس کے پتوں میں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی درخت کے نزدیک آ کر زمین پر لیٹ رہے اور ایک پتھر سے تکیہ لگایا۔ پس ایک درندہ جانور آیا اور گھوما گرد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور آگے آ کر چاٹا اپنی زبان سے دونوں پاؤں ان کے اور ناگہان ہاتف غیبی نے آواز دے کر یہ کلمات کہے ”يَا عُمَرُ عَذَلْتَ فَأَمَنْتَ“ پس جب بیدار ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلا گیا وہ درندہ اور اُتر اور نصرانی درخت سے اور آیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اور بوسہ دیا ان کے ہاتھوں کو اور کہتا تھا کہ میرے ماں باپ قربان ہوں اس شخص پر جن کی حفاظت اور نگہبانی مخلوقات اور جانور اور ان کا وصف اور تعریف فرشتے اور جن کرتے ہیں۔ پھر ظاہر کیا اُس نصرانی نے اپنا حال اور ارادہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور مسلمان ہوا، ان کے ہاتھوں پر۔“

(حوالہ: - فتوح الشام، از: - علامہ واقدی، ۱۳۱:)

◎ لشکر اسلام کے سپہ سالار اعظم کا تبادلہ

جیسا کہ اوراق سابقہ میں ذکر ہوا کہ مرج الدبیاج سے دمشق واپس آنے کے بعد حضرت خالد بن ولید نے امیر المؤمنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں خط بھیجا تھا اور حضرت خالد کو یہ خبر نہ تھی کہ خلیفہ اول نے تو رحلت فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن قرط جب حضرت خالد کا خط لے کر مدینہ منورہ پہنچے تب حضرت عمر فاروق اعظم خلیفہ تھے۔ حضرت عمر نے حضرت خالد کا خط پڑھا تو وہ خط حضرت ابوبکر صدیق کو مخاطب کر کے لکھا گیا تھا۔ حضرت عمر نے پوچھا کہ کیا حضرت ابوبکر صدیق کی رحلت کی خبر سے ملک شام میں مقیم مسلمان بے خبر ہیں؟ حضرت عبداللہ بن قرط نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! حضرت ابوبکر صدیق کی رحلت کی خبر سے تمام مجاہدین بے خبر ہیں۔

حضرت عمر نے حضرت خالد کا خط پڑھا اور تمام احوال سے واقف ہوئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام صحابہ کرام کو مسجد نبوی شریف میں جمع کیا۔ آپ منبر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کھڑے ہوئے اور حضرت خالد کا خط پڑھ کر سنایا۔ اس خط میں فتح دمشق سے لے کر مرج الدبیاج میں حاصل شدہ کثیر مال غنیمت، حاکم دمشق تو ماور ہرہیں کا قتل، ہرقل بادشاہ کی بیٹی کی گرفتاری اور رہائی وغیرہ کی تفصیل مرقوم تھی۔ خط سن کر تمام خوش ہوئے بلکہ مدینہ شہر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ لوگ تہلیل و تکبیر کی صدا بلند کر کے اظہار مسرت کر رہے تھے اور ملک شام جانے والے مجاہدین کے حق میں دعائے خیر و برکت کرتے تھے۔ مسجد نبوی میں حضرت خالد کا خط سنانے کے بعد امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر تشریف لے گئے۔ رات کو آپ نے خط اپنے ساتھ رکھ کر بستر خواب پر تشریف لے گئے۔ بستر خواب پر بھی آپ نے حضرت خالد کا خط کئی مرتبہ پڑھا۔ پھر خط کو نکیہ کے نیچے رکھ دیا۔ اور حضرت خالد کے خط کی بابت سوچ و فکر کرنے لگے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وسیع النظر، دور اندیش، دانا مدبر، عاقل قائد، دانشمند رہبر، ذی شعور فیصل، اور بین الاقوامی امور سیاست میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ حضرت خالد بن ولید کی دلیری اور شجاعت کی کارگزاریوں کو آپ نے

مختلف زویوں سے ٹٹولا اور تمام احوال کو بالغ نظری سے دیکھا۔ بنظر عمیق اس پر غور و خوض کیا۔ ماضی، حال اور مستقبل کے حالات کے متعلق غور و فکر کیا۔ ماضی سے حال تک کے وقوع پذیر حوادث کا تجزیہ کیا اور اس کے نفع بخش نتائج کے دوام و قیام کو مستقل اور مستحکم طور پر برقرار رکھنے کے لئے سوچا۔ ملک شام گئے ہوئے مجاہدین کی حفاظت، خیر خواہی، حوصلہ افزائی، اولوالعزمی، اور لشکر اسلام کے رعب و دبدبہ، خوف و ہیبت، شان و شوکت، اور شجاعت و دلیری کی دھاک اور شہرت کی بندھی ہوا کے ثبات اور رمیوں کے دلوں میں پیدا شدہ احساس کمتری کا مادہ زائل ہو کر خود اعتمادی اور خودداری میں تبدیل نہ ہو جائے ان تمام امور کو آپ نے علم نفسیات کی بنیاد پر پرکھا اور ایک ایسا فیصلہ کیا کہ جس کو سن کر تمام لوگ محو حیرت ہو گئے۔

صبح بعد نماز فجر آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر صحابہ کرام کی جماعت کے سامنے اعلان کیا کہ میں نے اسلامی لشکر کے سپہ سالار اعظم کے منصب سے خالد بن ولید کو معزول کر کے ان کی جگہ ابوعبیدہ بن جراح کو مقرر کیا ہے۔

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک صاف چڑا لیا اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح کے نام خط لکھا۔ اس خط میں آپ نے حضرت خالد بن ولید کو اسلامی لشکر کے سپہ سالار اعظم کے عہدہ سے معزول کرنے اور حضرت ابوعبیدہ کو اس عہدہ پر مقرر کرنے کا حکم نامہ تحریر فرمایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ خط حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی حضرت عامر بن ابی وقاص کو دیا اور ان کے ہمراہ حضرت شداد بن اوس کو اپنے نمائندہ کی حیثیت سے دمشق روانہ کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عامر بن ابی وقاص کو حکم دیا کہ دمشق جا کر اسلامی لشکر کو خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت کی خبر سناؤ اور انھیں حکم کرو کہ تمام مجاہدین حضرت شداد بن اوس کے ہاتھ پر میری بیعت کریں اور انھیں حضرت خالد بن ولید کی معزولی اور حضرت ابوعبیدہ کی تقرری سے مطلع کرو۔

حضرت عامر بن ابی وقاص امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کے مطابق دمشق آئے اور حضرت خالد بن ولید کے خیمہ میں ٹھہرے۔ مدینہ منورہ سے دو سفیر امیر المؤمنین کا خط لے کر آئے ہیں یہ خبر اسلامی لشکر کے کیمپ میں پھیلتے ہی تمام مجاہد جمع

ہو گئے۔ جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو حضرت خالد نے حضرت عامر بن ابی وقاص سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خیریت پوچھی۔ حضرت عامر نے کہا کہ اے گروہ مسلمین! خلیفۃ المسلمین، امیر المؤمنین، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا سے پردہ فرما گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت کی خبر سن کر حاضرین پر بجلی گر پڑی۔ ایک کھرام چمچ گیا۔ غم و اندوہ کا سماں قائم ہو گیا۔ مجاہدین پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ حضرت خالد بن ولید بھی آنسو بہا رہے تھے۔ کسی کے بھی آنسو نہیں تھمتے تھے۔ رورو کر سب کی آنکھیں لال ہو گئیں۔ کافی دیر تک آہ و فغاں کا ماحول رہا۔ جب لوگوں کو کچھ افاقہ ہوا۔ تب حضرت عامر بن ابی وقاص نے کہا کہ اب حضرت عمر فاروق اعظم خلیفہ مقرر ہوئے ہیں لہذا انہوں نے اپنی بیعت لینے کے لئے حضرت شداد بن اوس کو اپنے نمائندہ کی حیثیت سے میرے ساتھ بھیجا ہے اور بعض امیر المؤمنین ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت عامر بن ابی وقاص کی بات سن کر تمام مجاہدین نے حضرت شداد بن اوس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ سب سے پہلے بیعت کرنے والے حضرت خالد بن ولید تھے۔ پھر حضرت عامر بن وقاص نے حضرت خالد بن ولید کا سپہ سالار اعظم کے عہدہ سے معزول ہونے اور اس عہدہ پر حضرت ابوعبیدہ بن جراح کا مقرر ہونے کا مضمون خط پڑھ سنایا۔ حضرت خالد بن ولید فوراً کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا کہ مجھے اللہ اور رسول کی اور حضرت عمر کی اطاعت بخوشی منظور ہے۔ اور حضرت عمر نے میری معزولی کا جو حکم فرمایا ہے وہ بھی مجھے بخوشی منظور ہے۔ ان کا حکم میں سر آنکھوں پر لیتا ہوں۔

اب ہم قارئین کرام کی خاص توجہ چاہتے ہیں۔ حضرت عمر کے اس فیصلہ پر کچھ ناواقف لوگ اپنی تنگ نظری سے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت خالد جیسے دلیر اور جنگجو شخص کو معزول کر کے حضرت ابوعبیدہ جیسے سادہ لوح اور نرم طبیعت شخص کو سپہ سالار اعظم کے منصب پر کیسے فائز کر دیا؟ ایک عشقیہ ناول لکھنے والے فٹ پاتھ چھاپ مصنف نے خود کو ارباب سیر و تاریخ میں گمان کر کے ملک شام کی فتوحات پر ایک کتاب ارقام کرنے کی جرأت کی ہے۔ اس کتاب میں یہاں تک لکھ مارا ہے کہ حضرت خالد بن ولید نے اپنی معزولی کا حکم سن کر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کہا کہ:

”انہوں نے میری حق تلفی کی ہے اور مجھے بلاوجہ معزول کیا ہے۔“

معاذ اللہ! ثم معاذ اللہ! مصنف نے یہ جملہ اپنی طرف سے گڑھ کر حضرت خالد بن ولید کی طرف منسوب کر دیا کہ حضرت خالد نے یہ جملہ کہا۔ حالانکہ کتب سیر و تاریخ میں اور خصوصاً علامہ واقدی کی تصنیف لطیف ”فتوح الشام“ میں کہیں بھی حضرت خالد کا یہ جملہ مروی نہیں۔ حضرت عمر فاروق اعظم پر حق تلفی کا الزام عائد کرنا اور وہ بھی حضرت خالد سے منسوب کر کے سراسر ظلم اور زیادتی ہے۔ حضرت خالد بن ولید جیسے بلند مرتبہ صحابی کبھی بھی امیر المؤمنین کی شان عالی میں ایسا خطرناک اور خلاف شریعت جملہ اپنی زبان پر نہیں لاسکتے۔ حق تلفی کی اسلام میں سخت مذمت کی گئی ہے۔ اسلام نے حق تلفی کی جڑیں اکھاڑ کر رکھ دی ہیں اور حقدار کو اس کا حق دلایا ہے۔ حضرت عمر فاروق اعظم نے مظلوم کو ظالم سے داد دلانے اور حقدار کا حق دلانے کے لئے جو سعی فرمائی ہے۔ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ حق تلفی اور نا انصافی کرنے والے کی پیٹھ کی کھال کو درہ فاروقی ادھیڑ کر رکھ دیتا تھا۔ جس ذات گرامی نے حق تلفی کرنے والوں کو تازیانے لگا کر حق تلفی سے باز رکھ کر عدل و انصاف کا ماحول قائم کر دیا تھا۔ اسی ذات گرامی پر حق تلفی کا الزام عائد کرنا افترا پردازی ہے۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکماء امت کے زمرے میں سرفہرست تھے۔ ان کی عقل و دانش اور دور اندیشی کا اندازہ کرنا ممکن نہیں۔ مثل مشہور ہے کہ ”فَعَلُ الْحَكِيمِ لَا يَخْلُو عَنِ الْحِكْمَةِ“ یعنی حکیم کا کوئی بھی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ حضرت عمر فاروق اعظم کی حکمت عملی اور نگاہ دور بینی سے نا آشنا، کور باطن لوگ ہی حضرت خالد کی معزولی کے معاملہ کو حق تلفی سے تعبیر کرتے ہیں اور اپنی کوتاہ بینی کا ثبوت دیتے ہیں۔



حضرت خالد کی معزولی میں حضرت عمر کی دوراندیشی

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی ذاتی رنجش، آزر دگی، اُن بن، بغض و عناد، حسد و کینہ، عداوت و جلن یا کسی قسم کی خفگی و ناراضی کی وجہ سے سپہ سالار اعظم کے عہدہ سے معزول نہیں کیا تھا بلکہ خیر اندیشی، خیر خواہی، خلوص و محبت، ہمدردی، کفایت شعاری اور سلامت روی کے پیش نظر کیا تھا۔ آپ نے ہر گز ہر گز حق تلفی نہیں کی تھی بلکہ شفقت احباء کا حق ادا کیا تھا۔ علاوہ ازیں اسلامی لشکر کی شان و شوکت اور جاہ و حشمت کا دبدبہ و سکھ برقرار رکھ کر دشمنان اسلام کے ذہنوں کو پراگندہ و متردد کر کے ان کو میدان جنگ میں دائمی طور پر مرعوب و مبہوت رکھنے کی دوراندیشی بھی ملحوظ نظر تھی۔ ذیل میں کچھ اہم نکات پیش ہیں:

(۱) حضرت خالد بن ولید کی جنگی مہارت، شجاعت اور دلیری نے رومی لشکر کے پرچے اڑا دیئے تھے۔ اور اس وجہ سے ان کو اتنی شہرت حاصل ہوئی تھی کہ ملک شام کا ہر سپاہی ان کا نام سنتے ہی کانپنے لگتا تھا۔ ہر رومی سپاہی یہی خیال کرتا تھا کہ حضرت خالد بن ولید بذات خود ایک لشکر ہیں۔ ان کی وجہ سے ہی اسلامی لشکر کا حوصلہ برقرار ہے۔ اگر حضرت خالد بن ولید اسلامی لشکر کے سپہ سالار نہ ہوں تو اسلامی لشکر کی کوئی اہمیت و حیثیت نہ رہے۔ ہم آسانی سے اسلامی لشکر کو شکست و ہزیمت سے دوچار کر دیں۔ ایسے ماحول میں اگر خدا نخواستہ حضرت خالد کو کچھ ہو گیا تو رومیوں کے حوصلے بلند ہو جائیں گے اور رومیوں میں اسلامی لشکر سے ٹکر لینے کی ہمت پیدا ہو جائے گی۔ لہذا رومیوں کو یہ باور کرا نا مقصود تھا کہ اگر حضرت خالد بن ولید اسلامی لشکر کے سردار نہ ہوں تب بھی اسلامی لشکر کے رعب و دبدبہ اور جنگی طمطراق میں کوئی فرق واقع نہ ہوگا بلکہ رومیوں کو احساس ہو جائے کہ اسلامی لشکر کا ہر سردار خالد بن ولید کی طرح ماہر جنگ ہے۔

(۲) حالانکہ اس حقیقت میں بھی شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ حضرت خالد بن ولید کی عدم

موجودگی میں اسلامی لشکر کا جوش و خروش کچھ ماند پڑ جاتا تھا۔ حضرت خالد بن ولید کی صرف موجودگی سے مجاہدوں کو ڈھارس بندھتی تھی۔ پھر وہ چاہے سپہ سالار کی حیثیت سے موجود ہوں یا پھر عام سپاہی کی حیثیت سے موجود ہوں۔ ان کا موجود رہنا کافی تھا۔ لہذا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خالد کی شخصیت کو کسی بھی قیمت پر گنوا نا نہیں چاہتے تھے اور یہ تب ہی ممکن تھا جب وہ سرداری کے منصب پر نہ ہوں۔ کیونکہ سردار ہونے کی وجہ سے اُن کی جان پر زیادہ خطرہ تھا۔ مثال کے طور پر جنگ اجنادین میں رومی لشکر کے سردار وردان نے مکرو فریب سے حضرت خالد کو شہید کرنے کی سازش کی تھی اور دونوں لشکر کے سردار صلح کی گفتگو کے لئے اکیلے آ کر صلح کے شرائط طے کریں۔ ایسا بہانہ کھڑا کر کے حضرت خالد کو گفتگو کرنے تنہا بلایا تھا۔ اور آپ کو شہید کر دینے کے قصد سے گفتگو کرنے کی جگہ کے قریب اپنے مسلح سپاہیوں کو چھپا رکھا تھا۔ لیکن وردان کے نمائندے داؤد نصرانی نے وردان کی سازش کا پردہ چاک کر دیا ورنہ یقیناً حضرت خالد کی جان کا خطرہ تھا۔ اگر جنگ اجنادین کے وقت حضرت خالد بن ولید اسلامی لشکر کے سردار نہ ہوتے تو رومی لشکر کے سردار کو ایسی سازش کرنے کا موقع نہ ملتا۔ رومی سردار کو دو سرداروں کی مینٹنگ کے انعقاد کے بہانے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ یا اگر وہ اسلامی لشکر کے سردار کو بلاتا تو حضرت خالد کے بجائے کوئی دوسرا شخص گیا ہوتا۔ سردار نہ ہونے کی وجہ سے حضرت خالد کے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ الحاصل سردار نہ ہونے کی صورت میں حضرت خالد کے لئے خطرہ کم تھا۔

(۳) حضرت خالد بن ولید نہایت دلیر اور شجاع ہونے کے ساتھ ساتھ ہمیشہ شہادت کے متمنی رہتے تھے۔ اسلام کے دشمنوں سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جانا ان کی عین خواہش تھی لہذا وہ ہمیشہ خطروں سے کھیلا کرتے تھے۔ مثال کے طور پر مرج الدبیاج کی جنگ میں حاکم دمشق تو ما قتل کرنے کے بعد ایک رومی گبر کے بتانے پر ہر بیس کے تعاقب میں پہاڑی پر اکیلے چلے گئے تھے اور ایسا نازک مرحلہ پیش آیا تھا کہ حضرت خالد موت کے منہ سے واپس آئے تھے۔ موت ان کے سر پر کھیل رہی تھی

بلکہ حضرت خالد کو بھی اپنی شہادت کا یقین ہو گیا تھا۔ خوش قسمتی سے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق اور حضرت ضرار بن ازورعین وقت پر پہنچ گئے ورنہ حضرت خالد کے بچنے کے امکان بہت کم تھے۔ اگر اس وقت حضرت ابوعبیدہ بن جراح سردار ہوتے تو سردار ہونے کی حیثیت سے وہ حضرت خالد کو ایسی خطرناک مہم پر جانے سے روک دیتے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان تمام واقعات سے باخبر تھے۔ لہذا اب مستقبل میں وہ حضرت خالد کو اس قسم کی ہلاکت میں پڑنے سے باز رکھنا چاہتے تھے۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ حضرت خالد بن ولید اسلامی لشکر کی روح رواں ہیں۔ ان کو اگر کچھ ہو گیا تو اسلامی لشکر کا حوصلہ ٹوٹ جائے گا۔

(۴) فتح دمشق کے بعد حاکم توما کے قافلے کے تعاقب میں حضرت خالد بن ولید چار ہزار مجاہدوں کو لے کر نجیب کی رہبری میں دمشق سے مرج الدیباج تک کا دشوار سفر کیا۔ کئی پہاڑ عبور کئے۔ درمیان سے جانے والے راستے اختیار کئے، وہ تمام راستے خطرناک تھے۔ جبل لکام پر طوفانی بارش کی مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ کوئی خیمہ یا ساز و سامان بھی ساتھ میں نہیں تھا۔ علاوہ ازیں وہ تمام علاقہ ہرقل بادشاہ کے لشکر کے سپاہیوں سے چھلک رہا تھا۔ خوش نصیبی سے وہ مجاہدوں کی اس علاقے میں آمد سے بے خبر رہے۔ اگر مرج الدیباج سے دمشق واپس لوٹنے وقت وہ مزاحم ہوتے تو مجاہدوں کے لئے خطرہ تھا۔ مسلسل ایک ماہ کے قریب سفر کرتے کرتے وہ نڈھال ہو گئے تھے۔ ساتھ میں غنیمت کے سامان کا بوجھ، گھوڑوں کے پاؤں نوک دار پتھروں سے زخمی، وغیرہ وجوہات باعث آفت و دشواری تھے۔ اگر ان پہاڑی علاقوں کے رومی سپاہی متحد ہو کر اذیت و نقصان پہنچا دیتے تو اس لشکر میں حضرت خالد کے علاوہ حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر، حضرت ضرار بن ازور، حضرت رافع بن عمریرہ طائی جیسے سرتاج مجاہدوں کی جان کا خطرہ تھا۔ اگر خدا نہ خواستہ اس پہاڑی علاقے میں رومی غالب آجاتے تو اسلامی لشکر کی دھاک اور ہیبت کو دھجکا لگتا اور اسلامی لشکر کے رعب و دبدبہ کی بندھی ہو جاتی رہتی۔ مرج الدیباج کی ہزیمت کا اثر دمشق میں مقیم اسلامی لشکر پر

پڑتا اور لشکر کا حوصلہ ٹوٹ جاتا، مبادا بزدلی لاحق ہوتی، جس کے نتیجہ میں اسلامی لشکر کا خوف و ڈر رومیوں کے دلوں سے کم ہو جاتا۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”فَتَفَشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ“ (سورۃ الانفال، آیت: ۴۶)

ترجمہ:- ”پھر بزدلی کرو گے اور تمہاری بندھی ہوئی ہوا جاتی رہے گی۔“ (کنز الایمان)

حل لغت:- ہوا بندھنا (محاورہ) دھاک بندھنا، رعب جمنا، شہرت ہونا (فیروز اللغات، ص: ۱۲۵۳) اگر فتح دمشق کے وقت حضرت ابوعبیدہ بن جراح اسلامی لشکر کے سردار ہوتے تو ان کی اجازت کے بغیر حضرت خالد بن ولید چار ہزار سواروں کو لے کر مرج الدیباج تک توما کے قافلہ کے تعاقب کے لئے نہ جاتے اور اجازت طلب کرنے پر حضرت ابوعبیدہ ایسی خطرناک مہم پر جانے کی اجازت نہ دیتے۔ حضرت خالد بن ولید اور ان کے ساتھیوں کی مرج الدیباج سے کوئی خبر یا اطلاع نہ آنے کی وجہ سے دمشق میں مقیم اسلامی لشکر مایوس ہو گیا تھا۔ اور ان کا حوصلہ پست ہو گیا تھا۔ جب ایک مہینہ کے بعد حضرت خالد واپس آئے تب سب کی جان میں جان اور دم میں دم آیا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ چاہتے تھے کہ ملک شام میں اسلامی لشکر کی جو ہوا بندھی ہے وہ قائم رہے اور اس کے لئے حضرت خالد بن ولید کا زندہ اور سلامت رہنا اشد ضروری تھا۔ اگر حضرت خالد مرج الدیباج جیسے خطرناک محاذ پر جا کر شہید ہو گئے تو ان کی ایک شہادت سے پورے اسلامی لشکر کی دھاک کو عظیم صدمہ پہنچے گا اور اس سے بچنے کے لئے حضرت خالد کا بقید حیات رہنا اہم اور لازمی تھا۔ لہذا حضرت خالد کے جوش کو حضرت ابوعبیدہ کے ہوش کی لگام سے متوازن رکھنا چاہئے۔

(۵) حضرت خالد بن ولید کے رعب اور ہیبت کا یہ عالم تھا کہ ملک شام کے رومی صلح کی گفتگو کے لئے آتے ہوئے بھی کانپتے تھے۔ مثال کے طور پر اسلامی لشکر کے محاصرہ سے تنگ آ کر اہل دمشق صلح کرنے پر آمادہ ہوئے تھے۔ لیکن صلح کی گفتگو کے لئے باب جابیہ پر حضرت ابوعبیدہ کے پاس گئے۔ جب کہ حضرت خالد بن ولید اسلامی لشکر کے سردار تھے۔ اہل دمشق ان کے

رعب کی وجہ سے باب شرقی پر ان سے گفتگو کرنے نہیں آئے۔ حالانکہ حضرت خالد بن ولید جنگ پر صلح کو ترجیح دیتے تھے اور بمقابلہ جنگ صلح کو زیادہ پسند کرتے تھے لیکن کوئی صلح کرنے آئے تو صلح کریں؟ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پورے ملک شام اور دیگر ممالک میں اسلام کا پرچم لہرانے کے خواہشمند تھے اور یہ چاہتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ دائرۃ اسلام میں داخل ہوں اور اسلام کے محاسن اور اس کی تعلیمات سے متاثر ہو کر اسلام کی جانب مائل ہوں اور یہ صرف جنگ سے حاصل نہیں، بلکہ صلح سے ہوتا۔ اور حتی الامکان یہ کوشش کرنی چاہئے کہ بجائے جنگ بذریعہ صلح فتح حاصل ہو۔ لیکن صلح کب ہوگی؟ جب سامنے والا فریق صلح کے لئے آمادہ اور رضا مند ہو۔ اگر دشمن صلح کے لئے آمادہ ہو تو ہم کو بھی صلح کر لینی چاہئے کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد باریک و تعالیٰ ہے:

”وَأَنْ جَنَحُوا لِلْسَّلَامِ فَأَجْنَحْ لَهَا“ (سورة الانفال، آیت: ۶۱)

ترجمہ:- ”اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی جھکو۔“ (کنز الایمان)

صلح کا ایک بڑا عظیم فائدہ یہ بھی ہے کہ فریقین کے بہت سے افراد کی جانیں بچ جاتیں اور انسان کا خون بننے سے بچ جاتا۔ لہذا صلح میں بھلائی اور بہتری ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

”وَالصُّلْحُ خَيْرٌ“ (سورة النساء، آیت: ۱۳۸)

ترجمہ:- ”اور صلح خوب ہے۔“ (کنز الایمان)

اگر حضرت ابو عبیدہ اسلامی لشکر کے سردار ہوں گے تو ان کی نرم طبیعت کی وجہ سے رومی صلح کے لئے زیادہ سے زیادہ آمادہ ہوں گے۔ برعکس حضرت خالد کی سرداری کے۔ لہذا حضرت عمر فاروق اعظم نے صلح کی طرف رومیوں کا میلان بڑھانے کی غرض سے حضرت خالد بن ولید کی جگہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح کو مقرر فرمایا۔

(۶) حضرت ابو عبیدہ کو اسلامی لشکر کا سردار مقرر کرنے میں حضرت عمر فاروق اعظم کی ایک دوراندیشی یہ بھی تھی کہ حضرت خالد سخت مزاج اور جنگجو ہیں۔ ان کا رعب اور ان کی دہشت رومیوں کے دلوں پر غالب ہے اور وہ حضرت خالد کے نام سے تھر تھرا کر نپتے

ہیں۔ بلکہ حضرت خالد کو وہ اپنی موت کے روپ میں دیکھتے ہیں۔ لہذا حضرت خالد ان پر سختی برتیں اور سخت رویہ اپنائیں۔ یہاں تک کہ رومی تنگ اور عاجز آ جائیں اور حضرت خالد کی تلوار کی ضرب سے محفوظ و مامون رہنے کے لئے وہ پناہ ڈھونڈھیں۔ جب رومیوں کو یہ معلوم ہوگا کہ اسلامی لشکر کے سردار حضرت ابو عبیدہ ہیں اور وہ نرم طبیعت کے ہیں تو وہ حضرت خالد کی تلوار کے خوف سے حضرت ابو عبیدہ کے پاس امان طلب کرنے آئیں گے۔ اور صلح کر کے جزیہ ادا کرنے پر رضا مند ہو جائیں گے۔ یعنی حضرت خالد ان کو تلوار سے ڈرائیں اور حضرت ابو عبیدہ کی طرف بھگائیں اور حضرت ابو عبیدہ ان کو صلح کی زنجیر میں جکڑتے چلے جائیں۔ یعنی ایک گرم طبیعت اور دوسرا ٹھنڈی طبیعت کا۔ ٹھنڈی اور گرمی دونوں فائدہ مند ہیں لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ گرم طبیعت والا ماتحت ہو اور ٹھنڈی طبیعت والا سربراہ اعلیٰ ہو۔ تاکہ سانپ مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے۔

(۷) حضرت خالد بن ولید گرم طبیعت کے ہونے کے باوجود اخلاق حسنہ، احسان، رحم دلی اور فراخ دلی کے پیکر تھے۔ لیکن حضرت خالد کے ان محاسن سے رومی بالکل انجان تھے۔ ان کا گمان صرف یہی تھا کہ حضرت خالد بن ولید ہمیشہ تلوار کی زبان سے بات کرتے ہیں لہذا رومی حضرت خالد سے کچھ کچھ رہتے تھے۔ اور نزدیک آنے سے تھراتے تھے۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح کو اسلامی لشکر کا سردار مقرر کرنے میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ حضرت ابو عبیدہ کے توسط سے رومی جب حضرت خالد کے قریب آئیں گے تو ان پر یہ حقیقت بھی منکشف ہوگی کہ حضرت خالد کی شدت اُن کفار و مشرکین کے لئے ہے جو سرکش اور اسلام سے ٹکرانے پر تے ہوئے ہیں۔ لیکن جو صلح کر کے امان حاصل کر لیتے ہیں اور اپنی صلح کے عہد پر قائم رہتے ہیں ان کے ساتھ حضرت خالد کا رویہ نرم اور احسان کا ہوتا ہے۔ حضرت خالد بن ولید قرآن مجید کی اس آیت کے سخت پابند تھے۔

”فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ“ (سورة التوبہ، آیت: ۷)

ترجمہ:- ”تو جب تک وہ تمہارے لئے عہد پر قائم رہیں، تم ان کے لئے قائم رہو۔“

(کنز الایمان)

مرج الدیباج میں ایک رومی گبر نے امان ملنے کی شرط پر حضرت خالد کو ہر بیس کا پتہ بتایا تھا۔ کہ ہر بیس اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہاڑ کی طرف بھاگ رہا ہے۔ چنانچہ حضرت خالد نے حسب معاہدہ کسی بھی قسم کا معاوضہ لئے بغیر اس رومی گبر کو جانے دیا اور ایفائے عہد کی مثال قائم فرمادی۔ اسی طرح ہر قل بادشاہ کی بیٹی کو کسی قسم کے معاوضہ کے بغیر قید سے رہا کر کے یہ ثابت کر دیا کہ محسن اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ احسان کرنے میں بھی کسی سے کم نہیں حالانکہ ہر قل بادشاہ منہ مانگا مال معاوضہ میں دینے کے لئے راضی تھا لیکن حضرت خالد نے ہر قل بادشاہ کی بیٹی اس کو بطور ہدیہ و تحفہ بھیج کر ہر قل کو بھی مرہون منت بنایا۔

(۸) حضرت خالد بن ولید کو معزول کر کے ان کی جگہ حضرت ابو عبیدہ کو سردار مقرر کر کے حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رومیوں کو یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ حضرت خالد کے نزدیک عہدہ اور منصب کی کوئی اہمیت نہیں۔ وہ لشکر کے سردار ہوں جب بھی شیر ببر ہیں اور سردار نہ ہونے کی حالت میں بھی شیر ببر ہیں۔ بلکہ سردار نہ ہونے کی حالت میں ان کی شجاعت اور دلیری کے مزید جوہر دیکھنے کو ملیں گے۔ آئندہ صفحات میں جنگ حصن ابی القدس، جنگ قنسرین، جنگ حمص، جنگ یرموک اور جنگ حلب کے احوال میں حضرت خالد بن ولید کی شجاعت اور بہادری کی سرگزشت پڑھتے وقت دل دھڑکنے لگے گا اور رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔ اسلامی لشکر کا سردار خالصاً لَوْجِہِ اللہ جہاد کرتا ہے عہدہ و اقتدار کی طمع میں نہیں۔ اس کا مقصد جہاد صرف اور صرف اِعْلَاءِ کَلِمَۃِ الْحَقِّ ہوتا ہے۔ اسلامی لشکر کا سردار رومی لشکر کے سردار کی مانند نہیں کہ عہدہ و اقتدار کی طلب و طمع میں غداری کرے اور دشمنوں سے مل کر اپنے ہی لشکر کو ضرر رسانی کی شرارت کرے۔ مثال کے طور پر جنگ دمشق (بار اول) کے تذکرہ میں قارئین کرام نے ملاحظہ فرمایا کہ حاکم دمشق کا عہدہ حاصل

کرنے کی لالچ اور خواہش میں رومی سردار کلوں اور عزرائیل نے کیا کیا گل کھلائے؟ اور دونوں ایک دوسرے کے لئے کیسے کیسے کانٹے بچھائے؟ لیکن اسلامی لشکر کا سردار عہدہ سے معزول ہونے کے بعد زیادہ مخلص، زیادہ مطیع، زیادہ وفادار، زیادہ دلیر، زیادہ فرض شناس، زیادہ محنت کش اور زیادہ فرمانبردار ہو کر راہ خدا میں اپنی جان خرچ کرتا ہے۔ اپنی جگہ پر مقرر ہونے والے نئے سردار کے لئے ذرہ برابر بھی اس کے دل میں کدورت و خلش نہیں ہوتی بلکہ محبت و الفت ہوتی ہے۔ ایک وقت وہ تھا کہ آج تقرر پانے والا سردار معزول ہونے والے سردار کا ماتحت تھا لیکن اب وہ منصب سردار پر فائز ہے اور معزول ہونے والا سردار اب اس کے ماتحت رہنے میں کسی قسم کی شرم و عار محسوس نہیں کرتا۔ بلکہ خوشی اور مسرت سے اس کی اطاعت کرنے میں اپنی سعادت سمجھتا ہے۔ اس کے حکم کی تعمیل و بجا آوری میں سر پر کفن باندھ لیتا ہے اور اپنی جان پر کھیل جاتا ہے۔ وہ جو کچھ بھی کرتا ہے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں کرتا ہے۔ چاہے وہ سردار ہو یا دنی سپاہی ہو۔ ہر حال میں وہ یہی چاہتا ہے:

کام وہ لے لیجئے، تم کو جو راضی کرے

ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروں درود

(از:- امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

(۹) حضرت خالد بن ولید کی معزولی کے ذریعہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا پر یہ حقیقت بھی آشکار کرنا چاہتے ہیں کہ اسلامی لشکر کے مجاہدین رومیوں کی طرح نفس پرست اور دنیا دار نہیں۔ بلکہ اسلامی لشکر کے ہر مجاہد کا مطمح نظر اللہ اور اللہ کے رسول کی رضا مندی حاصل کرنا ہے۔ اسی لئے وہ کفار و مشرکین پر سخت تھے۔ اور آپس میں رحم دل تھے۔ صرف حضرت خالد بن ولید ہی نہیں بلکہ اسلامی لشکر کے ہر مجاہد میں یہ صفت پائی جاتی ہے۔ خصوصاً صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مقدس جماعت اس پر کامل طور سے عمل پیرا تھی۔ کفار کے ساتھ شدت اور مومنین کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرنا ان کی اہم خصوصیت تھی۔ اسی لئے میدان جنگ میں وہ کافروں پر قہر الہی کی بجلی بن کر

ٹوٹ پڑتے تھے اور اپنے مومن بھائیوں کے قدموں تلے دل کا غلیچہ بچھاتے تھے۔ صحابہ کرام کی اس صفت کا قرآن مجید میں اس طرح ذکر ہے:

”مَحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ“
(سورۃ الفتح، آیت: ۲۹)

ترجمہ:- ”محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل“
(کنز الایمان)

تفسیر:- (۱) کافر پر ایسے سخت جیسا کہ شیر شکار پر اور صحابہ کا تشدد کفار کے ساتھ اس حد پر تھا کہ وہ لحاظ رکھتے تھے کہ اُن کا بدن کسی کافر کے بدن سے نہ چھو جائے۔ اور اُن کے کپڑے سے کسی کافر کا کپڑا نہ لگنے پائے۔

(تفسیر مدارک)

(۲) آپس میں ایک دوسرے پر محبت و مہربانی کرنے والے ایسے کہ جیسے باپ بیٹے میں ہو اور یہ محبت اس حد تک پہنچ گئی کہ جب ایک مومن دوسرے مومن کو دیکھے تو فرط محبت سے مصافحہ و معاف کرے۔

(تفسیر خزائن العرفان، ص: ۹۲۶)

حضرت خالد بن ولید اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت کے نمونہ عمل تھے اور ان کی متابعت میں پورا اسلامی لشکر ”الْحُبُّ لِلَّهِ وَالْبُغْضُ لِلَّهِ“ کی زندہ تصویر تھا۔ عہدہ اور منصب کے حصول کی لالچ میں فریضہ اخوت و محبت سے روگردانی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ قرآن کے حکم ”أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ“ یعنی حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ پر عمل کرتے ہوئے خندہ پیشانی سے ”أُولُوا الْأَمْرَ“ کے حکم کو سر آنکھوں پر رکھتے تھے۔ امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید کو معزول کرنے کا حکم نافذ فرمایا اور حضرت خالد نے اس حکم کے سامنے سر تسلیم خم فرمایا اور ثابت کر دکھایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحبت

یافتہ و تربیت یافتہ صحابہ کرام کی مقدس جماعت ہر معاملے میں قرآن کے حکم کی تعمیل کرتی ہے۔ نفسانیت کو دخل دینے نہیں دیتی۔

(۱۰) حضرت خالد بن ولید کو اسلامی لشکر کے سردار کے عہدہ سے معزول کر کے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خالد کی جنگی صلاحیتوں کو پورا پورا بروئے کار لانا چاہتے تھے۔ سردار ہونے کی حیثیت سے حضرت خالد کے سر پر بہت ساری ذمہ داریوں کا بار تھا۔ مثلاً غنیمت کا مال جمع کر کے اس کا حساب رکھنا، غنیمت کے مال سے خمس (20%) الگ کر کے اُسے امیر المؤمنین کی خدمت میں مدینہ منورہ بھیجنے کا انتظام کرنا، باقی مال کو مجاہدوں میں حسب مراتب تقسیم کرنے کے لئے مجاہدوں کی تعداد، کام کی اہمیت کے اعتبار سے اس کا حصہ مقرر کرنا، ان کا میزان کر کے مال غنیمت کی قیمت کے مطابق ان تمام حصص کو منقسم کر کے ہر مجاہد کو اس کا حصہ دینا، علاوہ ازیں لشکر کے لئے اشیاء صرف اور دیگر ضروریات فراہم کرنے کے لئے اطراف کے دیہات سے غلہ اور رسد خریدنے کے لئے رومی غلہ فروشوں سے رابطہ قائم کرنا، دام متعین کرنا، غلہ کی مقدار کے مطابق اس کی قیمت ادا کرنے کا انتظام کرنا، پھر خفیہ طریقے سے ان دیہاتوں سے اسلامی لشکر کے کیمپ تک غلہ لانے کے لئے قافلہ بھیجنا، پھر اس غلہ کو مجاہدوں میں تقسیم کرنا، لشکر میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ ہوتے تھے۔ کوئی بیمار ہوا، کوئی زخمی ہوا، کسی کو کوئی ضرورت پیش آئے، کسی کو کوئی شکایت ہے۔ وغیرہ وغیرہ معاملات حل کرنے میں لشکر کا سردار ہمیشہ الجھا ہوا ہی رہتا ہے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد کو عہدہ سرداری سے معزول کر کے ان تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش اور مستغنی کر دیا۔ تاکہ وہ اپنی تمام صلاحیتیں صرف جنگی امور میں صرف کریں اور اسلامی لشکر کی شان و شوکت بڑھائیں اور دشمنان اسلام پر اپنی دھاک اور ہیبت کا سکہ بٹھائیں۔

مندرجہ بالا دس نکات کے مطالعہ سے قارئین پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی ہوگی کہ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید کو دور اندیشی اور

حکمت عملی کی بنا پر معزول کیا تھا اور کوئی دوسرا مقصد نہ تھا۔ لہذا اس بحث کو طول نہ دیتے ہوئے ”تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ“ پر اکتفاء کرتے ہوئے ہم ملک شام کا سفر آگے بڑھاتے ہیں۔



جنگ حصن ابی القدس

حضرت ابو عبیدہ نے اسلامی لشکر کی قیادت سنبھالنے کے بعد چند دنوں تک لشکر کو دمشق میں ٹھہرائے رکھا اور اس فکر میں تھے کہ اب کس جانب کوچ کرنا ہے کبھی وہ بیت المقدس کی طرف جانے کا ارادہ فرماتے تھے اور کبھی انطاکیہ کی طرف کوچ کرنے کا قصد فرماتے تھے۔ اسی دوران حضرت ابو عبیدہ کے پاس ایک نصرانی عرب آیا۔ وہ نصرانی عرب دمشق کا باشندہ تھا۔ فتح دمشق کے دن حضرت ابو عبیدہ نے اس پر احسان فرما کر اس کی جان بچائی تھی اور اسے امان دی تھی۔ اس عرب متنصرہ نے حضرت ابو عبیدہ سے کہا کہ دمشق کے ساحلی علاقہ میں ایک قلعہ واقع ہے۔ جس کا نام حصن ابی القدس ہے یہ قلعہ عرقہ اور مرج السلسلہ نام کے دو گاؤں کے درمیان ہے۔ اس قلعہ کے سامنے ایک صومعہ (گرجا) ہے۔ اس گرجا میں ایک بوڑھا راہب رہتا ہے۔ جس کی عمر ایک سو سال سے بھی زیادہ ہے۔ وہ بوڑھا راہب دین نصرانیت کا زبردست عالم ہے، پورے ملک شام کے لوگ اس کے پاس اکتساب فیض و حصول برکت کی غرض سے آتے ہیں اور اس راہب کی بہت ہی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ وہ راہب ہر سال اپنے گرجا کے پاس ایک میلے کا انعقاد کرتا ہے۔ اس میلے میں شرکت کرنے کے لئے دور و دراز سے لوگ آتے ہیں۔ میلہ تین یا سات دن تک رہتا ہے۔ اور میلہ کے دنوں میں گرجا کے قریب ایک بازار لگتا ہے۔ جس میں سونا، چاندی، جواہرات، ریشمی کپڑے اور دیگر قیمتی اشیاء کی بڑے پیمانے پر خرید و فروخت ہوتی ہے۔ میلہ کے اختتام کے دن وہ راہب گرجا سے باہر آ کر انجیل سے ماخوذ پند و نصائح پر مشتمل تقریر کرتا ہے۔ پھر میلہ ختم ہوتا ہے اور لوگ متفرق ہو جاتے ہیں۔ حصن ابی القدس کا میلہ قریب ہے۔ اگر آپ میلہ کی تقریب کے دنوں میں وہاں لشکر بھیج کر حملہ کریں تو کثرت سے مال غنیمت حاصل ہونے کی امید ہے۔

نصرانی عرب کی دی ہوئی اطلاع سے حضرت ابو عبیدہ بہت خوش ہوئے اور پوچھا کہ وہ جگہ یہاں سے کتنی دور ہے؟ جواب دیا کہ دس فرسخ ہے۔ ایک دن کی مسافت ہے۔ حضرت

ابو عبیدہ نے پوچھا کہ اس گرجا کے قریب رومیوں کا کوئی ایسا شہر ہے جو ان کی مدد کے لئے آسکے؟ نصرانی عرب نے جواب دیا کہ ہاں! قریب میں فرضہ نام کی ایک بندرگاہ ہے، جہاں پورے ملک سے کشتیاں آتی جاتی رہتی ہیں فرضہ کا حاکم طرابلس نام کا ایک متکبر بطریق ہے۔ ہر قل بادشاہ نے شہر فرضہ اور نواحی علاقہ اس کو جاگیر میں دے رکھا ہے۔ حاکم طرابلس نہایت متکبر اور مغرور شخص ہے۔ عوام الناس کے ساتھ میلہ میں شرکت کرنا اپنی شان کے خلاف گمان کرتا ہے۔ لہذا وہ میلہ میں کبھی بھی شرکت نہیں کرتا اور نہ ہی وہ اس میلہ کی حمایت کرتا ہے لیکن اب کے شاید تمہارے خوف کی وجہ سے بازار والوں کی حفاظت و حمایت کرنے آئے۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد حضرت ابو عبیدہ نے مجاہدین سے پوچھا کہ تم سے کون قلعہ حصن ابی القدس پر لشکر لے کر حملہ کرنے جانے کے لئے تیار ہے؟ ایک کم سن اور نورانی شکل و صورت والے نوجوان کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے سردار! اس خدمت کو میں انجام دینے کا قصد رکھتا ہوں۔ اس نوجوان کا نام حضرت عبداللہ بن جعفر طیار تھا اور حضرت جعفر طیار بن عبدالطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حقیقی چچا تھے۔ اس رشتہ کی بنا پر حضرت عبداللہ بن جعفر طیار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔

○ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار ملک شام کیوں آئے؟

حضرت عبداللہ کے والد حضرت جعفر بن عبدالطلب المعروف بہ جعفر طیار ۸ھ میں جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔ اس وقت حضرت عبداللہ بہت کم سن تھے۔ حضرت جعفر طیار کی بیوہ بعد میں امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجیت میں آئیں تھیں۔ حضرت اسماء بنت عمیس سے نکاح فرمانے کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ کی پرورش اور تربیت فرمائی تھی۔ جب حضرت عبداللہ کا سن شباب کے قریب پہنچا تب اکثر وہ اپنی والدہ حضرت اسماء بنت عمیس سے اپنے والد کے متعلق پوچھا کرتے۔ حضرت اسماء فرماتیں کہ تمہارے والد کورومیوں نے شہید کیا ہے۔ اپنے والد کی شہادت کی کیفیت سن کر حضرت عبداللہ ہمیشہ یہی فرماتے کہ اگر میں زندہ رہا تو رومیوں سے اپنے والد کا

ضرور بدلہ لے کر رہوں گا۔ اپنے والد کارومیوں سے انتقام لینے کے لئے وہ بیقرار رہتے تھے۔ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے۔ کچھ لوگ حضرت عبداللہ بن انیس جہنی کے ہمراہ بارادہ جہاد ملک شام جا رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن انیس اور حضرت عبداللہ بن جعفر میں دوستی تھی۔ دونوں عبداللہ جگری یار تھے۔ جب حضرت عبداللہ بن جعفر کو اطلاع ہوئی کہ ان کے دوست حضرت عبداللہ بن انیس بقصد جہاد ملک شام جا رہے ہیں تو ان کے دل میں اپنے والد کے قاتلوں سے انتقام لینے کا جذبہ موجزن ہونے لگا۔ حضرت عمر فاروق اعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر منت و سماجت کر کے جہاد کے لئے ملک شام جانے کی اجازت حاصل کر لی۔ حضرت عبداللہ بن جعفر اور حضرت عبداللہ بن انیس کا قافلہ کل بیس افراد پر مشتمل تھا۔ ملک شام کے لئے روانہ ہوتے وقت حضرت عبداللہ بن جعفر اپنے عم محترم مولائے کائنات حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رخصت کی اجازت طلب کی۔ حضرت سیدنا مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعاء برکت و حفاظت سے نواز کر فی امان اللہ رخصت فرمایا۔

جب ان کا قافلہ مقام تبوک پہنچا تب حضرت عبداللہ بن جعفر نے اپنے دوست حضرت عبداللہ بن انیس سے دریافت کیا کہ کیا تم کو میرے والد کی قبر کا پتہ معلوم ہے؟ حضرت عبداللہ بن انیس نے کیا جواب دیا؟ اور پھر اس کے بعد کیا ہوا؟ وہ علامہ واقدی کے الفاظ میں سماعت فرمائیں:

”روایت کی ہے عبداللہ بن انیس سے کہ پہونچے ہم تبوک میں۔ پس کہا عبداللہ نے کہ اے ابن انیس! آیا جانتے ہو تم جگہ قبر میرے باپ کی میں نے کہا ہاں قبر ان کی موت میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ خواہش رکھتا ہوں میں کہ دیکھوں اس جگہ کو۔ پس چلے ہم یہاں تک کہ آگئے ہم ان کے باپ کی قبر اور اس جگہ پر جہاں لڑائی ہوئی تھی اور قبر پر پتھر تھے جو قوم کلب نے واسطے تبرک کے رکھے تھے۔ پس دیکھا عبداللہ نے قبر اپنے باپ کی اترے وہاں اور گئے قبر پر اور روئے پھر دعائے رحمت مانگی ان کے واسطے اور قیام کیا ہم نے قبر کے پاس تا وقت صبح دوسرے

دن کے۔ پس جب کوچ کیا ہم نے دیکھا میں نے عبداللہ بن جعفر کو کہہ روئے تھے اور چہرہ ان کا مثل رنگ زعفران کے ہو گیا تھا۔ پس پوچھا میں نے سبب اس کا۔ پس کہا انہوں نے کہ میں نے رات میں اپنے باپ جعفر کو خواب میں دیکھا اور وہ دو کپڑے سبز پہنے ہوئے تھے اور ان کے دوپڑے تھے اور ان کے ہاتھ میں ایک تلوار برہنہ خون آلودہ تھی۔ پس دی انہوں نے وہ تلوار مجھ کو اور کہا کہ اے بیٹے! لڑو تم ساتھ اس تلوار کے دشمنان خدا اور اپنے دشمنوں سے اور نہیں پہونچا میں اس مرتبے کو جس کو تم دیکھتے ہو مگر بسبب جہاد کے اور گویا میں لڑتا ہوں ساتھ اس تلوار کے یہاں تک کہ رخنہ دار ہوگئی اور تلوار میرے ہاتھ میں“

(حوالہ: فتوح الشام، از علامہ واقدی، ص: ۱۴۲)

قارئین کرام مندرجہ عبارت کو بغور مطالعہ فرمائیں۔ تو حسب ذیل امور ثابت ہوں گے:

(۱) مدینہ منورہ سے ملک شام جاتے ہوئے تبوک نام کا مقام شاہراہ پر واقع ہے لیکن موت نام کا مقام شاہراہ سے ہٹ کر اندرونی علاقے میں واقع ہے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تبوک سے موتہ صرف زیارت قبر کے قصد سے سفر کر کے گئے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن جعفر نے اپنے والد حضرت جعفر بن عبدالمطلب کی قبر پر پتھر رکھے ہوئے دیکھے جو تبرک کے لئے قبر پر رکھے ہوئے تھے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اپنے والد کے مزار شریف پر رات بھر ٹھہرے اور قبر کے پاس ہی قیام کیا۔

(۴) حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کو خواب میں اپنے والد کی بشارت ہوئی۔ خواب میں ان کے والد نے انہیں تلوار عطا فرمائی جس سے وہ جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ وہ تلوار ٹوٹ گئی۔

مندرجہ بالا چاروں باتیں میزان عدل کے ایک پلے میں رکھو اور دوسرے پلے میں دور حاضر کے امام المنافقین مولوی اسماعیل دہلوی علیہ ماعلیہ کی مندرجہ ذیل عبارت کو رکھو:

”اس قسم کے کام کسی اور کی تعظیم کے لئے نہ کرے اور کسی کی قبر پر یا چلہ پر یا کسی

کی تھان پر دور دور سے قصد کرنا اور سفر کی رنج و تکلیف اٹھا کر میلے کچیلے ہو کر وہاں پہنچنا یہ شرک کی باتیں ہیں۔

(حوالہ:- تقویت الایمان، ناشر:- دارالسلفیہ، بمبئی، ص: ۶۸)

مولوی اسماعیل دہلوی نے قبر کے قصد سے دور کا سفر کر کے سفر کی تکلیف اٹھا کر میلے کچیلے ہو کر وہاں جانے کو شرک لکھا ہے۔ اب ناظرین غور فرمائیں کہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار نے تبوک سے موتہ تک کا سفر صرف قبر کی زیارت کے قصد سے ہی کیا تھا۔ وہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر تبوک سے موتہ گئے تھے لہذا سفر کی تکلیف اٹھائی علاوہ ازیں گھوڑے پر سوار ہو کر سفر کیا ساتھیوں نے بھی گھوڑوں پر سوار ہو کر سفر کیا لہذا ایک ساتھ کئی گھوڑے دوڑنے کی وجہ سے گرد و غبار اٹھا ہوگا اور ان کے کپڑے میلے کچیلے ہوئے ہوں گے کیونکہ اس زمانہ میں پکی سڑکیں نہیں تھیں کچے راستے تھے۔ لہذا حضرت عبداللہ بن جعفر طیار نے تبوک سے موتہ تک کا سفر کر کے جب قبر پر پہنچے ہوں گے تب انہوں نے سفر کی تکلیف بھی اٹھائی ہوگی اور ان کے کپڑے بھی گرد و غبار سے آلودہ ہوئے ہوں گے۔ ان تمام کاموں کو وہابی، غیر مقلد، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے امام و پیشوا ”شرک کی باتیں“ کہہ رہے ہیں۔ ناظرین فیصلہ فرمائیں کہ مولوی اسماعیل دہلوی کا فتویٰ کس پر چسپاں ہو رہا ہے؟

حیرت اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ ہر معاملہ میں شرک کی راگ الاپنے والے منافقین کے پیشواؤں کو شرک کی اصطلاح کا بنیادی علم ہی نہیں۔ لہذا وہ شرک کے احکام بیان کرتے وقت ایسے غلطے کھاتے ہیں کہ اپنے کھودے ہوئے گڑھے میں خود ہی گرتے ہیں۔ مثلاً:

تقویت الایمان کی مندرجہ عبارت کے اختتام پر لکھا ہے:

”کیونکہ یہ معاملہ خالق ہی سے کرنا چاہیے، مخلوق کی یہ شان نہیں کہ اس سے یہ معاملہ کیجیے۔“ (حوالہ:- تقویت الایمان، ناشر:- دارالسلفیہ، بمبئی، ص: ۶۸)

ناظرین غور فرمائیں کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے بات کہاں کی کہاں پہنچا دی؟ کسی مخلوق کی قبر پر جانے کے قصد سے سفر کرنا شرک اس لئے بتایا ہے کہ یہ معاملہ مخلوق کے ساتھ کرنا شرک ہے۔ یعنی یہ معاملہ صرف خالق کے ساتھ ہی کرنا چاہیئے۔ تو سوال یہ اٹھتا ہے کہ

جب مخلوق کی قبر پر جانے کے قصد سے سفر کرنا شرک ہے تو کیا دور حاضر کے منافقین خالق کی قبر ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں؟ شرک کی سیدھی سادی اور عام فہم تعریف یہ ہے کہ جو کام اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہو وہ کام مخلوق کے ساتھ کرنا۔ تو جب مولوی اسماعیل دہلوی کسی کی قبر کی زیارت کے قصد سے سفر کرنے کو شرک کہہ رہے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ صرف اللہ کی قبر کی زیارت کے قصد سے سفر کرنا جائز ہے۔

معاذ اللہ! ثم معاذ اللہ! ایسی بات وہی کہہ سکتا ہے جس کی عقل چرنے لگی یا اس کی عقل کے طوطے اڑ گئے ہوں۔ بزرگان دین کے مزارات مقدسہ کی زیارت کے لئے جانے والے عقیدت مند زائرین کو شرک کا حکم سنا کر ڈرانے اور دھمکانے کی جلد بازی میں آنکھیں بند کر کے اندھی دوڑ لگائی اور خود اپنے دام میں صیاد آ گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جس کی عقل میں فتور آ جاتا ہے وہ عقل کے پیچھے لٹھ لئے پھرتا ہے اور ایسی ایسی باتیں کہتا اور لکھتا ہے کہ اس کا عقل میں سنا ناممکن نہیں ہوتا۔ قبر کی زیارت کے قصد سے سفر کرنے کو شرک لکھ کر مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی عقل کا چراغ گل ہو جانے کا ثبوت دیا ہے۔

ایک مضحکہ خیز بات کی طرف بھی توجہ درکار ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے قبر کی زیارت کے قصد سے سفر کرنے پر شرک کا جو حکم لگایا ہے اس میں ایک قید لگائی ہے کہ ”سفر کی تکلیف اٹھا کر میلے کچیلے ہو کر وہاں پہنچنا“۔ اس قید کے نفاذ کا سبب بھی عقل پر پردے پڑ جانا ہے۔ ایک تو شرک کا حکم غلط لکھا اوپر سے میلے کچیلے ہونے کی بیجا قید لگائی اور اندھا ملا ٹوٹی مسجد والی مثل کے مصداق بنے۔ اگر کوئی میلا کچیلے ہو کر یا سفر کی تکلیف اٹھا کر نہ جائے بلکہ آرام کے ساتھ اور صاف ستھرا ہو کر قبر کی زیارت کے لئے جائے تو کیا مولوی اسماعیل دہلوی کے فتوے میں ترمیم کی گنجائش ہے؟

جو دین کوؤں کو دے بیٹھے ان کو یکساں ہے

گلاغ لے کے چلے یا اُلاغ لے کے چلے

(از:- امام احمد رضا بریلوی)

(فیروز اللغات، ص: ۱۰۲۰)

(۱) گُلاغ = جنگلی کُؤا

حل لغت:-

(۲) اُلَاغ = بوجھا اٹھانے والا گدھا (فیروز اللغات، ص: ۱۱۲)

اس بحث کو مختصر کرتے ہوئے قارئین کرام سے التماس ہے کہ جس کام کا حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پچازاد بھائی اور صحابی رسول حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسی مقدس ذات نے ارتکاب کیا اس کام کو دور حاضر کے منافقین شرک کہہ کر کتنا بڑا ظلم اور زیادتی کرتے ہیں؟

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار اپنے والد کے مزار شریف پر حاضری دینے کے بعد موتہ سے روانہ ہو کر دمشق آئے۔ ان کی آمد سے حضرت ابو عبیدہ اور تمام مجاہدین بہت خوش ہوئے اور ان کا استقبال کیا۔ جب حضرت ابو عبیدہ نے حصن ابی القدس کے قلعہ پر جانے کے لئے اسلامی لشکر کے مجاہدین سے پوچھا کہ کون اس مہم پر جانے کے لئے آمادہ ہے، تو حضرت عبداللہ نے اپنی خواہش ظاہر کی۔

◎ حضرت عبداللہ بن جعفر کی دمشق سے حصن ابی القدس کی جانب روانگی

حضرت ابو عبیدہ نے حضرت عبداللہ بن جعفر کو پانچ سو سواروں پر سردار مقرر کیا اور ان کو سیاہ رنگ کے کپڑے کا علم عنایت فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن جعفر کے لشکر میں اٹھارہ مجاہد اصحاب بدر سے تھے۔ حضرت ابو عبیدہ نے حصن ابی القدس کی اطلاع دینے والے معاہدی نصرانی عرب کو راہبری کی خدمت انجام دینے لشکر کے ساتھ بھیجا تھا۔ حضرت عبداللہ بن جعفر ۱۵ شعبان المعظم ۳ھ کی شب یعنی شب برأت میں روانہ ہوئے۔ بڑا ہی خوشنما اور دلکش منظر تھا۔ ماہ کامل اپنی پوری آب و تاب سے کھلا ہوا تھا اور جوت پڑتی چاندنی بکھری ہوئی تھی۔ راہ چلتے ہوئے حضرت واثلہ بن الاسقع جو جنگ بدر میں حاضر تھے ان سے حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ آج نصف شعبان کی بڑی برکت والی شب ہے۔ میرا ارادہ اس شب میں عبادت و ریاضت کرنے کا تھا۔ حضرت واثلہ نے جواب میں فرمایا کہ راہ خدا میں چلنا قیام سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت ثواب دینے والا اور کرم کرنے والا ہے۔ پوری رات سفر کرنے کے بعد لشکر اسلام ایک صومعہ (گرجا) کے قریب رکا لشکر کا شور و غل سن کر ایک راہب صومعہ سے نکل

کر لشکر کے قریب آیا اور تمام مجاہدوں کو تذبذب کی نگاہ سے گھور گھور کر دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد راہب نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ جواب دیا گیا کہ ہم اہل عرب ہیں۔ راہب نے پھر پوچھا کہ کیا تم محمدی ہو؟ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جواب دیا گیا کہ ہاں! پھر وہ راہب ہر ایک کو بغور دیکھنے لگا۔ جب اس نے حضرت عبداللہ کو دیکھا تو بس دیکھتا ہی رہ گیا۔ حضرت عبداللہ بن جعفر صورت اور سیرت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر کا پر نور چہرہ دیکھ کر راہب نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا یہ نوجوان تمہارے نبی کے صاحبزادے ہیں؟ مجاہدوں نے جواب دیا نہیں۔ راہب نے کہا کہ ان کی دونوں آنکھوں سے نبوت کا نور جھلکتا ہے۔ کیا ان کو تمہارے نبی سے کوئی قرابت ہے؟ مجاہدوں نے کہا کہ یہ ہمارے نبی کے چچا کے بیٹے ہیں۔ راہب نے حکیمانہ لہجہ میں کہا کہ یہ پتے ہیں اور پتوں میں درخت کی تاثیر ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ نے راہب سے پوچھا کہ کیا تم رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جانتے ہو؟ راہب نے جواب دیا کہ کیوں نہیں؟ ان کا مبارک نام توریت، انجیل اور زبور میں لکھا ہوا ہے۔ ان کی صفت میں مذکور ہے کہ وہ سرخ رنگ کے اونٹ پر برہنہ تلوار ہوں گے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا۔ تم ان پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ راہب نے جواب دیتے ہوئے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ امر اس وقت واقع ہوگا جب مالک آسمان کو منظور ہوگا۔ راہب کا کلام سن کر مجاہدوں نے تعجب کیا اور پھر لشکر وہاں سے کوچ کر کے حصن ابی القدس کے قلعہ کی طرف آگے بڑھا۔

◎ لشکر اسلام کی حصن ابی القدس آمد

شام کے وقت اسلامی لشکر حصن ابی القدس کے قریب ایک سرسبز و شاداب جنگل میں پہنچا۔ معاہدی راہب نے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو میں جا کر بازار کے میلے کی خبر معلوم کر آؤں۔ معاہدی راہب لشکر کو ٹھہرا کر گیا اور بہت تاخیر کے بعد رات میں واپس لوٹا۔ اس کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ اے اصحاب محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) قسم ہے حق مسیح کی میں نے تم کو جو حال بیان کر کے یہاں آنے کی ترغیب دی تھی اس میں کسی قسم کا غلو

اور کسی قسم کی کوئی خیانت نہیں کی تھی لیکن اب ایک مشکل معاملہ درپیش ہوا ہے۔ بازار تو حسب معمول لگ گیا ہے لیکن فرضہ کے حاکم طرابلس نے کسی رومی بادشاہ کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کیا ہے اور اپنے مذہب کی رسم ادا کرنے اور قربانی کرنے کے لئے دولہن کو صومعہ کے راہب کے پاس لایا ہے اور بڑی تعداد میں رومی سپاہی اور متصرہ عرب جنگی ہتھیاروں اور ساز و سامان کے ساتھ اس کی حفاظت و نگرانی کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ حضرت عبداللہ نے معاہدی سے دشمنوں کی تعداد پوچھی تو اس نے بتایا کہ بیس ہزار آدمی تو بازار میں جمع ہوئے ہیں اور پانچ ہزار سوار لڑنے والے ہتھیاروں کے ساتھ موجود ہیں یعنی کل پچیس ہزار کی تعداد ہے۔ اور تم صرف پانچ سو کی تعداد میں ہو۔ علاوہ ازیں اگر یہاں جنگ ہوئی تو اطراف کے علاقوں سے کافی تعداد میں رومی آپڑیں گے، جب کہ تمہاری کمک کرنے والا لشکر دمشق میں ہے، جو یہاں سے لمبے فاصلہ پر ہے۔ لہذا میری رائے یہ ہے کہ وہاں جانے کا ارادہ موقوف کر کے یہیں سے واپس پلٹ جاؤ۔

معاہدی راہبر کی بات سن کر مجاہدین کو تشویش اور فکر لاحق ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن جعفر نے مجاہدین سے فرمایا کہ معاہدی راہبر کی بات سب نے سنی ہے لہذا آپ تمام حضرات کا مشورہ کیا ہے؟ اکثر نے یہ کہا کہ اے سردار! اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے کہ خود کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ ہم نیک نیت کے ساتھ یہاں تک آئے ہیں صورت حال ایسی درپیش ہے کہ ہم کو مجبوراً واپس جانا پڑ رہا ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید رکھتے ہوئے دمشق چلے چلیں۔ حضرت عبداللہ بن جعفر نے فرمایا کہ اس طرح واپس چلا جانا جہاد سے پیٹھ پھیرنے کے مترادف ہے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ میرا چہرہ پیٹھ پھیرنے والوں میں لکھا جائے۔ میں نے اپنی جان کو راہ خدا میں وقف کیا ہے لہذا ہر آن میں جہاد کروں گا مجھے اللہ تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ وہ ہماری نصرت فرمائے گا۔ البتہ اگر تم میں سے کوئی واپس جانا چاہتا ہے تو اسے اجازت ہے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر نو عمر جوان تھے اور ان کے ساتھی کہنہ مشق جنگجو تھے، انہوں نے اپنے نوجوان سردار کی ہمت اور دلیری دیکھی تو ان کو غیرت آئی اور سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ اے سردار! اب ہم بھی واپس نہیں جائیں گے بلکہ آپ کے ہمراہ جہاد کریں

گے، چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ تمام مجاہدین میں ایک عجیب جوش پیدا ہو گیا۔ ہمت مردان مدد خدا کے ہو جب اسی وقت آمادہ جنگ ہو گئے۔ معاہدی راہبر نے جب دیکھا کہ صرف پانچ سو مٹھی بھر مسلمان پچیس ہزار رومیوں سے ٹکرانے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں تو اس کی حالت غیر ہو گئی۔ چہرہ زرد ہو گیا۔ اس کی مضطرب حالت دیکھ کر حضرت عبداللہ بن جعفر نے اس سے فرمایا کہ اب ہمیں اس جنگل سے قلعہ کی طرف لے چل۔ آج مجھے اصحاب رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عجیب معاملہ دیکھنے کو ملے گا۔ چنانچہ رات ہی میں اسلامی لشکر کوچ کر کے قلعہ حصن ابی القدس کے قریب پہنچ گیا۔ معاہدی نے کہا کہ اب ہم بالکل قریب آ گئے ہیں۔ لہذا یہیں پر ٹھہر کر رات گزار دو۔ صبح جب میلہ لگے گا تب حملہ کر دیں گے۔ اسلامی لشکر رات بھر قلعہ کے قریب ایک مقام پر ٹھہرا رہا۔

○ معرکہ شروع اور مجاہدین مصیبت میں گرفتار

صبح حضرت عبداللہ بن جعفر نے مجاہدوں کو فجر کی نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد تھوڑی دیر توقف کیا تا کہ میلہ شروع ہو جائے۔ حضرت عبداللہ نے پانچ سو مجاہدوں کو گروہ میں بانٹ دیا۔ اس کے بعد سب کو تاکید کی کہ کوئی مجاہد بازار کی چیز کی طرف التفات نہ کرے بلکہ جاتے ہی فوراً رومیوں کے سروں پر تلوار رکھ کر انہیں ہلاک کرنا شروع کر دے۔ حضرت عبداللہ اپنے ہاتھ میں پرچم تھام کر لشکر کے آگے روانہ ہوئے۔ ان کی متابعت میں تمام مجاہد بھی گرجا کی طرف روانہ ہوئے۔ گرجا کے قریب ملک شام کے بطارقہ اور گبر کافی تعداد میں جمع تھے۔ بوڑھا راہب صومعہ سے اپنا سر باہر نکال کر لوگوں کو پند و نصائح پر مشتمل گفتگو کر رہا تھا۔ تمام مجمع بالکل خاموشی کے ساتھ اس کی گفتگو سن رہا تھا اور لوگ ٹنگی باندھے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ حاکم طرابلس کی بیٹی دولہن کے کپڑے اور زیورات سے سج دھج کر راہب کے پاس اپنی سہیلیوں کے ساتھ موجود تھی۔ دولہن کی حفاظت و نگہبانی کرنے کے لئے مسلح سپاہیوں کی فوج محاصرہ کیئے ہوئے تھی۔ حضرت عبداللہ بن جعفر نے فرمایا کہ ہم کو گرجا کے بجائے پہلے بازار پر حملہ کرنا ہے۔ ہر مجاہد کو تاکید کی جاتی ہے کہ اختتام جنگ پر تمام مجاہدین گرجا کے پاس

جمع ہوں۔ اگر ہم زندہ رہے تو گر جا کے قریب جمع ہوں گے ورنہ ہماری ملاقات بہشت میں پیارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوض کوثر پر ہوگی۔ پھر حضرت عبداللہ نے اپنے نیزے کو جنبش دی اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بازار پر حملہ کر دیا۔

مجاہدوں نے پانچ گروہ میں متفرق ہو کر الگ الگ سمتوں سے حملہ کیا۔ مجاہدوں کی تہلیل و تکبیر کی آواز سن کر رومی چونک اٹھے۔ وہ پہلے سے ہی ہوشیار اور محتاط تھے۔ تمام رومی اپنے اپنے ہتھیاروں کی جانب دوڑے اور ہتھیار سنبھال کر مقابلہ کرنے آکھڑے ہوئے۔ مجاہدوں نے شدت سے حملہ کیا اور رومیوں کی گردنوں پر تلواریں رکھنی شروع کیں۔ رومیوں نے بھی بڑی دلیری سے حملے کا جواب دیا۔ اور مجاہدوں کو گھیر لیا۔ بیس ہزار بازاری گہروں کے درمیان صرف پانچ سو مجاہد اس طرح متفرق ہو کر نزعہ میں آگئے تھے کہ ایک دوسرے کو نظر نہ آتے تھے۔ صرف حضرت عبداللہ بن جعفر کا پرچم بلند ہونے کی وجہ سے تمام مجاہدوں کو نظر آ رہا تھا۔ مجاہدین نشان کو دیکھ کر مطمئن تھے کہ ہمارے سردار حضرت عبداللہ سلامت ہیں اور رومیوں سے مقابلہ کر رہے ہیں لیکن حضرت عبداللہ اور تمام مجاہدین سخت مصیبت میں تھے۔ رومیوں نے مجاہدوں کو چاروں سمت سے گھیرا تھا۔ جب رومیوں نے دیکھا کہ مسلمان بہت قلیل تعداد میں ہیں اور مسلمانوں کی کمک کرنے کوئی جماعت کمین گاہ سے نکل کر نہیں آئی تو گر جا کے قریب مسلح سپاہی بھی بازار میں آدھمکے اور انہوں نے بھی شدت سے حملہ کر دیا۔ گھمسان کی لڑائی جاری تھی۔ گرمی اور دھوپ کی شدت و حرارت سے تمام مجاہدین پریشان تھے۔ مزید برآں جنگ کی آگ کے شعلوں نے ماحول کو اور زیادہ گرم کر دیا تھا۔ تمام مجاہدین جان ہتھیلی پہ لے کر مقابلہ کر رہے تھے۔ خصوصاً حضرت عبداللہ بن جعفر بھرے ہوئے شیر کی طرح رومیوں پر ٹوٹ پڑے تھے لیکن مسلسل تیغ زنی اور نیزہ بازی کرتے کرتے ان کے بازو شل ہو گئے تھے۔ جسم اقدس بھی تھک کر چور ہو گیا تھا۔ یہی حال تمام مجاہدوں کا تھا۔ تمام کے بازو خستہ حال تھے۔ جسم ٹوٹ رہے تھے۔ اب زیادہ دیر تک مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی۔ بظاہر زندہ بچنے کی کوئی امید نہ تھی۔ تمام کو اپنی شہادت کا یقین ہو گیا تھا۔ مگر پھر بھی شجاعت سے مقابلہ کر رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کو اپنے مجاہد بھائیوں کی

بڑی فکر تھی۔ خصوصاً حضرت ابوذر غفاری جیسے ضعیف العمر صحابی رسول بھی جو انمردی سے لڑتے لڑتے زخموں سے نڈھال ہو گئے تھے۔ تب حضرت عبداللہ بن جعفر نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر بارگاہ خداوندی میں محبوب رب العالمین، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے یہ دعا کی:

”يَا مَنْ خَلَقَ خَلْقَةً فَاحْسَنَ خَلْقَهُمْ وَأَبْلَىٰ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ وَ
جَعَلَ ذَٰلِكَ فِتْنَةً لَهُمْ اسْأَلُكَ بِجَاهِ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ إِلَّا جَعَلْتَ
لَنَا مِنْ أَمْرِنَا فَرْجًا وَمَخْرَجًا“

ترجمہ:- ”اے وہ ذات! کہ پیدا کیا اس نے اپنی خلائق کو پس اچھی بنائی
پیدائش ان کی اور آزمائش میں ڈالا بعضوں کو بسبب بعضوں کے اور
گردانا ان کے واسطے اس ابتلاء کو آزمائش۔ سوال کرتا ہوں میں تجھ سے
ساتھ مرتبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو تیرے بندے ہیں اس امر کو
کہ کر تو ہمارے کام میں فراخی اور راہ نجات کی۔“

(حوالہ:- فتوح الشام، از:- علامہ واقدی، ص: ۱۴۱)

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دعا قبول ہوئی۔

◎ حضرت خالد بن ولید کی مدد پہنچی

صبح کے وقت حضرت عبداللہ بن جعفر کے لشکر نے حصن ابی القدس کے بازار پر حملہ کیا
تھا اور اسی وقت آپ کے ساتھ مدینہ سے آنے والے دوست حضرت عبداللہ بن انیس نے
دمشق کی جانب اپنا گھوڑا تیز دوڑایا اور دمشق پہنچ کر اسلامی لشکر کے کیمپ میں آئے اور پکار کر
حضرت ابو عبیدہ بن جراح سے کہا کہ اے امین الامت! رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے چچا کے بیٹے اور ان کے ساتھیوں کی جان خطرے میں ہے۔ رومیوں نے ان کو چاروں
طرف سے گھیر لیا ہے۔ پھر انہوں نے حصن ابی القدس کے معرکہ کی تفصیل جلدی جلدی بیان
کی۔ حضرت ابو عبیدہ نے استرجاع پڑھا۔ اور حضرت خالد بن ولید سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ

اے ابوسلیمان! میری سرداری میں یہ پہلا معرکہ ہے اگر حضرت عبداللہ بن جعفر اور ان کے ساتھیوں کو کچھ ہو گیا تو بہت برا ہوگا۔ لہذا میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم فوراً جاؤ اور حضرت عبداللہ کی کمک کرو۔ حضرت خالد بن ولید نے جواب دیا کہ اے امین الامت! آپ ہمارے سردار ہو۔ آپ کا حکم بجالانا مجھ پر لازم ہے۔ اگر حضرت عمر فاروق اعظم کسی لڑکے کو بھی سردار مقرر فرماتے تو میں اس لڑکے کی بھی اطاعت کرتا، جب کہ آپ تو سابق الایمان ہیں۔ پیارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو امین الامت کے لقب سے نوازا ہے۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر، اور آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ خدا کی قسم! میں نے اپنی ذات کو خدا کی راہ میں قید کیا ہے۔ خدا کی راہ میں شمشیر زنی کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی مجھ سے سرزد نہ ہوگی۔

حضرت خالد نے جنگ یمامہ میں حاصل شدہ مسیلۃ الکذاب کی زرہ پہنی اور اپنے ساتھیوں یعنی لشکر زحف کے مجاہدوں کو لے کر فوراً روانہ ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن انیس بھی راہ بتانے والے کی حیثیت سے ساتھ گئے۔ حضرت رافع بن عیمرہ طائی روایت کرتے ہیں کہ میں بھی حضرت خالد بن ولید کے ہمراہ تھا۔ حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں نے گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دی تھیں۔ گھوڑے ہوا سے باتیں کرتے ہوئے جارہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے راستہ لپیٹ دیا اور ہم غروب آفتاب کے وقت حصن ابی القدس پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر حضرت خالد نے حضرت عبداللہ بن انیس سے فرمایا کہ تلاش کرو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن جعفر کہاں ہیں؟ حضرت عبداللہ بن انیس نے جواب دیا کہ انہوں نے تمام مجاہدوں کو صومعہ کے قریب جمع ہونے کا حکم دیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ صومعہ کے قریب کہیں ہوں۔ حضرت خالد بن ولید جب راہب کے گرجا کے پاس گئے تو دیکھا کہ اسلامی لشکر کا نشان حضرت عبداللہ بن جعفر کے ہاتھ میں ہے اور ان کے ارد گرد مجاہدین جمع ہیں۔ لیکن تمام کے تمام زخمی اور نیم جان ہیں اور ناامیدی کے عالم میں اللہ کی مدد اور اس کی رحمتوں کی امید لگائے ہوئے ہیں۔ بڑے ہی صبر و استقلال کے ساتھ تمام مجاہدین رومیوں کے حملوں کا دفاع کر رہے تھے۔ عین اسی وقت اسلامی لشکر کے شیربر

حضرت خالد بن ولید نے نعرۂ تکبیر بلند کر کے حملہ کیا۔ نعرۂ تکبیر کی صدا سن کر مجاہدوں کی جان میں جان آگئی اور رومیوں کی جانیں سوکھ گئیں۔ حضرت خالد نے مجاہدوں کو پکارا کہ اے دین کے خدمت گارو! رومیوں کو تلواروں اور نیزوں کی نوک پر لو اور ان کے خون سے زمین کو رنگین اور سیراب کر دو۔ حضرت خالد کا لشکر زحف زرہوں اور لوہے کے خودوں سے آراستہ تھا۔ حضرت خالد کا حکم ملتے ہی مجاہدین رومیوں پر ٹوٹ پڑے اور جس طرح شیر بکریوں کو پھاڑ کر رکھ دیتا ہے اس طرح مجاہدوں نے رومیوں کو پھاڑ کر رکھ دیا۔ رومیوں کو دائیں بائیں بکھیر دیا اور صفیں الٹ کر رکھ دیں۔ لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر نے اس وقت سنا کہ ہاتف غیبی ان الفاظ سے پکار رہا تھا:

”خُذِلَ الْأَمْنُ وَنَصِرَ الْخَائِفُ، يَا حَمَلَةَ الْقُرْآنِ! جَاءَكُمْ

الْفَرْجُ مِنَ الرَّحْمَنِ وَنَصَرْتُمْ عَلَى عِبَادَةِ الصَّلْبَانِ“

ترجمہ:- ”ذلیل و خوار ہوا بے ڈر یعنی رومی اور مدد دیا گیا ڈرنے والا یعنی مومن

اے قرآن اٹھانے والو، اللہ تعالیٰ رحمن کی طرف سے تم پر کشائش آئی اور

صلیب پرستوں پر تم مدد دیئے گئے۔“

اب حضرت عبداللہ بن جعفر کے ساتھیوں میں بھی نیا جوش و خروش پیدا ہو گیا تھا۔ انہوں نے بھی حضرت خالد بن ولید کے لشکر کی متابعت میں شدت سے حملہ کر دیا۔ آفتاب ڈوبنے کے قریب تھا۔ دن کا اجالا رخصت ہو رہا تھا اور شب تارا اپنی سیاہ زلفیں بکھیرتی، ظلمت پھیلاتی آرہی تھی۔ لہذا مجاہدوں نے دن چھپنے سے پہلے رومیوں کا صفایا کرنے کی کوشش کی۔ تلوار کی ضربیں اتنی شدت سے مارتے کہ ڈھال کے دو ٹکڑے ہو جاتے اور ڈھال اٹھانے والے رومی کا سر مثل تربوز کئی ٹکڑے اور قاشیں ہو جاتا۔ رومیوں کو پتہ چل گیا کہ اسلامی لشکر کے شیربر حضرت خالد بن ولید اپنے بھائیوں کی مدد کو آ پہنچے ہیں۔ پھر کیا تھا؟ حضرت خالد کا نام سنتے ہی قوم لڑکھڑا گئی۔ خوف اور دہشت سے ادھر سے ادھر ہونے لگے۔ پیٹھ دکھا کر راہ فرار اختیار کی۔ جان بچی لاکھوں پائے، سوچ کر مضطرب آہو کی طرح بھاگے۔ مجاہدوں نے تعاقب کیا۔ بہتوں کو واصل جہنم کیا اور باقی قید کر لئے گئے۔

◎ مجاہدوں کا صومعہ پر حملہ اور فتح کے بعد اس پر قبضہ

جب رومیوں نے بھاگنا شروع کیا تو میدان میں ہر طرف اسلامی لشکر کے مجاہد ہی مجاہد نظر آتے تھے۔ رومی یا تو مقتول پڑا ہوا نظر آتا تھا یا پھر وہ دم دبا کر بھاگ رہا تھا۔ حضرت ضرار بن ازور رومیوں کو قتل کرتے کرتے حضرت عبداللہ بن جعفر کے قریب پہنچ گئے۔ حضرت عبداللہ کی زہ اور آستنیوں پر مقتول رومیوں کا خون پڑ کر جم گیا تھا اور وہ اونٹ کی کلبی جیسا لگ رہا تھا۔ حضرت ضرار نے حضرت عبداللہ سے کہا کہ اے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کے شہزادے! آپ نے اپنے والد کا بہت اچھا انتقام لیا ہے۔ اور اپنے دل کی سوزش کو رومیوں کے خون سے سرد کیا ہے۔ حضرت ضرار بن ازور نے اپنے چہرے پر کپڑا باندھا تھا صرف آنکھیں نظر آتی تھیں۔ لہذا حضرت عبداللہ نے ان کو پہچانا نہیں اور پوچھا کہ اے دین اسلام کے مددگار آپ کون ہیں؟ جواب دیا کہ میں ضرار بن ازور صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے بڑے نازک وقت میں ہماری اعانت فرمائی۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت خالد بن ولید اپنے لشکر کے ساتھ وہاں آئے۔ حضرت عبداللہ نے حضرت خالد بن ولید کا شکریہ ادا کیا بعدہ کہا کہ صومعہ (گرجا) میں بوڑھا راہب مع حاکم طرابلس کی بیٹی اور اس کی سہیلیوں کے چھپا ہوا ہے۔ بہت قیمتی جواہر، زیورات اور دیباچ اور لباسوں کا خزانہ اس کے ساتھ ہے۔ صومعہ کو حفاظت کے لئے رومی بطارقہ اور سواروں نے گھیر رکھا ہے۔ لہذا اب اس پر یورش کرنی چاہیے۔

چنانچہ حضرت خالد، حضرت عبداللہ اور حضرت ضرار نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ الگ الگ سمت سے صومعہ پر حملہ کر دیا۔ رات کا وقت تھا۔ رومی سپاہیوں نے مشعلیں روشن کر رکھی تھیں۔ اور صومعہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ آگ کی روشنی میں رومی سپاہیوں کی زرہیں اور تلواریں مثل آئینہ چمک رہی تھیں۔ جیسے ہی اسلامی لشکر کے مجاہد صومعہ کے قریب گئے تمام رومی سپاہی مجاہدوں پر چھپے۔ ان کا سردار ایک بھاری ڈیل ڈول والا بطریق تھا۔ وہ رومی سپاہیوں کے مقدم تھا۔ وہ ایک خونخوار شیر نر کی طرح آگے آگے چلتا تھا اور شیر کی طرح دھاڑتا تھا۔ اپنے

گھوڑے کی زین پر اس طرح چپک کر بیٹھا تھا کہ گویا وہ گھوڑے کے جسم سے پیوست ہے۔ اس بطریق نے حضرت ضرار پر حملہ کر دیا۔ حضرت ضرار اس کی جسامت دیکھ کر محو حیرت تھے۔ بھاری ڈیل ڈول ہونے کے باوجود اس کی سرعت، جست، حملے کی شدت اور مقابل کا وار خالی پھیرنے کی مہارت دیکھ کر حضرت ضرار سمجھ گئے کہ وہ بڑا جنگجو اور ماہر فن حرب ہے۔ دونوں لڑتے لڑتے ایسی کشادہ جگہ میں پہنچ گئے جہاں باسانی گھوڑا دوڑا سکیں۔ دونوں نے جنگ کے جوہر دکھا کر اپنی جنگی مہارت کا ثبوت دیا۔ بطریق بڑی شدت سے حضرت ضرار پر وار کرتا تھا اور غالب ہونے کی حد درجہ سعی کرتا تھا۔ حضرت ضرار بہت ہی احتیاط سے کام لیتے ہوئے خود کو اس کی ضرب کی زد سے بچاتے تھے۔ رات کا اندھیرا گہرا ہو گیا تھا۔ حضرت ضرار کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور حضرت ضرار زین پر گرے۔ بطریق نے ایسے شدید وار شروع کیئے کہ حضرت ضرار ان واروں کو اپنی ڈھال پر لیتے رہے اور بطریق کے وار خالی پھیرتے رہے۔ اور ان کو گھوڑے پر سوار ہونے کا موقعہ نہیں ملا۔ اس دوران بطریق نے غلطی سے اپنے گھوڑے کی لگام اتنی زور سے کھینچی کہ اس کا گھوڑا کچھے دونوں پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ بطریق کے گھوڑے کو چراغ پا دیکھ کر حضرت ضرار نے اپنے پاس کی عمود (گرز) گھوڑے کے حلق پر دے ماری۔ گرز کے لگتے ہی گھوڑا الٹا گرا اور بطریق بھی گھوڑے کے ساتھ گرا۔ بطریق نے فوراً کھڑے ہونے کی کوشش کی مگر گھوڑے کے زین میں دب کر پھنس گیا، لہذا اٹھ نہ سکا۔ حضرت ضرار نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور بطریق کے سینے پر سوار ہو گئے۔ حضرت ضرار اپنی کمر میں ہمیشہ ایک یمنی چھری لٹکایا کرتے تھے۔ فوراً کمر سے چھری نکالی اور بطریق کے سینے میں گھسیڑ دی۔ صرف ایک وار میں بطریق کا کام تمام ہو گیا۔ چھری اس کے دل پر لگی اور اس کا دل دھڑکنے میں منقسم ہو گیا۔ حضرت ضرار نے بطریق کے گھوڑے پر قبضہ کر لیا۔ گھوڑے کے زین میں سونے، چاندی اور قیمتی جواہر کے ٹکینے جڑے ہوئے تھے۔ بطریق کے جسم کو خاک و خون میں ملا ہوا دیکھ کر اس کے ساتھ والے رومی سپاہی فوراً نودو گیارہ ہو گئے۔ حضرت ضرار بطریق کے گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت عبداللہ بن جعفر کی مدد کرنے پہنچ گئے۔

لیکن حضرت عبداللہ بن جعفر نے بڑی شجاعت کا مظاہرہ کر کے رومی سپاہیوں کو زیر و زبر

کر ڈالا اور صومعہ پر قابض ہو گئے تھے اور حضرت خالد کی آمد کا انتظار فرما رہے تھے۔ حضرت ضرار وہاں آئے اور تھوڑی دیر میں حضرت خالد بھی اپنے سامنے والے رومیوں کا صفایا کر کے صومعہ پر آ پہنچے، صومعہ (دیر) پر مجاہدوں نے قبضہ کر لیا۔ دیر میں نہایت قیمتی چیزیں، ریشمی تھان، سونے چاندی کے زیورات اور برتن، جواہرات اور ہیرے موتی دستیاب ہوئے۔ میلہ میں ضروریات زندگی کی تمام اشیاء تھیں وہ تمام چیزیں بطور غنیمت ہاتھ لگیں۔ سامان خور و نوش افراط سے حاصل ہوا۔ علاوہ ازیں حاکم طرابلس کی لڑکی اور اس کی سہیلیاں قید ہوئیں۔ حضرت خالد کو اس معرکہ میں ایک شدید زخم لگ گیا تھا لیکن مہلک نہ تھا۔

حضرت خالد تمام قیدی اور مال غنیمت لے کر اپنے لشکر کے ساتھ دمشق کی طرف روانہ ہوئے۔ دمشق میں حضرت ابو عبیدہ اور تمام مجاہدین حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کے لئے بہت فکر مند تھے۔ کیونکہ وہ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کے شہزادے ہونے کے ساتھ ساتھ شکل و صورت میں حضور اقدس سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ جب ان کو حضرت خالد بن ولید کے ساتھ صحیح و سلامت واپس آتے دیکھا تو اسلامی لشکر کے کیمپ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ تمام نے ان کا نعرہ تکبیر سے شاندار استقبال کیا۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے حضرت خالد بن ولید کا خصوصی طور پر شکریہ ادا کیا اور دعائے جزائے خیر و برکت سے نوازا۔ پھر مال غنیمت سے خمس (۲۰٪) الگ نکال کر تمام مجاہدوں میں تقسیم فرما دیا۔ موٹے بطریق کا گھوڑا مع زین و دیگر ساز و سامان کے حضرت ضرار کو عطا فرمایا۔ حضرت ضرار نے گھوڑے کا زین اپنی بہن خولہ بنت ازور کو تحفہ میں دے دیا۔ حضرت خولہ نے اس زین سے قیمتی نگینے چن چن کر نکال لیں اور وہ تمام نگینے مسلمان عورتوں میں تقسیم کر دیں۔ ایک ایک نگینہ بہت ہی بیش بہا تھا۔

حاکم طرابلس کی لڑکی کے متعلق حضرت ابو عبیدہ نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق کو لکھا اور آپ کے حکم کے مطابق حاکم طرابلس کی لڑکی حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کو ہبہ کر دی گئی اور وہ ان کے پاس زمانہ یزید پلید تک رہی۔

حضرت ابو عبیدہ بن جراح کی سرداری میں اسلامی لشکر کی یہ پہلی فتح مبین تھی۔

★ اب تک اسلامی لشکر کے ہاتھوں فتح ہونے والے مقامات

(۱) ارکہ (۲) سخنہ (۳) تدمر (۴) حوران (۵) بصرہ (۶) بیت لہیا (۷) اجنادین (۸) دمشق (۹) حصن ابی القدس



بعض مقامات بذریعہ فتح

حصن ابی القدس کا قلعہ فتح کرنے کے بعد حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے اسلامی لشکر کو حلب کی جانب کوچ کرنے کا حکم دیا۔ آپ کا ارادہ حلب کا قلعہ فتح کرنے کے بعد ہرقل بادشاہ کے دارالسلطنت انطاکیہ پر یورش کرنے کا تھا۔ حضرت ابو عبیدہ نے حضرت خالد بن ولید کو لشکر زحف کے ساتھ مقدمہ انجیش کی حیثیت سے اسلامی لشکر کے آگے روانہ کیا۔ حضرت خالد بن ولید کے روانہ ہونے کے بعد حضرت ابو عبیدہ دمشق سے روانہ ہوئے۔ اہل دمشق کو اسلامی احکام کی تعلیم اور تربیت، نیز وصول جزیرہ و دیگر امور کی نگرانی کرنے کے لئے حضرت صفوان بن عامر سلمیٰ کو پانچ سو سواروں کے ساتھ دمشق میں ٹھہرنے کے لئے متعین کر کے حضرت ابو عبیدہ اسلامی لشکر کو لے کر بقاع اور لبوہ نام کے مقام پر پہنچے۔ وہاں سے انہوں نے اسلامی لشکر کو دو الگ الگ سمتوں میں جانے کے لئے دو حصوں میں منقسم کیا۔ حضرت خالد بن ولید کو حصہ ارض عوام اور قنسرین کی طرف روانہ کیا اور خود بجانب بعلبک روانہ ہوئے۔

حضرت ابو عبیدہ بقاع سے بعلبک کے لئے روانہ ہوئے ہی تھے کہ ایک بطریق بہت سارے ہدایا و تحائف لے کر جوسیہ سے آیا۔ اور اس نے چار ہزار درہم اور پچاس تھان دیباچ کے کپڑے پر ایک سال کامل کے لئے صلح کر کے جوسیہ کے لئے امان حاصل کی اور کہا کہ ہم صلح کی مدت کے درمیان کسی بات میں تمہارے خلاف کوئی کام نہیں کریں گے۔ صلح کر کے حضرت ابو عبیدہ بعلبک کی طرف آگے بڑھے۔ راہ میں دیکھا کہ دور سے ایک ناقہ سوار بڑی تیز رفتاری سے چلا آ رہا ہے۔ تھوڑی دیر میں وہ ناقہ سوار قریب آیا۔ وہ ناقہ سوار حضرت اسامہ بن زید طائی تھے جو مدینہ منورہ سے امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط لے کر آئے تھے۔ حضرت اسامہ نے آکر سلام کیا اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح کی خدمت میں امیر المؤمنین کا خط پیش کیا۔ اس خط میں امیر المؤمنین نے جبکہ بن ابیہم غسانی کے متعلق لکھا تھا کہ وہ مرتد ہو کر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ یہاں سے بھاگا ہے اور اسلام کے خلاف رومیوں کی

مدد کرنے ملک شام آیا ہوا ہے۔ لہذا تم ہوشیار رہنا اور بہت احتیاط سے کام لینا۔ یہ خط پڑھ کر حضرت ابو عبیدہ نے بعلبک جانے کا ارادہ ترک فرما کر حضرت خالد بن ولید کی طرف بمقام حمص روانہ ہوئے۔

حضرت خالد بن ولید ایک تہائی لشکر لے کر بروز جمعہ ماہ شوال ۱۴ھ کو حمص پہنچ گئے۔ حضرت ابو عبیدہ بھی اپنے ساتھ کا دو تہائی اسلامی لشکر لے کر حمص پہنچ کر حضرت خالد کے لشکر کے ساتھ ملحق ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولید جس دن حمص پہنچے اسی روز حمص کے حاکم کا انتقال ہو گیا۔ اہل حمص کی جانب سے ایک بطریق نے آکر بارہ ہزار دینار اور دو سو تھان ریشمی کپڑوں پر ایک سال کے لئے صلح کی۔ صلح کی مدت ذیقعدہ ۱۴ھ سے شوال ۱۵ھ قرار پائی۔ حضرت ابو عبیدہ حمص میں ٹھہر گئے اور حضرت خالد بن ولید کو چار ہزار سواروں کے ساتھ حلب کے اطراف کے علاقے فتح کرنے روانہ کیا۔ حضرت خالد حمص سے روانہ ہو کر شیرز نام کے مقام پر پہنچے اور وہاں نہر منقلب پر دو دن قیام کیا۔ وہاں سے کفرطات اور معرات ہوتے ہوئے دیرسمعان پہنچے اور اس مقام پر توقف کیا۔ حضرت خالد بن ولید نے حضرت مصعب بن حارث یشرکی کو پانچ سو سواروں کے ساتھ بلاد عوام کی طرف بھیجا۔ حضرت مصعب بہت ہی قلیل عرصہ میں بلاد عوام کے علاقوں کو تاخت و تاراج کر کے بہت سارے غنائم اور قیدیوں کے ساتھ واپس آئے۔ پھر حضرت خالد بن ولید اپنے چار ہزار ساتھیوں کے ساتھ حضرت ابو عبیدہ کے پاس حمص اس حال میں لوٹے کہ تمام مجاہدوں کے ہاتھ مال غنیمت سے بوجھل تھے۔ اور اپنے ہمراہ چار سو رومیوں کو گرفتار کر کے لائے تھے۔ حضرت ابو عبیدہ حضرت خالد کی اس کامیابی پر بہت خوش ہوئے۔ ان کا شکریہ ادا کیا اور دعادی۔

حضرت ابو عبیدہ نے چار سو رومی گبروں کو فی کس چار دینار کا فدیہ لے کر آزاد کر دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیدیوں کے لئے چار دینار کا فدیہ مقرر فرمایا تھا۔ جن چار سو گبروں کو فدیہ لے کر آزاد کیا گیا، ان تمام گبروں کے نام حضرت ابو عبیدہ نے لکھ لئے۔ جب وہ گبر آزادی حاصل کر کے اپنے اہل و عیال میں واپس آئے تو انہوں نے مسلمانوں کے عدل و انصاف، رحم دلی، ایفائے عہد، نیکی اور حسن اخلاق کا ذکر کیا۔ چنانچہ

اطراف کے بہت سے قصبات اور قلعوں کے لوگوں نے ادائے جزیہ کی شرط پر صلح کر کے امان حاصل کی۔ پھر قنسرین اور شیرز کے لوگوں نے بھی ادائے جزیہ کی شرط پر صلح کر کے امان حاصل کی۔

لیکن... قنسرین کے حاکم نے جو صلح کی وہ دھوکہ تھا۔ اس صلح کے پس پردہ حاکم قنسرین نے ایک سازش کی تھی جس کا مفصل بیان آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆ اب تک اسلامی لشکر کے ہاتھوں فتح ہونے والے مقامات

(۱) ارکہ (۲) سخہ (۳) تدمر (۴) حوران (۵) بصرہ (۶) بیت لہیا (۷) اجنادین (۸) دمشق (۹) حصن ابی القدس (۱۰) جوسیہ (۱۱) حمص (۱۲) قنسرین (۱۳) شیرز (۱۴) رستن

◎ جبلہ بن ایہم غسانی کا واقعہ

ملک عرب میں قوم بنی غسان بہت ہی مشہور و معروف اور جنگجو تھی۔ اس قوم کے اکثر لوگ سپہ گری کا پیشہ کرتے تھے اور جنگی فن میں اچھی خاصی مہارت رکھتے تھے۔ ۱۴ھ میں قوم بنی غسان کا سردار جبلہ بن ایہم غسانی اپنی قوم کے روساء و امراء کے ساتھ امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا۔ امیر المؤمنین جبلہ بن ایہم کے ایمان لانے سے بہت خوش ہوئے کہ جبلہ بن ایہم کی وجہ سے اسلام کے بازو زیادہ مضبوط ہوں گے۔ امیر المؤمنین نے جبلہ بن ایہم کی بہت ہی خاطر تواضع فرمائی اور اپنا مہمان بنا کر مہمان نوازی فرمائی۔ چند دن مدینہ منورہ میں ٹھہرنے کے بعد جبلہ مکہ معظمہ واپس چلا گیا۔ اسی سال امیر المؤمنین بھی حج کرنے کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ امیر المؤمنین مکہ معظمہ میں مقیم تھے تب ایک حادثہ پیش آیا۔

جبلہ بن ایہم غسانی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ خانہ کعبہ شریف کا طواف کر رہا تھا۔ اس نے اپنے شانہ پر ایک لمبی چادر ڈال رکھی تھی جس کا ایک سر زمین تک پہنچ رہا تھا۔ اتفاق سے قوم فزارہ کا ایک دیہاتی شخص جبلہ بن ایہم کے بالکل قریب طواف کر رہا تھا۔ بے خیالی میں

اس دیہاتی کا پاؤں جبلہ کی چادر کے ایک پلہ پر پڑ گیا۔ چادر جبلہ کے شانہ سے سرک کر زمین پر گر پڑی۔ جبلہ کو بہت غصہ آ گیا۔ طیش میں آ کر اس نے فزاری کی طرف شعلہ بارنگاہوں سے دیکھا۔ فزاری نے جبلہ کا بھیا نک روپ دیکھا تو سہم گیا اور اس نے فوراً معذرت کرتے ہوئے کہا کہ اے سردار! خدا کی قسم! میں نے قصداً نہیں کیا، غلطی سے اور بے خیالی میں مجھ سے ایسا ہوا، جس کے لئے میں شرمندہ ہوں اور آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ لیکن جبلہ بن ایہم نے فزاری دیہاتی کا عذر قبول نہ کیا اور اس کے چہرے پر زور سے طمانچہ رسید کر دیا۔ نتیجتاً فزاری دیہاتی کے اگلے چار دانت اور ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ فزاری دیہاتی نے اس معاملہ کی امیر المؤمنین کی عدالت عالیہ میں شکایت درج کر دی۔ جبلہ بن ایہم کو امیر المؤمنین کے دربار میں طلب کیا گیا۔ جب جبلہ امیر المؤمنین کی عدالت میں حاضر ہوا تو امیر المؤمنین نے دریافت فرمایا کہ کس چیز نے تجھ کو اس امر پر برا بیچنے کیا کہ تو نے اپنے مسلمان بھائی کو اس شدت سے طمانچہ مار کر اس کے چار دانت توڑ دیئے اور اس کی ناک کو بھی مجروح کر دیا؟ جبلہ نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ اس دیہاتی نے میری چادر کو اپنے پاؤں تلے کچل کر مجھے حرم محترم میں بے آبرو کر دیا۔ خدائے بزرگ و برتر کی قسم! اگر بیت اللہ شریف کی حرمت کا مجھے لحاظ نہ ہوتا تو میں اس کو وہیں قتل کر دیتا۔ حرم شریف کی حرمت و عظمت کا خیال کرتے ہوئے میں نے صرف ایک طمانچہ پر ہی اکتفاء کیا ہے۔

جبلہ نے امیر المؤمنین کے سامنے اقرار جرم کر لیا۔ امیر المؤمنین نے فرمایا کہ اے جبلہ تو نے اپنی زبان سے اقبال جرم کر لیا ہے لہذا تیرا قصور ثابت ہوتا ہے۔ میرا فیصلہ یہ ہے کہ اگر یہ فریادی تجھے معاف کر دے تو ٹھیک ورنہ میں تجھ سے قصاص یعنی بدلہ لوں گا۔ تیرے بھی دانت توڑے جائیں گے اور فریادی کی ناک کی طرح تیری ناک بھی مجروح کی جائی گی۔ امیر المؤمنین کا فیصلہ سن کر جبلہ بن ایہم چونک اٹھا اور مضطرب ہو کر کہا کہ اے امیر المؤمنین! میں اپنی قوم کا بادشاہ اور قبیلہ کا سردار ہوں۔ کیا ایک عام معمولی آدمی کے لئے میرے ساتھ قصاص لینے کا سخت رویہ اپنایا جائے گا؟ امیر المؤمنین نے فرمایا کہ ہاں! ضرور قصاص لوں گا۔ اسلام کا قانون سب کے لئے یکساں ہے۔ اسلام نے تجھے اور اسے برابر کر دیا ہے۔ اسلام

میں مالدار اور بادشاہ کو احکام کی پابندی کرنے میں کسی قسم کی رعایت نہیں دی گئی۔ سب کے لئے ایک ہی قانون ہے۔ لہذا اگر یہ فریادی تھے معاف نہیں کرتا تو قصاص دینے کے لئے آمادہ ہو جا:

ترجمان نبی ، ہم زبان نبی
جان شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام

(از: -امام عشق و محبت حضرت، رضا، بریلوی)

جبلہ بن اسہم نے دیکھا کہ عدالت فاروقی میں اٹل فیصلہ ہوتا ہے۔ یہاں کسی کی بھی رعایت نہیں کی جاتی۔ لہذا جبلہ نے امیر المؤمنین سے کہا کہ ایک دن کے لئے قصاص لینا موقوف فرمائیں تاکہ میں فزاری دیہاتی کو معاف کر دینے کے لئے رضا مند کر لوں۔ حضرت امیر المؤمنین نے فرمایا کہ یہ امر بھی فزاری دیہاتی کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر وہ قصاص لینے میں ایک دن کی مہلت دینے پر راضی ہے تو میں مہلت دے سکتا ہوں ورنہ نہیں۔ چنانچہ امیر المؤمنین نے فزاری دیہاتی سے پوچھا کہ اگر جبلہ بن اسہم سے قصاص لینے میں ایک دن کی تاخیر کی جائے تو تجھ کو کوئی اعتراض ہے؟ فزاری دیہاتی نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ آپ بخوشی اسے ایک دن کی مہلت عطا فرمائیں۔ فزاری دیہاتی کی رضا مندی پر حضرت امیر المؤمنین نے جبلہ بن اسہم کو ایک دن کی مہلت دی اور قصاص کا معاملہ ایک دن کے لئے مؤخر فرما دیا۔

رات میں جبلہ نے سوچا کہ فزاری دیہاتی سے معافی مانگنا اور قصور معاف کرانے کے لئے اس کی منت سماجت کرنا میری شان کے خلاف ہے اور اگر فزاری دیہاتی نے معاف نہیں کیا تو کل صبح امیر المؤمنین میرے دانت اور ناک کی ہڈی توڑ کر رکھ دیں گے اور پورے ملک عرب میں میری ذلت اور رسوائی ہوگی لہذا وہ رات ہی میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مکہ معظمہ سے ملک شام کی طرف بھاگ گیا اور اسلام سے منحرف و مرتد ہو کر اسلامی لشکر سے لڑنے کے لئے قیصر روم ہرقل بادشاہ کے پاس انطاکیہ چلا گیا۔ دوسرے دن امیر المؤمنین کو پتہ چلا کہ جبلہ بن اسہم غسانی مرتد ہو کر رومیوں کی کمک کرنے ملک شام گیا ہے تو آپ نے حضرت اسامہ بن

زید طائی کو خط دے کر تیز رفتار اونٹ پر حضرت ابو عبیدہ کی جانب روانہ فرمایا۔ حضرت اسامہ بن زید اور حضرت ابو عبیدہ کی ملاقات اس وقت ہوئی جب حضرت ابو عبیدہ جو سیہ والوں سے صلح کر کے بعلبک کی طرف جا رہے تھے۔ امیر المؤمنین کا خط پڑھ کر حضرت ابو عبیدہ نے اپنا ارادہ بدل دیا اور بعلبک جانے کے بجائے آپ حضرت خالد بن ولید کے پاس محض چلے گئے۔



www.Markazahlesunnat.com

جنگ قسریں

حضرت ابو عبیدہ نے چار سو رومی گبروں کو فدیہ لے کر آزاد کر دیا اور وہ گبر اپنے اپنے گاؤں جا کر اسلامی لشکر کے حسن سلوک اور بہتر برتاؤ کا ذکر کیا۔ پس جب قسریں کے لوگوں نے سنا کہ اسلامی لشکر کے سپہ سالار اعظم بہت نرم طبیعت کے ہیں اور جو بھی ان کے پاس جا کر امان طلب کرتا ہے اسے امان دیتے ہیں۔ تو اہل قسریں جمع ہوئے اور آپس میں مشورہ کر کے متفقہ طور پر یہ طے کیا کہ ہم بھی دیگر مقامات کی طرح صلح کر کے اسلامی لشکر سے امان حاصل کر لیں۔ لیکن اہل قسریں نے یہ معاملہ قسریں کے حاکم لوقا سے پوشیدہ رکھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حاکم لوقا نہایت مغرور، متکبر، سرکش اور جنگجو تھا۔ ہرقل بادشاہ کے ساتھ اس کے گہرے تعلقات تھے۔ لہذا لوگوں نے صلح کا معاملہ حاکم لوقا سے مخفی رکھا مگر پھر بھی حاکم لوقا کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ پس وہ دشمنانہ ہوا کیونکہ حاکم لوقا متعصب قسم کا نصرانی تھا۔ مسلمانوں سے وہ کسی بھی قیمت پر صلح کرنا نہیں چاہتا تھا بلکہ آخری سانس تک لڑنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اسلامی لشکر سے ٹکرانے کی غرض سے ہی حاکم لوقا نے اپنے جانی دشمن حاکم حلب یوقنا سے صلح کر کے دوستی کا ہاتھ ملایا تھا۔ حاکم قسریں لوقا اور حاکم حلب یوقنا میں بہت پرانی عداوت تھی اور دونوں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ جب اسلامی لشکر کی ملک شام میں آمد ہوئی تو ہرقل بادشاہ نے حاکم لوقا اور حاکم یوقنا کو اپنے پاس بلایا اور مسلمانوں کے متعلق ان کی رائے معلوم کی۔ دونوں نے ایک ہی جواب دیا کہ ہم مرجائیں گے لیکن اہل عرب سے صلح نہیں کریں گے۔ بلکہ دین مسیح کی حمایت میں ہم اپنی جان قربان کرنے میں اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ تب ہرقل بادشاہ نے کہا کہ ان عربوں سے متفرق ہو کر لڑنے میں کامیابی کے امکان کم ہیں۔ وقت کا تقاضا یہی ہے کہ آپسی اختلاف بالائے طاق رکھ کر متحد اور مجتمع ہو کر ان کا مقابلہ کرو۔ پھر ہرقل بادشاہ نے حاکم لوقا اور حاکم یوقنا کے درمیان جو رنجش تھی ان کا ازالہ کر دیا اور صلح کرا دی۔ اور دونوں سے وعدہ کیا کہ تم کو عربوں کے مقابلے کے لئے جب

بھی ضرورت پڑے، مجھ سے دس ہزار سواروں کی کمک طلب کر لینا۔ المختصر! حاکم قسریں لوقا ہرقل بادشاہ کا معتمد اور قرائتی ہونے کی وجہ سے صلح کا سخت مخالف تھا۔ اور اسلامی لشکر سے جنگ کر کے اسلامی لشکر کو نیست و نابود کرنے کا خواب دیکھتا تھا۔ اہل قسریں کا صلح کا ارادہ اس کے لئے ناقابل برداشت تھا۔

◎ حاکم قسریں لوقا کی صلح کی مکاری

حاکم لوقا نے شہر کے سربراہ آوردہ لوگوں کو جمع کر کے پوچھا کہ اے شہر کے معزز حضرات تم لوگوں نے عربوں کے متعلق کیا طے کیا ہے؟ اہل شہر نے کہا کہ اے سردار! مسلمانوں کے اخلاق بہت ہی عمدہ ہیں۔ وہ اپنی زبان کے پکے ہیں۔ جو بھی وعدہ کرتے ہیں اسے پورا کرتے ہیں۔ صلح کرنے والوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں۔ جن جن شہروں کے ساتھ صلح کی ہے ان کے ساتھ اپنی ذمہ داری کامل طور پر نبھائی ہے اور عہد و پیمان پورا کرنے میں کسی قسم کی کمی یا کوتاہی نہیں کی۔ بلکہ احسان کیا ہے اور جو ان سے لڑنے نکلا ہے اسے تباہ و برباد کیا ہے۔ لہذا ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم عربوں سے صلح کر کے امان حاصل کر لیں اور ان کی ذمہ داری میں داخل ہو جائیں تاکہ ہم مع اہل و عیال اور مال و اسباب بے ڈر اور بے خوف ہو جائیں۔ حاکم لوقا نے دیکھا کہ تمام لوگوں کا رجحان صلح کی طرف ہے۔ تمام کے تمام صلح کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں ایسی صورت میں اگر میں نے صلح کی مخالفت کی اور عربوں سے جنگ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو شہر کے لوگ میرا ساتھ نہیں دیں گے بلکہ میری مخالفت پر اتر آئیں گے۔ تو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ عربوں سے صلح کر لیں اور مجھے تنہا چھوڑ دیں۔ لہذا اس نے حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے کہا کہ تمہارا مشورہ بہت نیک ہے۔ قسم ہے حق مسیح کی! میں بھی تمہاری رائے سے اتفاق کرتا ہوں لیکن ہم ان سے صرف ایک سال کی مدت کے لئے ہی صلح کریں گے۔ اس مدت کے درمیان ہم دیکھیں کہ حلب والوں کے ساتھ ان کا معاملہ کیا ہوتا ہے؟ علاوہ ازیں ہرقل اعظم ایک سال کی مدت کے دوران عربوں کے استیصال کے لئے کونسا اقدام اٹھاتے ہیں۔ ایک سال کے لئے صلح کر کے ہم عربوں سے بے ڈر ہو جائیں اور وہ ہم سے مطمئن ہو جائیں۔ ایک سال کی مدت کے

درمیان ہم قلعہ میں رسد، غلہ اشیاء صرف، ہتھیار اور لڑنے والے سپاہی جمع کر لیں۔ ہر قل بادشاہ سے کمک طلب کر لیں اور جب ہم اس قابل ہو جائیں کہ جنگ کرنا ہمارے لئے فائدہ مند ہے تو ہم صلح توڑ کر اچانک عربوں پر دھاوا بول دیں گے۔ عرب صلح کی وجہ سے ہم سے بے خوف اور مطمئن ہوں گے اور ہم حملہ کر کے ان کو ہلاک کر دیں گے۔ حاضرین نے حاکم لوقا کی رائے کو پسند کیا اور فریب پر مشتمل تجویز متفقہ طور پر منظور کی گئی۔

حاکم لوقا نے اصطر نامی ایک بطریق کو بلایا جو دین نصرانیہ اور دین یہودیہ کا راہب اور عالم تھا۔ نیز وہ عربی زبان میں فصیح و بلیغ گفتگو کرنے کی مہارت رکھتا تھا۔ حاکم لوقا نے اصطر سے کہا کہ تو میرے سفیر کی حیثیت سے اسلامی لشکر کے سردار کے پاس جا اور ایک سال کے لئے ان سے صلح کا معاہدہ طے کر لے، تاکہ ہم ایک سال کے لئے عربوں سے مامون ہو جائیں اور اشیاء صرف، سامان حرب اور لشکر قلعہ میں جمع کر لیں۔ پھر ان پر حملہ کر کے ان کو نیست و نابود کر ڈالیں گے۔ حاکم لوقا نے اصطر کو ایک خط حضرت ابو عبیدہ کے نام دیا اور اپنے ایلچی کی حیثیت سے اسے اسلامی لشکر کے کیمپ کی طرف روانہ کیا۔

◎ ایلچی اصطر کی مسلمانوں سے صلح کی پیشکش

حضرت ابو عبیدہ اسلامی لشکر کے ساتھ محس میں مقیم تھے۔ اصطر نے عمدہ خلعت پہنا اور اپنے ساتھ دس غلاموں کو لے کر محس کی طرف روانہ ہوا۔ جب اصطر اسلامی لشکر کے کیمپ میں پہنچا تو اس وقت کیمپ میں عصر کی نماز باجماعت پڑھی جا رہی تھی۔ حضرت ابو عبیدہ امامت کر رہے تھے۔ اصطر تعجب بھری نظروں سے اسلام کے اہم رکن نماز کا منظر دیکھتا رہا۔ جب نماز پوری ہوئی تو مجاہدوں نے دیکھا کہ ایک رومی بطریق فاخرہ لباس پہنے ہوئے اپنے خدام کے ہمراہ اسلامی لشکر کے کیمپ کے قریب کھڑا ہے۔ حضرت عبداللہ بن ربیعہ فوراً اس کے پاس آئے اور پوچھا کہ تو کون ہے؟ اور کیا چاہتا ہے؟ اصطر نے کہا کہ میں قنسرین کے حاکم لوقا کا ایلچی ہوں اور تمہارے سردار کے نام خط لایا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن ربیعہ رومی ایلچی اصطر کو حضرت ابو عبیدہ کے خیمہ میں لے آئے۔ حضرت ابو عبیدہ کی دائیں طرف حضرت خالد بن ولید اور بائیں

طرف حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور سامنے صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے۔ رومی ایلچی اصطر نے خیمہ میں داخل ہو کر اسلامی لشکر کے سرداروں کو سجدہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن حضرت ابو عبیدہ نے اسے سجدہ کرنے سے باز رکھا اور فرمایا کہ خدا کے سوا کسی کو سجدہ کرنا روا نہیں۔ پھر حضرت خالد نے پوچھا کہ اے شخص تو کون ہے؟ کس کا بھیجا ہوا ہے؟ حضرت خالد کا بارعب لہجہ میں سوال سن کر رومی ایلچی اصطر کا دل رعب سے بھر گیا اور اس نے حضرت خالد سے پوچھا کہ اے برادر عربی! کیا آپ ہی اسلامی لشکر کے سردار ہیں؟ حضرت خالد نے فرمایا کہ میں اسلامی لشکر کا ادنیٰ سپاہی ہوں۔ ہمارے معزز سردار یہ ہیں۔ یہ کہہ کر حضرت خالد نے حضرت ابو عبیدہ کی جانب اشارہ کیا۔ اصطر نے کہا کہ میں حاکم لوقا کا ایلچی ہوں اور آپ کے نام خط لایا ہوں۔ اصطر نے حضرت ابو عبیدہ کی خدمت میں حاکم لوقا کا خط پیش کیا۔ حضرت ابو عبیدہ نے تمام حاضرین کو سنانے کے لئے بلند آواز سے خط پڑھا۔ خط کا مضمون حسب ذیل تھا:

”ہمارا شہر قنسرین ہمارے دشمنوں کو ہم سے باز رکھنے والے مضبوط قلعہ والا شہر ہے۔ ہمارے شہر میں جنگجو سپاہیوں کا بڑا لشکر موجود ہے۔ ہمارے شہر میں غلہ، رسد اور اشیاء صرف کا اتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے کہ اگر تم چالیس سال تک ہمارے شہر کا محاصرہ کرو گے تب بھی ہم کو کسی چیز کی کمی یا قلت محسوس نہ ہوگی۔ تم کبھی بھی ہمارا قلعہ فتح کرنے کی طاقت نہیں رکھتے بلکہ ہمارا قلعہ فتح کرنا تمہارے لئے ناممکن ہے۔ تمہارے مقابلہ کے لئے ہر قل بادشاہ نے حدلیج سے رومۃ الکبریٰ تک کے رومی باشندوں سے مدد طلب کی ہے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ دیکھیں اس مقابلہ میں تمہارا انجام کیا ہوتا ہے؟ اور ملک شام کے شہر کس کے قبضہ میں آتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہم اہل قنسرین خونریزی کو پسند نہیں کرتے لہذا ہم تم سے ایک سال کی مدت کے لئے مصالحت کرنا چاہتے ہیں۔ ہم تم سے جو صلح کرنا چاہتے ہیں وہ ہر قل بادشاہ سے خفیہ طور پر صلح کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر ہر قل بادشاہ کو پتہ چلا کہ ہم نے تم سے صلح کی ہے تو وہ ہم کو ہلاک کر ڈالے گا۔“

جب حضرت ابو عبیدہ حاکم لوقا کا خط پڑھ رہے تھے تو حضرت خالد بن ولید بہت ہی سنجیدہ ہو کر غور سے سن رہے تھے اور سر سے انکار کا اشارہ کرتے تھے۔ جب خط پڑھا جا چکا تو حضرت خالد بن ولید نے حضرت ابو عبیدہ سے کہا کہ اے سردار! قسم ہے اس حق کی جس نے ہماری مدد کر کے تائید فرمائی ہے اور ہم کو امت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بنایا ہے۔ اس خط سے مکرو فریب کی بو آتی ہے۔ خط کا مضمون اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ قنسرین کا حاکم وقت کو ٹالنا چاہتا ہے اور ہم کو دھوکہ دے کر جنگی تیاری کرنا چاہتا ہے۔ لہذا میں آپ سے مؤدبانہ درخواست کرتا ہوں کہ اس کی صلح کی درخواست کو ٹھکرا دیں، ہم کو حکم دیں کہ ہم قنسرین پر یورش لے جائیں۔ قسم ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی! قسم ہے بیعت حضرت ابوبکر صدیق کی! قسم ہے امارت حضرت عمر فاروق اعظم کی! ہم ان کو خاک و خون میں ملادیں گے۔ ان کو پیس کر رکھ دیں گے۔ ان کے قلعوں اور شہروں کو فتح کر لیں گے اور ان کا مال و اسباب ہمارے لئے غنیمت ہوگا۔ حضرت خالد بن ولید کی جذباتی گفتگو سن کر حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ اے ابوسلیمان! آپ توقف کرو۔ جب وہ صلح پر آمادہ ہوئے ہیں تو ہمیں بھی صلح کی طرف پیش قدمی کرنی چاہئے کیونکہ صلح جنگ سے بہتر ہے۔

حضرت خالد بن ولید نے جواب دیا کہ اے سردار! بے شک ہر حال میں صلح جنگ سے بہتر ہے لیکن جس صلح کی بنیاد مکرو فریب پر رکھی گئی ہو وہ صلح اچھی نہیں۔ بلکہ دشمن کی چال سے دھوکہ کھانا ہے اور پھر بعد میں پچھتا نا پڑے گا۔ اگر حاکم لوقا اخلاص نیت سے صلح کرنا چاہتا ہے تو اسے لکھئے کہ صرف ایک سال کی مدت کے لئے عارضی صلح نہ کرے۔ بلکہ ہمیشہ کے لئے دائمی صلح کرے ورنہ ہم کو ایسی مکرو فریب کی صلح کی کوئی ضرورت نہیں۔ رومی اپیلچی اصطر نے جب حضرت خالد بن ولید کی بیباکانہ اور دلیرانہ گفتگو سنی تو اسے یقین ہو گیا کہ واقعی یہ شخص بہت ہی چالاک اور عقلمند ہے اور مکرو فریب کی تہ تک پہنچنے والی دور رس نگاہ رکھنے والا ہے۔ لہذا اس نے حضرت خالد سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے عربی سردار! آپ کا تعارف کیا ہے؟ میرا نام خالد بن ولید مخزومی ہے میں دلیر جنگجو ہوں اور میری تلوار کافروں اور مشرکوں کو ہلاک کرنے والی اور ان کو صفحہ ہستی سے مٹانے والی ہے۔ حضرت خالد کا نام سن کر رومی اپیلچی اصطر کو پسینہ چھوٹ گیا۔

اس نے کہا کہ ہاں تم وہی شخص ہو کہ جس کی شجاعت و بہادری کا چرچا ملک شام کے گھر گھر میں ہوتا ہے اور ہر شخص کی زبان پر تمہاری دلیری اور استقلال کا ذکر ہے۔ لیکن تمہاری باتوں سے ایسا لگتا ہے کہ تم صلح سے زیادہ جنگ کو پسند کرتے ہو۔

حضرت خالد نے فرمایا کہ میں امن پسند ہوں۔ میں صلح کو خوں ریزی پر ترجیح دیتا ہوں۔ لیکن جو ہم سے دل کی صفائی کے ساتھ مصالحت کرتا ہے ہم اس کے ساتھ صلح کرتے ہیں، رہا جو دھوکہ دینے کے لئے مکرو فریب کی چال چلتا ہے ہم اس کو اچھی طرح پہچان لیتے ہیں اور کسی کے جال میں نہیں پھنستے ہیں۔ تمہارے حاکم لوقا کے خط سے مکرو فریب کا راز عیاں ہو رہا ہے۔ اس کا صلح سے صرف یہی ارادہ ہے کہ اگر اسلامی لشکر کو فتح حاصل ہو تو صلح کی ڈھال کی آڑ میں وہ محفوظ رہے۔ اور اگر ہمارے دشمنوں کا غلبہ ہو تو وہ ہمارے دشمن کے گروہ میں شامل ہو جائے بلکہ بہت ممکن ہے کہ ہرقل بادشاہ کے امدادی لشکر کی آمد پر وہ صلح توڑ کر ہمارے ساتھ لڑنے نکلے گا۔ لہذا تمہارے شہر سے ہرقل بادشاہ کے لشکر کی مدد کرنے کے لئے جو بھی شخص نکلے گا وہ ہماری امان سے خارج ہو جائے گا۔ رومی اپیلچی اصطر نے کہا کہ اے عربی سردار! تم نبی رحیم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی امت ہونے کی وجہ سے رحم کرنے والوں میں سے ہو۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ میں آج معاملہ برعکس دیکھ رہا ہوں۔ ہم صلح کی درخواست کرتے ہیں اور صلح کے طالب ہیں لیکن تم منظور نہیں کرتے بالآخر رومی اپیلچی اصطر نے حلفیہ یقین دلایا اور حضرت خالد کے شرائط منظور کئے اور ایک سال کی مدت کے لئے صلح ہوئی۔ صلح کی مدت ذی الحجہ ۱۴ھ تک قرار پائی۔ چار ہزار دینار شاہی، ایک سوا قیہ چاندی، ایک ہزار حلب کے کپڑے اور ایک ہزار وسق غلہ پر یہ صلح ہوئی۔

○ قنسرین کی حد بندی ہرقل کی تصویر کے نشان سے

جب اہل قنسرین سے صلح کا معاملہ طے ہو گیا تو رومی اپیلچی اصطر نے حضرت ابو عبیدہ سے کہا کہ ہمارے علاقہ کی حد بندی ہونی چاہئے کیونکہ قنسرین اور حلب کی سرحدیں ملحق ہیں۔ قنسرین کی حد ختم ہوتے ہی حلب کا علاقہ شروع ہوتا ہے جہاں دونوں حدیں ملتی ہیں وہاں کوئی نشانی رکھ دینا چاہیئے تاکہ تمہارے لشکر کا آدمی ہماری حد میں داخل ہو کر کوئی گڑبڑ نہ

کرے۔ کیونکہ حلب والوں سے تمہاری صلح نہیں اور تمہارے آدمی حلب کا علاقہ ہونے کی غلط فہمی میں ہمارے علاقہ کو تاخت و تاراج نہ کر بیٹھیں اور ہمارے درمیان کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ تمہاری بات مناسب ہے۔ میں اپنے کسی آدمی کو حد بندی کا نشان قائم کرنے کے کام پر مامور کر دیتا ہوں۔ رومی اپنی اصطخر نے کہا کہ اے سردار! آپ تکلیف گوارا نہ فرمائیں۔ ہماری حد مشہور و معروف ہے جس جگہ قنسرین اور حلب کی حدیں ملتی ہیں وہاں ہم ایک ستون کھڑا کر دیتے ہیں اور اس پر ہر قل بادشاہ کی تصویر بنادیتے ہیں۔ لہذا آپ اپنے سپاہیوں کو حکم فرمادیں کہ کوئی بھی اس ستون سے تجاوز نہ کرے۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ یہ تدبیر مناسب ہے۔ میں اپنے ساتھیوں کو مطلع کر دوں گا۔

اہل قنسرین نے اپنے علاقہ کی سرحد پر ایک مستحکم ستون تعمیر کر کے اس پر ہر قل بادشاہ کی تصویر اس طرح بنادی، گویا وہ اپنے دار السلطنت میں تخت پر بیٹھا ہے۔ حضرت ابو عبیدہ نے اسلامی لشکر کے مجاہدوں کو تاکید فرمادی کہ کوئی بھی شخص اس تصویر والے ستون سے تجاوز نہ کرے۔ اور جو شخص یہاں موجود نہیں ہے ان تک میرا حکم پہنچا دو کہ ستون سے آگے تجاوز کرنے کی ممانعت ہے۔

کچھ مجاہدین قنسرین کے علاقہ کے قریب کے رومی دیہاتوں کی طرف گئے ہوئے تھے ان کو اس ستون کے متعلق کوئی اطلاع نہیں تھی۔ اتفاق سے حضرت ملتمس بن عامر اور حضرت ابو جندل بن سہل اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس ستون کے قریب سے گزرے۔ ستون پر ہر قل بادشاہ کی تصویر دیکھی تو سب کو تعجب ہوا۔ وہ تمام مجاہدین ستون کے قریب راستہ کی تھکن دور کرنے کے لئے ٹھہرے پھر وہ اپنے گھوڑوں کو کاوے پر پھیرنے کی تعلیم دینے لگے اور اپنے ساتھیوں کو نیزہ بازی کی مشق کرانے لگے۔ نیزہ بازی کی مشق کے دوران حضرت ابو جندل بن سہل کے نیزہ کی اُنی غلطی سے ہر قل بادشاہ کی تصویر کی آنکھ میں چھب گئی اور تصویر کی ایک آنکھ اندھی ہو گئی۔ کچھ فاصلہ پر ستون کی نگرانی پر مامور رومی سپاہی کھڑے تھے وہ دوڑ کر آئے اور شور و غل مچایا۔ حضرت ابو الجندل نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ انھوں نے یہ فعل قصداً نہیں کیا بلکہ اتفاقاً نیزہ تصویر کی آنکھ میں لگ گیا ہے۔ کچھ رومی سپاہی قنسرین شہر کی طرف بھاگے اور

حاکم لوقا کو ہر قل بادشاہ کی تصویر کی آنکھ پھوٹنے کے حادثہ کی اطلاع دی۔ لوقا یہ خبر سن کر بہت برہم ہوا اور اس نے یہ بھی کہا کہ تم نے بد عہدی کی ہے اور اپنی ذمہ داری اور وفاداری پر قائم نہیں رہے۔ اور جو بد عہدی کرتا ہے وہ خوار ہوتا ہے۔

رومی اپنی اصطخر اپنے ساتھ ایک سواروں کو لے کر حضرت ابو عبیدہ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ آپ کے آدمیوں نے ستون پر نصب کی ہوئی ہر قل بادشاہ کی تصویر کی آنکھ پھوڑ ڈالی ہے۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ مجھے اس معاملے کا حال معلوم نہیں لیکن پھر بھی میں تمہارے سامنے اس کی تحقیق کرتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ جس شخص نے بھی ہر قل بادشاہ کی تصویر کی آنکھ پھوڑی ہے، وہ میرے سامنے آئے۔ حضرت ابو الجندل سامنے آئے اور مؤدبانہ عرض کیا کہ اے محترم سردار! یہ قصور مجھ سے ہوا ہے لیکن یہ کام میں نے قصداً نہیں کیا بلکہ غلطی سے نیزہ تصویر کی آنکھ میں پیوست ہو گیا۔ حضرت ابو عبیدہ نے ان کی سرزنش فرمائی اور آئندہ احتیاط برتنے کی سب کو تاکید کی۔ رومی اپنی نے مطالبہ کیا کہ ہم اس خطا کا قصاص چاہتے ہیں۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ قصاص میں تم کیا چاہتے ہو؟ اصطخر نے کہا کہ ہمارے بادشاہ کی آنکھ کے بدلے میں ہم تمہارے بادشاہ کی آنکھ پھوڑ ڈالیں۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ تم بخوشی اپنا انتقام لے لو۔ میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔ اسی وقت میری آنکھ پھوڑ ڈالو۔ رومی اپنی اصطخر نے کہا کہ تمہاری آنکھ نہیں بلکہ تمہارے بادشاہ جو ملک عرب کے مالک و مختار کی حیثیت سے حکمراں ہیں ان کی آنکھ کا ہم مطالبہ کرتے ہیں۔ یعنی امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم کی آنکھ۔

رومی اپنی اصطخر کی بات سن کر اسلامی لشکر کے مجاہدین غضبناک اور مشتعل ہو گئے اور اصطخر اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرنے پر مستعد ہوئے۔ لیکن حضرت ابو عبیدہ نے مجاہدوں کو روکا اور سرزنش کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنی قتل کرنا آئین و فاکہ خلاف ہے۔ مجاہدوں نے کہا کہ ہم اپنے امام و خلیفہ کے عوض اپنی جانیں اور آنکھیں قربان کرنے کو تیار ہیں۔ ہر قل بادشاہ کی تصویر کی آنکھ کے قصاص میں جتنی آنکھیں رومیوں کو درکار ہیں وہ ہم دینے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن خبردار! ہمارے امام و خلیفہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم کی آنکھ کا ذکر

اپنے زبان پر لایا تو ہم اس کی زبان کھینچ لیں گے۔

رومی ایچی اصطخر نے اسلامی لشکر کے مجاہدوں کا جوش اور اشتعال دیکھا تو سہم گیا اور کہا کہ میری مراد یہ ہے کہ جس طرح تم نے ہمارے بادشاہ کی تصویر کی آنکھ پھوڑی ہے ہم بھی اسی طرح تمہارے بادشاہ یعنی حضرت عمر کی تصویر بنا کر اس تصویر کی آنکھ پھوڑ ڈالیں۔ مجاہدوں نے کہا کہ ہم نے تمہارے بادشاہ کی تصویر کی آنکھ قصداً اور عمداً نہیں پھوڑی۔ جب کہ تم یہ امر عمداً کرنا چاہتے ہو۔ القصہ! رومیوں نے حضرت ابو عبیدہ کی تصویر کی آنکھ پھوڑنے پر معاملہ طے کیا۔ چنانچہ رومیوں نے ایک ستون پر حضرت ابو عبیدہ کی تصویر بنائی جس میں شیشے کی دو آنکھیں بنائیں۔ پھر ایک شخص نے ہاتھ میں نیزہ لیا اور محالت غصہ نیزہ تصویر کی آنکھ میں مارا اور اس کی آنکھ پھوڑ ڈالی۔

◎ حمص سے اسلامی لشکر کی روانگی

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حمص میں اسلامی لشکر کا کیمپ رکھا تھا۔ اور اطراف کے چھوٹے چھوٹے دیہاتوں کو فتح کرتے تھے لیکن کوئی بڑا شہر یا مشہور مقام فتح نہ کیا تھا۔ مدینہ طیبہ میں اسلامی لشکر کی ملک شام سے عرصہ دراز گزرنے کے باوجود کوئی اطلاع یا فتح کی خوشخبری نہ ملنے کی وجہ سے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم بہت فکر مند تھے۔ لہذا انہوں نے حضرت ابو عبیدہ کو ایک خط لکھا کہ تمہاری طرف سے کسی بڑے مقام کی فتح کی خوشخبری نہیں آئی۔ تم کسی رومی شہر پر حملہ بھی نہیں کرتے اور نہ ہی کسی جانب پیش قدمی کرتے ہو۔ کیا تم جہاد سے جی چراتے ہو؟ کیا تمہارے اندر بزدلی آگئی ہے؟ یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صاف ارشاد فرماتا ہے:

”قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسْكَنٌ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ط وَاللَّهُ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝ (سورة التوبہ، آیت: ۲۴)

ترجمہ:- ”تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان۔ یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔“ (کنز الایمان)

تفسیر:- ”اور جلدی آنے والے عذاب میں مبتلا کرے یا دیر میں آنے والے میں۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ دین کے محفوظ رکھنے کے لئے دنیا کی مشقت برداشت کرنا مسلمان پر لازم ہے۔“

(تفسیر خزائن العرفان، ص: ۳۴۲)

حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم نے اپنے خط میں یہاں تک لکھا کہ تم لوگ جہاد سے بزدلی کر کے قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت کے مصداق مت بننا۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے امیر المؤمنین کا خط پڑھا تو اہل قنسرین سے صلح کرنے پر نادم ہوئے۔ پھر حضرت ابو عبیدہ نے تمام مجاہدوں کو امیر المؤمنین کا خط سنایا۔ خط کا مضمون سماعت کر کے تمام مجاہد رونے لگے اور حضرت ابو عبیدہ سے کہا کہ امیر المؤمنین شاید یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم جہاد سے جی چراتے ہیں۔ لہذا اے سردار! قنسرین والوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو اور ہم کو حلب یا انطاکیہ کی جانب کوچ کرنے کا حکم دو۔

◎ اہل رستن اور شیرز سے مصالحت

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط آنے کے چند دنوں کے بعد حضرت ابو عبیدہ نے اسلامی لشکر کو حلب کی جانب کوچ کرنے کا حکم دیا۔ راہ میں رستن نام کا شہر آیا۔ وہاں کے لوگوں نے ادائے جزیہ کی شرط پر صلح کی۔ رستن سے روانہ ہو کر اسلامی لشکر حمت نامی مقام پر پہنچا جب اسلامی لشکر حمت پہنچا تو وہاں کے لوگ اپنے ساتھ راہبوں اور

قوسوں کا گروہ لے کر ہاتھوں میں انجیل اٹھائے ہوئے حضرت ابو عبیدہ کے پاس آئے اور کہا کہ ہماری قوم سے تم ہمارے نزدیک محبوب تر ہو۔ ہم تم سے صلح کر کے تمہارے عہد اور ذمہ داری میں داخل ہونے کی خواہش لے کر حاضر ہوئے ہیں۔ حضرت ابو عبیدہ نے اہل حمات سے صلح و ذمہ داری کی دستاویز لکھ دی۔ وہاں روانہ ہو کر اسلامی لشکر شیرز نام کے شہر میں پہنچا۔ جب اہل شیرز کو معلوم ہوا کہ اسلامی لشکر آیا ہے تو تمام لوگوں نے اسلامی لشکر کا شاندار استقبال کیا اور ادائے جزیہ کی شرط پر مصالحت کی۔ حضرت ابو عبیدہ نے اہل شیرز سے ہر قل بادشاہ کے متعلق پوچھا تو شیرز کے لوگوں نے اطلاع دی کہ قنسرین کے حاکم لوقا نے ہر قل بادشاہ سے کمک طلب کی ہے تاکہ وہ تم سے لڑے۔ ہر قل بادشاہ نے ملک عرب کے جنگجو نصرانی عرب سردار جبلہ بن اسہم غسانی کو قوم غسان، عرب منتصرہ اور عمو دیہ کے رومیوں کا دس ہزار کا لشکر قنسرین کے حاکم کی مدد کے لئے بھیجا ہے۔ جبلہ بن اسہم غسانی اپنے لشکر کے ساتھ انطاکیہ سے روانہ ہو کر قنسرین کے قریب لوہے کے پل پر پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ لہذا تم بہت ہوشیار رہو، نہ معلوم کس وقت وہ تمہارے سامنے آجائے۔ حضرت ابو عبیدہ نے ”حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ“ پڑھا۔ حضرت خالد نے حضرت ابو عبیدہ سے کہا کہ اے سردار! میں نے آپ سے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ قنسرین کے حاکم کے پیٹ میں پاؤں ہیں وہ ضرور ہم سے مکرو فریب کرے گا۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا اے ابوسلیمان! تمہاری رائے مناسب تھی لیکن حاکم قنسرین کو یہ مکرو فریب بھاری پڑ جائے گا اور اللہ تعالیٰ اسے ہلاک فرمائے گا۔

◎ جبلہ بن اسہم کے سپاہیوں کی اسلامی لشکر کے خدام پر دست درازی

جبلہ بن اسہم غسانی کے دس ہزار کے لشکر کی آمد کی خبر سن کر حضرت ابو عبیدہ نے اسلامی لشکر کو شیرز میں پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔ اور مخبروں کو قرب وجوار کے علاقوں میں منتشر کر دیئے تاکہ وہ رومی لشکر کی حرکت پر نظر رکھیں اور اطلاع دیتے رہیں۔ شیرز میں پڑاؤ کے دوران کھانا پکانے کے لئے غلام زیتون، انار اور دیگر پھلدار درختوں کی شاخیں اور جڑیں لاتے تھے اور جلاتے تھے، حضرت ابو عبیدہ کو جب پتہ چلا کہ غلام سرسبز و شاداب درختوں کی شاخیں اور

جڑیں جلا کر کھانا پکاتے ہیں تو یہ بات آپ کو ناگوار معلوم ہوئی۔ آپ نے تمام غلاموں کو بلا کر ڈانٹا اور آئندہ اس حرکت سے باز رہنے کی سختی سے تنبیہ فرمائی۔ غلاموں نے عرض کیا کہ اے سردار! خشک لکڑیاں بہت دور اور جنگل کے علاقے میں ہیں، اطراف میں کہیں بھی خشک لکڑی دستیاب نہیں۔ لہذا ہم ہری لکڑی جلاتے ہیں حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ دُور سے خشک لکڑی لا کر جلایا کرو، چاہے تکلیف برداشت کرنی پڑے۔ آئندہ اگر کسی نے ہری لکڑی جلائی تو میں اس کو سخت سزا دوں گا۔ حضرت ابو عبیدہ کی سخت ممانعت کی وجہ سے غلاموں نے ہری لکڑی جلائی بند کر دی اور خشک لکڑیاں لینے دور دور تک جانے لگے۔

حضرت سعید بن عامر کے غلام مہج اپنے چند غلام ساتھیوں کے ساتھ خشک لکڑیاں لینے دور کے علاقے تک گئے۔ ان کو گئے بہت عرصہ گزر گیا لیکن واپس نہیں لوٹے، حضرت سعید بن عامر کو تشویش لاحق ہوئی اور وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر غلاموں کی جستجو میں نکلے۔ حضرت سعید بن عامر جنگل کے علاقہ کی طرف گئے۔ تھوڑی مسافت طے کرنے کے بعد ان کو اپنا غلام اس حال میں ملا کہ وہ زمین پر زخمی پڑا ہوا تھا۔ اس کا سر پھٹ گیا تھا اور منہ سے خون جاری تھا۔ حضرت سعید اس کے قریب گئے اور پوچھا کہ اے مہج! تیرا یہ حال کس طرح ہوا؟ غلام نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا کہ اے مالک! تم اپنی جانب... اتنا کہہ کر وہ غلام بے ہوش ہو گیا۔ حضرت سعید نے مشکیزہ سے پانی نکال کر اس کے چہرے پر چھڑکا۔ تھوڑی دیر کے بعد غلام کو ہوش آیا اور کہا کہ اے مالک! اپنی جان بچاؤ، میری فکر مت کرو، آپ یہاں سے فوراً بھاگ جاؤ ورنہ آپ کا بھی میری طرح حال ہوگا۔ حضرت سعید نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ غلام نے کہا کہ میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ خشک لکڑیاں تلاش کرنے دور گیا تھا۔ ہم نے لکڑیاں جمع کر لیں اور واپس پلٹنے کا ارادہ کیا۔ کہ ایک ہزار نصرانی عرب سواروں نے آ کر ہم کو گھیر لیا۔ اُن تمام سواروں کی گردنوں میں سونے کی صلیبیں لٹکتی تھیں، اور لمبے لمبے نیزے اور تلواریں ان کے ہاتھوں میں تھیں۔ ہم نے حسب استطاعت ان کا مقابلہ کیا۔ میں نے مقابلہ کرنے میں زیادہ شدت دکھائی لہذا انہوں نے مجھے خوب پیٹا اور میرے دس ساتھیوں کو قید کر لیا۔ میرے سر میں سخت چوٹ آئی اور میں غش کھا کر گرا اور منہ کے بل زمین پر پڑا۔ وہ

لوگ مجھ کو مردہ سمجھ کر مجھے اسی حال میں چھوڑ کر میرے ساتھیوں کو گرفتار کر کے لے گئے۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں اکیلا زخمی حالت میں پڑا ہوا تھا اور میرے تمام ساتھی غائب تھے۔ لہذا میں اٹھ کر بھاگا لیکن سر میں سخت چوٹ لگنے کی وجہ سے تھوڑے فاصلہ تک جا کر پھر بے ہوش ہو گیا اور اب آپ سے ملاقات ہوئی ہے۔

حضرت سعید بن عامر نے اپنے غلام کو اٹھایا اور گھوڑے پر اپنے ساتھ سوار کیا اور واپس پلٹنا چاہتے تھے کہ قوم غسان کے نصرانی سپاہیوں نے گھیر لیا اور ان کو گرفتار کر کے جبلہ بن اسہم کے لشکر میں لے گئے۔ جبلہ اپنے خیمہ میں سونے کی کرسی پر بیٹھا تھا اور دیباچ کے کپڑے کا لباس زیب تن کئے ہوئے تھا جس میں قیمتی جواہر کی لڑیاں تھیں۔ گلے میں یاقوت کی بنی ہوئی صلیب تھی۔ جبلہ نے حضرت سعید بن عامر سے ان کا نسب اور قبیلہ پوچھا۔ پھر قوم عرب سے اپنا نسب اور قبیلہ بیان کیا۔ اور پھر حضرت عمر فاروق اعظم کی شکایت کی، کہ ایک حقیر دیہاتی کے لئے مجھ جیسے بادشاہ سے قصاص لیتے تھے۔ لہذا میں اسلام سے منحرف ہو گیا اور یہاں ملک شام ہرقل بادشاہ کے لشکر کی کمک کرنے آ گیا ہوں۔ پھر جبلہ بن اسہم نے حضرت سعید بن عامر سے پوچھا کہ تم حسان بن ثابت انصاری کو جانتے ہو؟ حضرت سعید نے جواب دیا کہ ہاں! وہ رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعت گو شاعر ہیں۔ جبلہ نے پوچھا کہ تمہاری حسان سے کوئی جان پہچان ہے؟ اور حضرت حسان سے تمہاری آخری ملاقات کب ہوئی تھی؟ حضرت سعید نے جواب دیا کہ میرا ان سے دوستانہ تعلق ہے۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا جب حضرت حسان نے کئی مسلمانوں کے ساتھ مجھے بھی کھانے کی دعوت کی تھی۔ پھر چند روز بعد میں ملک شام آ گیا۔ جبلہ نے پوچھا کہ تم ملک شام کس غرض سے آئے ہو؟ حضرت سعید نے فرمایا کہ میں اسلامی لشکر کے ساتھ جہاد کی ہم پر آیا ہوں، اور اب ہم عنقریب حلب اور انطاکیہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔

جبلہ بن اسہم غسانی نے کہا کہ ہرقل بادشاہ نے قنسرین کے حاکم کی مدد کے لئے دس ہزار کے لشکر کے ساتھ مجھے بھیجا ہے۔ قنسرین کا حاکم تمہاری صلح توڑ کر مکروفریب سے تم کو ہلاک کرنے والا ہے اور ہم اس میں شامل ہوں گے۔ لہذا تم اپنے سردار ابو عبیدہ کو ہماری کثیر تعداد اور ہماری جمعیت کی طاقت سے باخبر کرو اور ہماری ہیبت و بدبہ سے آگاہ کرو اور ان سے

کہو کہ وہ واپس لوٹ جائیں۔ میں بھی ملک عرب کا باشندہ ہوں اور عرب ہونے کے ناطے تمہاری خیر خواہی اور ہمدردی رکھتا ہوں، اور تم کو نیک مشورہ دیتا ہوں کہ تمہاری خیریت اور بھلائی اسی میں ہے کہ تم ملک شام پر تسلط اور حکومت کرنے کے خواب مت دیکھو اور ملک حجاز واپس چلے جاؤ۔ اب تک تمہارا سابقہ ملک شام کے کمزور رومی سپاہیوں سے پڑا تھا مگر اب میں اپنی قوم بنی غسان جنگجو شہسواروں کے ساتھ تمہارے مقابلے کے لئے آپہنچا ہوں۔ میں ہرقل بادشاہ کی مدد اور خدمت میں کسی قسم کی کمی اور کوتاہی نہیں کروں گا، اور یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ میں تم سے وہ تمام مقامات چھین لوں گا جو تم نے اب تک فتح کیے ہیں اور وہ تمام دولت لوٹ لوں گا جو تم نے اب تک جمع کی ہے۔ پھر جبلہ نے ایک رومی کتان کپڑے کا تھان منگایا اور حضرت سعید کو بطور تحفہ دیا اور کہا کہ اسے سلوا کر پہننا۔ جبلہ نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ سعید بن عامر کا راستہ چھوڑ دو اور اسے جانے دو۔

حضرت سعید بن عامر نے اپنے غلام کو اپنے ساتھ گھوڑے پر سوار کیا اور جبلہ کے کیمپ سے نکل کر اسلامی لشکر کے کیمپ میں بمقام شیرز واپس آئے۔ حضرت سعید بن عامر کی کمشدگی سے تمام مجاہد فکرمند تھے۔ ان کو آتے دیکھ کر تمام مجاہدان کی طرف دوڑے اور ان کو حضرت ابو عبیدہ کے خیمہ میں لائے۔ حضرت سعید بن عامر نے حضرت ابو عبیدہ کو جبلہ کے لشکر اور اس کے ساتھ کی تمام گفتگو کی کیفیت بیان کی۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ اے سعید! تم نے حضرت حسان بن ثابت انصاری کا جبلہ کے سامنے ذکر کیا اس کی برکت سے تم کو نجات ملی ہے اور تم زندہ واپس آئے ہو۔ پھر حضرت ابو عبیدہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو برائے مشورہ جمع کیا اور کہا کہ حاکم قنسرین کا مکروفریب کھل کر سامنے آ گیا ہے۔ لہذا آپ حضرات کی اس معاملہ میں کیا رائے ہے؟ حضرت خالد نے فرمایا کہ اب میں حاکم قنسرین کو اس کے مکر کا مزہ چکھاؤں گا۔

◎ حضرت خالد صرف دس ساتھیوں کے ساتھ جبلہ کے لشکر سے مقابلہ میں

حضرت خالد نے فرمایا کہ میں صرف دس آدمیوں کو لے کر ان کی طرف جاؤں گا اور ان کے ساتھ ایسا مکر کروں گا جو ان کے فریب سے بڑا ہوگا۔ میرے ساتھ جو دس مجاہد آئیں گے وہ

تمام اصحاب رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہوں گے اور وہ دس حضرات بمنزلہ دس ہزار سوار ہوں گے۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ اے ابوسلیمان! یہ کام تم سے ہی ہوگا اور تم جس کو پسند کرتے ہو ان دس حضرات کو اپنے ساتھ لے لو۔ حضرت خالد نے اپنے ساتھ جن دس صحابہ کرام کو لیا ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت عیاض بن حاتم اشعری (۲) حضرت عمرو بن سعد یثکری

(۳) حضرت سہیل بن عامر (۴) حضرت رافع بن عمیرہ طائی

(۵) حضرت سعید بن عامر انصاری (۶) حضرت عمرو بن معدی کرب

(۷) حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق (۸) حضرت ضرار بن ازور

(۹) حضرت مسیب بن نجیبہ فزاری (۱۰) اور حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی۔

یہ تمام حضرات مسلح ہو کر حاضر ہو گئے۔ حضرت خالد اپنے خیمہ میں آئے مسلح ہو کر سوار ہوئے۔ روانہ ہوتے وقت آپ نے اپنے غلام جس کا نام ہام تھا اس سے فرمایا کہ تم بھی میرے ساتھ چلو۔ آج تم کو ایک عجیب منظر دیکھنے کو ملے گا۔ چنانچہ حضرت ہام بھی جلدی جلدی مسلح ہو کر حضرت خالد کے ساتھ روانہ ہوئے۔ مذکورہ بالا دس صحابہ کرام، حضرت خالد اور حضرت خالد کے غلام حضرت ہام کل بارہ اشخاص حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں آئے اور رخصت ہونے کی اجازت طلب کی۔ حضرت ابوعبیدہ نے دعائے خیر و عافیت سے نوازا کر رخصت فرمایا۔

حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھیوں کے ہمراہ رات کے وقت روانہ ہوئے۔ راستے میں حضرت خالد نے حضرت سعید بن عامر سے پوچھا کہ اے سعید! جب تم جبلہ بن اسہم سے ملے تھے تو یہ معلوم کیا تھا یا نہیں کہ حاکم قنسرین جبلہ کے لشکر کے استقبال کے لئے آئے گا یا نہیں؟ حضرت سعید بن عامر نے کہا کہ ہاں! حاکم لوقا قنسرین کے باہر نکل کر قلعہ سے شاہراہ کے موڑ تک جبلہ کا استقبال کرنے آئے گا اور وہاں سے جبلہ کے لشکر کو اپنے ساتھ لے کر قلعہ میں داخل ہوگا۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ ہم قنسرین کے حاکم کو ہی اٹھالیں۔ حضرت سعید بن عامر راہبر کی حیثیت سے آگے آگے چلتے تھے یہاں تک کہ اس مقدس جماعت کے مجاہد لوہے کے پل کے قریب پہنچے جہاں جبلہ بن اسہم اپنے دس ہزار کے لشکر جرار

کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ دور سے جبلہ کے لشکر کے کیمپ کی مشعلیں جلتی دکھائی دینے لگیں۔ حضرت خالد بن ولید نے تھوڑے فاصلہ پر ٹھہرنے کا حکم دیا۔ تمام مجاہدین شاہراہ کے قریب ایک کمین گاہ میں چھپ گئے۔ رات کا وقت تھا، لہذا صبح ہونے کا انتظار کرنے لگے۔

◎ حضرت خالد حاکم لوقا پر قابض

جب صبح ہوئی تو مجاہدوں نے جماعت کے ساتھ نماز ادا کی۔ فریضہ نماز فجر ادا کرنے کے بعد تمام مجاہد تلاوت قرآن مجید میں مشغول ہو گئے۔ جب آفتاب بلند ہوا تو حضرت خالد نے دیکھا کہ جبلہ بن اسہم لوہے کے پل کے قریب اپنے کیمپ سے مع لشکر کوچ کر کے قنسرین کی طرف جانے والی شاہراہ سے آ رہا ہے۔ حضرت خالد نے تمام مجاہدوں کو حکم دیا کہ اپنے چہروں کو کپڑے سے اس طرح چھپا لو، کہ دیکھنے والے کو یہ گمان ہو کہ گردوغبار اور دھوپ سے بچنے کے لئے ڈھانٹا باندھا ہے۔ جب جبلہ کا لشکر ہمارے قریب آئے تو کمین گاہ سے ایک ایک شخص نکل کر اس میں شامل ہو کر رومی سپاہیوں کے ساتھ چلنے لگے اور میں لشکر کی اول صف میں پہنچ جاؤں گا۔ تم بھی کچھ فاصلہ رکھ کر میرے ساتھ ساتھ چلنا۔ ہم چپ چاپ ان کے ساتھ چلتے رہیں گے۔ قنسرین کے موڑ پر جب حاکم لوقا لشکر کا استقبال کرنے آئے گا تو ہم اس کو اپنے قبضہ میں لے لیں گے پھر جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا وہ ہوگا۔

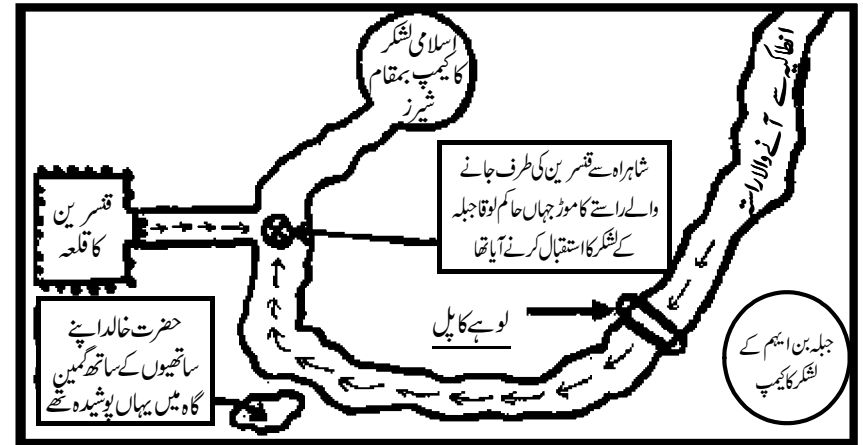
تھوڑی دیر میں جبلہ کا لشکر جرار قریب آیا۔ لشکر کے چلنے سے عجیب شور و غل اٹھتا تھا اور گردوغبار بلند ہو کر مثل بادل چھا رہا تھا۔ جبلہ بن اسہم اور عموریہ کا حاکم لشکر کے آگے فخر و تکبر سے چل رہے تھے۔ جب یہ لشکر اس کمین گاہ کے قریب پہنچا جہاں حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھیوں کے ساتھ چھپے ہوئے تھے تو ہدایت کے مطابق ایک ایک مجاہد کمین گاہ سے نکل کر اس طرح لشکر میں شامل ہو گئے کہ کسی کو شک بھی نہ ہوا۔ تمام مجاہدین چلنے میں جلدی کر کے یہ کوشش کی کہ لشکر کی صف اول تک پہنچ جائیں۔ دس ہزار کے رومی لشکر میں اسلام کے صرف بارہ کفن بردوش مجاہد چپ چاپ چل رہے تھے۔ حضرت خالد اور دیگر ساتھی تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد لشکر کی اگلی صفوں میں پہنچ گئے۔ اب قنسرین شہر کی حد شروع ہو گئی تھی۔ شاہراہ کے موڑ پر

◎ بارہ مجاہد دس ہزار رومی لشکر کے نرغے میں

قنسرین کے قلعہ کے سامنے حضرت خالد بن ولید نے حاکم لوقا کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ پلک جھپکنے میں یہ سارا معاملہ وقوع میں آ گیا۔ حاکم لوقا کے ساتھ جبلہ کے لشکر کا استقبال کرنے آئے ہوئے اہل قنسرین اپنے حاکم کو آن کی آن میں حضرت خالد بن ولید کی گرفت میں دیکھ کر چونک اٹھے۔ ادھر سے جبلہ اور حاکم عموریہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ دوڑ کر آئے مگر کچھ نہ کر سکے کیوں کہ حاکم لوقا کی گردن مجاہدوں کی تلواروں کی دھار پر تھی۔ عجلت میں قدم اٹھانے کے نتیجہ میں حاکم لوقا کی جان کا خطرہ تھا۔ اہل قنسرین اپنے حاکم کو موت کی آغوش میں بے بسی کے عالم میں دیکھ کر رونے اور شور و غل کرنے لگے اور کلمہ کفر بلند کرنے لگے۔ مجاہدوں نے بلند آواز سے کلمہ توحید کا ورد جاری رکھا۔ صورت حال یہ تھی کہ حاکم لوقا بارہ مجاہدوں کے نرغہ میں تلواروں کی دھار پر تھا اور بارہ مجاہدین دس ہزار کے رومی لشکر کے محاصرہ میں نیزوں اور تلواروں کی نوک پر تھے۔ عجیب کشمکش کا ماحول تھا۔

حضرت خالد بن ولید نے دیکھا کہ رومیوں نے ہم کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے تو انہوں نے حاکم لوقا کی پکڑ مزید مضبوط کی اور اس کو اس طرح قابو میں کر لیا کہ وہ ہل بھی نہیں سکتا تھا۔ حضرت خالد نے اپنے دونوں پاؤں کے گھٹنے حاکم لوقا کی پیٹھ پر ٹیک دیئے اور اس کا سر اپنی گود میں لے لیا اور حلق پر تلوار کی دھار اس طرح پیوست کر کے رکھی کہ حاکم لوقا ذرا سی بھی حرکت کرے تو اس کی گردن کٹ جائے۔ پھر حضرت خالد نے مجاہدوں سے فرمایا کہ تم میرے ارد گرد اس طرح دائرے میں کھڑے ہو جاؤ کہ تمہاری پیٹھ میری طرف اور سینہ دشمنوں کی طرف رہے۔ اور ہاتھ میں نیزے لے کر اس طرح تان لو کہ کوئی قریب آنے نہ پائے۔ تمام مجاہدوں نے حضرت خالد کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت خالد کے ارد گرد دائرہ بنا لیا۔ تمام رومی حاکم لوقا کو چھڑانے کے لئے اُچھل کود کر رہے تھے مگر کچھ نہ کر سکتے تھے۔ لہذا انہوں نے زور زور سے چیخا اور چلانا شروع کیا تا کہ مجاہدوں پر رعب اور ہیبت طاری ہو۔ لیکن عشق رسول کے متوالے اور شمع رسالت کے پروانے کسی سے ڈرنے والے نہ تھے۔ بلکہ اس وقت کی حالت

قنسرین کی طرف جانے والے راستے سے حاکم قنسرین لوقا رومی قس اور راہب کے گروہ کے ساتھ ہاتھ میں صلیب اور انجیل لئے ہوئے جبلہ بن ابیہم کے لشکر کے استقبال کے لئے آ رہا تھا۔ فاصلہ کم ہوتا جا رہا تھا۔ مجاہدوں کے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ یہاں تک کہ حاکم لوقا جبلہ کے لشکر کے بالکل قریب آ گیا تقریباً پچیس یا تیس ہاتھ کا فاصلہ باقی تھا حاکم لوقا جبلہ اور عموریہ کے حاکم کو سلام و دعا پیش کر کے استقبال کرنے کے لئے بے قرار تھا۔ کہ دفعۃً حضرت خالد اور ان کے ساتھی جبلہ کے لشکر سے آگے بڑھ کر حاکم لوقا کے پاس پہنچ گئے۔ حاکم لوقا نے یہ گمان کیا کہ یہ بارہ آدمی جبلہ کے لشکر ہی ہیں اور میری تعظیم کی خاطر مقدم سلام پیش کرنے آئے ہیں۔ لہذا اس نے کہا کہ تم کو مسیح اور صلیب سلامت اور باقی رکھے۔ حضرت خالد نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ سختی ہو تجھ پر، ہم صلیب کے پوجاری نہیں بلکہ اصحاب محمد حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور زور سے کلمہ شہادت پڑھ کر فرمایا کہ میرا نام خالد بن ولید ہے۔ حضرت خالد کا نام سن کر حاکم لوقا لرز گیا۔ وہ کچھ سوچے یا کرے اس سے قبل حضرت خالد نے مثل شیر اس پر جست لگائی اور اس کو گھوڑے کے زین سے کھینچ لیا اور اپنے قابو میں اس طرح کر لیا کہ اپنی تلوار اس کی گردن پر رکھ دی۔ تمام مجاہد بھی قریب آ گئے اور تلواریں نکال کر حاکم لوقا کے سر پر تان دیں۔ قارئین کرام ذیل میں بنا نقشہ بغور ملاحظہ فرمائیں:



یہ تھی کہ:

جس کو لٹکا کر دے آتا ہو الٹا پھر جائے

جس کو چکار لے ہر پھر کے وہ تیرا تیرا

(امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

جب عموریہ کے حاکم نے دیکھا کہ حضرت خالد بن ولید قنسرین کے حاکم لوقا کے مالک ہو گئے ہیں۔ اور وہ ان کے ہاتھ میں کسمپرسی کے عالم میں ہے تو وہ ڈرا کہ کہیں حضرت خالد اس کو مار ڈالنے میں جلدی نہ کر بیٹھیں۔ لہذا اس نے جبلہ سے کہا کہ اے سردار! یہ عرب انسان ہیں یا جنات؟ صرف بارہ آدمیوں نے ہم کو مجبور و نیکس بنا دیا ہے۔ اور ان کا عالم یہ ہے کہ صرف بارہ آدمی ہمارے دس ہزار کے لشکر کے گھیرے میں ہونے کے باوجود مطلق خوفزدہ نہیں ہیں۔ اور ہمارے ساتھی کے مالک ہو گئے ہیں اور ہماری جانب بھی نیزے تان کر کھڑے ہیں۔ لہذا تم کوئی جلد بازی مت کرنا مبادا ہمارے ساتھی کی جان ضائع ہوگی۔ تم حکمت عملی سے کام لو اور ان عربوں سے کہو کہ وہ ہمارے ساتھی کو چھوڑ دیں۔ اگر انہوں نے ہمارے ساتھی کو چھوڑ دیا تو ہم ان کی جان بخشی کا وعدہ کرتے ہیں۔ اے سردار! تم بھی عرب ہو۔ عرب ہونے کے ناطے ان کو سمجھانے کی کوشش کرو۔

حاکم عموریہ کی گزارش پر جبلہ مجاہدوں کے قریب آیا اور پکار کر کہا کہ اے عربی برادر! تم اصحاب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے ہو یا تابعین سے؟ حضرت خالد نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم سب حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں۔ جبلہ نے پوچھا کہ کیا تم ان کے سردار ہو؟ حضرت خالد نے فرمایا کہ نہیں بلکہ ان کا دینی بھائی ہوں۔ ہم متفرق قبیلوں کے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“ کلمہ کی بدولت ہمارے دلوں کو ایک اور متفق کر دیا ہے۔ جبلہ نے پھر پوچھا کہ تمہارا تعارف کیا ہے؟ حضرت خالد نے فرمایا کہ میں خالد بن ولید قبیلہ بنی مخزوم سے ہوں اور میرے دائیں عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق ہیں۔ اس طرح حضرت خالد نے اپنے تمام ساتھیوں کا تعارف کرایا۔ پھر فرمایا کہ اے جبلہ! ہماری قلت تعداد کی وجہ سے ہم کو حقیر نہ جان اور اپنی کثرت پر غرور مت کر۔ تمہارا لشکر جرار

لڑائی کے معاملے میں مثل ان ہزار چڑیوں کے ہے کہ جنہیں ایک شکاری بہ آسانی جال میں قید کر لیتا ہے۔ جبلہ نے کہا کہ ہم ان بزدلوں کی طرح نہیں جنہوں نے تمہاری ہیبت کی وجہ سے شکست کھائی ہے یا جزیہ دیا ہے۔ ہم آخری دم تک تم سے لڑیں گے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ تو وہی جبلہ بن اسہم ہے جو اسلام سے پھر گیا اور ہدایت کی راہ چھوڑ کر گمراہی کی راہ پر چل نکلا ہے۔ افسوس ہے تجھ پر کہ تو نے روشنی کو چھوڑ کر تاریکی اختیار کی ہے۔

اب جبلہ نے نرمی اختیار کی اور کہا کہ اے بردار عربی! زیادہ گوئی مت کرو۔ میرا ساتھی تمہارے قابو میں ہونے کی وجہ سے میں تم پر حملہ نہیں کرتا۔ ہمارا ساتھی ہرقل بادشاہ کا مقرب ہے۔ تم اسے مار نہ ڈالو اس لئے ہی میں نے حملہ کرنے میں توقف کیا ہے لہذا اب باتیں نہ بناؤ اور ہمارے ساتھی کو چھوڑ دو تا کہ میں بھی تم کو چھوڑ دوں۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ اس مکار اور فریبی کو ہرگز نہ چھوڑو گا بلکہ ضرور قتل کروں گا اور مجھ کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ اس کو مار ڈالنے کے بعد تم ہمارے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔ اور تیرا یہ کہنا کہ تم ہم پر نرمی کرتے ہو، سراسر غلط ہے۔ تو ہم سے اپنے ساتھی کو چھوڑ دینے کی گزارش بھی کرتا ہے اور اپنے لشکر کی کثرت سے ہم کو ڈرانے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ اگر تم انصاف کی لڑائی لڑنے کا ارادہ رکھتے ہو تو تم کو معلوم ہے کہ ہم صرف بارہ آدمی ہیں اور تم ہزاروں کی تعداد میں ہو۔ ایک ایک کر کے مقابلے کے لئے نکلو۔ ہم ہیں کتنے؟ صرف بارہ! لہذا تم ایک کے مقابلے میں ایک کی لڑائی سے ہم بارہ آدمی کو مار ڈالو اور اپنے ساتھی کو آسانی سے چھوڑالو۔ اور اگر اللہ نے ہم کو غلبہ دیا تو حاکم تو ما سے پہلے تو جہنم میں پہنچ جائے گا۔ اگر تم میں ہمت اور غیرت ہے تو مرد میدان بن کر ایک، ایک کر کے مقابلہ میں آؤ۔

◎ ایک کے مقابلہ میں ایک کی لڑائی

حضرت خالد کی ایک ایک کر کے مقابلہ کرنے کی دعوت مبارزت سن کر جبلہ حاکم عموریہ کے پاس واپس آیا اور حضرت خالد کے چیلنج سے آگاہ کیا۔ حاکم عموریہ اس تجویز پر رضامند ہو گیا اور بذات خود لڑنے کے لئے میدان میں جانے کے لئے آمادہ ہوا لیکن جبلہ نے اس کو روکا اور

ایک رومی شہسوار شجاع کو جانے کا حکم دیا۔ مجاہدوں کی طرف سے حضرت خالد بن ولید نے نکلنے کا قصد کیا لیکن حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر نے ان کو باز رکھتے ہوئے فرمایا کہ اے ابوسلیمان! قسم ہے حق رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی! میرے سوا کوئی شخص ان کے مقابلے کے لئے نہ نکلے اور میں اللہ کی راہ میں اپنی جان خرچ کروں گا۔ شاید میں اپنے والد محترم سے جا ملوں۔ حضرت خالد بن ولید نے حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر کو اجازت دے دی۔ حضرت عبدالرحمن ہاتھ میں لمبا نیزہ لیے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں آئے اور مقابل طلب کیا۔ جبکہ رومی شہسوار کو مقابلے میں بھیجا۔ حضرت عبدالرحمن نے ایک ہی گرواؤں میں اس کو زمین پر مردہ ڈال دیا۔ پھر دوسرا رومی سپاہی نکلا اس کو بھی خاک و خون میں ملا دیا۔ پھر تیسرا نکلا لیکن حضرت عبدالرحمن نے اس کو وار کرنے کا موقع ہی نہ دیا۔ اس کے آتے ہیں سرعت سے اس کے سینے میں نیزہ پیوست کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر چوتھا رومی سپاہی نکلا مگر اسلامی لشکر کے شیر کی ایک ہی ضرب نے اسے بھی کشتہ زمین پر گرادیا۔ پھر پانچواں غیظ و غضب میں بھرا نکلا اور آتے ہی وار کیا مگر حضرت عبدالرحمن نے اس کا وار خالی پھیر دیا۔ رومی سپاہی دوسرا وار کرنے کا موقع ہی نہ پاسکا کیونکہ حضرت عبدالرحمن نے نیزہ اس کے حلق کے آ پار نکال کر اسے واصل جہنم کر دیا۔

حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے کم سن نوجوان کے ہاتھوں پانچ جنگجو رومی سپاہی کو مقتول دیکھ کر جبکہ بن اسہم کو تملہاٹ لاحق ہوئی۔ مضطرب اور بے قرار ہو کر بذات خود میدان میں آ گیا۔ اس نے تھوڑی دیر پہلے حضرت عبداللہ بن ابوبکر کو لڑتے دیکھا تھا اور ان کی جنگی مہارت کا اندازہ لگا لیا تھا۔ لہذا کمرو فریب کی چال اختیار کی اور آنے کے ساتھ حضرت عبدالرحمن کی شجاعت اور جنگی مہارت کی تعریف شروع کر دی اور پھر جنگ کے تعلق سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا تا کہ موقع پا کر وار کر دے۔ حضرت عبدالرحمن نے جبکہ سے فرمایا کہ اے جبکہ! میں تیرے دام فریب میں پھسنے والا نہیں ہوں۔ کیونکہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شاگرد اور تعلیم یافتہ ہوں۔ جبکہ نے کہا کہ اے بیٹے میں تمہارے ساتھ کمرو فریب نہیں کرنا چاہتا بلکہ میں اپنی بیٹی کی

شادی تمہارے ساتھ کر کے تمہیں اپنا بیٹا بنانا چاہتا ہوں بشرط تم دین نصرانی اختیار کرو۔ میں تمہیں ہر قل بادشاہ سے خلعت و انعامات دلا کر اور اپنی طرف سے کثیر مال بطور بخشش اور تحفہ دے کر تمہیں مالا مال کر دوں گا اور تمہاری تمام عمر عیش و عشرت میں بسر ہوگی۔ حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر نے فرمایا کہ مجھے تیرے اور تیرے بادشاہ کے مال و دولت کی قطعاً طمع نہیں:

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے

دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

(از: -) امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی

حضرت عبدالرحمن نے جبکہ سے فرمایا کہ سختی ہو تجھ پر! تو مجھے ایمان و ہدایت سے ضلالت و گمراہی کی طرف بلاتا ہے؟ باتیں بنانا چھوڑ اور تلوار اٹھا کر آمادہ لڑائی ہو، تا کہ تلوار کی ضرب لگا کر تیری موت میں جلدی کروں اور تیری ناک کو خاک آلود کروں اور تیری موت سے اہل عرب کو تیرے جیسے ناپاک اور صلیب کا پوجاری وجود ختم کر کے راحت پہنچاؤں۔ حضرت عبدالرحمن کی زبان سے اہانت آمیز گفتگو سن کر جبکہ طیش میں آیا اور شمناک ہو کر نیزہ کا وار کیا۔ حضرت عبدالرحمن نے اپنے گھوڑے کو گرداوا دیا اور وار چکا دیا۔ جبکہ نے پھر دوسرا وار کیا اس کو بھی خالی پھیرا۔ پھر حضرت عبدالرحمن نے نیزہ کا وار کیا جس کو جبکہ نے ڈھال پر لے کر اپنے کو بچایا۔ دونوں میں شدت سے نیزہ زنی ہوتی رہی اور دونوں نے لڑائی کے جوہر دکھائے۔ لوگ ان کی لڑائی کی مہارت دیکھ کر تعجب کرتے تھے۔ نیزہ زنی میں مقابل سے کچھ فاصلہ پر رہ کر جنگ کرنی پڑتی ہے لہذا حضرت عبدالرحمن نے نیزہ پھینک دیا اور تلوار نکال لی اور جبکہ کے قریب جا کر اس کے نیزہ پر تلوار کی کاری ضرب لگا کر دو ٹکڑے کر ڈالے۔ جبکہ نے کٹا ہوا نیزہ پھینک دیا اور وہ بھی تلوار نکال کر لڑنے لگا۔ دونوں میں بہت دیر تک شمشیر زنی ہوتی رہی۔

حضرت رافع بن عمیرہ طائی بیان کرتے ہیں کہ ہم تمام مجاہد حضرت عبدالرحمن کے استقلال اور صبر پر تعجب کرتے تھے۔ کیونکہ جبکہ سے مقابلہ کرنے سے پہلے وہ پانچ رومی سپاہیوں سے لڑ چکے تھے اور اب جبکہ بن اسہم جیسے ماہر جنگ کا مقابلہ کر رہے تھے۔ دونوں کی

لڑائی نے طول پکڑا تھا اور حضرت عبداللہ کافی تھک چکے تھے مگر پھر جبلہ کے مقابلہ میں اڑے ہوئے تھے۔ دونوں ایک دوسرے پر شدت سے وار کرتے تھے۔ کہ اچانک حضرت عبدالرحمن نے ایک ایسا شدید وار کیا کہ تلوار نے جبلہ کی ڈھال کو کاٹ ڈالا اور تلوار جبلہ کے خود پر لگی اور دوہری ہو گئی مگر جبلہ کی پیشانی پر زخم لگا اور خون جاری ہو گیا۔ جبلہ خون دیکھ کر پھر اور اپنی جان پر آکر لڑنے لگا اور حضرت عبدالرحمن پر وار کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ جبلہ کی تلوار حضرت عبدالرحمن کی زرہ کاٹ کر شانہ پر لگی۔ تلوار نے گہرا زخم کر دیا اور خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔ مگر پھر بھی وہ میدان میں جمے رہے مگر خون جاری ہونے کی وجہ سے ان کا ہاتھ بیکار ہو گیا اور تلوار زنی کے قابل نہ رہا۔ لہذا وہ گھوڑا دوڑا کر اپنے ساتھیوں میں آ ملے۔ مجاہدوں نے ان کو گھوڑے سے اتار کر جلدی جلدی ان کے زخم پر کپڑا باندھ دیا تاکہ خون بہنا بند ہو جائے۔ حضرت عبدالرحمن کے شدید زخمی ہونے کی وجہ سے تمام مجاہدوں کو سخت رنج لاحق ہوا۔

○ حاکم لوقا کے قتل سے رومی لشکر میں زلزلہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر کو زخمی دیکھا اور ان کے مبارک جسم سے خون بہتا دیکھا تو حضرت خالد کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور آپ غصہ میں لال ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمن کو پکار کر کہا کہ اے بیٹے صدیق اکبر کے! میں جانتا ہوں کہ جبلہ نے آپ کو تلوار سے رنج اور تکلیف پہنچائی ہے۔ لیکن قسم ہے آپ کے والد ماجد کے حق اور صدق کی! میں ان رومیوں کو ایسا رنج اور درد پہنچاؤں گا کہ ان کے کلیجے خون ہو جائیں گے۔ انہوں نے تم کو زخمی کر کے ہم کو جو صدمہ پہنچایا ہے اس سے بڑا صدمہ میں ان کو پہنچاؤں گا۔ یہ فرما کر حضرت خالد نے قنسرین کے حاکم لوقا کی گردن کاٹ کر زمین پر پھینک دی۔ جبلہ اور حاکم عموریہ نے دیکھا کہ واقعی حضرت خالد نے حاکم لوقا کو کاٹ کر رکھ دیا ہے تو ان کی آنکھوں تلے اندھیرا اچھا گیا۔ لشکر کو پکار کر کہا کہ اے صلیب کے پرستارو! ہمارا معزز ساتھی قتل کر دیا گیا ہے۔ ان عربوں پر ٹوٹ پڑو اور ایک کو بھی زندہ مت جانے دو۔ چنانچہ رومی لشکر پورے جوش و خروش سے مجاہدوں پر ٹوٹ پڑا۔ حضرت خالد نے اپنے غلام ہام سے فرمایا کہ حضرت

عبدالرحمن بن ابوبکر شدید زخمی ہونے کی وجہ سے اس قابل نہیں کہ دشمنوں کے وار سے اپنا دفاع کر سکیں۔ لہذا تم ان کی نگرانی کرو اور کسی کو بھی ان کے قریب مت آنے دو۔ کیسا نازک مرحلہ تھا؟ لڑنے والے بارہ مجاہدوں میں سے ایک زخمی اور دوسرا نگرانی پر مامور ہو گیا۔ اب لڑنے والے صرف دس بچے اور دشمنوں کی تعداد دس ہزار کی۔ یعنی ایک ہزار نصرانی سے ایک مؤمن کی ٹکڑی تھی۔ ہزاروں رومی اُمنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح مٹھی بھر مجاہدوں کو تنکے کی طرح بہا لے جانے آگے بڑھے مگر اسلام کے کفن بردوش مجاہد آہنی چٹان کی طرح بیکر صبر و استقلال بن کر جمے رہے۔ حضرت خالد نے تن تھا آگے بڑھ کر رومی لشکر کے حملے کو روک دیا اور نیزہ زنی کے وہ جو ہر دکھائے کہ رومی لشکر آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے ہٹنے لگا۔ حضرت خالد نے مجاہدوں کو پکار کر فرمایا کہ اے حاملان قرآن! دشمنوں کی سختی پر صبر و استقلال سے کام لو۔ ان صلیب کے پوجاریوں کی کثرت سے مطلق خوف نہ کھاؤ۔ جب ہم موت سے نہیں ڈرتے تو ان گیموں سے کیا ڈرنا؟ ہم سب کی ایک ہی خواہش ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ میں اپنی جان قربان کر دیں۔ میں نے اپنی جان کو اللہ کی راہ میں قید کی ہے اور اپنے آپ کو اس معرض ہلاکت میں اس لئے ڈالا ہے کہ شاید مجھے شہادت نصیب ہو۔ اور جان لو کہ جنت کی طرف راہ کھل گئی ہے۔ ہم دار الفنا سے ایسے مقام کی طرف جارہے ہیں کہ جہاں کا رہنے والا نہ کبھی مرتا ہے اور نہ کبھی بوڑھا ہوتا ہے۔

حضرت رافع بن عمیرہ طائی روایت فرماتے ہیں کہ ہم دس صحابہ صبح سے دوپہر تک رومیوں کا مقابلہ کرتے رہے۔ مجاہدوں نے رومیوں کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے لیکن دھوپ کی شدت، رومی حملہ کی شدت، مسلسل قتل و قتل اور پیاس کی شدت سے مجاہد پریشان حال تھے۔ ان کی طاقت جواب دے چکی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ اب تھوڑی دیر میں تمام مجاہدوں کا نام و نشان مٹ جائے گا لیکن:

بے نشانوں کا نشان مٹتا نہیں

مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

(از: -امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

حضرت خالد بن ولید شیر بر کی طرح رومی گیدڑوں سے نبرد آزما تھے لیکن وہ بھی تھک چکے تھے۔ حضرت رافع بن عمیرہ نے حضرت خالد سے کہا کہ اے ابوسلیمان! مجھے لگتا ہے شاید ہم سب کی قضا کا وقت آ گیا ہے۔ اب حضرت خالد کو بھی اپنی اور اپنے ساتھیوں کی شہادت کا یقین ہو گیا تھا۔ اور اس کی وجہ بھی انہیں معلوم ہو گئی تھی۔ وہ وجہ کیا تھی؟ حضرت خالد بن ولید نے حضرت رافع بن عمیرہ طائی سے اس کی وجہ بیان فرماتے ہوئے جو جواب دیا اس جواب کو ارباب سیر و توارخ حضرت علامہ محمد بن عمرو واقدی قدس سرہ کی زبانی سماعت فرمائیں:

”رافع بن عمیرہ نے بیان کیا ہے کہ جب دیکھا میں نے یہ حال کہا میں نے خالد بن الولید سے کہ اے اباسلیمان! آئی ہم پر قضا پس کہا انھوں نے کہ قسم ہے خدا کی سچ کہا تم نے اے بیٹے عمیرہ کے اس واسطے کہ میں بھول گیا اپنی کلاہ مبارک کو اور نہیں ساتھ لایا اس کو اور ہوتی تھی بڑی برکت اس میں حالت شدت اور سختی میں اور نہیں بھولا اس کو مگر بسبب قضائے امت کے۔“ (حوالہ: فتوح الشام، از علامہ واقدی ص: ۱۶۶)

ناظرین کرام! فتوح الشام، کی مندرجہ بالا عبارت کو بغور مطالعہ فرمائیں۔ اس سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوں گے۔

(۱) حضرت خالد بن ولید نے بھی اپنی قضا کا یقین کر لیا تھا اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ میں اپنی ٹوپی بھول آیا ہوں اس سبب سے ہی موت ہمارے سروں پر منڈلا رہی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ ٹوپی نہ ہونے کی وجہ سے ہی ہم مصیبت میں گرفتار ہوئے ہیں۔ اگر وہ مبارک ٹوپی ہمارے ساتھ ہوتی تو ہم پر بلا اور مصیبت نہ آتی۔

(۲) حضرت خالد کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ ٹوپی ہمارے لئے دافع البلاء والوباء والالم ہے۔

(۳) حضرت خالد بن ولید کا مزید یہ بھی عقیدہ تھا کہ یہ تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ مصیبت اور آفت کے وقت ہمیشہ اس مبارک ٹوپی کی برکت سے راحت اور کشائش حاصل ہوتی آئی ہے۔

(۴) حضرت خالد کا یہ فرمانا کہ میں وہ ٹوپی بھول گیا ہوں لہذا ہماری قضا آئے گی یعنی اگر وہ ٹوپی میں نہ بھولتا اور اپنے ساتھ لاتا تو ہماری موت واقع نہ ہوتی۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اس ٹوپی میں ایسی قوت اور طاقت تھی کہ موت کو بھی ٹال دے۔

(۵) مذکورہ تمام باتیں حضرت خالد بن ولید نے قیاس اور گمان کے طور پر نہیں کہیں بلکہ یقین کامل کے ساتھ کہی ہیں اور اسی لئے انھوں نے اپنی گفتگو کو ”خدا کی قسم“ سے مؤکد کیا اور مبارک ٹوپی کی برکت اور تصرف کا یقین کے درجے میں اعتماد کیا۔

○ اس مبارک ٹوپی میں ایسی کونسی خصوصیت تھی؟

○ اس ٹوپی میں کون سی چیز رکھی تھی؟

○ حضرت خالد کے نزدیک اس ٹوپی کی اتنی اہمیت کیوں تھی؟

ان تمام سوالات کا تفصیلی جواب علامہ واقدی کی کتاب کے حوالے سے پیش کر کے اس کے ضمن میں مفصل تبصرہ ہم آئندہ صفحات میں کریں گے۔

جب حضرت خالد کے ساتھیوں کو پتہ چلا کہ حضرت خالد اپنی مبارک ٹوپی بھول آئے ہیں تو یہ معاملہ ان پر دشوار گزرا۔ اس وقت مجاہدین بہت ہی مصیبت و پریشانی میں تھے بلکہ موت سے دوچار ہو رہے تھے۔ پیاس سے ان کے لب خشک ہو گئے۔ حلق سوکھ کر کانٹا ہو گئی بازو شل ہو گئے۔ ہاتھ میں تلوار اور ڈھال تھا منہ بھی دشوار ہو گیا۔ ان کے گھوڑے بھی پسینہ میں شرابور تھے اور رگھوڑوں کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ ہزاروں درندوں کے درمیان بارہ مجاہدین اسلام زندگی اور موت کی کشمکش میں تھے۔ لیکن وہ مایوس نہ تھے۔ بلکہ زبان حال سے یہی کہتے تھے:

رحمۃ للعالمین آفت میں ہوں کیسی کروں

میرے مولیٰ میں تو اس دل سے بلا میں گھر گیا

(از: امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

شع رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پروانے تحفظ ناموس رسالت کی خاطر اپنا سب

کچھ داؤ پر لگائے ہوئے بڑی جاں فشانی سے رومیوں کو تہ تیغ کر رہے تھے دفعۃً ہاتف نبی نے ان الفاظ میں پکارا:

”خِذْلَ الْإِمْنِ وَنَصِرَ الْخَائِفِ يَا حَمَلَةَ الْقَدَّانِ جَاءَ كُمْ
الْفَرْحُ مِنَ الرَّحْمَنِ وَنَصَرَ كُمْ عَلَى عَبْدَةِ الصُّلْبَانِ“

ترجمہ: -خوار ہوا بے ڈر (یعنی رومی) اور مدد دیا گیا ڈرنے والا (یعنی مؤمن)

اے قرآن کے اٹھانے! والو پروردگار کی طرف سے کشود کاری آئی تمہارے لئے اور تم صلیب کے پوجاریوں پر مدد دیئے گئے۔

تھوڑی ہی دیر میں مجاہدوں نے دیکھا کہ اسلامی لشکر کے سپہ سالار اعظم حضرت ابو عبیدہ بن جراح اسلامی لشکر کے ساتھ آ پہنچے ہیں۔ حضرت خالد بن ولید جو حیرت تھے کہ حضرت ابو عبیدہ کو ہمارے حال سے کس نے آگاہ کر دیا؟ ہم بارہ اشخاص موجود ہیں ہم میں سے کوئی شخص یہاں سے بھاگ کر حضرت ابو عبیدہ کو اطلاع دینے نہیں گیا۔ پھر بھی وہ ہماری مدد کو کیوں آئے؟ کس نے ان کو اطلاع دی؟

◎ حضور اقدس ﷺ کے ذریعہ حضرت ابو عبیدہ کو حضرت خالد کی

مصیبت کی خبر

گزشتہ شب حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھیوں کے ساتھ شیرز کے اسلامی کیمپ سے جب روانہ ہوئے تھے تو ان کو روانہ کرنے کے بعد حضرت ابو عبیدہ اپنے خیمہ میں آکر سو گئے۔ جب رات کا آخری حصہ ہوا تو حضرت ابو عبیدہ نیند سے چونک کر اٹھ گئے اور گھبراہٹ کے عالم میں اپنے خیمہ سے باہر آئے اور اسلامی لشکر کو زور زور سے پکار کر فرما:

”النَّفِيرُ النَّفِيرُ فَقَدْ أُحِيطَ بِفُرْسَانِ الْمُؤَحِّدِينَ“

ترجمہ: -”چلو تم، چلو تم، بیشک موحد مجاہدین گھیر لئے گئے ہیں۔“

حضرت ابو عبیدہ کو اس طرح بیقراری کے عالم میں آواز لگا تا دیکھ کر اسلامی لشکر میں بے

چینی کی لہر دوڑ گئی۔ مجاہدوں نے پوچھا کہ اے سردار کیا حال ہے؟ آپ اتنے مضطرب کیوں ہیں؟ حضرت ابو عبیدہ نے جو جواب دیا وہ حضرت علامہ واقدی نے یوں بیان فرمایا:

”حضرت ابی مسلم حضری روایت کرتے ہیں کہ تھامیں ابو عبیدہ بن جراح کے ساتھ ہر لڑائی اجنادین وغیرہ میں اور موجود تھا میں ان کے ساتھ قسریں اور حلب میں اور نہیں دیکھی میں نے اپنے معاملات جہاد میں مگر بہتری اور مدد اور غلبہ۔ پس اسی حال میں کہ ہم بمقام شیرز تھے اور ابو عبیدہ ایک رات اپنے خیمے میں تھے کہ دفعۃً نکلے وہ اپنے خیمے سے مسلمانوں کو آواز دیتے ہوئے اور وہ پکارتے تھے ”النَّفِيرُ النَّفِيرُ فَقَدْ أُحِيطَ بِفُرْسَانِ الْمُؤَحِّدِينَ“ پس دوڑے ہم سب ان کی طرف ہر جگہ اور مکان سے اور کہا ہم نے کہ کیا حال ہے تمہارا اے سردار! انھوں نے کہا کہ میں اس وقت سوتا تھا کہ جگا دیا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور جھڑکا اور درشتی سے فرمایا مجھ کو ”يَا ابْنَ الْجَرَّاحِ أَتَنَامُ عَنْ نَصْرَةِ الْقَوْمِ الْكَرَامِ، فَقُمْ وَالْحَقُّ بِخَالِدٍ فَقَدْ أَحَاطَ بِهِ اللَّيْلَامُ فَإِنَّكَ تَلْحَقُ بِهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى بِمَشِيئَةِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“

(حوالہ:- فتوح الشام، از:- علامہ واقدی، ص: ۱۶۶)

ترجمہ: -”اے بیٹے جراح کے آیاتم سوئے ہوئے ہو اور قوم بزرگ کی مدد ہی

سے غافل ہوا اٹھو اور جا ملو خالد سے پس گھیر لیا ہے ان کو ناکس (نالائق

، کمینہ) قوم نے اور تم پہونچ جاؤ گے ان کے پاس اگر چاہا اللہ تعالیٰ نے

پروردگار کی مشیت سے“

(حوالہ:- حاشیہ فتوح الشام، ص: ۱۶۶)

مندرجہ بالا عبارت کے ضمن میں ہم قارئین کرام کی خاص توجہ چاہتے ہیں:

(۱) حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھیوں کے ہمراہ رات کے وقت بمقام

شیرز کے اسلامی کیمپ سے روانہ ہو کر رات ہی میں لوہے کے پل کے

قریب کمین گاہ میں چھپ گئے تھے۔ صبح کے وقت جبکہ کالشر کمین گاہ کے

قریب سے گزرا اور آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس میں شامل ہو گئے

اور قنسرین کی طرف جانے والے راستہ کے موڑ پر حاکم لوقا کو قتل کر ڈالا۔ حاکم لوقا کو قتل کرنے کی وجہ سے رومی لشکر نے حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کیا اور صبح سے لے کر دوپہر تک جنگ ہوتی رہی۔ یہ تمام حوادث دن میں وقوع پذیر ہوئے تھے رات کے وقت رومیوں سے نہ لڑائی ہوئی اور نہ ہی رومیوں نے حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں کو زخم میں لیا تھا۔

لیکن حضرت ابو عبیدہ بن جراح کورات ہی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مطلع فرمادیا کہ حضرت خالد کو دشمنوں نے گھیر لیا ہے اور تم ان کی مدد کو جلدی پہنچو۔ لہذا حضرت ابو عبیدہ علی الصبح شیراز سے اسلامی لشکر لے کر روانہ ہوئے اور دوپہر کے وقت قنسرین کے معرکہ پر آپہنچے۔ اس سے ایک بات کا ثبوت ملتا ہے کہ قنسرین میں دن کے وقت جو معاملہ ہونے والا تھا اس کی اطلاع شہنشاہ کونین، عالم ماکان و مایکون، حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کورات میں ہی مل گئی تھی۔ یعنی مدینہ طیبہ میں گنبد خضرا کی مقدس آرام گاہ سے آئندہ کل وقوع پذیر ہونے والا معاملہ رات ہی میں ملاحظہ فرمالیا اور رات ہی میں حضرت ابو عبیدہ کو مطلع فرمادیا تا کہ وہ علی الصبح روانہ ہو کر عین وقت پر مدد کرنے پہنچ جائیں۔ اسی کا نام ”علم غیب“ ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی عطائے خاص سے کائنات کے جمیع علوم عطا فرمائے تھے۔ وہ عطا صرف ظاہری حیات تک ہی منحصر نہ تھی بلکہ دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصرف و اطلاع علی الغیب اتم و اکمل شان سے برقرار اور نما ہو رہا ہے

حضرت ابو عبیدہ نے رات کے آخری حصہ میں اسلامی لشکر کو حضرت خالد پر نازل مصیبت کی جو اطلاع دی تھی اور لوگوں کے پوچھنے پر فرمایا:

”میں اس وقت سویا ہوا تھا کہ جگادیا مجھ کو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور مجھ کو جھڑکا اور سختی سے فرمایا کہ اے بیٹے جراح کے! آیا سوئے ہو اور قوم بزرگ کی مدد ہی سے غافل ہوا اٹھو اور جا ملو خالد سے۔ پس تحقیق کہ گھیر لیا ہے ان کو ناہنجار قوم نے۔“

مندرجہ عبارت میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا اور اراق سابقہ میں ”جنگ دمشق“ کے ضمن میں مذکور ہوا کہ حضور اقدس نے حضرت ابو عبیدہ کو خواب میں فتح دمشق کی خوشخبری دی۔ علامہ واقدی کی کتاب فتوح الشام کی عبارت حسب ذیل ہے:

”نماز فرض پڑھی ابو عبیدہ بن جراح نے اور سو گئے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں کہ فرماتے ہیں اللیلۃ تفتح المدینۃ انشاء اللہ تعالیٰ“

(حوالہ:- فتوح الشام، از:- علامہ واقدی، ص: ۱۰۸)

فتح دمشق کے تعلق سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ کو خواب میں ہی اطلاع دی تھی۔ لیکن بمقام قنسرین حضرت خالد کے متعلق جو اطلاع دی تھی وہ خواب کے ذریعہ نہ تھی بلکہ حیات النبی، مالک مختار آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے نورانی جسم اقدس کے ساتھ تشریف لائے تھے اور حضرت ابو عبیدہ کو جگایا تھا۔ فتوح الشام، ص: ۱۶۶ کی جو عبارت ہم نے حوالہ میں پیش کی ہے اس میں کہیں بھی خواب کا ذکر نہیں البتہ یہ الفاظ ضرور ہیں کہ:-

”حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ میں اس وقت سویا ہوا تھا کہ جگادیا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور مجھ کو جھڑکا اور درشتی سے فرمایا۔“

(حوالہ فتوح الشام از علامہ واقدی ص ۱۶۶)

مندرجہ بالا عبارت کو بغور ملاحظہ فرمائیں اس عبارت میں صاف لکھا ہے کہ ”جگادیا مجھ کو“، یعنی حضرت ابو عبیدہ سوئے ہوئے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو جگادیا۔ اور کسی کو جگانے کے لئے یا تو آواز دینی پڑتی ہے یا جھجھوڑنا پڑتا ہے اور دونوں صورتوں میں جگانے کا فعل کرنے والے فاعل کا موجود ہونا لازمی ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ کو نیند سے بیدار کرنے کے لئے جگایا تب یقیناً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابو عبیدہ کے خیمہ میں موجود تھے مدینہ منورہ سے ملک شام اپنے جسم اقدس کے ساتھ تشریف لانا ”تصرف“ اور ”اختیار“ کی وجہ سے تھا اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم کو تمام اختیارات و تصرفات عطا فرمائے تھے اور کوئین کا مالک و مختار بنایا تھا:

وہی نور حق وہی ظل رب ہے انھیں سے سب ہے انھیں کا سب
نہیں ان کی ملک میں آسمان کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

(از: - امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

(۳) اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم و اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنے غیوں کا علم عطا فرمایا تھا کہ جن کا شمار عطا فرمانے والا رب ہی جانتا ہے۔ منجملہ ان علوم غیبیہ میں سے تعین وقت کا علم بھی ہے یعنی کس وقت کیا معاملہ پیش آئے گا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ دوپہر کے وقت حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں پر مصیبت آئے گی اور وہ رومیوں کے درمیان گھیر لئے جائیں گے اور لڑتے لڑتے ایسے خستہ حال ہو جائیں گے کہ ان کے لئے مدد کا پہنچنا ضروری ہو جائے گا لہذا رات ہی میں حضرت ابو عبیدہ کو روانہ ہونے کا حکم فرمادیا۔ اگر عین لڑائی کے وقت حضرت ابو عبیدہ کو حکم فرماتے تو شیرز سے قنسرین تک کی مسافت طے کرنے میں وقت ضائع ہوتا اور حضرت ابو عبیدہ عین وقت پر نہ پہنچ سکتے بلکہ شام کے وقت پہنچتے۔

الحاصل!

○ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے امتی کے احوال کی خبر ہے اور غیب کا علم حاصل ہے۔

○ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم با حیات ہیں اور اپنے جسم اقدس کے ساتھ بھی جہاں چاہیں تشریف لے جانے کا اختیار رکھتے ہیں

○ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تصرف و اختیار عطا

فرمایا ہے

لیکن! افسوس کہ دور حاضر کے منافقین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کا عقیدہ رکھنا شرک کہتے ہیں۔ علاوہ ازیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر مان کر تصرف اور اختیار کا بھی انکار کرتے ہیں۔ نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات کا بھی انکار کرتے ہوئے یہاں تک کہتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ معاذ اللہ مرکٹ میں مل گئے۔ دور حاضر کے منافقین کے اکابر اور ائمہ کی کتابوں کے کچھ اقتباسات ذیل میں درج ہیں تاکہ ناظرین کرام ان کے عقائد باطلہ سے آگاہ اور متنبہ ہوں:

☆ وہابی، دیوبندی، غیر مقلد اور تبلیغی جماعت کے امام اول فی الہند، مولوی اسماعیل دہلوی صاحب نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب میں لکھا ہے:

”کسی نبی، ولی یا امام و شہید کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی یہ عقیدہ نہ رکھے اور نہ ان کی تعریف میں ایسی بات کہے۔“

(حوالہ: - تقویۃ الایمان، مصنف مولوی اسماعیل دہلوی، ناشر: - دارالاسلامیہ، بمبئی، ص: ۴۷)

☆ وہابی تبلیغی جماعت کے امام ربانی مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب لکھتے ہیں:

”حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا۔ نہ کبھی اس کا دعویٰ کیا اور کلام اللہ شریف اور بہت سی احادیث میں موجود ہے کہ آپ عالم الغیب نہ تھے اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا، صریح شرک ہے۔“

(حوالہ: - فتاویٰ رشیدیہ، (کامل)، ناشر: - مکتبہ تھانوی، دیوبند، ص: ۱۰۳)

☆ امام المنافقین، مولوی اسماعیل دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

”اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ ایسا شخص کہ اس کا نام محمد یا علی ہو اور اس کے اختیار میں دنیا کے سب کاروبار ہوں، ایسا حقیقت میں کوئی

شخص نہیں بلکہ محض اپنا خیال ہے۔ اس قسم کے خیال باندھنے کا اللہ نے تو حکم نہیں دیا“ (حوالہ: ”تقویۃ الایمان، ناشر: دارالسلفیہ، بمبئی، ص: ۷۰) دور حاضر کے منافقین کے مندرجہ بالا عقائد کو میزان عدل کے ایک پلہ میں رکھیں اور دوسرے پلہ میں مقدس صحابہ کرام کے پاکیزہ اعتقاد رکھیں اور پھر فیصلہ کریں کہ دور حاضر کے منافقین کے عقائد صحابہ کرام کے اعتقاد سے کتنے متضاد ہیں۔

○ اگر حضور اقدس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کا عقیدہ رکھنا شرک ہے تو کیا حضرت ابو عبیدہ بن جراح جیسے صاحب عشرہ مبشرہ اور جلیل المرتبت صحابی رسول کو اس بنیادی عقیدہ کی معلومات نہ تھی کہ حضور کے بتانے پر شیراز سے قنسرین کی طرف اسلامی لشکر لے کر حضرت خالد بن ولید کی کمک کرنے چل پڑے؟ اس وقت اسلامی لشکر میں اکابر صحابہ کرام کی ایک جماعت موجود تھی۔ اگر حضور کے لئے علم غیب اور تصرف کا عقیدہ شرک ہوتا تو صحابہ کرام حضرت ابو عبیدہ کو روکتے کہ حضرت خالد بن ولید کا بمقام قنسرین ابتلائے مصیبت ہونے کا حادثہ ہمارے لئے غیب ہے اور غیب کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ لہذا اس اطلاع پر شیراز سے قنسرین تک اسلامی لشکر کو لے کر جانا مناسب نہیں اور شرک پر مشتمل فاسد اعتقاد پر اعتماد کرنا از روئے شرع روا بھی نہیں۔ لیکن کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو غیب کی خبر دی اس کو سو فیصد حق تسلیم کرتے ہوئے صحابہ کرام کی مقدس جماعت اسلامی لشکر کے ساتھ حضرت خالد کی مدد کرنے بجلت روانہ ہوئی۔ صحابہ کرام کا پختہ عقیدہ تھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی ظاہری حیات میں اور دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی مغیبات پر مطلع فرمایا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم کو ایسا تصرف اور اختیار عطا فرمایا ہے کہ وہ اپنے ہر امتی کے تمام احوال سے باخبر ہیں۔ کون مصیبت میں مبتلا ہے اور کون مدد کا خواستگار ہے؟ ان تمام معاملات و احوال سے اللہ کے محبوب اعظم مطلع اور باخبر ہیں:

فریاد امتی جو کرے حال زار میں

ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

اور

واللہ وہ سن لیں گے فریاد کو پہنچیں گے
اتنا بھی تو ہو کوئی جو آہ کرے دل سے

(از: امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

لہذا صحابہ کرام نے حضرت ابو عبیدہ کی دی ہوئی اطلاع پر کوئی اعتراض اور چون و چرا نہیں کی، بلکہ یقین کر لیا کہ حضرت خالد بن ولید اور ان کے ساتھی ضرور آفت و مصیبت میں ہیں۔

القسمہ! حضرت ابو عبیدہ نے اسلامی لشکر کو حضور اقدس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے توسط سے حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں کے ابتلائے مصیبت ہونے کی خبر سنائی تو تمام مجاہد بیقرار ہو گئے اور سب کے سب اپنے ہتھیاروں کی طرف دوڑے اور بجلت مسلح ہو کر اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ جلدی کی وجہ سے بعض اپنے گھوڑوں پر زین بھی نہ کس سکے اور حضرت ابو عبیدہ کے ہمراہ حضرت خالد بن ولید کی جانب روانہ ہو گئے۔

○ حضرت خالد کی زوجہ آپ کو ٹوپی پہنچانے گئیں

مجاہدین اسلام کے گھوڑے اڑنے والی چڑیوں کے مانند چھوٹے۔ اور ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ گھوڑے زمین پر دوڑ نہیں رہے بلکہ ہوا میں اڑتے ہوئے جارہے ہیں۔ حضرت ابو عبیدہ سب سے آگے اپنا گھوڑا دوڑا رہے تھے اور جلد از جلد حضرت خالد تک پہنچنے کے خواہاں تھے۔ حضرت ابو عبیدہ نے دیکھا کہ ایک سوار ان سے بھی تیز رفتاری سے جارہا تھا۔ حضرت ابو عبیدہ اس سوار کی سرعت اور گھوڑا کو دا کر دوڑانے کی مہارت دیکھ کر حیرت تھے۔ حضرت ابو عبیدہ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اس سوار سے جا ملو اور معلوم کرو کہ وہ کون ہے؟ حضرت ابو عبیدہ روایت فرماتے ہیں کہ اس سوار کے متعلق میں نے گمان کیا کہ شاید وہ سوار کوئی فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لشکر کی رہبری کے لئے آگے بھیجا ہے۔ وہ سوار اپنی برق رفتاری سے برابر جارہا تھا۔ اس کو پکڑنا اور اس سے سبقت کرنا ناممکن تھا۔ لہذا حضرت ابو عبیدہ نے اپنے گھوڑے

کو ایڑی مار کر خوب تیز بھگایا مگر اس سوار سے سبقت نہ کر سکے۔ تھوڑا فاصلہ رہ گیا تو حضرت ابو عبیدہ نے زور سے پکارا کہ اے سوار! اللہ تجھ پر رحم کرے، نرمی اختیار کر اور ٹھہر جا۔ اس سوار کے کان میں آواز پہنچی تو وہ پہچان گیا کہ یہ آواز تو جمیش اسلام کے سردار کی ہے لہذا وہ رک گیا۔ حضرت ابو عبیدہ جب اس سوار کے قریب گئے تو محو حیرت ہو گئے کیونکہ وہ سوار کوئی فرشتہ نہ تھا بلکہ ایک عورت تھی۔ اور وہ حضرت خالد بن ولید کی زوجہ محترمہ حضرت اُم تمیم تھیں۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ اے ام تمیم! کس چیز نے تم کو اس قدر تیز رفتاری سے اسلامی لشکر کے آگے چلنے پر برا بھلا کیا ہے؟ حضرت اُم تمیم کا جواب ایسا ایمان افروز ہے کہ جس کو سن کر قارئین کرام کا ایمان تازہ ہو جائے گا اور دل میں عظمت و محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایسے شاداب پھول کھل اٹھیں گے، جس کی مہک سے مشام جاں معطر ہو جائے گی۔

حضرت اُم تمیم کا جواب حضرت علامہ واقدی کی زبانی سنئے:

”پس جب ابو عبیدہ بن الجراح نے پہچانا ان کو کہا کہ اے ام تمیم کیا چیز باعث تمہارے چلنے کی ہوئی؟ پس کہا انہوں نے کہ اے سردار! جب سنائیں نے اس بات کو کہ خالد بن الولید کو دشمنوں نے گھیر لیا ہے۔ پس میں نے اپنے میں کہا کہ خالد بن الولید کبھی پست اور مغلوب نہ ہوں گے حالانکہ گیسوئے مبارک مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہیں اور جس وقت پھر اُم تمیم سے خیال ان کا پس دیکھا میں نے بجانب کلاہ کے جس میں موئے مبارک تھے کہ بھول گئے خالد بن ولید اس کو اور بجلت چلی ہوں ان کی طرف۔ پس کہا ابو عبیدہ بن الجراح نے کہ واسطے اللہ کے ہے یہ کام تمہارا اے ام تمیم! چلو تم اللہ تعالیٰ کی برکت اور مدد پر۔“ (حوالہ:- ”فتوح الشام“ از علامہ واقدی، ص: ۱۶۷)

اور اوراق سابقہ میں ہم نے حضرت خالد بن ولید کی مبارک ٹوپی (کلاہ) کا ذکر کیا ہے۔ اسی ٹوپی کا تذکرہ یہاں ہو رہا ہے۔ اس ٹوپی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گیسوئے اقدس تھے۔ حضرت خالد بن ولید کا یہ عقیدہ تھا کہ پیارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس گیسوؤں کے صدقہ اور طفیل میں مجھے ہلڑائی میں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اور میں محفوظ

وسلامت رہا ہوں لیکن قنسرین کے معرکہ میں جب ان کو یاد آیا کہ مقدس گیسوؤں والی ٹوپی میں بھول آیا ہوں تو ان کو اپنی شہادت کا یقین ہو گیا۔ کیونکہ جس مقدس گیسوؤں کی بدولت مجھ پر رحمت و نصرت الہی کی بارش نازل ہوتی تھی وہ مقدس گیسوؤں والی ٹوپی آج میرے ساتھ نہیں۔ ان مقدس گیسوؤں کی برکت سے ہی مجھ پر ہمیشہ رحمت خداوندی کی گھٹا چھایا کرتی ہے:

سو کھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو

(از:- امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

حضرت خالد بن ولید کی زوجہ محترمہ حضرت اُم تمیم کا گیسوئے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کیسا پختہ اور راسخ عقیدہ تھا کہ جب انہوں نے سنا کہ ان کے شوہر حضرت خالد بن الولید کو دشمنوں نے گھیر لیا ہے تو وہ مطلق فکر مند نہ ہوئیں بلکہ مطمئن رہیں۔ اور کامل یقین کے ساتھ کہا کہ خالد بن ولید کو کچھ نہیں ہوگا۔ ان کا بال بیکانہ ہوگا کیونکہ ان کے پاس مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بال مبارک ہیں۔ لیکن جب ان کو پتہ چلا کہ مقدس گیسوؤں والی ٹوپی حضرت خالد بھول گئے ہیں تو بے چینی اور اضطراب کے عالم میں ٹوپی لے کر تیز رفتار گھوڑے پر حضرت خالد کی طرف بھاگیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان کا پختہ عقیدہ تھا کہ اس مقدس گیسو کے صدقے میں میرے سہاگ کی بقا ہے۔ انہیں مقدس گیسوؤں کے طفیل میرے خاوند بقید حیات ہیں۔ لہذا وہ اپنے سہاگ کی حفاظت کی غرض سے ٹوپی پہنچانے جا رہی تھیں۔ بلکہ یوں کہنا بھی مناسب ہے کہ وہ حضرت خالد کو زندگی پہنچانے جا رہی تھیں۔ گیسوئے اقدس کے توسل سے حضرت خالد کی بقا اور حیات کے مشن پر جا رہی تھیں اور ان کا جانا یقیناً جائز اور مستحسن تھا۔ کیوں کہ حضرت ابو عبیدہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت اُم تمیم حضرت خالد کو مقدس گیسو والی ٹوپی دینے جا رہی ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ:

”اے ام تمیم! تمہارا یہ کام اللہ کے واسطے ہے“

کون سا کام؟ حضرت خالد کو ٹوپی پہنچانے کا کام۔ ٹوپی کیوں پہنچائی جا رہی تھی؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک سے توسل کرنے کے لئے۔ ان مقدس بالوں

کے وسیلہ سے حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں کی زندگی بچانی تھی۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار شریفہ سے توسل کرنا ممنوع ہوتا تو حضرت ابو عبیدہ ہرگز یہ نہیں فرماتے کہ تمہارا یہ کام اللہ کے واسطے ہے۔ بلکہ سختی سے ممانعت فرمادیتے اور حضرت اُمّ تمیم کو اسلامی لشکر کے کیمپ شیرزمیں واپس جانے کا حکم دیتے اور حضرت خالد کو ٹوپی دینے کے لئے اُمّ تمیم کو قنسرین تک نہیں جانے دیتے۔ مگر حضرت ابو عبیدہ نے حضرت اُمّ تمیم کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا کہ ”چلو تم اللہ تعالیٰ کی برکت اور مدد پر“

○ حضرت ابو عبیدہ عین وقت پر حضرت خالد کی مدد کرنے پہنچ گئے

جب حضرت ابو عبیدہ قنسرین کے معرکہ کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ گردوغبار کے بادل اُٹھ رہے ہیں اور ہر طرف صرف رومی سپاہی ہی نظر آ رہے ہیں۔ حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں کا کوئی نشان و پتہ نہیں ہے۔ وہ بہت فکر مند ہوئے اور حضرت خالد کو اپنے آنے کی اطلاع دینے کی غرض سے نعرہ تکبیر کی صدا بلند کی۔ ایک ساتھ ہزاروں مجاہدوں کے ”اللہ اکبر“ کے نعرہ سے کوہ و صحرا گونج گیا۔ رومیوں نے نعرہ تکبیر کی آواز سنی تو ان کے دل بیٹھ گئے۔ وہ کچھ سوچیں اور کوئی حرکت کریں اس کے قبل اسلامی لشکر نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور رومیوں کے سروں پر تلواریں رکھنی شروع کر دیں۔ رومی سپاہی مجاہدوں کی تلواروں کی ضرب کھا کر اپنے گھوڑے سے اس طرح گرنے لگے جیسے پت جھڑ میں تیز ہوا کے جھونکے سے سوکھے پتے درخت سے گرتے ہیں۔ حضرت خالد بن ولید اور ان کے ساتھی اب بھی بڑی دلیری سے مصروف جنگ تھے جب انہوں نے تھلیل و تکبیر کی آوازیں سنیں تو ان میں تازہ جوش پیدا ہو گیا۔ حضرت خالد نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا اور اپنے وجود کا ثبوت دینے کے ساتھ ساتھ اپنا پتہ بھی بتایا۔ جس جگہ پر حضرت خالد اور ان کے ساتھی ٹھہرے تھے وہاں لڑائی ہونے کی وجہ سے نیزے اور تلواریں بلند ہوتی تھیں اور آفتاب کی روشنی میں مثل آئینہ چمکتی تھیں۔

○ حضرت اُمّ تمیم مقدس گیسوؤں والی ٹوپی لے کر حاضر

حضرت خالد بڑی دلیری اور جاں فشانی سے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ رومیوں کا مقابلہ کر رہے تھے کہ دفعۃً انہوں نے دیکھا کہ ایک نقاب پوش سوار بڑی دلیری اور شجاعت سے رومی سپاہیوں کو نیزہ مار کر دائیں بائیں ہٹاتا اور لشکر کو پھاڑتا ہوا آ رہا ہے۔ تھوڑی دیر میں وہ سوار حضرت خالد کے قریب آ پہنچا۔ چہرہ پر نقاب ہونے کی وجہ سے حضرت خالد اس کو پہچان نہ سکے لہذا پوچھا کہ اے دلیر جوان! تو کون ہے؟ حضرت اُمّ تمیم نے جواب دیا کہ میں آپ کی زوجہ اُمّ تمیم ہوں۔ پھر کیا ہوا؟ علامہ محمد بن عمرو الواقدی قدس سرہ کی زبانی سماعت فرمائیں۔ حضرت مصعب بن حارث بیان کرتے ہیں کہ:

”پس اُسی وقت ایک سوار نکلا گرد سے اور پھاڑتا تھا رومیوں کو یہاں تک کہ دور کر دیا اس نے ان کو جو ہمارے گرد تھے۔ پس جلدی گئے خالد بن ولید اس کی طرف اور پوچھا کہ تو کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں تمہاری زوجہ اُمّ تمیم ہوں اے ابا سلیمان! لائی ہوں تمہاری اس کلاہ مبارک کو جس سے کہ مدد چاہتے ہو اور توسل ڈھونڈتے ہو تم اس سے بجانب اللہ پاک کے پس قبول کرتا ہے اللہ تعالیٰ دعا کو تمہارے لئے۔ لو تم اس کو اپنے پاس۔ پس قسم ہے خدا کی کہ نہیں بھول گئے تھے تم اس کو مگر اسی دن کے واسطے۔ پھر کلاہ دی ان کو۔ پس چکا گیسوے مبارک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قدر حسنہ و جمالہ سے ایک نور مثل بجلی کے۔ پس قسم ہے عیش رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کہ نہیں رکھا تھا خالد بن ولید نے کلاہ کو اپنے سر پر اور حملہ کیا تھا قوم پر مگر یہ کہ پھیرا اور ملا دیا ان کے آگے والوں کو پیچھے والوں میں اور حملہ کیا ان کے ساتھ مسلمانوں نے پس نہیں ہوئی تھی بہت دیر یہاں تک کہ پیٹھ پھیری کافروں نے اور اُتری ان پر ہلاکی اصحاب محمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے اور نہیں تھے قوم رومیوں میں مگر کشتہ اور زخمی اور قیدی اور پہلے سب سے بھاگنے والوں میں

جبلہ تھا اور مختصر اس کے پیچھے تھے۔“

(حوالہ:- ”فتوح الشام، از علامہ واقدی، ص: ۱۶۷)

فتوح الشام کی مندرجہ بالا عبارت کا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے حسب ذیل امور کی اچھی طرح ثابت ہوں گے:

○ حضرت اُمّ تمیم نے خطرہ مول لے کر بھی حضرت خالد کو گیسوئے اقدس والی ٹوپی پہنچائی۔

○ گیسوئے اقدس والی ٹوپی کے متعلق حضرت اُمّ تمیم نے حضرت خالد سے کہا کہ اس ٹوپی سے تم ہمیشہ اللہ کی جانب توسل کرتے ہو اور مدد طلب کرتے ہو۔

○ حضرت اُمّ تمیم نے حضرت خالد سے کہا کہ اس مبارک ٹوپی کے صدقے میں اللہ تعالیٰ تمہاری ہر دعا کو قبول فرماتا ہے۔

○ حضرت اُمّ تمیم نے حضرت خالد سے کہا کہ تم یہ مبارک ٹوپی اپنے ساتھ لانا بھول گئے ہو اسی لئے تم پر یہ مصیبت آئی ہے۔

○ حضرت خالد نے اپنی زوجہ محترمہ سے مبارک ٹوپی لے کر جب اپنے سر پر رکھی تو ٹوپی مبارک سے حضور پر نور، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گیسوئے اقدس سے مثل بجلی نور چمکا۔

○ حضرت خالد بن ولید نے مقدس گیسو والی ٹوپی اپنے سر پر رکھتے ہی دشمنوں کے لشکر کو الٹ دیا اور دشمن پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔

الحاصل! حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کو برکت حاصل کرنے کے لئے اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ اور اس سے توسل کر کے برکت، رحمت، نصرت اور حفاظت حاصل کرتے تھے۔ کیونکہ ان کا عقیدہ تھا اللہ تعالیٰ کے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے خیر و برکت رکھی ہے اور اس کے توسل سے مجھے ہر جنگ میں فتح حاصل ہوتی ہے اور اس کے صدقہ و طفیل

میں مجھے خیر و عافیت اور مدد و نصرت حاصل ہوتی ہے۔

لیکن افسوس! دورِ حاضر کے منافقین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار مقدسہ کی عظمت و تعظیم اور زیارت سے منع کرتے ہیں۔

☆ وہابی تبلیغی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے:

”کہیں کہیں جبہ شریف یا موئے شریف پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی اور بزرگ کا مشہور ہے۔ اس کی زیارت کے لئے یا تو ایسی جگہ جمع ہوتے ہیں یا ان لوگوں کو گھروں میں بلا کر زیارت کرتے ہیں اور زیارت کرانے والوں میں عورتیں بھی ہوتی ہیں۔ اول تو ہر جگہ ان تبرکات کی سند نہیں ہوتی اور اگر سند بھی ہو تب بھی جمع ہونے میں بہت خرابیاں ہیں۔“

(حوالہ:- ”ہفتی زیور“ مصنف:- مولوی اشرف علی تھانوی،

ناشر:- ربانی بک ڈپو، جلد: ۶، مسلسل صفحہ: ۳۸۶)

کتنے خطرناک انداز میں تھانوی صاحب آثار مقدسہ یعنی حضور اقدس رحمت عالم و جان عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک اور جبہ شریف کی زیارت و تعظیم سے روک رہے ہیں۔ کیسے کیسے بہانے تراش لئے اور گندی ذہنیت کے اختراعات فاسدہ کو صفحہ قرطاس پر مرقوم کر دیئے ہیں۔ تھانوی صاحب نے اس عبارت میں ممانعت کے ضمن میں غلو کرتے ہوئے بہت کچھ اور اناپ شناپ لکھ دیا ہے۔ مثلاً:

(۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی زیارت اور تعظیم

سے روکنے کے لئے پہلا بہانہ یہ بتایا کہ لوگ زیارت کرنے جمع ہوتے ہیں یا زیارت کرانے والے لوگوں کو اپنے گھر بلا تے ہیں۔

(۲) دوسرا بہانہ یہ بتایا کہ زیارت کرانے والوں میں عورتیں بھی ہوتی ہیں۔

(۳) تیسرا بہانہ یہ بتایا کہ ان تبرکات کی کوئی سند نہیں ہوتی۔

(۴) اور آخر میں اپنی سقاوت قلبی کا اظہار کرتے ہوئے یہاں تک لکھ دیا کہ

اگر ان تبرکات کی سند بھی ہو تب بھی جمع ہونے میں بہت خرابیاں ہیں۔

اس عبارت میں ”بہت خرابیاں ہیں“ کا جملہ قابل توجہ ہے یعنی تھانوی صاحب کا یہ کہنا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کے اصلی یا نقلی ہونے کا کوئی یقین نہیں۔ موئے مبارک کے اصلی ہونے کی کوئی سند نہیں ہوتی اور اگر سند بھی ہو تب بھی جمع ہونے میں بہت خرابیاں ہیں۔ صرف اپنی طرف سے یہ لکھ دیا کہ بہت خرابیاں ہیں اور لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے اقدس کی زیارت سے روک کر ثواب اور برکت سے محروم کر دیا۔ اگر خرابیاں ہیں تو کونسی خرابیاں ہیں؟ اور ان خرابیوں کے متعلق قرآن وحدیث میں کیا حکم ہے وہ ذکر نہیں کیا۔ ایک دو یا کچھ خرابیاں ہیں۔ نہیں لکھا، بلکہ بہت خرابیاں ہیں۔ لیکن تھانوی صاحب ایک بھی خرابی بیان کرنے سے عاجز اور قاصر رہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تھانوی صاحب حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک اور جبہ شریف کی اہمیت نہیں جانتے تھے۔ ایک حوالہ پیش خدمت ہے۔
 ❖ وہابی تبلیغی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا ایک ملفوظ:
 ”اسی طرح بزرگوں کے تبرکات کے ساتھ مجھ کو شغف نہیں مثلاً کرتہ وغیرہ یہ خیال ہوتا ہے کہ اس میں کیا رکھا ہے۔“

حوالہ:- (۱) کمالات اشرفیہ، ناشر:- ادارہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون باب: ۱، ملفوظ: ۱۰۰۴، ص: ۲۵۱،
 (۲) حسن العزیز از خواجہ عزیز الحسن، ناشر:- مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون جلد: ۱،
 حصہ: ۴، قسط: ۱۹، ملفوظ: ۶۳۴، ص: ۱۴۷

تھانوی صاحب نے صاف اقرار کر لیا کہ مجھے تبرکات کے ساتھ شغف یعنی رغبت، محبت، اور دلچسپی نہیں۔ اور تبرکات سے شغف نہ ہونے کی وجہ یہ بتائی کہ اس میں کیا رکھا ہے؟ جس کا مطلب یہ ہوا کہ تبرکات یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گیسوئے اقدس اور جبہ شریف میں کیا رکھا ہے؟ اُردو زبان میں ”کیا رکھا ہے“ کا جملہ استفہامیہ ہے اور بطور محاورہ

استعمال ہوتا ہے اور اس کا استعمال بے وقعت اور بے عظمت معاملہ کے اظہار کے لئے ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص نے اپنا مکان تبدیل کیا۔ پرانے مکان میں اس کا جو مال و اسباب تھا اسے ایک بیل گاڑی پر لا کر نئے مکان پر لے گیا وہاں جب سامان ٹٹولا تو اس کی بیوی نے کہا کہ ہائے! گھر کی صفائی کرنے کا جھاڑو تو میں پرانے گھر بھول آئی۔ اب کیا ہوگا؟ ایک معمولی جھاڑو کے لئے اپنی بیگم کو دل بھر بھراتے دیکھ خاوند یہی کہے گا کہ ارے جانے دو ایک معمولی جھاڑو کے لئے کیوں اپنا دل جلاتی ہو، اس میں کیا رکھا ہے؟ الغرض! کیا رکھا ہے؟ کا جملہ کسی چیز کی حقارت ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ قارئین فیصلہ فرمائیں کہ تھانوی صاحب تبرکات کے لئے ”اس میں کیا رکھا ہے“ کا جملہ استعمال کر کے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟

حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار مقدسہ خصوصاً گیسوئے انور کی برکت اور عظمت کے متعلق صحابہ کرام اور خصوصاً حضرت خالد بن ولید کا اعتقاد قارئین کرام نے واقعات کی روشنی میں ملاحظہ فرمایا اور تھانوی صاحب کا عقیدہ ان کی کتابوں کی عبارتوں سے معلوم کیا۔ دونوں میں بعد المشرقین ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ”نظریں بدل گئیں تو نظارہ بدل گیا“۔ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پر نور چہرہ انور کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی دیکھا اور اسی چہرہ انور کو ابو جہل لعین نے بھی دیکھا۔ لیکن دونوں کے دیکھنے میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ ایک نے محبت اور عقیدت کی نظر سے دیکھا اور دوسرے نے بغض و عداوت کی نظر بد سے دیکھا لہذا دونوں کے تاثرات متضاد سننے میں آئے۔ اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کو حضرت خالد بن ولید نے اس نظر سے دیکھا کہ کائنات کی بہترین نعمت اور رحمت میرے آقا و مولیٰ کے گیسوئے اقدس ہیں۔ لیکن تھانوی صاحب نے حقارت کی نظر سے دیکھ کر کہا کہ ”اس میں کیا رکھا ہے“۔ نظریں بدل گئیں تو نظارہ بدل گیا۔

تبرکات کی زیارت کرنے اور اپنے ساتھ تبرکات رکھنے سے بہت ساری نعمتیں اور برکتیں حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب تبرک بزرگ کی شان عظمت عیاں ہوتی ہے اور زائرین کے دلوں میں صاحب تبرک بزرگ کی عظمت و محبت راسخ ہوتی ہے۔ بزرگان دین

کے تبرکات کو اپنے پاس حفاظت سے رکھنا، اس کا ادب کرنا، اس کی زیارت کرنا، اس کے توسل سے دعا کرنا، فیض و برکت و شفا و عافیت حاصل کرنا وغیرہ امور صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، سلف صالحین، ائمہ دین وغیرہ میں ابتدائے اسلام سے رائج اور مشروع ہے۔ لیکن ہر وہ کام کہ جس کے کرنے سے انبیاء کرام و اولیاء عظام کی عظمت کا پرچم لہرائے ان تمام کاموں کو وہابی، دیوبندی اور تبلیغی مکتب فکر کے علماء ممنوع قرار دیتے ہیں بلکہ ممانعت کرنے میں حد درجہ غلو کرتے ہیں۔

✽ امام المنافقین، مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے:

”اور اس کے کنویں کے پانی کو متبرک سمجھ کر پینا، بدن پر ڈالنا، آپس میں بانٹنا، غائبوں کے واسطے لے جانا وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کی باتیں کرے تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔“ (حوالہ: - تقویۃ الایمان، ناشر: - الدار السلفیہ، بمبئی، ص: ۲۴)

مندرجہ بالا عبارت پر تبصرہ کیے بغیر اس بحث کو طول نہ دیتے ہوئے صرف اتنا کہنا ہے کہ دیوبندی مکتب فکر کے علماء نے ملت اسلامیہ کا بزرگان دین کے ساتھ رشتہ عقیدت منقطع کرنے کی غرض سے بزرگان دین کے تبرکات کا ادب و احترام ختم کرنے کے لئے طرح طرح کے ہتھکنڈے اپناتے ہیں۔ اور تبرکات کی زیارت اور تبرکات کو باعث برکت ماننے کو گناہ بلکہ شرک تک کہہ دیتے ہیں۔ المختصر! جس کے دل میں تعظیم و عظمت مصطفیٰ کا فقدان ہوتا ہے وہ کیسے اقدس کے متعلق یہی نظریہ رکھتا ہے کہ ”اس میں کیا رکھا ہے“۔ اور جس کے دل میں محبت رسول کا دریا موجزن ہوتا ہے وہ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گیسوئے پاک کے لئے یہ عقیدہ رکھتا ہے:

شان رحمت کہ شانہ نہ جدا ہو دم بھر
سینہ چاکوں پہ کچھ اس درجہ ہیں پیارے گیسو

ہم سیہ کاروں پہ یا رب تپش محشر میں
سایہ اقلن ہوں تیرے پیارے کے پیارے گیسو

(از: - امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

حضور اقدس رحمت عالم کے آثار مبارکہ مثلاً موئے مبارک، ناخن شریف، ملبوسات اور دیگر اشیاء استعمال، نیز بزرگان دین کے تبرکات کی تعظیم و ادب اور ان تبرکات کے توسل سے حصول نعمت و برکت کے متعلق قرآن و حدیث اور ائمہ ملت اسلامیہ کے اقوال و افعال سے جواز و استحباب کے کافی اور وافی دلائل اور ثبوت دیکھنے کے لئے مندرجہ ذیل کتب کی طرف رجوع فرمائیں:

- (۱) بَذَرُ الْأَنْوَارِ فِي آدَابِ الْأَثَارِ، مصنف: - امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ
- (۲) آدَابُ الْأَخْيَارِ فِي تَعْظِيمِ الْأَثَارِ، صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ
- (۳) الْبَزُّ الْمَقَالُ فِي إِسْتِحْسَانِ قُبَلَةِ الْجَلَالِ، مصنف: - امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

◎ فتح قلعہ قنسرین

جب رومی سپاہیوں نے بھاگنا شروع کیا تو مجاہدوں نے ان کا تعاقب کیا۔ رومی سپاہی اپنی جانیں بچانے کے لئے دم دبا کر ہر سمت بھاگ رہے تھے۔ مجاہدوں نے جو بھی رومی سپاہی ہاتھ لگا اس کو کشتہ زمین پر ڈال دیا۔ قلیل عرصہ میں میدان صاف ہو گیا۔ میدان میں اب صرف اسلامی لشکر ہی تھا۔ تمام مجاہد حضرت ابو عبیدہ کے نشان کے قریب جمع ہونے لگے۔ حضرت خالد بن ولید بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حضرت ابو عبیدہ کے پاس آئے۔ حضرت خالد ارغوان کے سرخ پھول کی طرح خون میں تر ہوتے تھے۔ حضرت ابو عبیدہ نے ان کو سلامتی پر مبارکبادی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے ابوسلیمان! تم نے جہاد کر کے اپنے دل کو تسکین دی اور اللہ تعالیٰ کو راضی کیا۔ پھر حضرت ابو عبیدہ نے راستہ کے موڑ سے قنسرین کے قلعہ پر یلغار کرنے کے لئے لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ جب اسلامی لشکر قنسرین کے قلعہ کے قریب پہنچا تو اہل شہر نے قلعہ کے دروازے بند کر لئے۔ اہل قنسرین کو معلوم ہو چکا تھا کہ ان کا حاکم لوقا قتل ہو چکا ہے اور جبلہ بن

جنگ بعلبک

فتح قنسرین کے بعد حضرت ابو عبیدہ نے حضرت خالد کو حمص کے قلعے کا محاصرہ کرنے روانہ کیا اور خود بجانب بعلبک روانہ ہوئے۔ حضرت ابو عبیدہ اسلامی لشکر کے ساتھ بعلبک جا رہے تھے کہ راہ میں دیکھا کہ دریا کے کناروں کی طرف سے ایک بڑی جماعت بعلبک کی جانب جا رہی ہے۔ اور اس جماعت کے ساتھ کثیر تعداد میں سامان تجارت ہے۔ حضرت ابو عبیدہ نے چند مجاہدوں کو اس قافلہ کی جانب برائے تفتیش بھیجا۔ تھوڑی دیر میں وہ خبر لائے کہ یہ قافلہ رومیوں کا ہے اور وہ اہل بعلبک کے لئے رسد لے کر جا رہا ہے اور رسد میں شکر کافی مقدار میں ہے۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ بعلبک ہمارے لئے دار الحرب ہے۔ علاوہ ازیں ہمارے اور ان کے درمیان کوئی صلح یا قول و قرار نہیں ہے لہذا یہ مال غنیمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے بھیجا ہے۔ مجاہدوں نے قافلے کو گھیر لیا اور اس کا تمام مال واسباب چھین لیا اور اہل قافلہ کو گرفتار کر لیا۔ اس قافلہ کے ساتھ شکر کی چار سو بوریاں تھیں۔ علاوہ ازیں کافی مقدار میں انجیر اور قند تھا۔ مجاہدوں نے قافلہ والوں کو قتل کر دینے کا ارادہ کیا لیکن حضرت ابو عبیدہ نے منع فرمایا اور فدیہ لے کر قافلہ کو رہا کر دیا۔ اہل قافلہ رہا ہو کر بعلبک گئے۔ اور اپنا حال بیان کیا نیز اسلامی لشکر کی کثرت اور آمد کی کیفیت بھی بیان کی۔

اہل قافلہ کو رہا کر کے اسلامی لشکر اسی مقام پر ٹھہرا اور رات بسر کی۔ جب صبح ہوئی تو حضرت ابو عبیدہ نے لشکر کو بعلبک کی جانب کوچ کا حکم دیا۔ بعلبک کا حاکم ہرہیس نام کا بطریق تھا۔ ہرہیس لڑائی کا ماہر، دلیر اور جنگجو تھا۔ جب اس کو پتہ چلا کہ مسلمانوں نے بعلبک کے قافلہ کا مال واسباب لے لیا ہے تو اس نے اپنے ساتھ سات ہزار سوار سپاہی اور بڑی تعداد میں پیدل لوگوں کو لے کر قافلے کا اسباب و غلہ چھڑانے نکلا۔ دوپہر کے وقت اس کا اسلامی لشکر سے آنا سامنا ہو گیا۔ ہرہیس کے ہمراہ جانے والے بطارقہ نے اسے لڑائی نہ کرنے اور واپس پلٹ جانے کا مشورہ دیا۔ بطارقہ نے اس کو بہت سمجھایا اور دمشق، بصرہ، اجنادین اور

اسہم غسانی کا لشکر بھی ہزیمت اٹھا کر بھاگ نکلا ہے۔ لہذا انہوں نے صلح کرنا مناسب سمجھا۔ فوراً ایک ایچی کو حضرت ابو عبیدہ کے پاس بھیجا اور ادائے جزیہ پر صلح کی درخواست کی۔ حضرت ابو عبیدہ نے صلح کی درخواست منظور فرمائی اور بموجب امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق کے حکم کے فی کس چار دینار یا آڑتا لیس درہم پر صلح کر کے دستاویز لکھ دی۔ ملک شام کا مشہور قلعہ قنسرین اسلامی لشکر نے فتح کر لیا۔

☆ اب تک اسلامی لشکر کے ہاتھوں فتح ہونے والے مقامات

(۱) اِرَک (۲) سَحْنہ (۳) تَدْمَر (۴) حُورَان (۵) بَصْرہ (۶) بَیتِ لَہِیَا (۷) اَجْنَادِین (۸) دِمَشْق (۹) حَصْنِ اَبِی الْقَدَس (۱۰) جُوسِیہ (۱۱) حَمص (۱۲) شِیرَز (۱۳) دِسْتَن (۱۴) حِمَات (۱۵) قَنْسَرِین

نوٹ:- حضرت خالد بن ولید کے صاحبزادے کا نام سلیمان تھا۔ ملک عرب میں نام کے بجائے اس کی کنیت سے پکارنے کا دستور تھا۔ یعنی کسی شخص کو اس کے باپ، بیٹے، بیٹی وغیرہ سے منسوب کر کے اس کی کنیت مقرر کر دیتے تھے اور پھر اس کنیت سے پکارتے تھے۔ مثلاً ابوالحسن، ابوبکر، ام حکیم، ابن حاجب وغیرہ۔ ابوسلیمان یعنی سلیمان کے باپ۔ حضرت خالد بن ولید کو تمام لوگ ابوسلیمان نام سے ہی پکارا کرتے تھے۔ لہذا ہم نے بھی نقل روایت کا لحاظ کرتے ہوئے حضرت خالد کے لئے یا ابوسلیمان کا استعمال کیا ہے۔ اس سے مراد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی ہے۔ قارئین کرام کو کوئی مغالطہ نہ ہو اس لئے ہم نے وضاحت کر دی ہے۔

○ کنیت (کُنْ یَت) = وہ نام جو باپ، ماں بیٹا، بیٹی وغیرہ کے تعلق سے بولا جائے۔

(حوالہ: فیروز اللغات، ص: ۱۰۳۸)



قنسرین والوں کی ہزیمت کی مثالیں پیش کیں۔ لیکن ہر بیس نے ان کی ایک نہ سنی اور تکبر وغرور کے نشے میں کہا کہ میں ان سے ضرور لڑوں گا اور جو غلہ و اسباب انہوں نے لے لیا ہے وہ ان سے چھین لوں گا اور ان کو ایسا سبق سکھاؤں گا کہ وہ بعلبک کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔ میں ان غریب عربوں کو بھگا دوں گا کیونکہ ان کا سابق سردار خالد بن ولید حص میں ہے لہذا یہ لشکر ہمارے لئے مال غنیمت ہے جس کو حضرت مسیح نے ہماری طرف بھیجا ہے۔

پھر ہر بیس نے اپنے لشکر کی صف بندی شروع کی۔ اس وقت اس کے ہمراہیوں میں سے ایک بطریق نے ہر بیس سے کہا کہ اے ہر بیس! میں تیرے تکبر اور غرور کے دام میں نہیں آنے والا۔ تو ہم سب بطارقہ کی رائے اور مشورہ کو نہ مان کر من مانی کرنا چاہتا ہے اور ہم کو خاطر میں نہیں لاتا، ہم لڑائی میں تیرا اتباع نہیں کریں گے۔ یہ کہہ کر وہ بطریق واپس پلٹا۔ اس کو دیکھ کر بہت کافی تعداد میں لوگ اس بطریق کے ہمراہ بعلبک واپس لوٹ گئے لیکن اس کے باوجود بھی حاکم ہر بیس آمادہ جنگ ہوا۔ الغرض! حضرت ابو عبیدہ نے دیکھا کہ رومیوں کا لشکر مزاحم ہونے آیا ہے تو آپ نے مجاہدوں کو یلغار کا حکم دیا۔ حکم ملتے ہی تمام مجاہد رومیوں پر ٹوٹ پڑے جیسے کوئی شیر بھیڑ بکریوں پر ٹوٹ پڑتا ہے۔ حضرت عامر بن ربیعہ روایت فرماتے ہیں کہ قسم ہے عیش رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کہ نہ تھا ہمارے اور ان کے بیچ میں مگر ایک گرداوا یہاں تک کہ پیٹھ پھیری انہوں نے شہر کی جانب اور حاکم ہر بیس بھی بری طرح زخمی ہو کر بھاگا۔ حاکم ہر بیس کو ساٹھ زخم لگے تھے۔ ہر بیس مع اپنے لشکر بھاگ کر قلعہ میں گھس گیا اور شہر پناہ کے دروازے بند کر لیے۔

اسلامی لشکر بعلبک کے قلعہ کے قریب پہنچا اور قلعہ کا محاصرہ کیا۔ بعلبک کے اطراف کے دیہات کے لوگ مع اپنے جانوروں کے قلعہ میں آ کر پناہ گزیں ہوئے تھے اور اتنی کثرت سے لوگ قلعہ میں جمع ہوئے کہ پاؤں رکھنے کی بھی جگہ باقی نہ تھی لہذا کافی تعداد میں لوگ قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے۔ قلعہ کی دیوار بہت چوڑی اور کشادہ تھی اور مضبوطی کے اعتبار سے پورے ملک شام میں مشہور تھی۔ شام کا وقت تھا۔ آفتاب غروب ہونے جا رہا تھا۔ موسم سخت سردی کا تھا۔ حالانکہ بعلبک میں گرمیوں کے دنوں میں بھی سخت سردی رہتی ہے۔ اسلامی لشکر نے قلعہ

کے باہر پڑاؤ کیا اور شب بسر کی۔ مجاہدین اپنے ساتھیوں کی نگہبانی کرتے اور عبادت میں مشغول ہو کر رات گزاری۔



www.Markazahlesunnat.com

جنگ بعلبک کا دوسرا دن

صبح حضرت ابو عبیدہ نے اہل بعلبک کو ایک خط لکھا۔ اس خط میں آپ نے اہل شہر کو اسلام کی دعوت دی۔ اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں ادائے جزیہ یا پھر جنگ کا پیغام دیا۔ پھر وہ خط ایک رومی معاہدی کو دیا اور اس کو تاکید فرمائی کہ اس کا جواب لے کر ہی واپس آنا۔ وہ رومی معاہدی (جس نے جزیہ دے کر امان حاصل کی تھی) حضرت ابو عبیدہ کا خط لے کر شہر پناہ کے قریب آیا اور رومی زبان میں پکار کر کہا کہ میں اسلامی لشکر کے قاصد کی حیثیت سے تمہاری طرف آیا ہوں۔ رومیوں نے قلعہ کی دیوار سے ایک رسی کے ذریعہ قاصد کو اوپر کھینچ لیا اور حاکم ہرئیس کے پاس لے گئے۔ قاصد نے حضرت ابو عبیدہ کا خط ہرئیس کو دیا۔ حضرت ابو عبیدہ نے ہرئیس کو رومی زبان میں خط لکھا تھا۔ حضرت ابو عبیدہ نے مرسل بن کورک نام کے ایک رومی کاتب کو اپنے ساتھ محرری کے کام پر متعین کیا تھا۔ وہ کاتب رومی اور عربی دونوں زبانوں کا ماہر تھا۔ حضرت ابو عبیدہ جو بھی عربی تحریر ارقام فرماتے تھے وہ کاتب اس کا رومی زبان میں ترجمہ لکھ دیتا تھا۔ حاکم ہرئیس نے حضرت ابو عبیدہ کا خط حاضرین کو پڑھ کر سنایا۔ پھر اس نے پوچھا کہ اس معاملہ میں تم مجھے کیا مشورہ دیتے ہو؟ ایک بطریق نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم بھی ارک، تدمر، بصرہ اور دیگر مقام کے لوگوں کی طرح ادائے جزیہ کی شرط پر عربوں سے صلح کر کے بے ڈر و مامون ہو جائیں۔ کیونکہ اگر ہم نے ان سے جنگ کی تو وہ ہمارے جنگجو اور شہسوار لوگوں کو قتل کر کے ہم پر غالب آ جائیں گے اور ہمارے مال و اسباب اور اہل و عیال پر قابض ہو جائیں گے۔

بطریق کا یہ مشورہ سن کر حاکم ہرئیس لال پیلا ہو گیا اور آنکھیں چڑھا کر جواب دیا کہ میں نے ملک شام میں تجھ سے بڑھ کر بزدل اور ڈرپوک نہیں دیکھا۔ کیا ہم اپنے شہر کو بھوکے اور بازاری عربوں کے حوالے کر دیں؟ تم خواہ مخواہ ان عربوں سے ڈرتے ہو۔ گزشتہ کل کی لڑائی میں میں نے ان کی جنگی مہارت کو آزمایا ہے۔ ان کو لڑائی کا ڈھنگ معلوم نہیں۔ علاوہ

ازیں وہ لڑائی میں ایسے دلیر بھی نہیں ہیں جیسی ان کی شہرت ہے۔ گزشتہ کل میں ان کے لشکر کے مہینہ پر حملہ کرنے کی غلطی کر بیٹھا، اگر ان کے لشکر کے میسرہ پر حملہ کیا ہوتا تو ضرور انہیں شکست دے کر بھگا دیتا۔ بطریق نے جواب میں استہزا کے طور پر کہا کہ شاید اسلامی لشکر کے میسرہ اور قلب والے تجھ سے ڈرتے ہوں گے؟ حاکم ہرئیس سے کوئی جواب نہ بن پایا اور وہ اپنا سامنہ لے کر رہ گیا۔ اہل بعلبک دو گروہ میں بٹ گئے۔ ایک گروہ لڑائی کا حامی اور دوسرا صلح کا خواستگار تھا۔ دونوں گروہ میں بات آگے بڑھتی اتنے میں حاکم ہرئیس نے اپنا رنگ دکھاتے ہوئے حضرت ابو عبیدہ کا خط چاک کر کے قاصد پر پھینکا اور قاصد سے کہا کہ ”یہی ہمارا جواب ہے“ پھر اس نے قاصد کو واپس بھیجنے کا حکم دیا۔ چنانچہ رومی سپاہیوں نے رومی قاصد کو رسی میں باندھ کر لٹکا کر نیچے اتار دیا۔ قاصد نے حضرت ابو عبیدہ کو تمام ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت ابو عبیدہ نے اسلامی لشکر کو قلعہ کا محاصرہ سخت کرنے اور حملہ کرنے کا حکم دیا۔

اسلامی لشکر قلعہ کی دیوار کی طرف آگے بڑھا۔ اسلامی لشکر کو آگے بڑھتا دیکھ کر رومیوں نے قلعہ کی دیوار کے اوپر سے شور و غل مچانا شروع کیا اور تیروں اور پتھروں سے حملہ شروع کر دیا۔ حاکم ہرئیس قلعہ کی دیوار کے بڑے برج میں زخموں پر پٹیاں باندھ کر بیٹھا تھا اور اپنی قوم کو لڑائی کی ترغیب دیتا تھا۔ اس کے اُکسانے کی وجہ سے رومیوں نے اسلامی لشکر پر سخت حملہ کرتے ہوئے تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ مثل بارش پتھر برسائے۔ اسلامی لشکر کے بارہ مجاہد شہید ہوئے۔ آفتاب غروب ہوا اور اسلامی لشکر قلعہ کے سامنے تھوڑے فاصلہ پر واقع اپنے کیمپ میں واپس لوٹا۔ کیمپ میں واپس آ کر تمام مجاہدوں نے ایک ہی کام کیا اور وہ یہ کہ شدت کی سردی سے بچنے کے لئے لکڑیاں جلا کر آگ روشن کی۔ چند اشخاص کو حضرت ابو عبیدہ نے رات میں نگہبانی کی ذمہ داری سونپی۔ نگہبان حضرات رات بھر تہلیل و تکبیر کی آواز بلند کرتے ہوئے اسلامی لشکر کے کیمپ کے ارد گرد گشت کرتے رہے یہاں تک کہ رات خیر و عافیت سے بسر ہوئی اور صبح نمودار ہوئی۔



جنگ بعلبک کا تیسرا دن

صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد حضرت ابو عبیدہ نے اسلامی لشکر میں منادی کروادی کہ کوئی بھی شخص قلعہ کی طرف بڑھ کر نہ جائے۔ بلکہ لشکر کے کیمپ میں ہی اپنی جگہ پر ٹھہرا رہے اور اپنے لیے کچھ کھانے کا انتظام کر لے تاکہ دشمنوں سے لڑنے میں تقویت حاصل ہو۔ حضرت ابو عبیدہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اسلامی لشکر کیمپ میں ہی ٹھہرا رہا اور ہر شخص کھانے پینے کا انتظام کرنے میں مصروف ہو گیا۔ جب آفتاب بلند ہوا تو رومیوں نے قلعہ کی دیوار سے دیکھا کہ آج اسلامی لشکر قلعہ کے قریب نہیں آیا بلکہ ابھی تک اپنے کیمپ میں مقیم ہے۔ اور کسی قسم کی کوئی جنگی حرکت و جنبش ہوتی دکھائی نہیں دیتی تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ شاید مسلمان حملہ سے عاجز ہو کر اور مارے ڈر کے لڑنے نہیں نکلے ہیں۔ حاکم ہر بیس نے رومیوں کو پکار کر کہا تمہارے دشمن خوف کی وجہ سے لڑنے سے باز رہے ہیں۔ لہذا موقع غنیمت ہے کہ ان کی عاجزی اور غفلت کا فائدہ اٹھا کر شہر کے تمام دروازے کھول کر ہم سب ایک ساتھ نکل کر ان پر حملہ کر دیں اور انہیں ہلاک کر دیں۔

حاکم ہر بیس کی اس تجویز کے مطابق قلعہ کے تمام دروازوں سے دفعہ ہزاروں رومی ایک ساتھ نکلے اور اُمنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح اسلامی لشکر کے کیمپ پر آپڑے۔ تمام مسلمان کھانے پینے میں مشغول ہونے کی وجہ سے حملہ سے غافل تھے۔ چند مجاہدوں نے رومیوں کو طوفان کی طرح آتے ہوئے دیکھا تو بلند آواز سے پکار کر مجاہدوں کو ہوشیار کرنا شروع کر دیا اے گروہ مسلمین! دشمن ہم پر آپڑے ہیں۔ وہ ہم پر حملہ آور ہوں اس سے قبل مقابلے کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ اس صدا پر اسلامی لشکر کا ہر مجاہد چونک اٹھا۔ کسی کے ہاتھ میں لقمہ تھا، کوئی کھانا پکار رہا تھا، کوئی کھانا پتیلی سے طشت میں نکال رہا تھا، غرض کہ تمام کے تمام خورد و نوش میں منہمک تھے۔ تمام مجاہد دفعہ کھڑے ہو کر اپنے ہتھیاروں اور گھوڑوں کی طرف دوڑے۔ ایک بالچل مچ گئی۔ مجاہدوں نے اپنے ہتھیار سنبھالے اتنی دیر میں تو رومی ٹوٹ پڑے۔ حضرت

ابو عبیدہ نے پکار کر فرمایا کہ اے عرب کے جوانو! اگر آج اہل بعلبک تم پر غالب ہو گئے تو تمہاری بندھی ہوئی ہوا جاتی رہے گی۔ صبر اور استقلال سے ان کا مقابلہ کرو اور اللہ کی راہ میں اپنی جان خرچ کرنے میں کوتاہی نہ کرو۔

تمام مجاہد اپنے معزز سردار کی تلقین پر جذبہ ایثار و قربانی کے جوش میں بھر گئے اور دلیری سے رومیوں کا مقابلہ کیا لیکن تمام مجاہد بے ترتیب تھے۔ دفعہ رومیوں کے آپڑنے کی وجہ سے ان کو صف بندی کا موقع نہ ملا اور بعض تو اپنے گھوڑوں پر سوار تک نہ ہو سکے تھے۔ حضرت عمرو بن معدی کرب، حضرت عبدالرحمن بن ابی ربیعہ عامری، حضرت مالک اشتر نخعی، حضرت ذوالکلاع حمیری اور حضرت ضرار بن ازور نے بڑی جرأت و شجاعت سے مقابلہ کر کے رومیوں کے بڑے بڑے دلیروں اور سرداروں کو زمین پر ڈال دیا اور جس طرح چکی غلہ کو پیس ڈالتی ہے اس طرح پیس کر رکھ دیا۔ مقتولین کی چیخ و پکار، زخمیوں کی آہ و بکا، تلواروں کی جھنکار، نیزوں کی چٹا چاق، گھوڑوں کی ہنہناہٹ، مجاہدوں کی لکار کے شور و غل اور رومی سپاہیوں کے ہلڑ ہپاڑ نے بھیانک سماں باندھ دیا تھا۔ تمام مجاہد اپنی جان ہتھیلی پر لے کر رومیوں کا مقابلہ کر کے ان کو مار بھگانے کی کوشش کرتے۔ مجاہدوں کی ثابت قدمی نے رومیوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اسلامی لشکر کے کیمپ کا وہ حصہ جہاں مستورات اور اطفال تھے وہاں تک ایک بھی رومی پہنچنے سے عاجز و قاصر رہا۔ البتہ رومیوں نے مجاہدوں کا قیمتی اسباب، کپڑے اور غلہ کافی تعداد میں لوٹ لیا اور قلعہ کی طرف بھاگے۔ مجاہدوں نے قلعہ کے دروازے تک ان کا تعاقب کرتے ہوئے فراخی سے شمشیر زنی کی اور کافی تعداد میں رومیوں کو زمین پر کشتہ ڈال دیا۔ رومی قلعہ میں گھس گئے اور دروازے بند کر لیں۔ مجاہدین کیمپ میں واپس لوٹے زخمیوں کا علاج کیا اور شہیدوں کو آخری منزل پہنچایا۔ اس معرکہ میں پندرہ مجاہد شہید ہوئے۔

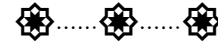
رات کے وقت حضرت ابو عبیدہ نے اسلامی لشکر کے رسواء کو جمع کر کے فرمایا کہ آج دن میں ہم ایک بڑے فتنے اور آزمائش میں مبتلا ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ہماری نصرت و مدد فرما کر ہمیں بہت بڑے نقصان سے محفوظ رکھا۔ پھر حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ آج رومیوں نے جو جرأت کی ہے اس سے مجھے ایسا لگتا ہے کہ آئندہ کل بھی وہ قلعہ سے لڑنے نکلیں گے۔ لہذا

جنگ بعلبک کا چوتھا دن

صبح قلعہ کا بڑا دروازہ (باب وسط) کھلا۔ اس دروازے کے سامنے حضرت ابو عبیدہ نے پڑاؤ کیا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی رومی سپاہی طوفانی سیلاب کی طرح قلعہ کے باہر اُمنڈ پڑے اور آنے کے ساتھ حضرت ابو عبیدہ کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ حاکم ہر بیس نے قلعہ کے اندر ہی لشکر کی ترتیب اور صف بندی کر لی تھی اور بعد میں لشکر کو باہر نکالا تھا۔ پوری تیاری کے ساتھ لشکر قلعہ کے باہر آیا تھا۔ حاکم ہر بیس اپنے لشکر کو لڑنے کی ترغیب دے رہا تھا۔ اپنی کثرت اور اسلحہ کی فراوانی کا ذکر کر کے حملہ کرنے پر اُکساتا تھا اور پکار پکار کہتا تھا کہ اے گروہ نصرانیہ! مسیح اور صلیب سے مدد طلب کرو ان ننگے اور بھوکے عربوں سے مطلق خوف نہ کھاؤ۔ ان عربوں میں ہمارا مقابلہ کرنے کی طاقت و استطاعت نہیں۔ حاکم ہر بیس کے ورغلانے سے رومی سپاہی آندھی کی طرح حضرت ابو عبیدہ کے لشکر پر آپڑے۔ حالانکہ حضرت ابو عبیدہ اپنے لشکر کے ساتھ چوکنا اور ہوشیار تھے لیکن رومیوں کی کثرت اور حملہ کی شدت کی وجہ سے پریشان تھے۔ رومیوں نے ان کو ہر سمت سے گھیر لیا تھا حضرت ابو عبیدہ نے مجاہدوں کو پکار کر فرمایا کہ آج رومیوں نے اپنی پوری طاقت کے ساتھ حملہ کیا ہے۔ تم مطلق نہ گھبراؤ اور ثابت قدمی سے ان کا مقابلہ کرو اگر آج تمہارے قدم اُکھڑ گئے تو اسلامی لشکر کا رعب و دبدبہ زائل ہو جائے گا اور ملک شام میں یہ بات پھیل جائے گی کہ بعلبک والوں نے مسلمانوں کو بھگادیا، نتیجتاً تمہاری ہیبت و دہشت رومیوں کے دلوں سے جاتی رہے گی۔ اے حاملان قرآن! خدا تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے اور خدا کی مدد و نصرت ضرور نازل ہوگی صبر و استقلال سے کام لو، صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ ہے۔ اپنی جانیں راہ خدا میں خرچ کرو اللہ کی راہ میں شہید ہونے کو اپنی خواہش و تمنا بناؤ انشاء اللہ فتح و کامیابی سے اللہ تعالیٰ ہمیں سرفراز فرمائے گا۔

حضرت ابو عبیدہ کے ارشادات نے مجاہدوں میں ایک عجیب جوش پیدا کر دیا اور رومیوں کے اُمنڈتے ہوئے سیلاب کے سامنے مجاہدین مضبوط چٹان کی طرح مقابلے میں جمے ہوئے تھے۔ دونوں لشکر ایک دوسرے میں خلط ملط ہو گئے اور گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی۔ نیزے

مناسب یہ ہے کہ ہم اپنے لشکر کے کیمپ کو مزید فاصلہ تک پیچھے ہٹا دیں تاکہ قلعہ اور ہمارے کیمپ کے درمیان اتنا فاصلہ ہو جائے کہ ہم کو گھوڑا دوڑانے کا موقع آسانی سے میسر ہو سکے۔ اور ہم رومیوں کو اچانک دھاوا بولنے سے باز رکھ سکیں علاوہ ازیں کل صبح قلعہ کے ہر دروازہ کے سامنے ڈیرا ڈال دیں تاکہ جس دروازے سے بھی رومی لشکر نکلے ہم اس کا فوراً دفاع کر سکیں۔ تمام مجاہدوں نے حضرت ابو عبیدہ کی رائے پسند کیا اور رات ہی میں اس تجویز پر عمل کر لیا گیا۔ چنانچہ حضرت ضرار بن ازور باب شام پر، حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل عدوی باب جبلی پر اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح باب وسط پر اپنے اپنے لشکر کے ساتھ رات میں پہنچ گئے اور اپنی اپنی جگہ اختیار کر کے ڈیرا ڈال دیا۔



اور تلواریں بلند ہو کر چمکنے لگے اور خوں ریزی شباب پر آئی۔ رومیوں نے شدت کے حملے جاری رکھے لیکن مجاہدوں نے بلند ہمتی سے مقابلہ کیا اور رومیوں کو غالب نہیں ہونے دیا۔ حالانکہ مجاہدین اس وقت سخت تنگی اور مصیبت میں تھے۔ اس وقت حضرت ابو عبیدہ نے دل میں کہا کہ کاش باب جبلی اور باب شام پر سعید بن زید اور حضرت ضرار بن ازرو کو ہماری مصیبت کی خبر پہنچ جائے اور وہ یہاں آجائیں تو ہماری مصیبت دور ہو جائے۔ لیکن ان تک خبر پہنچانا کیسے ممکن ہو؟ حضرت سہیل بن صباح العیسیٰ روایت کرتے ہیں کہ میں بعلبک کی جنگ کے دن حضرت ابو عبیدہ کے لشکر میں تھا اور مجھے دائیں بازو پر سخت زخم پہنچا اور ہاتھ بیکار ہو گیا۔ میں ہاتھ سے تلوار بھی پکڑ نہیں سکتا تھا اور رومیوں کی شدت و کثرت دیکھ کر مجھے اندیشہ ہوا کہ میرے دینی بھائی عنقریب ہلاک ہو جائیں گے قریب میں ہی ایک ٹیلہ تھا میں ہنگامہ لڑائی سے چھٹک کر اس ٹیلہ کی طرف بھاگا اور اس پر چڑھ گیا ٹیلے پر چڑھ کر میں نے دیکھا کہ رومیوں کے درمیان مجاہدین ہر طرف سے گھر گئے ہیں۔ نیزوں اور تلواروں کی ضربیں خود اور ڈھالوں پر پڑتی تھیں اور آگ کی چنگاریاں اُڑتی ہوئی صاف دکھائی دیتی تھیں۔ آگ کی چنگاریاں دیکھ کر میرے ذہن میں ایک خیال آیا میں نے قریب بکھری ہوئیں درختوں کی سوکھی جڑیں اور شاخیں جمع کیں اور سنگ چقماق سے آگ روشن کی آگ روشن ہوتے ہی اس پر ہری اور گیلی لکڑیاں رکھ دیں لہذا بڑی کثرت سے دھواں نکلا پھر دھواں بلند ہوا۔

اسلامی لشکر میں ایک دستور رائج تھا کہ جب وہ ایک جگہ اکٹھا ہونا چاہتے اور اپنے ساتھیوں کو اپنے پاس بلانے کا ارادہ کرتے تو دن کے وقت دھواں بلند کرتے اور رات کے وقت آگ بلند کرتے۔ حضرت ضرار بن ازرو اور حضرت سعید بن زید اپنے ساتھیوں کے ساتھ قلعہ کے بند دروازوں کا محاصرہ کیئے ہوئے تھے۔ انھوں نے بعض کو پکار کر کہا کہ یہ دھواں کسی بڑے امر پر دلالت کرتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہمارے سردار حضرت ابو عبیدہ سخت مصیبت میں گرفتار ہوئے ہوں اور ہماری کمک طلب کرنے کے لئے انھوں نے دھواں بلند کر کے ہمیں بلایا ہو۔ یہ خیال آتے ہی باب جبلی سے حضرت سعید بن زید اور باب شام سے حضرت ضرار بن ازرو اپنے ساتھیوں کے ساتھ برق رفتاری سے روانہ ہوئے اور فوراً باب وسط پر آ پہنچے۔

باب وسط پر جنگ شباب پر تھی لڑائی کی آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ نیزوں کے پھل اور تلواروں کی نوکیں چمک رہی تھیں۔ حضرت ابو عبیدہ کا گروہ سخت مصیبت میں گرفتار تھا۔ رومی بڑے جوش و خروش میں تھے اور ان کو اسلامی لشکر پر غالب ہو جانے کا یقین تھا کہ دفعۃً حضرت سعید اور حضرت ضرار کے لشکر تکبیر و تہلیل کی صدائیں بلند کرتے ہوئے آ پہنچے۔ رومی اس وقت قلعہ کی دیوار اور اسلامی لشکر کے کیمپ کے درمیان تھے اب صورت حال یہ ہوئی کہ حضرت سعید اور حضرت ضرار کے لشکر قلعہ کی دیوار کی طرف سے آئے لہذا اب رومی لشکر دو سمت سے اسلامی لشکر کے بیچ میں واقع ہو گیا اسلامی لشکر کے کیمپ کی سمت حضرت ابو عبیدہ کا لشکر تھا اور قلعہ کی دیوار کی سمت میں سعید اور حضرت ضرار کے لشکر حائل ہیں۔ رومی لشکر اب نہ آگے بڑھ سکتا ہے اور نہ پیچھے ہٹ سکتا تھا۔ دونوں طرف سے مجاہدوں نے شدید حملہ شروع کیا۔ کمک آ جانے کی اطلاع ملتے ہی حضرت ابو عبیدہ کا لشکر اب دوہرے جوش سے قتال کرنے لگا۔ قلعہ کی دیوار کی جانب سے حضرت سعید اور حضرت ضرار نے ایسا سخت حملہ کیا کہ حاکم ہرئیس بوکھلا گیا۔ دونوں سمت سے مجاہدوں نے رومیوں کے سروں کو تن سے جدا کرنا شروع کیا حاکم ہرئیس نے چلا کر رومیوں سے کہا کہ عربوں نے مکر و فریب کر کے ہم کو اس طرح نزعہ میں لیا ہے کہ ہمارے اور قلعہ کے درمیان ان کا لشکر حائل ہو گیا ہے۔ لہذا اب سختی سے لڑو اور داد شجاعت دو لیکن رومی زیادہ وقت ٹھہر نہ سکے پیٹھ دکھا کر بھاگنا شروع کیا لیکن قلعہ کی طرف بھی بھاگ نہ سکتے تھے کیونکہ وہاں حضرت سعید اور حضرت ضرار کا لشکر موت کا طمانچہ مارنے کے لئے کھڑا ہوا تھا۔ لہذا رومی لشکر کے سپاہی میدان جنگ کے بائیں جانب سے پہاڑ کی طرف بھاگے۔ حاکم ہرئیس بھی فرار ہونے والوں میں شامل تھا۔ حالانکہ مجاہدوں نے حاکم ہرئیس کو ڈھونڈھ کر ختم کر دینے کی بہت کوشش کی لیکن وہ اپنے محافظوں کے درمیان محصور ہونے کی وجہ سے ہاتھ نہ آیا۔ اور پہاڑ کی طرف بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ حاکم ہرئیس مغرور رومیوں کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور پہاڑ پر واقع ایک مضبوط غار کے حصار میں پناہ گزیر ہو گیا۔

◎ حضرت سعید بن زید کا حاکم ہرہیس کا پہاڑ تک تعاقب

جب باب وسط پر رومیوں نے ہزیمت اٹھائی اور حاکم ہرہیس اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پہاڑ کے حصار کی طرف بھاگ رہا تھا تو حضرت سعید بن زید نے اس کو بھاگتے ہوئے دیکھ لیا۔ لہذا حضرت سعید پانچ سو (۵۰۰) سواروں کو لے کر تعاقب کرتے ہوئے پہاڑ کے حصار تک پہنچ گئے۔ ہزاروں کی تعداد میں رومی پہاڑ کے حصار میں پناہ گزیں تھے۔ مجاہدوں نے پہاڑ کے حصار کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور تمام رومی حصار میں قید کی حالت میں تھے۔ کسی کے ساتھ کھانا اور پانی نہیں تھا لہذا سخت تکلیف میں مبتلا تھے لیکن مجاہدوں کے خوف سے حصار کے باہر نکلنے کی کسی کی بھی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ کچھ عرصہ اس طرح حصار میں ٹھہرنے کے بعد جب رومیوں کو پتہ چلا کہ ہم کو گھیرنے والے مسلمان بہت ہی قلیل تعداد میں ہیں اور ہم ہزاروں کی تعداد میں ہیں تو ان کو جرأت ہوئی۔ ہتھیار تو ان کے ساتھ موجود تھے لہذا وہ تمام مجتمع ہو کر حصار سے نکلے اور دفعۃً مجاہدوں پر حملہ کر دیا۔ رومیوں نے اپنی جان پر کھیل کر حملہ کیا تھا اور موت کی لڑائی لڑنے پر آمادہ ہوئے تھے لیکن مجاہدوں نے ثابت قدمی سے مقابلہ کر کے لڑائی کے فن دکھائے۔ فریقین میں شدت کی جنگ جاری تھی اور مجاہدین ابتلائے مصیبت و پریشانی میں تھے۔ کئی مجاہد شہید ہوئے اور بہت سے زخمی۔

حضرت مصعب بن عدی تنوخی بھی حضرت سعید بن زید کے ہمراہ تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ رومیوں کا حملہ بہت شدید ہے اور انھوں نے یہ طمع کی ہے کہ تمام مجاہدوں کو لقمہ اجل بنادیں تو وہ میدان جنگ سے نکل کر تیز رفتار گھوڑے پر بعلبک کے قلعہ کے باب وسط پر آئے اور آتے ہی زور زور سے پکارنا شروع کیا کہ اے گروہ مومنین! تمہارے بھائی سخت مصیبت میں گرفتار ہیں ان کی مدد کے لئے جلدی چلو۔ حضرت ابو عبیدہ نے جب یہ آواز سنی تو حضرت مصعب بن عدی کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ اے ابن عدی! تمہارے پیچھے کیا حال ہے؟ حضرت مصعب نے تمام کیفیت بتائی۔ حضرت ابو عبیدہ نے حضرت ضرار بن ازور کو حکم دیا کہ آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ فوراً پہاڑ کے حصار پر پہنچ کر اپنے دینی بھائیوں کی مدد کرو۔

حضرت ابو عبیدہ نے حضرت ضرار کے ساتھ تیر اندازوں کے گروہ کو بھی روانہ فرمایا حضرت ضرار بن ازور جب پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے تو وہاں بڑا نازک مرحلہ درپیش تھا۔ اسلامی لشکر کے مجاہدوں کو رومیوں نے چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا اسلامی لشکر کے ستر مجاہدوں کو رومیوں نے شہید کر دیا تھا اور باقی تمام مجاہد بری طرح زخمی تھے، کچھ بیہوش پڑے تھے۔ ان تمام کو بھی شہید کر دینے کی رومیوں نے طمع کی تھی کہ عین وقت حضرت ضرار بن ازور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پہنچ گئے اور جاتے ہی مثل شیر رومیوں پر ٹوٹ پڑے شمشیر زنی اور نیزہ بازی کے جوہر دکھا کر کثیر تعداد میں رومیوں کو خاک و خون میں ملا دیا۔ حاکم ہرہیس اپنے ساتھیوں کو لے کر واپس حصار میں گھس گیا۔ مجاہدوں نے پھر ایک مرتبہ رومیوں کو حصار میں قید جیسی حالت میں کر دیا۔ مجاہدوں نے حصار کے گرد سخت پہرا بٹھا دیا، کوئی بھی رومی حصار سے اپنا سر نکالتا تو مجاہد فوراً تیر چلاتے اور اس کو زخمی یا کشتہ کر دیتے تھے۔

جب شام کا وقت قریب ہوا تو حضرت ابو عبیدہ نے حضرت سعید بن زید کو کہلا بھیجا کہ رات کے وقت حصار کا پہرہ دینے میں بہت ہی احتیاط رکھیں اور حصار سے ایک بھی رومی بھاگنے نہ پائے۔ حضرت سعید نے سوجا مجاہدوں کو لکڑیاں جمع کرنے بھیجا تھوڑی دیر میں لکڑیوں کا ڈھیر جمع ہو گیا۔ حضرت سعید نے رات بھر لکڑیاں جلائے رکھنے کا حکم دیا۔ تاکہ سخت سردی میں مجاہدین اپنے بدن کو سینکتے رہیں اور آگ کی روشنی میں رومیوں پر کڑی نگرانی بھی کی جاسکے تاکہ کسی کو اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر بھاگنے کا موقع نہ ملے۔ حضرت سعید بن زید رات بھر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حصار کے گرد تکبیر و تہلیل کہتے ہوئے گھومتے رہے اور سخت نگرانی کی خدمت انجام دی۔ حصار میں چھپے ہوئے رومیوں کی حالت بہت خراب تھی۔ بھوک اور پیاس کی وجہ سے ان کا برا حال تھا علاوہ ازیں سخت سردی میں ان کے جسم شل ہو گئے تھے کیوں کہ کسی کے ساتھ اوڑھنا بچھونا نہیں تھا۔ بڑی مشکل سے توبہ تلا کر کے رات بسر کی۔ صبح حاکم ہرہیس نے اپنے بطارقہ سے مشورہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر اسی طرح ہم حصار میں مقید رہے تو ہم تمام بھوک، پیاس اور سردی کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں گے۔ میری رائے یہ ہے کہ اب ہم ان عربوں سے صلح کر لیں۔ تمام نے ہرہیس حاکم کی رائے سے اتفاق کیا۔ چنانچہ حاکم ہرہیس حصار کے کنارے پر آیا اور اپنا سر باہر

نکال کر پکار کر کہا کہ اے گروہ عرب! میں حاکم ہرئیس ہوں اور تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ چند مجاہدین اپنے ساتھ ترجمان لے کر اس کے قریب گئے اور بواسطہ ترجمان پوچھا کہ کیا کہنا چاہتا ہے؟ ہرئیس نے کہا کہ اگر تمہارے سردار مجھ کو امان دیں تو میں ان کے سامنے آکر کچھ صلح کے تعلق سے بات کرنا چاہتا ہوں۔

ترجمان نے حضرت سعید بن زید کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ حضرت سعید نے فرمایا کہ حصار سے میرے پاس آنے اور پھر مجھ سے گفتگو کرنے کے بعد واپس حصار میں جانے تک اس کے لئے امان ہے۔ ترجمان نے آکر ہرئیس کو مطلع کیا۔ چنانچہ حاکم ہرئیس نے اپنا قیمتی لباس اتار کر بکریوں اور بھیڑوں کے اُون سے بنا لباس زیب تن کیا اور اپنے ہتھیار حصار میں چھوڑ کر خالی ہاتھ بحالت ذلت حضرت سعید بن زید کے پاس آیا۔ حاکم ہرئیس نے صوف کا لباس اپنی ذلت و خواری کے اظہار کے لئے پہنا تھا۔ ہرئیس نے حضرت سعید سے کہا کہ میں نے اب جنگ کا ارادہ بالکل ترک کر دیا ہے اور تمہارے پاس اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ اپنے اور اہل بعلبک کے لئے تم سے صلح کر کے امان حاصل کروں۔ حضرت سعید نے فرمایا کہ صلح دو شرطوں پر ممکن ہے۔ یا تو تم ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ، اس صورت میں تمہارا اور ہمارا حال یکساں ہو جائے گا اور اگر تم کو دین اسلام اختیار کرنے سے انکار ہے تو جزیہ ادا کرو اور ساتھ میں یہ بھی عہد و پیمان کرو کہ اسلامی لشکر کی مخالفت نہ کرو گے اور نہ ہی ہمارے دشمنوں کا ساتھ دو گے۔ حاکم ہرئیس نے کہا کہ مجھے تمہاری دوسری شرط منظور ہے، میں اسی وقت صلح کرنے پر آمادہ ہوں۔ حضرت سعید نے فرمایا کہ صلح کرنے کا اختیار صرف ہمارے سردار حضرت ابو عبیدہ کو ہے۔ اگر صلح کرنی ہے تو ان کی خدمت میں جانا پڑے گا۔ اگر تم آنا چاہو تو میں تم کو اپنی ذمہ داری اور امان میں لے چلوں گا۔ اگر کسی وجہ سے صلح واقع نہ ہوئی تب بھی تم کو پہاڑ کے حصار تک واپس اپنی حفاظت میں پہنچا دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔

حضرت سعید بن زید کے وعدے پر اعتماد کر کے ہرئیس حضرت ابو عبیدہ کے پاس آنے کے لئے رضا مند ہو گیا۔ حضرت سعید اس کو لے کر بعلبک کے قلعہ پر آئے۔ اس وقت

حضرت ابو عبیدہ کے حکم سے اسلامی لشکر نے بعلبک کے قلعہ پر سخت حملہ جاری رکھا تھا۔ اہل بعلبک قلعہ کی دیوار سے روتے اور چلاتے تھے اور شہر میں لڑنے والے سپاہی بھی موجود نہ تھے۔ شہری اور تاجر مرد، بچے، بوڑھے اور عورتیں مارے ڈر کے تھر تھر کانپتے تھے اور رو رو کر اپنا سینہ اور سر پیٹتے تھے۔ اسلامی لشکر کے حملے کا جواب دینے کی ان میں مطلق سکت و استطاعت نہ تھی۔ جب حضرت سعید بن زید کے ہمراہ آکر حاکم ہرئیس نے اہل شہر کی پراگندہ حالت دیکھی تو افسوس و رنج کے عالم میں سر کو بلانے لگا اور اپنے دانتوں سے اپنی ہی انگلیاں کاٹنے لگا۔

○ فتح قلعہ بعلبک

جب حاکم ہرئیس حضرت سعید بن زید کے ساتھ حضرت ابو عبیدہ کے پاس آیا تو حضرت مرقال بن عتبہ قلعہ کی دیوار کے قریب گئے اور اہل بعلبک سے کہا کہ تمہارا سردار اس وقت ہمارے سردار کے پاس صلح کے لئے حاضر ہوا ہے۔ اے صلیب کے پوجنے والو! اگر تم ہم سے صلح نہ بھی کرتے تب بھی ہم تمہارے شہر پر قابض ہو جاتے۔ کیونکہ ہمارے مقدس نبی، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو پورا ملک شام فتح ہونے کے وعدہ الہی کی بشارت دی ہے اور ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نکلی ہوئی بات کو اللہ تبارک و تعالیٰ پوری فرماتا ہے:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب

یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

(از: - امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

اہل بعلبک نے کہا کہ ہمارے بطریق ہرئیس نے خوانخواہ جنگ مول لے کر ہم کو ہلاکت میں ڈال دیا ہے اگر وہ پہلے سے ہی صلح پر آمادہ ہو جاتا تو ہم کو یہ دن دیکھنے کی نوبت نہ آتی۔ پھر انہوں نے خوف و ڈر کی وجہ سے رونا اور چیخنا شروع کیا اور بلند آواز سے "لَفُؤْنَ لَفُؤْنَ" یعنی امان، امان پکار کر امان طلب کرنے لگے۔

◎ حاکم ہرہیس نے حضرت ابو عبیدہ سے ایک عجیب بات کہی

صلح کی گفتگو کا آغاز کرنے سے پہلے بعلبک کے حاکم ہرہیس نے حضرت ابو عبیدہ سے ایک عجیب و غریب بات کہی۔ جو علامہ واقدی کی کتاب میں یوں درج ہے:

”اور کہا اس نے کہ بہ تحقیق میں نے جانا تھا اس امر کو کہ تم بہت ہو تعداد میں۔ اس سے کہ جتنے تم ہو اور خیال میں آتا اور معلوم ہوتا تھا ہم کو تمہاری لڑائی کے وقت اور ہنگام اٹھانے شدت کے تمہاری لڑائی میں یہ کہ تم لوگ بہ تعداد سنگریزوں کے ہو کثرت میں اور ہم دیکھتے تھے سبز گھوڑوں کو کہ سران کے ہوا سے ملے ہوئے اور ان پر لوگ سبز پوش نشان لیے ہوئے سوار ہوتے تھے۔ پس جب آیا میں تمہارے بیچ میں نہیں دیکھتا ہوں میں کوئی چیز اس میں کی اور دیکھتا ہوں میں تم لوگوں کو اب تھوڑی تعداد میں اور نہیں جانتا ہوں میں کہ کیا کام کیا ان لوگوں نے اور کیا ہوئے۔ آیا انہیں لوگوں کو بھیجا ہے تم نے بجانب عین الحبر یا اور کسی طرف۔ پس سامنے آئے اس کے ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کہا مترجم سے کہ کہہ تو اس سے کہ سختی ہو تجھ پر ہم لوگ گروہ مسلمانوں کی ہیں بہت دکھاتا ہے اللہ تعالیٰ ہماری تعداد کو مشرکین کی آنکھوں میں اور مدد دیتا ہے ہم کو ساتھ سرفروشتوں کے جیسا کہ اس نے ہمارے ساتھ بدر کی لڑائی میں کیا تھا۔“ (حوالہ:- فتوح الشام، از علامہ واقدی، ص: ۱۸۲)

یعنی حاکم ہرہیس نے کہا کہ جب ہماری اور تمہاری جنگ ہو رہی تھی تب میں نے دیکھا تھا کہ تمہارے لشکر کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ سبز رنگ کے گھوڑوں پر سبز کپڑوں میں ملبوس اور ہاتھ میں نشان لے کر لڑنے والے کافی تعداد میں نظر آتے تھے لیکن اس وقت ان میں کا کوئی ایک بھی نظر نہیں آتا اور تمہاری تعداد بھی بہت کم معلوم ہوتی ہے۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دشمنوں کی نظر میں ہماری تعداد بہت زیادہ دکھاتا ہے اور جس طرح جنگ بدر میں فرشتوں کے ذریعے ہماری مدد فرمائی تھی اسی طرح ہماری ہر جگہ مدد فرماتا ہے۔ حضرت ابو عبیدہ نے مزید فرمایا

کہ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں پر احسان اور کرم فرما کر تمہاری بڑی بڑی جماعتوں پر ہم کو غلبہ عطا فرماتا ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا ولی اور مددگار ہے جب کہ تمہارا مددگار کوئی نہیں:

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَى لَهُمْ“ (سورہ محمد، آیت: ۱۱)

ترجمہ:- ”اس لئے کہ مسلمان کا مولیٰ اللہ ہے اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔“ (کنز الایمان)

حاکم ہرہیس نے حضرت ابو عبیدہ کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ یہی وجہ ہے کہ تم نے ملک شام کو فتح کیا ہے۔ اہل فارس، ترک اور جرمقہ نے جب ہمارے ملک پر حملہ کیا تھا تو ہم نے ان کو عاجز کر کے بھگا دیا تھا۔ علاوہ ازیں ہمارا شہر بعلبک ایسے مضبوط قلعہ والا شہر ہے کہ وہ کبھی بھی مفتوح نہ ہو سکے کیونکہ اس شہر کو حضرت سلیمان بن داؤد علیہما الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رہنے کے لئے تعمیر فرمایا ہے۔ وہ اسی شہر میں رہتے تھے اور ان کا خزانہ اور ان کا ساز و سامان بھی اسی شہر میں ہوتا تھا۔ اگر ہم خدا کی نافرمانی نہ کرتے اور معصیت و ظلم میں مبتلا نہ ہوتے تو تم سو برس تک بھی اس شہر کو فتح نہ کر سکتے لیکن اب تو جو ہوا سو ہوا۔ لہذا میری آپ سے درخواست ہے کہ تم ہم سے مصالحت کر لو۔

القصہ! حضرت ابو عبیدہ صلح کرنے پر رضا مند ہو گئے۔ دو ہزار اوقیہ سونا، چار ہزار اوقیہ چاندی، دو ہزار ریشمی کپڑے کے تھان، پانچ ہزار تلواریں، پہاڑ کی چوٹی کے حصار میں محصور رومی سپاہیوں کا تمام ہتھیار اسلامی لشکر کو دینے کی شرط پر صلح ہوئی۔

حضرت ابو عبیدہ نے حاکم ہرہیس سے فرمایا کہ زمین کا محصول اور جزیہ، یہ دونوں تم سے آئندہ سال سے وصول کیئے جائیں گے۔ صلح کر لینے کے بعد تم کسی بادشاہ یا حاکم شہر سے خط و کتابت یا کسی قسم کا کوئی رابطہ نہ رکھو گے۔ نہ ہمارے دشمن کی مدد کرو گے اور نہ ہی ہمارے دشمنوں کو پناہ دو گے اور کوئی نیا کینہ یا اگر جا بھی تعمیر نہیں کرو گے۔ حاکم ہرہیس نے ان تمام شرائط کو منظور کرتے ہوئے اپنی ایک شرط پیش کی کہ صلح کے بعد تم شہر میں نہ ٹھہرو گے۔ جن لوگوں کو تم ہماری نگرانی اور حفاظت کے لئے مقرر کرو گے وہ قلعہ کے باہر ہی ٹھہریں۔ ان

لوگوں کے لئے قلعہ کے باہر ہم ایک بازار قائم کر دیں گے جس میں ضروریات زندگی کی تمام چیزیں ملتی رہیں گی۔ یہ تجویز میں نے اس لئے پیش کی ہے کہ اگر آپ کے آدمی شہر کے اندر رہیں اور کبھی کسی سے سخت کلامی کی وجہ سے تنازع پیدا ہو جائے تو فساد کی نوبت آجائے گی اور پھر ہم ایک دوسرے پر بے وفائی، بدعہدی اور عہد شکنی کا الزام لگائیں گے۔ لہذا پہلے سے ہی احتیاط برت کر یہ امر طے کر لیں کہ تمہارے آدمی قلعہ کے باہر ہی مقیم رہیں تاکہ فتنہ و فساد کا دروازہ ہی کبھی نہ کھلے۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ تمہاری یہ شرط مجھ کو منظور ہے۔ ہم کو تمہارے شہر میں مقیم رہنے کی کوئی حاجت نہیں۔

اس قرارداد کے بعد ہر بیس قلعہ کی دیوار کے قریب گیا۔ ہر بیس نے قلعہ کی دیوار پر کھڑے لوگوں کو پکار کر کہا کہ اب گھبرانے کی کوئی بات نہیں صلح ہو گئی ہے۔ پھر ہر بیس نے صلح کے تمام شرائط اپنی قوم کو سنائے۔ قوم نے کہا کہ تم نے جس قدر مال مسلمانوں کو دینے کا فیصلہ کیا ہے ہم اتنا مال دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ہر بیس نے کہا کہ میں تمام بوجھ تم پر نہیں ڈالوں گا بلکہ کل مال کا چوتھائی حصہ اپنے ذاتی مال سے ادا کروں گا۔ ہر بیس کی اس سخاوت پر اہل بعلبک خوش ہو گئے اور انہوں نے شہر کے دروازے کھول دیئے۔ ہر بیس شہر میں داخل ہوا لیکن شرط کے مطابق اسلامی لشکر کا ایک بھی شخص شہر میں داخل نہیں ہوا۔ بلکہ تمام مجاہدین قلعہ کے باہر مقیم رہے۔

پھر حضرت ابو عبیدہ نے حضرت سعید بن زید کو حکم دیا کہ پہاڑ کی چوٹی کے حصار میں جو بھی رومی سپاہی مقید ہیں انہیں مع مال و سامان اور ہتھیاروں کے اسلامی لشکر کے کیمپ میں لے آؤ۔ حکم کے بموجب تمام رومی سپاہی لائے گئے۔ صلح کی شرط کے مطابق ان تمام کا ہتھیار لے لیا گیا اور ان تمام کو یرغمال بنا کر اسلامی لشکر کے کیمپ میں قید رکھا گیا۔ بارہ دن کے بعد صلح کی شرط میں جو مال دینے کا وعدہ ہوا تھا ہر بیس وہ مال لے کر حاضر ہوا۔ حضرت ابو عبیدہ نے تمام رومی نظر بند قیدیوں کو رہا فرما دیا۔ پھر حضرت ابو عبیدہ نے حضرت رافع بن عبد اللہؓ سہمی کو پانچ سو سوار اور چار سو پیدل سپاہی ملا کر کل نو سو لوگوں پر سردار مقرر کر کے ان کو بعلبک کے قلعہ کے باہر ٹھہرایا تاکہ وہ خراج و جزیہ وصول کریں، اہل بعلبک کی نگرانی و حفاظت کریں اور ان کو

دین اسلام کی خوبیوں سے واقف کراتے رہیں۔

روانہ ہوتے وقت حضرت ابو عبیدہ نے آیات قرآن کی روشنی میں پسند و نصائح پر مشتمل ہدایات و تاکید فرمائی اور عدل و انصاف کرنے، تواضع و انکساری اختیار کرنے، عبادت و ریاضت میں رغبت کرنے اور ظلم و ستم، تکبر و غرور اور گناہ و معصیت سے احتراز و اجتناب کرنے کی نصیحت فرمائی اور رومیوں کے ساتھ کیئے ہوئے عہد و پیمان پر قائم رہ کر عہد شکنی اور وعدہ خلافی سے بچنے کی تاکید فرمائی اور خصوصاً اس بات پر زور دیا کہ کوئی بعلبک شہر میں داخل نہ ہو۔ کیونکہ ہم نے ان سے صلح کرتے وقت اس شرط پر عمل کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ پھر ان کو دعائے خیر و برکت سے نواز کر حضرت ابو عبیدہ اسلامی لشکر کو لے کر حمص کی جانب روانہ ہوئے۔

★ اب تک اسلامی لشکر کے ہاتھوں فتح ہونے والے مقامات

(۱) اِکرہ (۲) سخنہ (۳) تدمر (۴) حوران (۵) بصرہ (۶) بیت لہیا (۷) اجنادین (۸) دمشق (۹) حصن ابی القدس (۱۰) جوسیہ (۱۱) حمص (۱۲) شیرز (۱۳) رستن (۱۴) حمات (۱۵) قنسرین (۱۶) بعلبک

◎ اہل بعلبک کی درخواست پر مجاہدوں کا شہر میں دخول

حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے حضرت رافع بن عبد اللہؓ کو سو مجاہدوں کے ہمراہ بعلبک کے قلعہ کے باہر ٹھہرنے کا حکم دیا تھا اس کی حضرت رافع نے سختی سے پابندی کی۔ قلعہ کے باہر مجاہدوں نے خیمے نصب کر لیے تھے۔ رومیوں نے مجاہدوں کی فرود گاہ کے قریب ایک بازار قائم کر دیا تھا۔ مجاہدین ضروریات زندگی کی اشیائے صرف اسی بازار سے مول لیتے تھے اور کوئی مجاہد شہر میں پاؤں تک نہیں رکھتا تھا۔ علاوہ ازیں حضرت رافع بن عبد اللہؓ اپنے ماتحت مجاہدوں کو سوسو کے گروہ میں الگ الگ مقامات پر تاخت و تاراج کرنے بھیجا کرتے تھے اور جو مال

غنیمت حاصل ہوتا تھا اسے بھی قلعہ کے باہر والے بازار میں فروخت کرتے تھے۔ لہذا اس بازار میں خرید و فروخت کا تجارتی معاملہ بہت اچھی طرح چلا اور رومی تاجروں نے کافی منافع حاصل کیے۔ رومی تاجروں نے تجارتی معاملے میں مجاہدوں کی دیانتداری، راست گوئی، مروّت و احسان، عدل و انصاف، خوش معاملگی اور حسن سلوک سے بہت ہی متاثر ہوئے۔ اسی طرح بغیر کسی اختلاف و تنازع کے آرام سے دن کٹنے لگے اور اہل بلبلک مجاہدوں کے اخلاقی محاسن کی تعریف و توصیف کرنے لگے۔

ایک دن حاکم ہرئیس نے تمام تاجروں کو بڑے کنبہ میں جمع کر کے کہا کہ عربوں سے صلح کرنے کی میں نے تم کو ترغیب دی تھی اور صلح کے عوض زرفذیہ ادا کرنے میں اپنی طرف سے چوتھائی مال دینے کی قربانی دی ہے۔ لیکن اس وقت میں حاکم شہر تھا اور میری آمدنی کے وسیع ذرائع تھے لیکن اب میں بھی تمہاری طرح عام آدمی بن گیا ہوں۔ میری حکمرانی ختم ہوگئی۔ آمدنی کے ذرائع اور وسائل بھی باقی نہ رہے۔ ذریعہ معاش کچھ نہیں رہا اور میں معاشی تنگی سے دوچار ہوں۔ یہ صورت درپیش ہونے کی صرف ایک ہی وجہ ہے کہ اہل بلبلک کی خیر خواہی کے لئے میں نے فراخ دلی سے مالی قربانی دے دی۔ اور تم ان عربوں سے کافی نفع کما رہے ہو لہذا تم مجھے بھی اپنی آمدنی میں شریک کر لو تا کہ جو کچھ میں نے صلح کے ضمن میں خرچ کیا ہے اس کا مجھے معاوضہ اور نعم البدل مل جائے۔ حاکم ہرئیس کی اس درخواست پر تمام تاجروں نے متفقہ طور پر یہ طے کیا کہ ہر تاجر اپنی خالص آمدنی سے دسواں حصہ حاکم ہرئیس کو دیتا رہے گا۔ ہرئیس نے تاجروں سے آمدنی کا دسواں حصہ وصول کرنے کے لئے ایک ملازم مقرر کر دیا جو تاجروں سے عشر (۱۰%) وصول کر کے ہرئیس کو پہنچا دیتا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں ہرئیس کے پاس بہت مال جمع ہو گیا اور اس کی تجوری چھلگ گئی۔ اب حاکم ہرئیس کی لالچ اور طمع مزید بڑھی لہذا اس نے پھر ایک مرتبہ تمام تاجروں کو کنبہ میں جمع کر کے کہا کہ دسویں حصے میں میرا کام نہیں چل سکتا۔ یہ تو بہت تھوڑا ہے لہذا اب سے تم مجھے چوتھائی حصہ (۲۵%) آمدنی کا دیا کرو۔ ہرئیس کی اس بیجا طلب پر بلبلک کے تاجروں نے سخت مخالفت اور انکار کیا لیکن حاکم ہرئیس اپنے ہمواروں اور حامیوں کے زور پر اپنی بات پر اٹل رہا اور چوتھائی حصہ لینے پر مصر رہا۔ نتیجہ یہ ہوا

کہ فریقین میں بحث و تکرار کا آغاز ہوا اور پھر گفتگو میں تیزی اور ترشی آئی اور نوبت تو تو، میں تک پہنچی۔ لہذا ایک زبردست شور و غل بلند ہوا اور ایک ہنگامہ مچ گیا۔ قلعہ کے باہر مجاہدوں نے جب شہر میں شور و غل بلند ہوتا سنا تو تمام مجاہد حضرت رافع بن عبد اللہ کے پاس آئے اور اطلاع دی کہ شہر میں ہنگامہ برپا ہو گیا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہم جا کر معلوم کر آئیں کہ معاملہ کیا ہے؟ حضرت رافع نے جواب دیا کہ میں بھی ہنگامے کا شور سن رہا ہوں لیکن ہمارے سردار نے ان سے صلح کرتے وقت اس بات کا وعدہ دیا ہے کہ ہمارا کوئی بھی آدمی شہر میں داخل نہیں ہوگا لہذا ہمارے لئے جائز نہیں کہ ہم شہر میں داخل ہوں۔

تھوڑی دیر کے بعد چند رومی تاجر اور روسائے قوم حضرت رافع بن عبد اللہ کے پاس آئے اور کہا کہ اے عربی برادر! ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ تم ہمارا انصاف کر دو۔ حضرت رافع نے پوچھا کہ معاملہ کیا ہے؟ رومیوں نے حاکم ہرئیس کی حصہ داری کی تمام روداد کہہ سنائی۔ حضرت رافع نے پوچھا کہ اب تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا اے برادر عربی! ہمارے کچھ جو شیلے و جوانوں نے طیش میں آ کر ہرئیس کو قتل کر ڈالا ہے، اب تم ہمارے شہر میں داخل ہو کر شہر کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لو۔ حضرت رافع نے جواب دیتے ہوئے فرمایا ہمارے سردار حضرت ابو عبیدہ نے ہم کو شہر میں داخل ہونے کی ممانعت فرمائی ہے۔ لہذا جب تک ان سے اجازت نہیں ملتی ہم شہر میں داخل نہیں ہو سکتے۔ ہم اپنے سردار کی عدم موجودگی میں بھی ان کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔ اہل بلبلک نے حضرت رافع سے بہت ہی منت سماجت کی مگر حضرت رافع ٹس سے مس نہیں ہوئے اور حضرت ابو عبیدہ کی اجازت کے بغیر شہر میں داخل ہونے سے انکار کر دیا۔ تمام مجاہدوں کی پابندی عہد اور وفاداری دیکھ کر رومی داد تحسین دینے لگے۔ پھر حضرت رافع نے حضرت ابو عبیدہ کی خدمت میں بذریعہ قاصد خط لکھ کر صورت حال سے آگاہ کیا۔ حضرت ابو عبیدہ نے جواب لکھا کہ جب اہل شہر تم سے شہر میں داخل ہونے کا اصرار کرتے ہیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اور میری طرف سے تم کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت ہے۔ چنانچہ حضرت رافع بن عبد اللہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ قلعہ بلبلک میں داخل ہوئے اور شہر کے انتظامی امور سنبھال لئے۔

جنگ حمص (باراول)

قتسرین کی فتح کے بعد حضرت ابو عبیدہ بعلبک کی طرف گئے اور حضرت خالد بن ولید کو حمص کے قلعہ کا محاصرے کرنے کے لئے بھیج دیا۔ جنگ بعلبک کے وقت حضرت خالد حمص میں ہی تھے۔ حمص کے قلعہ میں رومیوں نے وافر تعداد میں سامان جنگ، غلہ، اور دیگر اشیاء صرف جمع کر رکھی تھیں۔ نیز ہر قل بادشاہ نے حمص کی حفاظت کے لئے مرلیس نام کے بطریق کو مع لشکر حمص بھیج دیا تھا۔ بطریق مرلیس ہر قل بادشاہ کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ لڑائی کے فن کا ضرب المثل ماہر تھا۔ اس کی دلیری اور بہادری کے پورے ملک شام میں گیت گائے جاتے تھے۔ جب بعلبک کا قلعہ فتح ہو گیا تو حضرت ابو عبیدہ نے حضرت خالد بن ولید کی کمک کرنے کے ارادے سے اسلامی لشکر کو حمص کی طرف کوچ کا حکم دیا۔ حضرت ابو عبیدہ بعلبک سے روانہ ہو کر جوسیہ نامی مقام پر پہنچے۔ جوسیہ والوں نے اسلامی لشکر سے پہلے صلح کر لی تھی لیکن اب صلح کی مدت پوری ہونے والی تھی۔ حاکم شہر جوسیہ کو جب معلوم ہوا کہ اسلامی لشکر جوسیہ کے قریب ٹھہرا ہوا ہے تو وہ بہت سارے تحائف و ہدایا لے کر حضرت ابو عبیدہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صلح کی تجدید کی۔ اور بہت ہی اصرار کر کے اسلامی لشکر کو جوسیہ شہر میں لے آیا اور ایک دن بطور مہمان ٹھہرا کر خاطر تواضع کی۔ جوسیہ میں ایک دن قیام کرنے کے بعد حضرت ابو عبیدہ اسلامی لشکر کو لے کر حمص کی طرف آگے بڑھے اور جب زراعہ نامی مقام پر پہنچے تو انہوں نے اسلامی لشکر کو وہاں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ پھر حضرت ابو عبیدہ نے حضرت میسرہ بن مسروق عیسیٰ کو پانچ ہزار سواروں کے ساتھ مقدمۃ الجیش کی حیثیت سے بجانب حمص روانہ کیا۔ ان کے روانہ ہونے کے بعد حضرت ضرار بن ازور اور حضرت عمرو بن معدی کرب زبیدی کو یکے بعد دیگرے پانچ پانچ سواروں کے ساتھ حمص روانہ کیا۔ پھر باقی ماندہ لشکر کے ساتھ حضرت ابو عبیدہ بھی حمص کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت خالد بن ولید پہلے ہی سے حمص میں موجود تھے۔ انہوں نے اسلامی لشکر کی تمام فسطوں کا استقبال کیا۔ اسلامی لشکر

نے نہر کے کنارے اپنا کیمپ قائم کیا۔

○ اہل حمص کو حضرت ابو عبیدہ کا خط اور جنگ کی تیاریاں

حضرت ابو عبیدہ نے حمص کے حاکم مرلیس کے نام ایک خط لکھا۔ اس کا مضمون بعینہ بعلبک والوں کے خط کی طرح تھا۔ حضرت ابو عبیدہ نے ایک رومی معاہدی کو وہ خط دے کر حاکم حمص کی طرف روانہ کیا۔ وہ رومی معاہدی قلعہ کی دیوار کے قریب گیا۔ حمص کے قلعہ کی دیوار پر حاکم مرلیس نے تیر اندازوں کو تعینات کر رکھا تھا۔ تیر اندازوں نے رومی معاہدی کو قلعہ کی دیوار کے قریب آتا دیکھ کر کمان میں تیر چڑھائے اور معاہدی پر نشانہ باندھا اور تیر چلانے کا ارادہ کرتے تھے کہ معاہدی نے چلا کر کہا کہ اے میری قوم! اپنے ہاتھ روکو اور توقف کرو۔ میں بھی تمہاری قوم کا فرد ہوں۔ میرے پاس بطریق مرلیس کے نام اسلامی لشکر کے سردار کا خط ہے۔ تیر اندازوں نے بطریق مرلیس کو اس امر کی اطلاع دی تو اس نے قاصد کو رسی کے ذریعہ قلعہ کے اوپر کھینچ لینے کا حکم دیا۔ فوراً حکم کی تعمیل کی گئی۔ معاہدی قاصد نے جانے کے ساتھ ہی حاکم مرلیس کو تعظیم کا سجدہ کیا اور پھر خط دیا۔ مرلیس نے معاہدی سے پوچھا کہ کیا تو عربوں کے دین میں داخل ہو گیا ہے؟ معاہدی نے کہا نہیں بلکہ میں دین مسیح پر قائم ہوں، البتہ میں نے اپنے اور اہل و عیال کے لئے ان سے امان حاصل کر لی ہے۔ پھر اس معاہدی نے اسلامی لشکر کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ میں نے مسلمانوں کو نیک دل، بامروت، رحم دل، وعدے کے سچے، عدل و انصاف کرنے والے اور ظلم و زیادتی سے اجتناب کرنے والے پائے ہیں۔ لڑائی میں ان کی دلیری کا یہ عالم ہے کہ وہ موت کی بالکل پرواہ نہیں کرتے جہاد کرتے ہوئے مرجانا ان کے نزدیک زندگی سے بہتر ہے۔ قسم ہے حق مسیح کی! میرے دل میں قوم روم کی محبت و ہمدردی ہے اس لئے میں تم کو مشورہ دیتا ہوں کہ تم عربوں سے جنگ مت کرو بلکہ جزیہ دے کر ان سے صلح کر لو کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر تم نے ان سے لڑائی مول لی تو وہ تم کو تاخت و تاراج کر دیں گے۔

بطریق مرلیس نے معاہدی قاصد کی زبانی مسلمانوں کی تعریف اور صلح کی رائے سنی تو

غصہ سے لال پیلا ہو گیا۔ قاصد کو تند لہجہ میں ڈانٹتے ہوئے کہا کہ تو نے میرے فرش پر کھڑے رہ کر میرے دشمنوں کی تعریف کر کے ان کی اہمیت بتائی ہے۔ قسم ہے دین مسیح کی! اگر تو اپیلچی نہ ہوتا تو میں تیری زبان کاٹ لینے کا حکم دیتا لہذا اب ایک لفظ بھی اپنی زبان سے مت بولنا ورنہ تیرا برا حشر کروں گا۔ معاہدی قاصد بطریق مرلیں کی دھمکی سن کر خاموش ہو گیا۔ پھر مرلیں نے ترجمان کو بلا کر خط پڑھنے کا حکم دیا۔ خط کا مضمون سماعت کرنے کے بعد مرلیں نے ترجمان کو عربی زبان میں جواب لکھنے کا فرمان جاری کیا۔ مرلیں کے ترجمان نے جوابی خط کی ابتداء میں کلمہ کفر لکھنے کے بعد یہ لکھا:

”أَمَّا بَعْدُ، يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ! فَإِنَّهُ قَدْ وَصَلَ إِلَيْنَا كِتَابُكُمْ وَعَلِمْنَا مَا فِيهِ مِنَ التَّحْدِيدِ وَلَا بُدَّ لَنَا مِنَ الْحَرْبِ وَالْقِتَالِ، وَالسَّلَامُ“

ترجمہ:- ”لیکن بعد اس کے۔ اے گروہ عرب! بہ تحقیق پہنچا ہمارے پاس تمہارا خط اور جانا ہم نے اس چیز کو جو اس میں دھمکی ہے۔ اور ضرور لازم ہے ہم کو لڑائی اور قتال والسلام“

پھر قاصد کو خط دے کر رسی کے ذریعہ نیچے اتار دیا۔ قاصد معاہدی مرلیں کا خط لے کر حضرت ابو عبیدہ کے پاس آیا۔ حضرت ابو عبیدہ نے حاکم مرلیں کا خط اسلامی لشکر کے سرداروں کو پڑھ سنایا اور باتفاق رائے حمص کے قلعہ پر حملہ کرنا طے پایا۔

حضرت ابو عبیدہ نے اسلامی لشکر کے سردار حضرت یزید بن ابی سفیان، حضرت مرقال ہاشم بن عتبہ، حضرت شرحبیل بن حسنہ اور حضرت مسیب فزاری کو شہر پناہ کے الگ الگ دروازوں پر لشکر دے کر محاصرہ کرنے بھیجا اور خود باب رستن پر حضرت خالد بن ولید کے ساتھ ٹھہرے۔ قلعہ کے ہر دروازے پر مجاہدوں نے سخت حملہ شروع کر دیا۔ رومیوں نے قلعہ کی دیوار کے اوپر سے جوابی حملہ کیا۔ دن بھر لڑائی ہوتی رہی لیکن جنگ میں کوئی نکھار یا شباب نہ آیا۔ شام تک اسی طرح بغیر نتیجہ کے جنگ ہوتی رہی۔ بالآخر آفتاب غروب ہوا۔ جنگ موقوف کی گئی اور اسلامی لشکر نہر کے کنارے اپنے کیمپ میں واپس لوٹا۔ رات مجاہدوں نے

خبر و عافیت کے ساتھ عبادت و ریاضت میں بسر کی۔



جنگ کا دوسرا دن

◎ اسلامی لشکر سے صرف غلام لڑے

اہل محص نے خط کا جواب لکھ کر لڑنے کا جوارادہ ظاہر کیا تھا وہ ازراہ تکبر اور غرور تھا۔ لہذا حضرت خالد نے رومیوں کے دماغ کی گرمی اتارنے اور ان کا گھمنڈ توڑنے کے لئے علم نفسیات کا استعمال کرتے ہوئے ایک نئی تدبیر عمل میں لاتے ہوئے لشکر کے تمام غلاموں کو جمع کیا۔ اسلامی لشکر میں غلاموں کی تعداد چار ہزار تھی۔ حضرت خالد نے تمام غلاموں سے فرمایا کہ تم سب مسلح ہو کر قلعہ کی طرف جاؤ اور حملہ کرو۔ حضرت ابو عبیدہ نے محو استعجاب ہو کر حضرت خالد سے فرمایا کہ اے ابوسلیمان! تمہاری اس تجویز سے لڑائی کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔ یہ چار ہزار غلام قلعہ پر حملہ کر کے فتح نہیں کر سکتے۔ حضرت خالد نے مؤدبانہ لہجہ میں جواب دیتے ہوئے کہا کہ اے سردار! آپ براہ کرم اپنی نرم روش پر رہیں اور مجھے میرے کام کی اجازت عنایت فرمائیں۔ میں آج غلاموں کو قلعہ فتح کرنے کی غرض سے لڑنے نہیں بھیج رہا ہوں بلکہ بند لفظوں میں ان کو پیغام دینا چاہتا ہوں کہ اے صلیب کی پوجا کرنے والو! ہماری نگاہوں میں تمہاری کوئی قدر و منزلت نہیں۔ ہمارے نزدیک تمہاری اتنی بھی اہمیت نہیں کہ تمہارے جیسے ذیلیوں اور بزدلوں سے ہم خود لڑنے نکلنے کی زحمت گوارا کریں۔ تمہاری ذلت اور سفاہت کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم نے اپنے غلاموں کو تمہارے مقابلے میں بھیجا ہے۔ حضرت ابو عبیدہ نے حضرت خالد کی اس تجویز کو بہت پسند فرمایا اور خوش ہو کر فرمایا کہ تم کو جو منظور ہے وہ مجھے بھی منظور ہے۔

حضرت خالد بن ولید نے اسلامی لشکر کے چار ہزار غلاموں کو قلعہ کا محاصرہ کرنے اسلامی کیمپ سے روانہ کیا۔ جب یہ قلعہ کے قریب ہوئے تو قلعہ کی دیوار سے مرلیں ان کو بغور دیکھنے لگا۔ مرلیں کے ساتھ حص کے بڑے بڑے بطارقہ اور روساء تھے۔ مرلیں نے ان سے کہا کہ آج قلعہ کا محاصرہ کرنے جو لوگ آئے ہیں وہ عرب معلوم نہیں ہوتے کیونکہ یہ تمام سیاہ

فام جہشی ہیں۔ کچھ ذی شعور بطارقہ نے مرلیں کو آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے ہم کو ذلیل و خوار جان کر قصد غلاموں کو لڑنے کے لئے بھیجا ہے اور ہم کو طعنہ مارا ہے۔ القصد! غلام مجاہدین نے پورا دن قلعہ کا محاصرہ کر کے حملہ کرتے رہے۔ شام تک جنگ ہوتی رہی لیکن کوئی نتیجہ حاصل نہ ہوا۔ آفتاب غروب ہونے پر جنگ موقوف کر دی گئی اور مجاہدین اسلامی لشکر کے کیمپ میں واپس لوٹے۔

رات کے وقت حاکم مرلیں نے حضرت ابو عبیدہ کے پاس اپنے ایلچی کو خط دے کر بھیجا اور اس خط میں لکھا تھا کہ آج دن میں تمہاری لڑائی سے بے رغبتی اور سستی ظاہر ہو گئی ہے۔ آج تم ہم سے لڑنے نہیں آئے تو کیا ہوا؟ آئندہ کل ہم قلعہ کے دروازے کھول کر تم سے لڑنے نکلیں گے۔



www.Markazahlesunnat.com

جنگ کا تیسرا دن

◎ عارضی صلح پر اسلامی لشکر کا کوچ

اسلامی لشکر میں غلہ ختم ہو گیا۔ نیز ضروریات زندگی کی چیزیں بھی باقی نہیں بچیں، لشکر کے کئی خیموں میں کھانے پینے کی اشیاء نہ ہونے کی وجہ سے طبخی نہیں ہوئی تھی۔ اگر لڑائی نے طول پکڑا تو سخت دشواری لاحق ہونے کا اندیشہ تھا۔ لیکن جنگ کے وسط سے میدان چھوڑ کر چلا جانا بھی مناسب نہیں تھا۔ حضرت ابو عبیدہ بہت ہی فکر مند تھے اور کوئی مناسب سبیل ڈھونڈتے تھے۔ ادھر حاکم مرلیس بھی فکر اور تشویش میں تھا کیونکہ حضرت خالد بن ولید بہت دنوں سے قلعہ کا محاصرہ کرنے آگئے تھے۔ حضرت خالد کی آمد اچانک تھی لہذا اہل حمص گھبراہٹ کے عالم میں بے جلت قلعہ میں پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ ان کا بھی بڑی مقدار میں غلہ دیگر شہروں سے آنے والا تھا، نیز ہر قل بادشاہ کے لشکر کی مزید کمک بھی آنے والی تھی لیکن اسلامی لشکر کے محاصرہ کی وجہ سے غلہ اور کمک قلعہ تک پہنچنا ناممکن تھا۔ لہذا فریقین کی حالت مساوی تھی۔ دونوں کچھ دن کے لئے موقوفی جنگ کے خواہاں تھے۔

حضرت ابو عبیدہ نے حاکم مرلیس کو بذریعہ ایچی کہلا بھیجا کہ ہم کو اگر تم پانچ دن کا غلہ و رسد دینا منظور کرو تو ہم قلعہ کا محاصرہ ترک کر کے کوچ کر جائیں۔ حاکم مرلیس یہ پیغام سن کر خوش ہو گیا۔ اس کے لئے تو من بھاتا معاملہ تھا۔ مرلیس نے قلعہ کے دروازے سے چند بطارقہ اور قسوں کو بطور نمائندہ حضرت ابو عبیدہ کے پاس گفتگو کرنے بھیجا۔ فریقین نے گفتگو کے ذریعہ یہ معاہدہ کیا کہ اہل حمص اسلامی لشکر کو پانچ دن کا غلہ و رسد دے دیں اور اسلامی لشکر یہاں کا محاصرہ ترک کر کے کوچ کر جائے۔ حضرت ابو عبیدہ نے مزید شرط یہ رکھی کہ فی الحال ہم یہاں سے دوسرے مقام چلے جائیں گے لیکن کسی دوسرے مقام کو فتح کرنے کے بعد اگر ہمارا یہاں آنے کا ارادہ ہوا تو ہم آئیں گے اور ہمارا دوسری مرتبہ آنا عہد شکنی اور وعدہ خلافی میں شمار نہ ہوگا۔ البتہ ہمارا دوسری مرتبہ یہاں آنا کسی دوسرے مقام کو فتح کرنے کے بعد ہی ہوگا

۔ بطریق مرلیس نے حضرت ابو عبیدہ کی پیش کردہ شرط کو منظور کیا اور اسلامی لشکر کے لئے پانچ دن کا راشن بھیج دیا۔ حضرت ابو عبیدہ نے حمص کے تاجروں سے مزید غلہ دانہ، چارہ وغیرہ بھی منہ مانگے داموں خریدا اور پھر اسلامی لشکر کوچ کر گیا۔



فتح رستن

اسلامی لشکر نے حمص سے کوچ کی تو اہل حمص خوشیاں منانے لگے اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ بہت بڑی مصیبت آسانی سے ٹل گئی۔ اب مہینوں تک لوٹ کر وہ یہاں نہ آئیں گے اس دوران ہم ضروریات زندگی کی چیزیں قلعہ میں جمع کر لیں گے اور ہر قل بادشاہ کی کمک بھی آجائے گی۔ ہم معاشی اور جنگی اعتبار سے بہت قوی ہو جائیں گے۔ پھر اگر عربوں کا لشکر آئے گا بھی تو ہم نیٹ لیں گے۔ اسی خیال سے اہل حمص نے اسلامی لشکر کی روانگی پر خوشی کا دن منایا۔

اسلامی لشکر حمص سے کوچ کر کے رستن آیا۔ حالانکہ سال گزشتہ فتح دمشق کے بعد اہل رستن نے ایک سال کے لئے صلح کی تھی لیکن صلح کی میعاد پوری ہو گئی تھی۔ لہذا تجدید صلح کی گفتگو کرنے کے لئے حضرت ابو عبیدہ نے رستن کے حاکم نقیطا کے پاس اپنا ایلچی بھیجا لیکن بطریق نقیطا نے صلح کی تجویز سے صاف انکار کر دیا۔ اور یہ کہا کہ ہر قل بادشاہ کے ساتھ تمہارا کیا معاملہ ہوتا ہے اسے دیکھنے کے بعد ہم صلح کے معاملے میں سوچیں گے اور فی الحال از سر نو صلح کرنا ممکن نہیں۔ رستن شہر کا قلعہ نہایت مضبوط اور بلند تھا۔ علاوہ ازیں قلعہ میں کافی تعداد میں مسلح سپاہی حفاظت کے لئے موجود تھے۔ اہل رستن بھی لڑنے کے موڈ میں تھے۔ اس قلعہ کو آسانی سے فتح کرنا ممکن نہیں تھا بلکہ لمبی لڑائی لڑنی لازمی تھی۔ لہذا حضرت ابو عبیدہ نے حدیث کے فرمان کہ **اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ** یعنی لڑائی فریب ہے پر عمل کرتے ہوئے ایک ایسی تدبیر سوچی کہ حاکم نقیطا کو جھانسا دے کر رستن کا قلعہ آسانی سے فتح کیا جاسکے۔ حضرت ابو عبیدہ نے رستن کے حاکم نقیطا کو مکر پر پیغام بھیجا کہ ہم دُور دراز کے سفر پر جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ہمارے ساتھ بہت سارا قیمتی سامان ہے اور اس سامان کا بھاری بوجھ ساتھ میں لے کر سفر کرنے میں بہت دشواری ہوتی ہے۔ لہذا اگر تم ہمارے قیمتی سامان کو کچھ عرصہ کے لئے بطور امانت اپنے پاس سنبھال کر رکھ لو تو ہم وہ سامان تمہارے یہاں چھوڑ جائیں۔ لیکن تم وعدہ کرو کہ جب ہم واپس آئیں تو

ہمارا وہ سامان ہم کو واپس دے دو گے۔

جب حاکم نقیطا کو حضرت ابو عبیدہ کی امانت سنبھالنے کا پیغام ملا تو وہ بہت خوش ہوا۔ پیٹ میں انگارے بھرنے کی نیت سے اس نے یہ سوچا کہ مسلمانوں نے ملک شام میں سونا، چاندی، جواہرات، وغیرہ بہت سا مال غنیمت جمع کیا ہے وہ سامان میرے یہاں بطور امانت رکھنا چاہتے ہیں۔ اس بہانے ان کا قیمتی مال میرے قبضہ میں آجائے گا۔ جب واپس لینے آئیں گے تب انکو ٹھاکھا دکھا دوں گا۔ اپنی بددیانتی کے عزم کو پورا کرنے کی نیت سے اس نے حضرت ابو عبیدہ کو کھلا بھیجا کہ پرانے زمانے سے یہ دستور چلا آیا ہے کہ ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کو امین و دیانتدار سمجھ کر اپنی امانتیں سپرد کرنے میں اعتبار کرتے ہیں۔ آپ بلا جھجک اور خوف کے اپنا سامان بطور امانت بھیج دو۔ آپ جب بھی مطالبہ فرمائیں گے میں خدمت میں حاضر کر دوں گا۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ نے مجھے قابل اعتماد جان کر اپنی خدمت کا موقعہ عنایت فرمایا۔

◎ اسلامی لشکر کے بیس مجاہد صندوقوں میں بند

حاکم نقیطا قیمتی سامان بطور امانت اپنے پاس رکھنے پر رضا مند ہو گیا ہے۔ یہ جان کر حضرت ابو عبیدہ بہت خوش ہو گئے۔ اسلامی لشکر کے سرداروں اور اہم افراد کو اپنے پاس بلا کر فرمایا کہ رومیوں نے کئی مقامات پر ہم کو مکر و فریب سے ہلاک کرنے کی کوشش کی ہے۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ ان کے ساتھ ایک خفیہ تدبیر سے کام لوں اور اینٹ کا جواب پتھر سے دے کر ان کو سبق سکھاؤں۔ میں نے یہ تدبیر سوچی ہے کہ حاکم نقیطا ہمارا قیمتی مال سال بھر بطور امانت اپنے پاس رکھنے کے لئے رضا مند ہوا ہے لہذا میں اس کے پاس بیس صندوق بطور امانت بھیجوں لیکن ان صندوقوں میں مال سامان کے بجائے ایک ایک مجاہد کو بند کر کے بھیجوں۔ ان صندوقوں کو باہر سے مقفل کر دیا جائے گا لیکن تمام صندوقوں میں ایسی کارگیری کی جائے گی کہ صندوق کے اندر چھپا ہوا مجاہد جب چاہے صندوق سے باہر آجائے۔ اس طرح بیس مجاہد قلعہ میں داخل ہو جائیں اور موقعہ پا کر صندوق سے باہر نکل کر قلعہ کا دروازہ کھول دیں۔ دروازہ کے

باہر اسلامی لشکر موجود ہوگا اور دروازہ کھلتے ہی لشکر قلعہ میں داخل ہو کر شہر کو فتح کر لے گا۔ لیکن یہ مہم بہت ہی پُر خطر ہے۔ اگر دشمنوں کو صندوق میں پوشیدہ مجاہدوں کی بھنک لگ گئی تو تمام مجاہدوں کی جان کا خطرہ ہے بلکہ یوں سمجھو کہ ذرا سا شبہ ہو جانے پر اگر انھوں نے صندوقیں کھول کر دیکھا تو اس صورت میں صندوق میں بند ہو کر جانے والے مجاہد کی موت یقینی ہے۔ مجاہدوں نے جواب دیا کہ موت ہماری آرزو اور شہادت ہماری خواہش ہے۔

مجاہدوں کا جواب سن کر حضرت ابو عبیدہ بہت خوش ہوئے اور کھانے وغیرہ کا سامان رکھنے کے لئے بیس صندوق خالی کر کے اس میں اس طرح کی کاریگری کرنے کا حکم دیا کہ صندوق کی کندھی میں تو باہر سے قفل لگا دیا جائے لیکن صندوق کے فرش کو کاٹ کر تختہ میں ہضمی تالے کے در مادہ اس طرح لگا دیئے جائیں کہ اندر بیٹھا ہوا شخص اسے آسانی سے کھول کر باہر آ سکے۔ جب اس طرح کے صندوق تیار ہو گئے تو حضرت ابو عبیدہ نے حسب ذیل بیس صحابہ کرام کا انتخاب فرمایا۔

- | | |
|---------------------------------|------------------------------------|
| (۱) حضرت ضرار بن ازور | (۲) حضرت مسیب بن نجیحہ فزاری |
| (۳) حضرت ذوالکلاع حمیری | (۴) حضرت عمرو بن معدی کرب |
| (۵) حضرت مرقال بن عتبہ | (۶) حضرت ہاشم بن عتبہ |
| (۷) حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی | (۸) حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق |
| (۹) حضرت عبدالرحمن بن مالک اشتر | (۱۰) حضرت عون بن سالم |
| (۱۱) حضرت عامر بن کاکل فزاری | (۱۲) حضرت مازن بن عامر |
| (۱۳) حضرت ربیعہ بن عامر | (۱۴) حضرت عکرمہ بن ابی جہل |
| (۱۵) حضرت عتبہ بن العاص | (۱۶) حضرت عبداللہ بن جعفر طیار |
| (۱۷) حضرت اصید بن اسامہ | (۱۸) حضرت ارم بن فیاض عینی |
| (۱۹) حضرت سلمیٰ بن حبیب اور | (۲۰) حضرت قارع بن مرملہ۔ |

حضرت ابو عبیدہ نے ان تمام پر حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کو سردار مقرر کیا۔ اور ان کو ہدایت دی کہ تمام مجاہد ایک ساتھ ہی صندوق سے نکلیں اور صندوق سے نکل کر تکبیر کہیں۔

حضرت خالد بن ولید قلعہ کے دروازے پر لشکر لے کر موجود ہوں گے تم کوشش کر کے قلعہ کا دروازہ جلد از جلد کھول دینا۔ پھر حضرت ابو عبیدہ نے تمام صندوقوں میں ایک ایک مجاہد کو بند کر کے مقفل کر دیا۔ کل بیس صندوقوں میں بیس مجاہد کو بند کر کے تمام صندوقیں حاکم نقیطا کے پاس قلعہ میں بھیج دیں۔ صندوقیں خوب وزنی معلوم ہوتی تھیں ان کو دیکھ کر حاکم نقیطا من میں پھولا نہیں سماتا تھا۔ مسلمانوں کا کافی تعداد میں قیمتی مال میرے قبضہ میں آ گیا ہے۔ اور ان کا مال ہضم کر جاؤں گا اس خیال میں خوشی سے جھومنے لگا۔ حاکم نقیطا نے تمام صندوقیں اپنی بیگم ماریہ کے محل میں رکھوا دیں۔

صندوقیں قلعہ میں بھیجنے کے بعد اسلامی لشکر رستن سے روانہ ہوا۔ اسلامی لشکر کو روانہ ہوتا دیکھ کر اہل رستن خوشیاں منانے لگے۔ قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر اسلامی لشکر کو جاتا ہوا دیکھ کر تالیاں بجا کر ناچنے لگے اور خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ قلعہ کی دیوار سے رومی اسلامی لشکر کو اس وقت تک دیکھتے رہے تا آنکہ وہ دُور نکل کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ پھر تمام رومی ایک کنیہ میں جمع ہوئے اور آج کی رات شراب و کباب اور رقص و سرود میں بسر کرنے کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ اسلامی لشکر کے چلے جانے کی وجہ سے وہ رات ان کے لئے خوشیوں کی تھی۔ اسلامی لشکر رستن سے روانہ ہو کر سوید نامی مقام پر ٹھہرا۔

جب رات ہوئی تو حضرت ابو عبیدہ نے سوید سے حضرت خالد بن ولید کو پانچ ہزار سواروں کے ساتھ رستن کے قلعہ کی طرف روانہ کیا۔ اور انھیں قلعہ کے دروازے کے سامنے چپ چاپ ٹھہرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید لشکر زحف کو لے کر سوید سے روانہ ہوئے ادھر رات کو تمام رومی کنیہ میں خوشیاں منانے جمع ہوئے۔ حاکم نقیطا مہمان خصوصی کی حیثیت سے جشن میں شریک ہوا۔ جس وقت کنیہ میں محفل رقص و سرود، شباب پر تھی تمام مجاہدین صندوقوں سے ہتھیاروں سمیت باہر نکلے اور حاکم نقیطا کی بیوی ماریہ کے کمرے میں گھس گئے۔ ایک ساتھ بیس مجاہدوں کو اپنے کمرے میں آدھمکتے دیکھ کر ماریہ تھر تھر کانپنے لگی۔ حضرت عبداللہ بن جعفر نے ماریہ سے فرمایا کہ اگر اپنی جان کی خیریت چاہتی ہو تو شہر پناہ کے دروازوں کی کنجیاں دے دو، ماریہ نے بلا کسی مزاحمت کے کنجیاں دے دیں۔ کنجیاں لے کر

مجاہدین قلعہ کے دروازے کی طرف دوڑے دروازے پر آٹھ دس سپاہی برائے نام شراب کے نشے میں دھت پہرہ دے رہے تھے۔ مجاہدوں نے جاتے ہی ان کو زمین پر مردہ ڈال دیا اور قفل کھول کر دروازہ کھول ڈالا اور بلند آواز سے نعرہ تکبیر بلند کر کے حضرت خالد بن ولید کو متنبہ کر دیا۔ حضرت خالد بن ولید قلعہ کے سامنے تھوڑے ہی فاصلہ پر پانچ ہزار کے لشکر کے ساتھ موجود تھے تکبیر کی صدا سن کر فوراً قلعہ میں داخل ہو گئے۔

اس وقت تمام رومی کنیسہ میں جشن لیلة المسرت منا رہے تھے۔ قلعہ میں اسلامی لشکر کے داخلے سے غافل اور بے خبر تھا۔ اسلامی لشکر قلعہ میں داخل ہو کر کنیسہ کی طرف بڑھا اور کنیسہ کو گھیر لیا اور تمام مجاہدوں نے بلند آواز سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ مجاہدوں کے نعرہ سے قلعہ کی بنیادیں ہل گئیں اور تمام رومی کانپ اٹھے۔ کسی بھی رومی کو مقابلہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی کیونکہ کنیسہ میں کسی کے ساتھ کوئی ہتھیار نہ تھا۔ نظر کے سامنے ہتھیار سے مسلح ہزاروں مجاہد مثل شیر موجود تھے۔ لہذا رومیوں نے بلند آواز سے ”لفون، لفون“ یعنی امان امان پکارنا شروع کیا حضرت خالد نے ان کو امان دی اور ان پر اسلام پیش کیا بہت سے رومی داخل اسلام ہوئے۔ اور جن رومیوں نے اسلام قبول نہیں کیا انھوں نے جزیہ دینے کا اقرار کیا حضرت خالد نے ادائے جزیہ کی شرط پر ان سے صلح کر کے امان دے دی۔ حاکم نقیطہ نے اسلام اور جزیہ دونوں کا انکار کیا اور حضرت خالد سے درخواست کی کہ اسے مع اہل وعیال جانے دیا جائے۔ حضرت خالد نے اس کی درخواست منظور فرمائی۔ لہذا وہ رات ہی میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ رستن سے چلا گیا۔ حضرت ابو عبیدہ کو رستن فتح ہونے کی خبر پہونچی تو سجدہ شکر ادا کیا۔ اور فوراً سوید سے رستن آئے۔ صندوق میں بند ہو کر جانے والے اصحاب رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی سلامتی اور فتح کی مبارکبادی دی اور پھر حضرت خالد بن ولید اور ان کے تمام ساتھیوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دعائے خیر و برکت سے نوازا۔

حضرت ابو عبیدہ نے حضرت بلال بن عامر یسکری کو ایک ہزار سوار پر سردار مقرر فرما کر ان کو رستن میں ٹھہرایا تاکہ وہ اہل رستن سے جزیہ وصول کریں علاوہ ازیں اہل رستن کی حفاظت و نگرانی کریں اور شہر کے انتظامی امور انجام دیں۔

فتح قلعہ شیرز

رستن کی فتح کے بعد اسلامی لشکر حماۃ کی طرف روانہ ہوا شہر حماۃ پہلے ہی سے صلح میں داخل تھا۔ اسلامی لشکر صبح کے وقت حماۃ پہنچا وہاں تھوڑا عرصہ ٹھہر کر اہل حماۃ سے ملاقات کرنے کے بعد اسلامی لشکر شیرز آیا۔ شیرز بھی رستن اور حماۃ کی طرح صلح میں داخل تھا لیکن جس بطریق نے صلح کی تھی اس کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس کی جگہ نکس نامی ایک ظالم اور جفاکش بطریق کو ہرقل بادشاہ نے حاکم مقرر کیا تھا۔ بطریق نکس نے صلح توڑ دی اور جن لوگوں نے اسلامی لشکر سے صلح کا معاملہ طے کرنے میں شرکت کی تھی ان کو سخت سزائیں دی تھیں۔

جب اسلامی لشکر نے شیرز کے قلعہ کے سامنے پڑاؤ کیا تو بطریق نکس نے اہل شیرز کو جمع کر کے کہا کہ ہرقل بادشاہ نے مجھے تمہاری حفاظت کے لئے مقرر کیا ہے میں ان عربوں سے لڑ کر ان کو بھگادوں گا۔ لہذا تم میرا ساتھ دو اہل شیرز نے کہا کہ اے حاکم! ہم میں عربوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔ ملک شام کے بڑے بڑے شہر اور مضبوط قلعے مثل دمشق، بصرہ، قنسرین، بعلبک اور رستن کو انھوں نے فتح کر لیا ہے اور ملک شام کے بہادر شہسواروں کو خاک میں ملا دیا ہے۔ اور ہماری ان کے سامنے کیا بساط ہے؟ بطریق نکس اہل شیرز کی بات سن کر خشمناک ہوا اور اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ بزدلی کی بات کرنے والوں کو مار دو۔ چنانچہ نکس کے سپاہیوں نے امن پسند رومیوں کو زد و کوب کیا لہذا اہل شیرز بادل ناخواستہ آمادہ جنگ ہوئے۔

بطریق نکس نے ہتھیاروں کا خزانہ کھول دیا اور لوگوں میں تقسیم کیا اور پھر اہل شیرز کو لے کر قلعہ سے باہر اسلامی لشکر سے لڑنے نکلا۔ حضرت خالد بن ولید نے ان پر ایسا سخت حملہ کیا کہ صرف ایک گرداؤے میں رومی لشکر مغلوب ہو گیا۔ بطریق نکس نے پیٹھ پھیری اور قلعہ کی طرف بھاگا اس کی متابعت میں رومی بھی دم دبا کر بھاگے۔ مجاہدوں نے ان کا تعاقب کیا۔ رومی قلعہ میں تو گھس گئے لیکن قلعہ کا دروازہ بند کرنے کا موقعہ ہی نہ ملا۔ اور اسلامی لشکر بھی قلعہ میں داخل

ہو گیا۔ بطریق نکس خفیہ دروازے سے بھاگ نکلا اور اہل شیرز نے ادائے جزیہ کی شرط قبول کر کے امان حاصل کی۔ شیرز کو فتح کرنے کے بعد حضرت ابو عبیدہ نے مجاہدوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ فتح شیرز کی وجہ سے اہل حص ہمارے ذمہ داری سے نکل گئے۔ لہذا اب حص کی طرف کوچ کرنا چاہئے تمام مجاہدوں نے بیک زبان جواب دیا کہ اے سردار! آپ کی رائے مناسب ہے آپ جو بھی مناسب سمجھیں حکم فرمائیں ہم آپ کے محکوم ہیں۔ آپ کے حکم کی تعمیل میں ہم کسی قسم کی کوتاہی اور کابلی نہیں کریں گے۔ حضرت ابو عبیدہ نے اسلامی لشکر کو پھر ایک مرتبہ حص پر حملہ کرنے کے لئے حص کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اسلامی لشکر شیرز سے حص کی طرف روانہ ہوا، شیرز سے روانہ ہو کر اسلامی لشکر نے ابھی تھوڑی ہی مسافت طے کی تھی کہ انطاکیہ کی طرف سے آنے والے راستے پر ایک بڑا غبار اٹھتا ہوا نظر آیا۔ اس غبار کو تمام مجاہدین حیرت سے دیکھنے لگے یقین کے ساتھ کوئی کہہ نہیں سکتا تھا کہ یہ غبار کیسا ہے؟

◎ رخ روشن سے اٹھا دو نقاب

حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھیوں کو لے کر غبار کی سمت انطاکیہ کی راہ میں گئے اور اسلامی لشکر بدستور حص کے راستے کی طرف آگے بڑھتا رہا۔ حضرت خالد بن ولید جب اس غبار کے قریب آئے تو دیکھا کہ ایک رومی قس تاتاری گھوڑے پر شان و شوکت سے سوار ہے اور اس کے ارد گرد ایک سو گبر سوار اس کے خادم کی حیثیت سے ساتھ چلتے ہیں۔ حضرت خالد نے اس قافلے کو روکا اور ڈانٹ کر گرفتار کر لیا اور ان کو لے کر حضرت ابو عبیدہ کی طرف چلے۔ حضرت ابو عبیدہ اسلامی لشکر کو لے کر حص کے راستے پر نہر معلون تک پہنچ گئے تھے۔ حضرت خالد نے ان کو نہر معلون پر پالیا اور تمام قیدی حضرت ابو عبیدہ کے سامنے پیش کئے۔ حضرت ابو عبیدہ نے قافلے کے سربراہ اعلیٰ قس سے ہرقل بادشاہ کا حال دریافت کیا تو اس نے اطلاع دی کہ تمام ملک روم، روسیہ، صیقلیہ، افرنج، اور ارمن کی سلطنتوں نے تمہارے خلاف ہرقل بادشاہ کی مدد کرنے کا عزم واردہ کیا ہے۔ لہذا اب تم بہت احتیاط سے کام لینا اور دشمنوں سے ہوشیار رہنا۔ پھر حضرت ابو عبیدہ نے اس قس پر اسلام پیش کیا۔ جواب میں رومی قس نے کہا کہ

”اے سردار! شب کو دیکھا تھا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں اور اسلام قبول کیا میں ان کے ہاتھوں پر“

(حوالہ:- فتوح الشام، از:- علامہ واقدی ص ۱۹۲)

واقعی اس قس کی قسمت چمک اٹھی۔ جان عالم و رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمال جہاں آرا کے دیدار سے خواب میں مشرف ہوا اور دولت ایمان سے سرفراز ہوا:

لہ اٹھا دو رخ روشن سے نقاب

مولیٰ میری آئی ہوئی شامت مل جائے

(از:- امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

